www.KitaboSunnat.com
بدعات
اور اُن کا
شرعی پوسٹمارٹم
علامہ شیخ احمد بن حجر
قاضی دوحہ قطر
قبروں پر مسجدیں
چلہ کشی اور سماع
شرک کی ابتداء؟
اسلام میں بدعتوں کا ظہور
اذان کی بدعات
خواب و روایات
بدعتی میلے اور تہوار
کفار کی مشابہت
غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز
بدعاتِ جنازہ
بدعاتِ صوفیاء
خواتین کی بدعات
خاص مہینوں کی بدعات
دار الکتب
شیش محل روڈ لاہور

تخریج شدہ ایڈیشن

بدعات
اور اُن کا
شرعی پوسٹمارٹم

تالیف

علامہ شیخ احمد بن حجر
قاضی دوحہ قطر

ترجمہ

مولانا رئیس الاحرار ندوی

ناشر

دار الکتب السلفیہ ○ شیش محل روڈ ○ لاہور

Ph.: 042-7237184, 7213032 # Fax: 042-7230271
P.O.BOX 1452 E-mail:alsalafiyyah@yahoo.com

نام کتاب ---------- بدعات کا پوسٹمارٹم

تالیف ---------- علامہ الشیخ احمد بن حجر

طابع ---------- ھناد شاکر

تعداد ---------- 600

ناشر ---------- دار الکتب السلفیۃ

قیمت اعلیٰ ایڈیشن ---------- -/270 روپے

قیمت عام ایڈیشن ---------- -/225 روپے

اسٹاکسٹ

مکتبہ محمدیہ
چک ۱۰۹/۷ آر۔ چیچہ وطنی ۔ ضلع ساہیوال

مکتبہ اسلامیہ
غزنی سٹریٹ' اردو بازار' لاہور
Ph.: 0092-042-7244973

ملنے کے پتے

لاہور — مکتبہ قدوسیہ' غزنی سٹریٹ ۞ حذیفہ اکیڈمی' الفضل مارکیٹ

مکتبہ رحمانیہ' اقراء سینٹر ۞ محمدی پبلشنگ ہاؤس' الفضل مارکیٹ'

دار الفرقان' الفضل مارکیٹ' اردو بازار' لاہور فون 042-7231602

فیصل آباد — مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار ۞ مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار

ملتان — فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ۞ دار السلام بیرون بوہڑ گیٹ

گوجرانوالہ — مکتبہ نعمانیہ' اردو بازار ۞ والی کتاب گھر اردو بازار

راولپنڈی — حافظ وسیم اختر 4639/1 مسجد الرحمان گوالمنڈی

اوکاڑہ — مکتبہ تفہیم السنہ شیر ربانی ٹاؤن۔ غازی روڈ 528621

فہرست

❀❀❀❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۃ المؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَكْمَلَ لَنَا الدِّیْنَ وَاَتَمَّ بِهِ النِّعْمَةَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ .

"ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، جس نے ہمارے واسطے دین کو مکمل کر دیا اس دین کامل کے ذریعہ سارے جہانوں پر نعمت پوری کر دی" جیسا کہ اس نے خود فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا . [المائدہ ۵:۳]

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کو دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے واسطے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

اور اپنی کتاب قرآن مجید میں یہ فرمانے والے اللہ تعالیٰ کے لیے ہر طرح کی تعریف ہے کہ:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ [الانعام:۱۵۳]

اور جانو کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا تم اس پر چلو اور اس کے علاوہ دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ اس کے سیدھے راستے سے دوسرے راستے تم کو منتشر کر دیں گے اللہ تم کو اسی بات کی وصیت کرتا ہے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ [الاعراف ، آیۃ:۳]

"تم لوگ اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس اتارا گیا ہے اور اس کے علاوہ دیگر اولیا کی پیروی مت کرو، تم لوگ بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔"

اللہ تعالیٰ کے لئے ہر قسم کی حمد ہے جس نے ہم کو اس عظیم رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

ذریعہ تخصیص بخشی اور ان کے ذریعہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا جیسا کہ فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا . [الاحزاب، آیۃ: ۴۰]

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

یہی وہ رسول اعظم ہیں جن کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ جوڑ رکھا ہے اور متعدد آیات میں ہر دو اطاعتوں یعنی اطاعت الٰہی و اطاعت رسول کا حکم دے رکھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ [آل عمران، آیۃ: ۱۳۲]

تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی مخالفت سے ہم کو ڈرایا ہے' جیسا کہ فرمایا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ [النور، آیۃ: ۶۳]

جو لوگ رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے خوف زدہ رہنا چاہیے کہ کہیں ان کو فتنہ یا دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔

اسی طرح اللہ جل جلالہ نے ہم کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس جو احکام لے کر آئیں' ان کو قبول کر لیں اور ان چیزوں سے باز رہیں جن سے آپ ﷺ نے ہم کو منع فرمایا ہے: جیسا کہ فرمان الٰہی ہے کہ:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ [الحشر، آیۃ: ۷]

"اور رسول ﷺ اللہ جو کچھ تمہیں دیں انہیں قبول کرو اور جن سے روکیں ان سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔"

اللہ کی بے شمار رحمتیں اور سلامتی اس کے بندے' رسول اور سب سے افضل مخلوق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو اور آپ کے آل اور متقی اور نیکوکار اصحاب رضی اللہ عنہم پر بھی رحمتیں اور سلامتی ہو جو دونوں قسم کی وحی یعنی کتاب وسنت پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہے اور ایسی چیزوں سے پاک وصاف رہے جو دین سے خارج ہیں۔

اما بعد (اس حمد وثنا اور درود وسلام کے بعد)

اختلاف مذہب ومشرب کے باوجود تمام مسلمان جن باتوں پر متفق ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیائے فانی کو خیر باد کہہ کر رفیق اعلی کا وصال اس وقت اختیار کیا جبکہ اللہ تعالیٰ اس دین حنیف یعنی دین اسلام کو مکمل کر چکا تھا اور اسے تمام مذاہب کا ختم کنندہ بنا چکا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے' وہ اس طرح کہ قرآن مجید اور سنت مطہرہ کی بنیادوں پر قائم شدہ اس دین اسلام کے اندر ایسے قواعد اور عام نصوص موجود ہیں کہ معاشروں' سوسائیٹیوں' ممالک اور زمانوں کے اختلاف کے باوجود ایک مجتہد شخص ہر مشکل مسئلہ کو حل کر سکتا ہے اور ہر پیش آمدہ معاملہ کا شرعی حکم تلاش کر سکتا ہے' اگرچہ وہ مشکل مسئلہ و پیش آمدہ معاملہ عہد نبوی ﷺ' زمانہ صحابہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد والے ازمنہ اسلاف رحمہم اللہ میں نہ واقع ہوا ہو۔ کیونکہ دین اسلام انسانی ضرورت کا کفیل ہے اور کسی بدعت کی ایجاد یا کسی غیر اسلامی قانون کو بر آمد کرنے سے اسلام بے نیاز کرتا ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنی ''صراط مستقیم'' یعنی اسلام کے معتدل مذہب پر چلنے کا حکم اپنے اس فرمان میں دیا:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥ [الانعام، آیۃ: ۱۵۳]	یہ میرا سیدھا راستہ ہے تم اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو ورنہ یہ راستے تم کو صحیح راستے سے برگشتہ کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اسی بات کی وصیت کرتا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

جس معاملہ میں بھی نزاع واقع ہو اس کی بابت اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد الٰہی میں ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ٥ . [النساء، آیۃ: ۵۹]	''اگر تم کسی معاملہ میں نزاع کر بیٹھو تو اس کو اللہ اور رسول ﷺ کے حوالہ کر دو' اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ نتیجہ کے اعتبار سے یہ سب سے عمدہ اور اچھی چیز ہے۔''

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العالمین کا تقرب حاصل کرنے اور عبادت گذاری ودین کے لئے بدعتوں کو ایجاد کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے' کیونکہ دین کامل ہے۔ اس میں کسی

اضافہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور جس نے کسی بدعت کو مستحسن قرار دیا اس نے ضرورت سے زیادہ ایک دستور بنایا اور اچھی خاصی اسلامی شریعت پر ناقص ہونے کا عیب لگایا۔ گویا اس نے (نعوذ باللہ) اللہ اور رسول ﷺ سے سرزرد ہونے والی کسی غلطی کی تلافی کی' حالانکہ یہ بہت قبیح بات ❶ ہے۔ لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ بعض غفلت شعار لوگوں کی نیک نیتی کی بنا پر یا دین میں بگاڑ پیدا کرنے کا ارادہ رکھنے والے بعض مفسدہ پرداز لوگوں کے سبب ایام قدیم سے مسلمانوں میں بدعات کی ایجاد اور ان پر عمل کا سلسلہ جاری ہے۔ یہاں تک کہ عالم اسلام کے اطراف و جوانب میں بدعات وضلالت خوفناک طور پر پھیل گئیں۔ جنہوں نے اکثر لوگوں کی عقلوں کو بری طرح بگاڑ ڈالا ہے۔ ان گمراہ کن بدعتوں کی ترویج بعض علمائے سوء اور ارباب تصوف کے ذریعہ ہوئی جو دنیاوی منافع کے لئے عوام کی قیادت کے شائق ہوتے ہیں' بنا بریں یہ لوگ بہت سی بدعات کے داعی بن گئے اور اپنے پرکشش پروپیگنڈوں کے ذریعہ بدعات کی اشاعت کرتے رہے۔ کبھی یہ لوگ بدعتوں کو ذکر اللہ اور فنا فی اللہ سے تعبیر کرتے ہیں' کبھی انہیں حب نبوی کا لبادہ پہنا دیتے ہیں' کبھی ان بدعات کو اولیائے مقربین اور صالحین کی محبت کے سانچے میں ڈھال لیتے ہیں۔ کبھی سادہ لوح عوام کے سامنے ان بدعتوں پر ایسی خوارق عادات چیزوں کی ملمع کاری کر دیتے ہیں جن کی بنیاد فریب وشعبدہ بازی پر ہوتی ہے یا پھر نباتات اور گھاس پھوس نیز جانوروں کے خواص کے علم سے کام لے کر ایسی چیزیں تیار کر لیتے ہیں جو جاہل آدمی کی نظر میں کرامات معلوم ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ آگ کے اثر کو روکنے والے بعض روغن بدن پر مل کر آگ کے اندر گھس جاتے ہیں یا کسی شیطانی منتر کے ذریعہ سانپ پکڑ لیتے ہیں یا شیاطین کو تابع بنا کر ان کے خلاف عادت کوئی بھی کام آپ کے سامنے پیش کر دیں گے یا پھر

---

❶ اسی طرح مسلمانوں پر چلانے کے لئے غیروں کے بنائے ہوئے قوانین اختیار کرنے کی بھی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ غیروں کے ان قوانین میں بہت سے قوانین نصوص کتاب وسنت کے خلاف بھی ہیں' مثلاً بینکوں کے سود کی اباحت' زنا کاری' شراب نوشی کی چھوٹ اور کسی بھی مذہب کو اختیار کر لینے کی آزادی خواہ آدمی اسلام سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہو جائے' وغیرہ وغیرہ جو غیر اسلامی قوانین کتاب وسنت کے معارض نہیں اس کی بھی ہم کو کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اسلامی شریعت میں نظام ہائے کفر سے بے نیاز بنانے کی صلاحیت موجود ہے اور اس دعوٰی پر گذری ہوئی قرآنی آیت دلیل ہے کہ "الیوم اکملت لکم دینکم الایۃ" [سورۃ المائدہ، آیۃ نمبر ۳ ۵] یہ آیہ شریفہ صراحت کر رہی ہے کہ تقرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے کسی مبتدعانہ دستور کی ایجاد نہیں ہونی چاہیے اور اللہ کے بندوں پر نافذ کرنے کے لئے غیروں کے بنائے ہوئے قوانین نہیں حاصل کرنا چاہییں۔

شیاطین ہی ان سے اس طرح کے کام کرا ڈالتے ہیں۔ اسی طرح کے بہت سارے امور ہیں جو اللہ و رسول پر صحیح ایمان رکھنے والوں اور اللہ و رسول کے احکام کی کامل پیروی کرنے والوں سے سرزد نہیں ہو سکتے۔ ان بدعتوں کے معاملہ میں جن میں سے اکثر بدعات خالص مشرکانہ ہیں علما کے تین گروہ ہیں۔

ایک گروہ ان بدعات و خرافات کی تائید کرتا نیز ان کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے' اس دلیل کی بنیاد پر کہ یہ "بدعات حسنہ" ہیں یعنی بدعات تو ہیں' مگر اچھی چیزیں ہیں۔

دوسرا گروہ حقیقت سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ جن بدعات پر عوام الناس کاربند ہیں وہ باطل و ضلالت ہیں لیکن یہ گروہ عوام کا ساتھ دیتا ہے۔ اس کا سبب یا تو لالچ ہوتا ہے یا خوف و بزدلی۔

تیسرا گروہ ان بدعات پر نکیر کرتا ہے اور لوگوں کو انہیں چھوڑنے کی دعوت دیتا ہے اور توحید و سنت مطہرہ پر کاربند ہونے کی طرف رہبری کرتا ہے' لیکن ان کی تعداد اول الذکر دونوں گروہ کے علما کے بالمقابل کم ہے۔

اس زمانہ میں مختلف علوم و فنون پر کتابوں کی کثرت کے باوجود اور بہت سے لوگوں میں روشن خیالی پائی جانے کے باوصف لوگ علم توحید کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے اور سنت و عمل بالحدیث پر ابھارنے نیز بدعت سے دور رہنے اور بچنے کی ترغیب دینے کے لئے کتابیں نہیں لکھتے' البتہ چند گنے چنے لوگ ہیں جو یہ کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ بھی پورا کام نہیں کر پاتے اکثر و بیشتر بدعتوں کی تردید نہیں کرتے۔ بعض لوگ ایسی عبارتیں لکھتے ہیں' جن کا مغز بہت سے پڑھنے والے نہیں سمجھ پاتے۔ مثلاً بعض بدعتوں کی بابت کہتے ہیں کہ انہیں کرنا مناسب نہیں یا انہیں کرنا مستحسن نہیں یا ان کا چھوڑنا زیادہ اچھا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ تردید بدعات میں تیز و تند عبارتوں کا استعمال نہیں کرنا چاہیے اور دلیل میں اس آیت کریمہ کو پیش کرتے ہیں:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ . [النحل، آیة: ۱۲۵]	اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی موعظت کے ذریعہ دعوت دو اور مخالفین سے "بطریق احسن" جدال کرو۔

گویا کہ ان لوگوں نے اولاً تو اس کا مفہوم ہی نہیں سمجھا' کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ شدت اور جدال احسن کے موقع الگ الگ ہیں۔ نیز یہ کہ ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ شرک اکبر جیسے کبیرہ

ترین گناہ کو صرف ''محرم'' (حرام کام یا حرام چیز) کے لفظ سے تعبیر کریں کیونکہ بعض محرمات اگر چہ کبیرہ گناہ ہیں مگر وہ شرک اکبر کے درجہ میں نہیں بلکہ شرک اصغر بھی کبیر ترین گناہوں میں سے ہے پھر شرک اکبر کا پوچھنا ہی کیا ہے؟

چونکہ میں بچپن سے ہی توحید و سنت کے سلسلے میں لکھی جانے والے کتابوں سے شغف رکھتا تھا اور بدعات و موجدین بدعات سے بغض رکھتا تھا' اس لئے میں نے اس سلسلے کی کچھ کتابیں پڑھیں اور اسلام کے خلاف پائی جانے والے نیز اسلامی بنیادوں کو ڈھانے والی بدعتوں کو دیکھا سنا' چنانچہ میں نے اولاً اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ کتاب لکھنی شروع کی۔ پھر میں نے ان کتابوں سے مدد لی جن سے میں واقف تھا اور جن کو میں نے پڑھا تھا[1] یہی وجہ ہے کہ میری یہ کتاب بہت ساری بکھری ہوئی بدعات کے تذکرہ کی جامع ہے اور دوسری کتابوں کے بالمقابل حسب ذیل امور میں ممتاز ہے۔

① میں نے اس میں عقائد و عبادات کی بہت ساری ایسی بدعتوں کو جمع کر دیا ہے جن کو آپ دوسری کتابوں میں یکجا نہیں پا سکتے' بہت سی بدعتوں پر اتنی تفصیلی بحثیں ہیں جو مستقل رسالہ بن سکتی ہیں۔ مثلاً بعض ہندوستانی بدعتیں' قبروں پر تعمیر اور محفل میلاد وغیرہ۔

② بعض ایسے قواعد کا ذکر کیا ہے' جو اس موضوع پر بنیادی اصول کا درجہ رکھتے ہیں۔

③ میں نے اس میں بدعت کی مذمت میں وارد شدہ بعض احادیث کا تذکرہ کیا ہے۔

[1] بدعات کے سلسلے میں لکھی جانے والی بہترین کتابوں میں سے ''الاعتصام'' اچھی کتاب ہے لیکن اس کے مصنف نے اس میں جلیل القدر فقہا اور اہل اصول کے بنیادی کلام پیش کیے ہیں جنہیں اس فن کے ماہر اور اس میدان کے شہسوار ہی سمجھ سکتے ہیں۔ نیز اس میں بنیادی اصول بتلانے پر زور دیا گیا ہے۔ فرداً فرداً بدعات کا ذکر کم کیا گیا ہے ان ہی کتابوں میں سے امام ابو شامہ کی کتاب ''الباعث'' اور امام ابن الوضاح کی کتابیں بھی ہیں یہ دونوں چھوٹی چھوٹی کتابیں ہیں' متاخرین میں اچھا لکھنے والوں میں شیخ علی محفوظ مصری ہیں' لیکن عوام اور متوسط ذہن والوں کے لیے ان کی کتاب کے اکثر مقامات کا سمجھنا مشکل ہے۔

''کتاب السنن والمبتدعات'' اگر چہ بہت اچھی کتاب ہے اور اس میں وضاحت و صراحت نیز اہل بدعت کی ایسی تردید بھی ہے' جو دوسری کتابوں میں نہیں ہے' مگر اس میں بہت سی بدعتوں کا ذکر نہیں کیا گیا ہے' اور بعض کا ذکر مختصر ہے۔ ایک کتاب تنبیہ الغافلین ہے جس میں بہت سے صغیرہ گناہوں' عادات مذمومہ اور بدعتوں کا ذکر ہے' اگر چہ بعض باتیں اس میں مختصر ہیں مگر مجموعی اعتبار سے یہ کتاب قابل مطالعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف اور اس طرح کے جملہ مؤلفین کو جزائے خیر دے' آمین۔ شیخ قاسمی کی کتاب ''اصلاح المساجد من البدع والعوائد'' میں مسجدوں کے اندر ہونے والی بہت سی بدعات کا ذکر ہے اس کتاب میں میں نے علامہ ناصر الدین البانی کی تعلیقات کے ساتھ بہت کچھ نقل کیا ہے۔

④ بدعات کے پھیلنے کے اسباب کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلے میں تفصیل سے کام لیا ہے۔

⑤ میں نے اس میں مقام سنت سے جہالت اور احادیث کے ساتھ اہل بدعت کے موقف اور ان احادیث کے انکار کا ذکر کیا ہے۔

⑥ میں نے اس میں اہل بدعات کے شبہات کا ذکر کیا ہے' اور ان کی تردید کی ہے' اگر یہ بحث ایک کر لی جائے تو مستقل رسالہ بن جائے۔

⑦ میں نے اس میں بدعات کو حسنہ قرار دینے والوں کے شبہات نقل کئے ہیں پھر ان کی ایسی تردید کی ہے کہ بدعات کو حسنہ کہنے والوں اور مرتکبین بدعات کا کوئی شبہ باقی نہ رہ جائے۔

⑧ میں نے مختلف ابواب میں انواع واقسام کی بہت سی بدعات کو یک جا کر دیا ہے۔ ان میں سے اکثر کو میں نے اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں سے نقل کیا ہے اور بہت سی بدعات ایسی ہیں جن کا میں نے از خود مشاہدہ کیا اور ان کو سنا ہے۔

⑨ میں نے یہ کتاب مختلف ابواب میں وارد شدہ موضوع احادیث کے اچھے خاصے مجموعہ کے تذکرہ پر ختم کی ہے' مسلمانوں کے اعمال وعقائد کو بگاڑنے میں ان احادیث موضوعہ کے برے اثرات ہیں۔

⑩ میں نے یہ کتاب دو حصوں میں تقسیم کی ہے۔ قسم اول بدعی عقائد کے سلسلہ میں اور قسم دوم عبادات کی بدعات پر مشتمل ہے۔

⑪ میں نے اپنی نقل کردہ ہر چیز کے اصل مرجع کا حوالہ دے دیا ہے' مگر جہاں ذہول ونسیان ہوگیا ہے وہاں حوالہ دینے سے قاصر رہا۔

⑫ میں نے اس کتاب کا نام "تحذير المسلمين عن الابتداع والبدع في الدين" رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کتاب کو خالص اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے اور اس کے ذریعہ اپنے مومن بندوں کو نفع پہنچائے۔ آمین

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ الصَّادِقِ
الْاَمِيْنِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

مؤلف (علامہ) شیخ احمد بن حجر آل بوطامی البنعلی
قاضی محکمہ شرعیہ ، دوحہ۔ قطر
ربیع الاول سنہ ۱۴۰۱ (تسدید)

اب حقیقی معبود و بادشاہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اصل موضوع پر گفتگو شروع کرنے کا وقت آ گیا ہے' لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے گفتگو شروع کر رہے ہیں اسی کے ہاتھ میں تحقیق کی زمام کار ہے۔

قسم اول

بدعی عقائد

سنت اور بدعت کی تعریف

لغت میں ''سنت'' طریقہ کو کہتے ہیں' خواہ وہ پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ اور اسی سے یہ ارشاد نبوی ہے۔

((مَنْ سَنَّ فِی الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعَمِلَ بَعْدَهُ فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيمَةِ وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهُ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيمَةِ)) ❶

''جس نے کوئی اچھا راستہ نکالا اس کو اس کا ثواب ملے گا' اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا بھی اسے ثواب ملے گا' جس نے کوئی برا راستہ نکالا اس کے اوپر اس کا گناہ ہوگا' اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اسی کو ہوگا۔''

دوسری حدیث نبوی ﷺ ہے:

((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ۔)) ❷

---

❶ (راوہ مسلم عن جریر بن عبداللہ البجلی) مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا. وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ. وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا. وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ، مسلم۔ کتاب العلم۔ باب من سن سنة حسنة اوسیة، حدیث نمبر: ۱۰۱۷۔

❷ (راوہ البخاری و مسلم عن ابی سعید الخدری) بخاری کتاب الاعتصام باالکتاب والسنۃ باب قول النبیؐ لتبعن سنن من کان قبلکم باب ۱٤ حدیث نمبر ۷۳۲۰ وفی مسلم کتاب العلم باب اتباع سنن الیهود والنصاری، حدیث نمبر ۲٦٦۹۔

''اے مسلمانو! تم اپنے سے پہلے لوگوں (یہود و نصاریٰ) کے راستوں پر قدم بقدم اور شانہ بشانہ ضرور چلو گے۔''

محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول قول وفعل، تقریر جسمانی و اخلاقی وصف اور سیرت کو ''سنت'' کہتے ہیں، یہ ساری چیزیں چاہے بعثت سے پہلے ہوں یا بعثت کے بعد۔ اس اعتبار سے بعض لوگوں کے نزدیک سنت اور حدیث ہم معنی الفاظ ہیں۔

اہل اصول کی اصطلاح میں نبی ﷺ سے منقول شدہ قول وفعل اور تقریر کو ''سنت'' کہتے ہیں۔

قولی حدیث کی مثال یہ فرمان نبوی ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا)) ❶

''ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے، جس کا ایک جزو دوسرے کو مضبوط بناتا ہے۔''

قولی حدیث کی دوسری مثال یہ ارشاد نبوی ہے:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِذَاشْتَكٰى عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمّٰى وَالسَّهَرِ۔)) ❷

''آپس میں محبت ومرحمت کرنے میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے، جب کوئی عضو بیمار ہو جاتا ہے تو سارے اعضا بخار اور بے خوابی کے سبب بے چین ہو جاتے ہیں۔''

اس طرح کی متعدد قولی احادیث ہیں جو مخفی نہیں ہیں۔

فعلی حدیث کی مثالوں میں رسول اللہ ﷺ کے وہ تمام افعال ہیں، جن کی اقتدا تمام مسلمان مناسک حج اور نماز میں کرتے ہیں، نیز وضو اور روزہ وغیرہ کے سلسلے میں آپ ﷺ سے منقول شدہ جملہ افعال بھی اس کی مثالیں ہیں۔

---

❶ (بخاری۔ کتاب المظالم۔ باب نصر المظلوم حدیث نمبر ۲۴۴۵۔ مسلم کتاب البر والصلة والآدب باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، حدیث نمبر (۲۵۸۵)

❷ (بخاری کتاب الادب۔ باب رحمة الناس والبهائم۔ حدیث نمبر ۶۰۰۸۔ مسلم۔ کتاب البر والصلة والآداب باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم و تعاضدهم، حدیث نمبر ۲۵۸۶)

تقریرنبوی

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں جو کام کیا گیا یا بات کہی گئی اس وقت آپ ﷺ نے کوئی نکیر نہیں کی اور خاموش رہے اسے اصطلاح محدثین میں ''تقریرنبوی'' کہتے ہیں۔ مثلاً آپ ﷺ کے دسترخوان پر گوہ کا گوشت کھایا گیا' اس میں سے آپ نے کچھ نہیں کھایا مگر اس کے کھانے پر نکیر نہیں کی۔ جب آپ ﷺ سے نہ کھانے کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ ''میری قوم کی سرزمین (مراد قوم قریش کی سرزمین مکہ مکرمہ) میں گوہ کھائی نہیں جاتی اس لئے مجھے اس کے کھانے کی عادت نہیں ہے'' اگر گوہ کھانا حرام ہوتا تو اس کے کھانے پر آپ ﷺ ضرور نکیر فرماتے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے غزوہ بنوقریظہ کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا کہ ''تم میں سے کوئی آدمی سرزمین بنوقریظہ میں پہنچے بغیر نماز عصر نہ پڑھے گا'' بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس فرمان نبوی ﷺ کو حقیقی معنی پر محمول کرتے ہوئے سرزمین بنوقریظہ میں جا کر ہی نماز عصر پڑھی جب کہ سورج غروب ہو گیا تھا اور بعض نے یہ سمجھا کہ مقصود نبوی یہ ہے کہ تیز روی اختیار کی جائے' اس لئے انہوں نے وقت پر نماز عصر پڑھی پھر سرزمین بنوقریظہ پہنچے' نبی ﷺ کو دونوں فریقوں کے اس فعل کی خبر ملی۔ آپ ﷺ اس پر خاموش رہے' اور نکیر نہیں فرمائی۔ (رواہ البخاری' و مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ)

''بدعت'' لغت میں بلا کسی سابقہ مثال کے کسی چیز کی ایجاد کرنے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو بلا کسی مثال کے پیدا کرنے والا ہے) نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ ''قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ '' (آپ کہہ دیجئے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں' جس کی کوئی مثال نہ رہی ہو۔)

شریعت میں ''بدعت'' اس چیز کو کہتے ہیں۔ جس کو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد کی گئی ہو' اسے نہ آپ ﷺ نے کیا ہو نہ اس کے کرنے کا حکم دیا ہو' نہ اس پر تقریر فرمائی ہو اور نہ اسے صحابہ نے کیا ہو۔

کتاب اللہ اور سنت نبویہ میں بدعتوں سے ممانعت اور ان سے بچنے کے سلسلے میں بہت زیادہ نصوص وارد ہیں۔ ان نصوص میں سے وہ آیات بھی ہیں' جو اللہ اور رسول کی اطاعت کی

صراحت کرتی ہیں اور ان آیات میں ہم اس قول خداوندی کا اضافہ کرتے ہیں:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. [النور، آیة:۶۳]

جو لوگ رسول ﷺ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' انہیں اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں انہیں فتنہ نہ گھیر لے یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ. [النور، آیة: ۵۴]

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرو' اگر لوگ اس سے روگردانی کریں گے تو رسول ﷺ پر وہ بوجھ ہو گا' جس کے وہ ذمہ دار بنائے گئے ہیں اور تم پر وہ بوجھ ہو گا جس کے تم ذمہ دار ہو۔ اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول ﷺ پر واضح طور پر پہنچا دینے کے علاوہ کوئی دوسری ذمہ داری نہیں ہے۔

اس معنی و مفہوم کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث کا ذکر کر رہے ہیں۔

① ((عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَرْفُوْعًا مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ وَ فِيْ لَفْظِ اٰخر مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)) ❶

''حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کو ہم نے کرنے کا حکم نہیں دیا' وہ مردود ہے' اور ایک روایت کا لفظ یہ ہے کہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں سے نہیں وہ مردود ہے۔''

② ((عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا خَطًّا ثُمَّ قَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوْا اِلَيْهِ ثُمَّ تَلَا وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ

❶ (رواه مسلم، (بخاری، کتاب الاعتصام، باب اذا اجتهد العامل او الحاکم فأخطاء خلاف الرسول من غیر علم فحکمه مردود حدیث نمبرولکن رقم الباب ۲۰ مسلم. کتاب الأقضية. باب نقض الاحکام الباطنة. ورد محدثات الامور، حدیث نمبر۱۷۱۸.

سَبِيلِهِ ذَا لِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔)) ❶

''ابو وائل ؒ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے ایک دن ایک لکیر کھینچی۔ پھر فرمایا کہ یہ اللہ کی راہ ہے پھر اس کی دائیں اور بائیں کچھ لکیریں کھینچیں اور فرمایا کہ یہ بھی راستے ہیں' ان میں سے ہر راستہ پر ایک ایک شیطان بیٹھا ہوا اپنی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ یہ میری ''راہ مستقیم'' ہے تم اس کی پیروی کرو اور دوسری راہوں کی پیروی مت کرو' ورنہ یہ راستے تمہیں راہ مستقیم سے متفرق کر دیں گے' اللہ تم کو اسی کی وصیت کر رہا ہے' تاکہ تم متقی بن جاؤ۔''

③ ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَيَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ۔)) [رواہ مسلم وغیرہ۔ زادالنسائی] ❷

''رسول اللہ صلی علیہ وسلم منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ سب سے سچی حدیث کتاب اللہ ہے' اور سب سے اچھا طریقہ طریقہ محمدی ﷺ ہے اور بدترین امور دین میں ایجاد کردہ چیزیں ہیں' اور دین میں ہر ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے۔ اور ہر ضلالت کا انجام جہنم ہے۔''

④ ((عن العرباض بن سارية رضی الله عنه انه قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

---

❶ (رواه الاحمد والحاكم وقال صحيح ولم يخرجاه). دارمی: ج ١ / ص ٦٧، مشكوة: ج ١ / ص ٥٨ تا ٥٩ / كتاب الايمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة حديث نمبر ١٦٦، تفسير القرطبی ، ج ٧ / ص ١٣٧ فی سورة الانعام.

❷ (رواه مسلم وغيره)زاد النسائی، مسند احمد: ج ١٤ / ص ١٢٦، سنن ابوداؤد: ج ٥ ص ١٣، كتاب السنة باب فی لزوم السنة حديث نمبر ٤٦٠٧. جامع الترمذی: ج ٥ / ص ٤٤: كتاب العلم باب ماجاء فی الأحد...... حديث نمبر ٢٦٧٦. ابن ماجه : ج ١ / ص ١٤، فی المقدمه (٤٤) و (٤٢) دلائل النبوة: ج ٦ / ص ٥٤١، باب اخبار بظهور الاختلاف. مشكوة : ج ١ / ص ٥٨ كتاب الايمان حديث نمبر ١٦٠.

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَۃً بَلِیْغَۃً ذَرَفَتْ مِنْھَا الْعُیُوْنُ وَ وَجِلَتْ مِنْھَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ قَائِلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَاَنَّھَا مَوْعِظَۃُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْھَدُ عَلَیْنَا ؟ قَالَ اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَاَنْ تَامَّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبْشِیٌّ فَاِنَّہٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ فَسَیَرَی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَ عَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ وَ اِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ ۔)) [1]

’’عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک دن نماز پڑھائی، پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے ہم کو ایک بلیغ نصیحت فرمائی، جس سے آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور قلوب خوف زدہ ہوگئے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ! معلوم ہوتا ہے کہ یہ الوداعی وعظ ہے۔ لہٰذا فرمایئے کہ آپ ﷺ ہم کو کیا ہدایت کررہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو اللہ کے تقویٰ اور اس کی فرمانبرداری کی وصیت کررہا ہوں، اگرچہ کوئی حبشی غلام ہی تم پر امیر بن جائے تو اس کی اطاعت کرو۔ تم میں سے جو لوگ زندہ رہیں گے وہ عنقریب بہت سے اختلاف دیکھیں گے۔ لہٰذا تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے، اس سنت پر تم مضبوطی سے کاربند رہنا اور دین میں نئی باتوں کو ایجاد کرنے سے بچتے رہنا، کیونکہ دین میں ہر نو ایجاد چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت وگمراہی ہے۔‘‘

۵) ((قَالَ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِتَّۃٌ لَعَنْتُھُمْ وَلَعَنَھُمُ اللّٰہُ وَکُلُّ نَبِیٍّ مُجَابٌ الزَّائِدُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَالْمُکَذِّبُ بِقَدْرِ اللّٰہِ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبْرُوْتِ فَیُعِزُّ بِذٰلِکَ مَنْ اَذَلَّ اللّٰہُ وَیُذِلُّ مَنْ اَعَزَّ اللّٰہُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحُرَمِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَاحَرَّمَ اللّٰہُ وَالتَّارِکُ لِسُنَّتِیْ ۔)) [2]

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چھ آدمیوں پر میری اور اللہ کی لعنت ہو اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اللہ کی کتاب میں اضافہ کرنے والا۔ تقدیر الٰہی کی تکذیب کرنے والا،

---

[1] (رواہ ابو داؤد وغیرہ)

[2] (رواہ الترمذی والحاکم وصححہ، مجمع الزوائد: ج ۱ ص ۱۷۶۔ باب فمن یستحل الحرام

زبردستی لوگوں پر تسلط قائم کرنے والا کہ اللہ نے جسے ذلیل کیا اسے وہ زبردستی عزت دے دے اور جسے اللہ نے عزت دی، اسے ذلیل کرے۔ (۴) اللہ کی حرمتوں کو پامال کرنے والا۔ (۵) میرے خاندان اور آل اولاد کی جن چیزوں کو اللہ نے حرمت بخشی ان کی بے حرمتی کرنے والا۔ میری سنت کو ترک کرنے والا۔"

⑥ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں میں تین افراد عبادت نبوی کی بابت دریافت کرنے آئے۔ جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے عبادت نبوی کو کم سمجھا اور بولے کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مقابلہ؟ آپ ﷺ کے اگلے پچھلے سارے گناہ بخشے جا چکے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا "میں تورات بھر نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا "میں ہمیشہ روزے رکھتا رہوں گا، کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے کہا "میں عورتوں سے دور رہوں گا، کبھی شادی نہیں کروں گا۔ اتنے میں رسول اللہ آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّيْ وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ رواه البخاری وفی سنن ابی داؤد عنه صلی الله علیه وسلم "فَإِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ" »

"کیا تم ہی لوگوں نے اس طرح کی باتیں کہی ہیں؟ سنو! بخدا، میں تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف اور تقویٰ رکھتا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں، اور چھوڑتا بھی ہوں، نماز پڑھتا ہوں، اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے میں نے شادیاں بھی کر رکھی ہیں، جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا، وہ مجھ سے نہیں ہے؟" (بخاری سنن ابوداؤد میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایجاد شدہ بدعت سے بچو، کیونکہ ایجاد شدہ بدعت ضلالت ہے۔)"

⑦ « وعن ابن عباس بن ربيعه قال رايت عمر بن الخطاب يقبل الحجر الاسود ويقول انى لاعلم انك حجر لا تنفع ولا تضرو لولا انى رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبلك ما قبلتك ـ »

"ابن عباس رضی اللہ عنہ بن ربیعہ سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کو دیکھا کہ حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں جانتا ہوں کہ تم ایک پتھر ہو، نہ نفع پہنچا سکتے ہو، نہ نقصان۔۔۔ اگر میں نے یہ نہ دیکھا

ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو بوسہ دیتے ہیں، تو میں تمہیں بوسہ نہ دیتا۔''

اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔

⑧ ((عن ابن مسعود قال الاقتصاد فی السنة احسن من الاجتهاد فی البدعة ۔))

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود نے فرمایا کہ سنت پر عمل کرنے میں میانہ روی، بدعت پر عمل کرنے میں زیادہ محنت سے کہیں بہتر ہے۔''

اس حدیث کو حاکمؒ نے موقوفاً روایت کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیحین کی شرط کے مطابق صحیح ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی جو احکام مشروع کیے ہیں وہی دین ہیں، اس کی معرفت بھی اصول دین میں سے ہے

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جس طرح یہ تعلیم دی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کس طرح کریں کہ ہمارے قلوب کو تزکیہ وطہارت حاصل ہو مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور دعا۔ اسی طرح آپ نے ہم کو یہ تعلیم بھی دی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ داری کس طرح کریں، اور کس طرح ہم پاکیزہ زندگی گذاریں، چنانچہ آپ نے سعادت دارین (دنیا وآخرت) کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی۔

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات کی کیفیت کی وضاحت کے لئے عبادتوں کے سلسلے میں کچھ قوانین بنائے ہیں اور ہمیں اس بات سے منع کر دیا ہے کہ ان قوانین سے آگے بڑھیں۔ کیونکہ وہ ان باتوں کو زیادہ جاننے والے ہیں۔ جن سے ہماری اصلاح اور ہمارے نفوس کا تزکیہ ہوسکتا ہے۔ لہٰذا عبادت کی کیفیت اور شکل وصورت کی تعیین میں اللہ ورسول ہی مرجع ہیں اور کسی مخلوق کو یہ حق نہیں کہ جدید شکل کی کوئی عبادت ایجاد کرے اور اسے اللہ کے تقرب کا ذریعہ سمجھے۔ ایسا کرنا اور سمجھنا کھلی ہوئی گمراہی اور بڑی رسوائی کی چیز ہے۔

مگر معاملات کے سلسلے میں اس نے صرف قواعد عامہ بنائے ہیں، کیونکہ معاملات کی جزوی چیزیں رفتار زمانہ کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں، لہٰذا عبادت کی طرح معاملات کی کیفیت وکمیت کی تحدید وتعیین ممکن نہیں۔ بنابریں حکمت کا تقاضا تھا کہ معاملات کے لئے قواعد عامہ بنائے جائیں

جو انہیں جانچنے کے لئے معیار و میزان کا کام دیں۔

جب تک معاملے کا تصادم کتاب و سنت سے ماخوذ قواعد عامہ سے نہ ہو' اس وقت تک معاملہ شرعی دائرہ کے اندر رہتا ہے۔ اگر اس کا تصادم قواعد دین میں سے کسی اصول و قاعدہ سے ہو رہا ہو تو وہ معاملہ خلاف دین ہے۔

اس تفصیل سے آپ نمبر ایک میں اس مذکورہ حدیث صحیح کا مطلب سمجھ جائیں گے جس میں کہا گیا ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))

''جو شخص کوئی ایسا کام کرے جس کا ہم نے حکم نہیں دیا وہ مردود ہے۔''

دینی حکم وہ چیزیں ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے چاہے وہ عبادات ہوں یا معاملات اللہ نے ہمارے لئے عبادات کے سلسلے میں کچھ قوانین بنا رکھے ہیں' مثلاً نماز کے لئے مخصوص کیفیت' مخصوص تعداد' مخصوص اوقات' اور مخصوص قسم کی طہارت بنائی ہے۔ روزہ مخصوص مہینے میں ہے جو دن میں رکھا جائے گا رات میں نہیں۔ حج کے لئے مخصوص کیفیت کے ساتھ مخصوص عمل ہے ہمارے لئے یہ صحیح نہیں کہ عبادت میں کمی بیشی کریں۔ اسی طرح ہمارے لئے یہ بھی صحیح نہیں کہ عبادت کی کوئی ایسی کیفیت بنالیں جو دین میں مشروع نہیں۔ مثلاً ہم جہری نماز کو سرًا پڑھیں یا سری نماز کو جہرًا پڑھیں یا جس حالت میں قرأت نہیں کرنی چاہیے' اس میں قرأت کریں اور جہاں تشہد نہیں پڑھنا چاہیے وہاں تشہد پڑھیں۔ اس طرح کی ساری اختراعی باتیں جن کو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور نہ انہوں نے ان کے کرنے کی ہدایت کی وہ سب کی سب چیزیں اس لئے مردود ہیں کہ ان پر حکم نبوی موجود نہیں ہے۔ جس طرح حدیث مذکور عبادات میں اختراع کا ابطال کرتی ہے اسی طرح ان معاملات کا بھی ابطال کرتی ہے جو دین کے اصول عامہ میں سے کسی اصول کے منافی ہوں۔ مثلاً ایسی صلح جو شریعت کی حرام کردہ کسی چیز کو حلال بنادے یا حلال کو حرام کردے یا ایسی صلح جس میں دوسرے کا مال ناحق کھانے کی شرط ہو وہ بھی فاسد و باطل ہے کیوں کہ اس پر حکم نبوی ﷺ موجود نہیں۔ یا ایسی تجارت جو دھوکا و فریب پر قائم ہو باطل ہے اور باطل تجارت کا اثر مرتب نہیں ہوسکتا۔ الغرض اس طرح کے جملہ معاملات حرام اور باطل ہیں۔

اس تفصیل سے آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ عقائد' معاملات' یا عبادات سے متعلق ہر وہ اختراعی چیز اختراع کنندہ پر رد کی جائے گی جسے اللہ نے مشروع نہیں کیا۔ سورہ بقرہ کی اس آیت نے جن عقائد کو اصول قرار دیا ہے یعنی:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ. [البقرہ، آیۃ: ۲۸۵]	رسول ﷺ پر ان کے رب کی طرف سے جو چیزیں نازل ہوئیں، ان پر وہ اور تمام مومن ایمان رکھتے ہیں' یہ سب لوگ اللہ' اللہ کے فرشتوں اللہ، کی کتابوں اور اللہ کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں کے مابین تفریق نہیں کرتے۔

ان عقائد پر جس نے کوئی اضافہ کیا اس نے دین میں نئی بات ایجاد کی۔

قرآن مجید نے رب العالمین کی بہت سی صفات بیان کی ہیں ان صفات میں سے اگر کسی نے بعض کو مانا اور بعض کو نہیں مانا یا تمام صفات کا انکار کیا تو اس نے بھی دین میں ایسی چیز کا اختراع کیا جو دین میں سے نہیں ہے۔ لہٰذا وہ بھی مردود ہے یا اللہ تعالیٰ نے جن غیبی یعنی پوشیدہ امور کے بارے میں اجمال سے کام لیا ہے مثلاً فرشتوں کی شکل وصورت ان کی تعداد و حقیقت اس نے بیان نہیں کی تو جو شخص ان امور میں سے کسی کی چھان بین کرے وہ دین میں ایجاد بدعت کرتا ہے' لہٰذا وہ بھی مردود ہے۔ اس لئے ہمیں انہیں امور کا دائرہ وسیع سمجھنا چاہیے' جن کو رسول اللہ صلی علیہ وسلم' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، چاروں امام رحمہم اللہ اور ابتدائی تین صدیوں (دور نبوی ﷺ دور صحابہ رضی اللہ عنہم دور تابعین) کے لوگوں نے وسیع قرار دیا ہے۔

یہ لوگ نہ اللہ کی صفات کے منکر تھے' نہ تشبیہ کے معتقد تھے بلکہ یہ لوگ اللہ کو اسی وصف سے متصف کرتے تھے جس سے اللہ نے خود اپنے کو متصف کیا ہے اور ان اوصاف سے اللہ کو پاک مانتے تھے جن سے اس نے اپنے کو پاکیزہ قرار دیا ہے۔ وہ اپنے جلال اور کبریائی کے شایان شان اوصاف کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ وہ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. [الحجرات، آیۃ: ۱]	اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو' بیشک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ظنوں اور اوہام کے متبعین کو جو دھمکی اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل آیت میں دی ہے وہ عبرت کے لئے کافی ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ [الاسراء، آیۃ:۳۲]

''جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے اس کے پیچھے مت پڑو' بے شک کان' آنکھ اور دل سب سے باز پرس کی جائے گی۔''

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے لئے درس عبرت ہے جو غیبی امور میں بحث و مباحثہ کو وطیرہ بنائے ہوئے ہیں' اور اپنا وقت احوال برزخ اور اخروی امور کی تفاصیل میں صرف کرتے ہیں اور اپنے درس میں ان حدود پر قائم نہیں رہتے' جنہیں اللہ و رسول نے مقرر کر رکھی ہیں بلکہ یہ لوگ اس سلسلے میں حکایت اور قصے کہانیوں کی پیروی کرتے ہیں' اور آیات بینات (روشن اور واضح آیتوں) پر اعتماد نہیں کرے۔

مذکورہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے مستنبط ہونے والے احکام

آپ کے سامنے ان باتوں کا ذکر کرنے جا رہا ہوں' جن کو محقق اماموں نے حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث نبوی مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ کے بارے میں بیان کیا ہے اور ان احکام کا ذکر بھی کروں گا' جو حدیث مذکور سے اخذ کئے گئے ہیں۔ نیز دین میں حدیث کے مقام و مرتبہ کا ذکر بھی کرنے جا رہا ہوں' تا کہ دین کے ابواب فقہ کا ایک دروازہ کھل جائے' چنانچہ میں امام شوکانی رحمہ اللہ کی کتاب نیل الاوطار سے نقل کرتے ہوئے کہہ رہا ہوں کہ:

① فتح الباری میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کہا کہ حدیث مذکور سے چند امور پر استدلال کیا جاتا ہے۔

(الف) تمام ممنوعہ عقود (یعنی دو آدمیوں یا دو فریقوں کے مابین طے پانے والے معاملات مثلاً نکاح' خرید و فروخت' مصالحت اور معاہدہ وغیرہ باطل ہیں اور ان سے مرتب ہونے والے نتائج کالعدم ہیں۔ نیز شرعی ممانعت ممنوع چیز کے فاسد و باطل ہونے کی مقتضی و موجب ہے' کیونکہ ممنوعہ چیزیں دین کی قبیل سے نہیں ہیں۔ اس لئے انہیں مردود قرار دینا لازم ہے۔

(ب) حاکم کا فیصلہ باطنی معاملہ کو نہیں بدل سکتا' کیونکہ ارشاد نبوی یہ ہے کہ ''جو چیز ہمارے

حکم کے مطابق نہ ہو وہ مردود ہے''۔

(ج) صلح فاسد توڑ دینے کے لائق ہے اور ایسی صلح سے حاصل شدہ چیز مستحق رد ہے۔ (حافظ ابن حجر صاحب فتح الباری)

② امام شوکانی نے کہا کہ یہ حدیث اصول دین میں سے ہے۔ کیونکہ اس میں اتنے احکام مندرج ہیں۔ جن کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ ان احکام میں سب سے صریح طور پر دلالت کرنے والا حکم یہ ہے کہ فقہا نے عقلی و نقلی دلیل کے بغیر بدعت کی جو کئی قسمیں قائم کیں پھر ان میں سے صرف بعض کو خصوصی طور پر ممنوع قرار دیا ہے وہ کار باطل ہے۔ لہٰذا آپ پر واجب ہے کہ جب کسی سے یہ کہتے سنیں کہ فلاں بدعت حسنہ ہے تو حدیث مذکور اور اس جیسی دوسری احادیث مثلاً ''کل بدعة ضلالة'' سے مستفاد ہونے والے حکم کلی پر اعتماد کرتے ہوئے ہر بدعت کے ممنوع ہونے کے موقف پر قائم رہیں اور اس حکم کلی سے اس بدعت کے مخصوص و خارج ہونے کی دلیل طلب کریں۔ جس کی بابت حسنہ وغیر حسنہ ہونے میں نزاع ہے جب کہ اس کے بدعت قرار دیے جانے پر فریقین کا اتفاق ہو گیا ہو۔ اگر فریق ثانی مخصوص ہونے کی دلیل پیش کر دے تو اسے مان لیں ورنہ فریق ثانی کو لاجواب کر چکے اور مجادلہ و مناظرہ سے راحت پا گئے۔

اس حدیث کے مواقع استدلال میں سے ہر اس کام کے قابل عمل یا قابل ترک ہونے کا مسئلہ ہے' جس کی بابت تمہارے اور تمہارے مخالف کے درمیان اتفاق ہو کہ یہ حکم نبوی ﷺ میں سے نہیں ہے' پھر بھی تمہارا مخالف اس صورت حال کو اس کام کے لئے باعث فساد بطلان نہیں مانتا۔ دریں صورت تم اس کے خلاف اس طے شدہ اصول سے حجت قائم کرو کہ اس کا موجب فساد و بطلان نہ ہوتا تو اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ اس کام میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جا رہی ہے جو باعث فساد و بطلان ہو یا پھر اس کے اندر کوئی ایسی چیز موجود ہے' جس کی موجودگی باعث فساد و بطلان ہو' لہٰذا تم یہ بتلاؤ کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات اس کام کے اندر ہے جس کے سبب یہ موجب فساد و بطلان نہیں؟ اس قاعدہ کلیہ سے جس چیز کے خارج و مستثنیٰ ہونے پر دلیل نہ ہو' اس کو حدیث مذکورہ کی بنا پر تم ممنوع قرار دو کیونکہ حدیث ان تمام چیزوں کے ممنوع ہونے پر دلالت کرتی ہے جن پر حکم نبوی ﷺ نہیں ہے۔ اور ہر ممنوع و مردود چیز باطل ہے۔ لہٰذا یہ متنازعہ فیہ چیزیں باطل ہوئیں۔

③ فتح الباری میں کہا کہ ''حدیث مذکور اسلام کے اصول وقواعد میں شمار کی جاتی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ دین میں اگر کوئی ایسی چیز اختراع کی جائے جس پر کوئی اسلامی اصول شاہد نہیں تو وہ ناقابل التفات ہے۔

④ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ ''اس حدیث کو یاد رکھنا چاہیے' اور منکرات کو مردود و باطل قرار دینے میں اس کا استعمال کرنا چاہیے۔ اسی طرح اس سے استدلال کرتے رہنے کی اشاعت بھی کرنا چاہیے۔

⑤ علامہ طوفی رحمہ اللہ نے کہا کہ ''یہ حدیث شرعی دلیلوں کا نصف حصہ قرار دیے جانے کے لائق ہے۔ کیونکہ دلیل دو مقدمات پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور دلیل کا مقصود کسی حکم کی نفی یا اثبات ہوتا ہے اور حدیث مذکور کسی معاملہ کی شرعی حکم کی اثبات یا نفی کے لئے مقدمہ کبریٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مثلاً ناپاک پانی سے وضو کی بابت کہا جاتا ہے کہ اس کا حکم شریعت نے نہیں دیا اور جس کا حکم شریعت نے نہ دیا ہو وہ مردود ہے' لہٰذا ناپاک پانی سے وضو باطل ہے یعنی یہ بات اس حدیث سے ثابت ہے کہ جس چیز پر حکم شرعی نہ ہو وہ مردود ہے۔ اس لئے نزاع صرف اس بات میں ہوسکتا ہے کہ جس چیز پر حکم شرعی موجود ہو وہ صحیح ہے۔ چنانچہ اگر کوئی حدیث ایسی موجود ہو جس کا پہلا مقدمہ ہر شرعی حکم کا اثبات یا نفی کرتا ہو تو یہ دونوں حدیثیں مستقل طور پر پوری شریعت کی تمام دلیلوں کا کام دیں گی' مگر چوں کہ دوسرے مفہوم والی حدیث موجود نہیں اس لئے زیر بحث حدیث ادلہ شرعیہ کا نصف حصہ ہوئی۔ [نیل الاوطار]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ دین میں ہر بدعت ضلالت ہے' البتہ دنیاوی امور میں بدعت (نئی چیز کی ایجاد) پر کوئی بندش نہیں' بشرطیکہ وہ دین کے بنائے ہوئے کسی اصول سے متصادم نہ ہوتی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ مباح کر رکھا ہے کہ دنیاوی معاملات میں یا صنعت وحرفت میں جو چاہو اختراع کرو۔ لیکن اصول عدل اور مفاسد کو دفع کرنے نیز مصالح کی چیزیں حاصل کرنے کے اصول کی محافظت ضروری ہے۔

حدیث مذکور کے ظاہر سے یہ قاعدہ کلیہ مستفاد ہوتا ہے کہ دین میں اختراع کرنا فعل مردود اور ضلالت ہے' لیکن دنیاوی چیزوں میں اختراع ضلالت نہیں ہے بلکہ دنیاوی اختراع اگر مذکورہ قواعد عامہ کے مطابق وموافق ہو تو اختراع کرنے والے کو ثواب بھی ملے گا۔

[یہ مضمون استاد محمد احمد عدوی کی کتاب ''اصول فی البدع والسنن'' کی ایک عبارت کا خلاصہ ہے]

بدعتوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بغض

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کتاب وسنت پر عمل کرنے کے سب سے زیادہ حریص اور بدعت اور اہل بدعت کے ساتھ سب سے زیادہ عداوت وبغض رکھنے والے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں شہادت دیتا ہوں کہ کتاب اللہ جس طرح نازل ہوئی اسی طرح اسے برقرار رہنا چاہیے۔ اور دین جس طرح اللہ کی جانب سے بنایا گیا ہے اسی طرح اسے باقی رہنا چاہیے۔ حدیث نبوی ﷺ اسی طرح رہنی چاہیے جس طرح اسے بیان کیا گیا ہے' قول اسی طرح رہنا چاہیے جس طرح اسے کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق مبین ہے''

ایک خطبہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں' حالانکہ تم سے زیادہ بہتر آدمی نہیں ہوں۔ اگر تم مجھے حق پر دیکھو تو میری مدد کرو اگر مجھے باطل پر دیکھو تو مجھے درست کردو۔ جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں' تم میری اطاعت کرو۔ اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری کسی طرح کی اطاعت کرنی ضروری نہیں۔! خبردار! میرے نزدیک تم میں قوی ترین آدمی وہ ہے جو ضعیف ہے حتیٰ کہ میں اس کا حق اسے دلادوں۔ اور کمزور ترین شخص میرے نزدیک وہ ہے جو قوی ہے' یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کو حق دلادوں۔ بس میں یہی بات کہتا ہوں' اور اپنے لئے نیز تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں''۔

ایک اور خطبہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

''میں تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں مجھے کیا پتہ کہ کہیں تم مجھے ایسی باتوں کا مکلّف بناؤ جن کی طاقت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کر رکھا تھا اور اس نے آپ ﷺ کو آفات سے محفوظ کردیا تھا۔ میں صرف متبع ہوں' بدعتی نہیں ہوں' اگر میں درست رہوں تو تم میری اطاعت کرو اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو تم مجھے سیدھا کردو''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

تم اتباع کرو' بدعت کا کام مت کرو' اتباع تمہارے لئے کافی ہے''۔

اسی طرح نصیحت کی درخواست کرنے والوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور استقامت لازم پکڑو' اتباع کرو' بدعت کا کام مت کرو۔ ان روایات کو امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

''جو عبادت صحابہ کرام نے نہیں کی اسے تم مت کرو' پہلے لوگوں نے بعد والوں کے لئے نئی بات کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہنے دی۔'' [سنن ابوداؤد]

ان آیات واحادیث اور اس طرح کی دوسری بہت سی آیات واحادیث میں اللہ ورسول کی اطاعت کو واجب کیا گیا ہے اور تمام احکام وآرا میں اختلاف ونزاع کے موقع پر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ وحسنہ کو مرجع قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ. ﴾ [النساء، آیة: ۵۹]

نزاع کے موقع پر اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اللہ کی طرف رجوع کا مطلب قرآن مجید کی طرف رجوع ہے اور رسول کی طرف رجوع کا مطلب سنت مطہرہ کی طرف رجوع ہے۔

یہاں ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم پانچوں قسم کے شرعی احکام کو جانیں یعنی فرض' سنت' حرام' مکروہ' مباح۔ علامہ ابن رسلان نے احکام کی سات قسمیں ذیل کے اشعار میں بیان کی ہیں

اَحْكَامُ شَرْعِ اللّٰهِ سَبْعٌ تُقْسَمُ
اَلْفَرْضُ وَالْمَنْدُوْبُ وَ الْمُحَرَّمُ

''شریعت الٰہی کے احکام کی سات قسمیں ہیں' فرض' مندوب' اور حرام۔''

وَالرَّابِعُ الْمَكْرُوْهُ ثُمَّ مَا اُبِيْحَ
وَالسَّادِسُ الْبَاطِلُ وَاخْتِمْ بِالصَّحِيْحِ

''اور چوتھی قسم مکروہ پھر مباح ہے اور چھٹی قسم باطل ہے اور صحیح کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔''

پھر علامہ موصوف نے ساتوں قسم کے ان احکام کی تشریح ان اشعار میں کی ہے

فَالْفَرْضُ مَا فِيْ فِعْلِهِ الثَّوَابُ
كَذَا عَلٰى تَارِكِهِ الْعِقَابُ

''فرض وہ ہے جس کے کرنے والے کو ثواب ملے اسی طرح اس کے چھوڑنے والے کو عذاب ملے۔''

ومنه مفروض على الكفاية
كرد تسليم من الجماعة

''اسی قبیل سے فرض کفایہ ہے' جیسے پوری جماعت کی طرف سلام کا جواب دیا جائے''۔

والسنة المثاب من قد فعله
ولم يعاقب امرؤ إن اهمله

''اور سنت وہ ہے جس کے کرنے والے کو ثواب ملے اور اگر کسی شخص نے عذر سے اس کو ترک کر دیا تو عذاب نہ ملے۔''

اما الحرام فالثواب يحصل
لتارك واثم من يفعل

''رہا حرام تو اس کا چھوڑنے والا ثواب کا مستحق ہے اور اس کا مرتکب گنہ گار ہے۔''

وفاعل المكروه لم يعذب
وان يكف لامتثال يثب

''اور مکروہ کے کرنے والے کو عذاب نہ ہوگا اور اگر کوئی اس کو چھوڑ دے تو ثواب کا مستحق ہوگا۔''

وخص ما ياح باستواء
الفعل و الترك على السواء

''اور بالخصوص مباح کا کرنا اور چھوڑنا دونوں برابر ہیں۔''

واما الصحيح فى العبادات فما
وافق شرع الله فيما حكما

''عبادت میں صحیح وہ حکم ہے جو شریعت الٰہی کے عین مطابق ہو۔''

وفى المعاملات ما ترتبت
عليها اثار بعقد تثبت

''اور معاملات میں صحیح وہ ہے جس کے نتائج ثابت شدہ عقد صحیح سے مرتب ہوں''۔

والباطل الفاسد للصحيح ضد
وهو الذى بعض مشروطه فقد

''اور باطل فاسد صحیح کی ضد ہے اور باطل وہ ہے جس میں صحیح کی بعض شرطیں مفقود ہوں''۔

اسلام میں بدعتوں کا ظہور اولین

عہد نبوی گذرا تو سب مسلمان اللہ و رسول ﷺ کے احکام کی پابندی کرتے اور طریقہ نبویہ ﷺ پر چلتے تھے' بدعت سازی کی سب سے پہلی کوشش کا اندازہ شاید ہم مندرجہ ذیل دو روایتوں سے لگا سکیں۔

ا۔ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ تین افراد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس آئے۔ انہوں نے عبادت نبویہ کے بارے میں سوالات کیے اور جب انہیں جواب ملا تو گویا عبادت نبویہ کو انہوں نے کم سمجھا۔ (یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے)

۲۔ ایک خارجی شخص نے تقسیم مال غنیمت کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ''مال کی جو تقسیم آپ ﷺ کر رہے ہیں وہ رضائے الٰہی کے لئے نہیں ہے'' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا'' تا کہ تم پر افسوس ہے اگر میں انصاف کے ساتھ تقسیم نہ کروں گا تو کون کرے گا؟''

اس شخص نے تصرفات نبویہ پر تنقید و اعتراض کا دروازہ کھولنا چاہا' لیکن اسے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ کوئی بھی صحابی اس خارجی کی بات سے اثر پذیر نہیں ہوا اور اس کی موافقت کرنے والا کوئی ظاہر نہیں ہوا۔

رفیق اعلی کی طرف انتقال نبوی کے بعد سب سے پہلا اختلاف یہ ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد خلیفہ کون ہو؟ لیکن سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت ہو جانے سے یہ معاملہ ختم ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ گزر گیا اور اس زمانہ میں لوگ اسی طرح چلتے رہے جس طرح زمانہ نبوی میں چلتے تھے' اسی طرح دور فاروق رضی اللہ عنہ بھی گذر گیا مگر کوئی مسلمان ایسا نہیں ظاہر ہوا جو شریعت خداوندی اور سنت مطہرہ کی مخالفت کر کے ذلیل بدعت اختیار کرے۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو ان کے آخری دور میں اختلاف رونما ہوا اور جو ہونا تھا وہ ہو گذرا حتیٰ کہ ابن سبا کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بحالت مظلومی شہید کر دیے گئے۔

حقیقت حال کا علم نہ رکھنے والے سبائی پروپیگنڈہ کے فریب کا شکار ہو گئے پھر تھوڑے سے

لوگوں کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کے تمام مسلمانوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کر لی۔ مگر قتل عثمان رضی اللہ عنہ اور جنگ جمل وصفین کے زمانہ سے خوارج وروافض رونما ہوئے اور اسی وقت سے بدعات رونما ہونے لگیں۔

بنوامیہ کے آخری زمانہ میں معبد جہنی نے عقیدہ قدر ظاہر کیا پھر اس کا شاگرد جہم بن صفوان ظہور پذیر ہوا' جس نے بدعت معبد پر اسمائے الٰہیہ اور صفات الٰہیہ کے انکار کے عقیدہ کا اضافہ کیا۔

پھر خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ میں معتزلہ رونما ہوئے جو فلسفہ سے متاثر تھے' ان کا خیال تھا کہ بعض قرآنی آیات اور احادیث نبویہ ان کے فلسفیانہ نظریات سے میل نہیں کھاتیں' چونکہ وہ لوگ صفات الٰہی اور کلام الٰہی سے متعلق آیات واحادیث کا کھل کر انکار نہیں کر سکتے تھے' اس لئے تاویل فاسد کی طرف انہوں نے پناہ لی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے بھی اس معاملہ میں معتزلہ کی مدد کی اور عقیدۂ خلق قرآن کو ماننے پر علمائے کرام کو اس نے مجبور کیا' جن میں سب سے مقدم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تھے اور اس سلسلے میں وہ ساری باتیں ہوئیں جو تاریخ میں مدون ہیں' اس کے بعد جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا' بدعت سازی ترقی کرتی گئی۔

بدعت سازی پارٹی بندی اور شیرازۂ ملت کو منتشر کرنے کی جڑ بنیاد ہے۔ تفرقہ واختلاف بدعت کی نحوستوں میں سے ایک نحوست ہے۔ اہل بدعت نے جن بدعات کو دین اسلام میں داخل کر دیا ان کی وجہ سے مسلمان تہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ ان بدعتوں میں سب سے زیادہ کفر وشرک اور خباثتوں سے بھر پور بدعت قبر پرستی ہے جو انبیائے کرام اور صالحین کی محبت کے قالب میں ڈھال دی گئی۔ اور قبر پرستی کی لعنت سے ملتی جلتی ہوئی بدعت اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے انکار کی بدعت ہے۔ نیز آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا انکار اور عقیدۂ خلق قرآن بھی اسی قبیل سے ہے۔ اس طرح یکے بعد دیگرے ہر زمانے میں بدعات کا اضافہ ہوتا گیا اور وہ پھیلتی پھولتی رہیں

بدعتوں کی ترویج واشاعت کے اسباب

بدعتوں کی ترویج واشاعت کے متعدد اسباب ہیں۔

① ان گمراہ کن بدعات پر بہت سے علما کا سکوت رہا اور عوام جب ان بدعات پر علما کی خاموشی دیکھتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیزیں خلاف شرع نہیں ہیں اور اس سے بھی بڑا المیہ یہ ہے کہ جن بعض علما کی نیت فاسد ہوتی ہے وہ دنیائے فانی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں' ان بدعات کی ترویج وتحسین کرتے ہیں تاکہ لوگوں میں شہرت پذیر ہوسکیں نیز اوباشوں اور عوام الناس سے مالی

فائدہ حاصل کر سکیں۔ ان علما کے اولین مقاصد میں ان سادہ لوح اور غفلت شعار لوگوں کی قیادت و سیادت ہے جو ہر سفید چیز کو چربی اور ہر سیاہ چیز کو کھجور سمجھ بیٹھتے ہیں۔

② بہت سے حکمران بھی ان بدعات کی تائید کرتے ہیں جیسا کہ سلف سے لے کر خلف تک لوگ دیکھتے چلے آ رہے ہیں کہ حکام کس کس طرح صوفیا اور ان کے گمراہ طور و طریق کی تائید کرتے رہتے ہیں [1] تا کہ جمہور کی حمایت حاصل کر سکیں' چنانچہ انہوں نے محافل میلاد اور محافل معراج

[1] مثلاً صوفیت کے شاذلی، رفائی، دسوقی' تیجانی اور قادری سلسلے جن کی بابت ہم دیکھتے ہیں کہ حکام کس کس طرح ان کی ہمت افزائی کرتے ہیں مگر دوسری طرف یہی حکام رؤسا ان مسلمانوں اور جماعتوں سے جنگ کرتے ہیں۔ جو اصلاحِ معاشرہ اور کتاب اللہ کو فیصل ماننے کی دعوت دیتی ہیں۔ صوفی سلسلوں کے ساتھ عثمانی حکومت (ترکی حکومت) کا موقف و تعاون کسی پر مخفی نہیں اور یہ اس لئے کہ صوفیہ کی حمایت اور ان طریقوں سے اشتغال کی بدولت حکام کو عوام پر تسلط حاصل رہتا ہے' نیز عوام کو یہ فریب دیا جا سکتا ہے کہ حکام دین پر قائم ہیں اور اصلاح و تقویٰ رکھنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اس کا ایک دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ ان گمراہ طور طریقوں میں لوگوں کو مشغول رکھنے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ عوام ان خرافات میں مصروف رہ کر حکام کے غلط قوانین اور ظالمانہ احکام سے غافل ہو جاتے ہیں۔ حکام نہیں چاہتے کہ ان کی سیاست پر آزادئ فکر نقد و نظر کر کے لوگوں کو ان کی غلطیوں اور خامیوں سے آگاہ کرے۔ ان گھٹیا مقاصد کے لئے اہل سیاست پر صوفیا کے بہت سارے معتقدات کی کمزوری اور دین صحیح سے ان کے مختلف و منافی ہونے کی حقیقت مخفی نہیں رہتی۔

لہٰذا قارئین کرام! آپ اس حقیقت سے آگاہ رہیں اور صوفیا کے ساتھ حکام کے موقف سے مرعوب اور خوفزدہ ہو کر یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ صوفیا حق و صواب پر ہیں اور ان کی تائید و حمایت کرنے والے دین اور اہل صلاح سے محبت رکھنے والے ہیں۔

اگر تم ان غلط کاریوں کا پردہ ہٹا کر دیکھنا چاہتے ہو تو یہ بدعات ناقص اور کھوٹے سکے ہیں۔ نیز یہ ضلالت آفریں اور محض گرد و غبار ہیں تو تم دیکھو کہ یہ حکام ایک طرف میلاد النبی اور اولیا کے عرس کی کیسی تائید و ہمت افزائی کرتے ہیں اور ان میں حاضر ہوتے ہیں؟ لیکن دوسری طرف قرآنی شریعت اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ترک کئے ہوئے ہیں اور یورپ سے مستعار لئے ہوئے قوانین کی آڑ میں حرام چیزوں کو مباح بنائے ہوئے ہیں۔ مثلاً جوا بازی' شراب اور سود خوری گویا زبان حال سے یہ لوگ کہہ رہے کہ یہ مغربی قوانین (نعوذ باللہ) قرآنی شریعت اور سنت مطہرہ کے بالمقابل افضل اور بندگان خدا کے لئے زیادہ نفع بخش و مناسب ہیں۔ اس وضاحت کے بعد کیا اس میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ یہ لوگ اگر دین اور اللہ و رسول سے محبت رکھتے ہوتے تو شریعت خداوندی اور سنت نبویہ کو ترک نہ کرتے میلاد اور اس جیسی چیزوں کی تائید و ہمت افزائی اور ان میں شرکت و حاضری اللہ و رسول کی محبت نہیں ہے بلکہ ان سے حقیقی محبت ان کے احکام و فرامین کی تعمیل میں ہے۔

الحاصل اکثر حکام بلکہ سامراجی کفار بھی بدعات کی تائید کرتے ہیں تا کہ لوگوں کو راہ ہدایت سے گمراہ کر دیں اور حماقت' جہالت اور پارٹی بندی کو فروغ دیں۔ جس سے ان کی لیڈری اور قیادت ان عوام پر باقی رہے جن کے لئے اخروی ہلاکت و بدبختی مقدر ہو چکی ہے وہ اس طرح کہ اب عوام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے ظالم اور فاجر و جاہل حکمرانوں کے پنجوں میں دے دیا ہے جو صرف بدعات کی حمایت پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ احکام قرآنی و سنت نبویہ کو علی الاعلان چھوڑ دیتے ہیں۔

النبی وغیرہ جیسی بدعات کی حمایت اسی طرح کے مقاصد کے پیش نظر کر رکھی ہے۔

③ بدعات کی ترویج واشاعت کا ایک سبب یہ ہے کہ فتویٰ اور تعلیم وارشاد کے معاملات میں علم کے بغیر بات کہی جائے اور اسے قبول بھی کرلیا جائے۔

یہ چیز مخفی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بلا علم بات کہنے سے ڈرایا ہے اور اس کو حرام بلکہ کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا کہ:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَالَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ. [الاعراف، آیۃ:۳۳]

آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے ظاہری وباطنی بے حیائی کی چیزوں کو گناہ اور ناحق ظلم وزیادتی کو حرام قرار دے دیا ہے۔ نیز اس چیز کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے جس کے لئے اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر ایسی باتیں کہو جن کا علم نہیں رکھتے۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ. [الانعام، آیۃ:۱۴۵]

اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹی افترا پردازی کرے تاکہ لوگوں کو بلا علم کے گمراہ کرے؟

اس کا سبب یہ ہے کہ بلا علم والی بات جھوٹ ہے اور جھوٹ حرام ہے اس کا مطلب دعوت شیطان کو قبول کرنا ہے اور شیطان کی بات ماننے سے اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے۔ چنانچہ اس نے فرمایا کہ:

یٰاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ○ اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ [البقرہ، آیۃ: ۱۶۸ و ۱۶۹]

اے لوگو! زمین میں جو چیزیں ہیں' تم ان میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور طریق شیطان کی پیروی مت کرو' کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ اور اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم اللہ پر ایسی بات کہو جس کا علم نہیں۔

بہت سی ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں بلاعلم فتویٰ دینے اور حکم چلانے سے ڈرایا گیا ہے خصوصاً دینی امور سے متعلق معاملات میں بلاعلم فتویٰ دینے والے اور حکم چلانے پر وعید کی گئی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس نے بلاعلم فتویٰ دیا تو اس کا گناہ اس فتوی دینے والے مفتی پر ہوگا۔ [رواہ ابو داؤد و الحاکم و قال علی شرطهما و اقرہ الذهبی]

دوسری حدیث میں ہے کہ قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں' ایک جنت میں جائے گا اور دو جہنم میں۔ جہنم میں جانے والے دو قاضیوں میں سے ایک وہ ہے جو حق کی معرفت رکھنے کے باوجود ناحق فیصلے کرے۔ دوسرا وہ ہے جو حق کی معرفت ہی نہ رکھے اور جہالت کے باوجود لوگوں کے معاملات کے فیصلے کرے۔ (ابوداؤد وابن ماجہ)

یہ معلوم ہے کہ دینی معاملات میں علم کے بغیر کچھ کہنا سننا لوگوں کو گمراہ کرنا اور اس طرح کے گمراہ کن لوگوں کے اوپر ان اشخاص کے گناہ بھی ہوں گے جو ان گمراہ کن لوگوں کی پھیلائی ہوئی گمراہی پر عمل کریں گے۔ اس کی دلیل حسب ذیل قرآنی آیت ہے۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ مَّاذَاۤ اَنۡزَلَ رَبُّكُمۡ قَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝ لِيَحۡمِلُوۡۤا اَوۡزَارَهُمۡ كَامِلَةً يَّوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَمِنۡ اَوۡزَارِ الَّذِيۡنَ يُضِلُّوۡنَهُمۡ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ۔

جب ان کفار سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیزیں نازل کیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ تو پرانے لوگوں کے افسانے ہیں۔ تاکہ یہ لوگ اپنے گناہوں کا پورا بوجھ قیامت کے دن لادیں' اور ان لوگوں کے گناہ بھی لادیں' جن کو یہ علم کے بغیر گمراہ کرتے تھے۔ [النحل ، آیۃ: ۲۴ و ۲۵]

جو لوگ علم نہیں رکھتے ان سے جب سوال کیا جائے تو انہیں یہ کہنا واجب ہے کہ "لا ادری" (میں نہیں جانتا ہوں) یا وہ کسی دوسرے جاننے والے سے پوچھ کر بتلادے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوا کرتی تھی مگر آپ ﷺ سے یہود نے جب "روح" کی بابت پوچھا تو آپ ﷺ جواب سے باز رہے حتی کہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ:

قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّىۡ وَمَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِيۡلًا

آپ کہہ دیجئے کہ "روح' میرے رب کے امر و معاملہ میں سے ہے' تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ [الا سراء، آیۃ: ۸۵]

سلف صالحین' صحابہ و تابعین اور اتباع تابعین (رضوان اللہ علیہم) کی سیرت بھی اسی طرح

تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سفر و حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بالالتزا رہنے والے تھے۔ بعثت سے لے کر وفات نبوی تک موصوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص ترین صحابی رہے بلکہ نبوت سے پہلے بھی موصوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب آپ وفات نبوی کے بعد خلیفہ ہوئے تو انہیں اگر کوئی معاملہ پیش آتا اور اس کا حل قرآن مجید میں آپ کو ملتا تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر اس کا حل قرآن مجید میں نہ پاتے او سنن نبویہ میں سے کوئی سنت اس سلسلے میں انہیں ملتی تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر سنت نبویہ میں بھی نہ پاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے مشورہ کرتے' اپنی رائے سے من مانی فیصلے نہ کرتے نہ فتویٰ دیتے۔ یہاں تک کہ دادی کی میراث کے بارے میں ان سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے اس سلسلے میں کتاب و سنت کے کسی فیصلے کا علم نہیں ہے حتیٰ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا ہے۔ اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور امت کے علمائے مجتہدین اسی طریق پر کاربند تھے۔ چنانچہ دیار مغرب سے امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک صاحب آئے' انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے چالیس سوال کئے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے صرف چار سوالات کے جواب دیے اور باقی چھتیس سوالات کے جواب سے باز رہے اور بولے کہ "ان سوالات کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں۔" سائل نے کہا کہ "میں اپنے وطن جا کر لوگوں کو کیا جواب دوں گا؟"

امام مالکؒ نے فرمایا کہ "کہہ دینا کہ مالک کہتے ہیں کہ مجھے ان سوالات کے جواب معلوم نہیں"

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے ایک مسئلہ پوچھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "مجھے اس کا علم نہیں"۔ شخص مذکور چلا گیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' میں نے بہت اچھا جواب دیا۔ جب پوچھے گئے مسئلہ کی بابت مجھے علم نہیں تھا تو میں نے کہہ دیا کہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں"۔ (مستدرک حاکم جلد اول' جامع بیان العلم ج ۲)

یہ واضح بات ہے جاہل آدمی جب علمی بات کرنے لگے اور دینی امور میں فتویٰ دینے لگے تو وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر بدعت میں پڑ جائے گا۔ سب سے پہلے وہ اپنے دعوائے علم اور عالم بن بیٹھنے کے معاملہ میں بدعت کا مرتکب ہوگا۔ پھر خلاف شرع نئی باتیں ایجاد کرنے کے سبب

دوسری بدعات کا ارتکاب کرے گا اور ان نوایجاد باتوں کی اشاعت علم کے خاتمہ اور جہالت و ضلالت کے پھیلنے کا سبب بنے گی۔

جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا ۔)) ❶

''اللہ تعالیٰ علم کو بندوں سے چھین کر نہیں ختم کرے گا' بلکہ بتدریج علما کو موت دے کر علم ختم کرے گا حتیٰ کہ جب عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ جن سے سوالات کئے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے۔ اس طرح وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

④ بدعات کی ترویج واشاعت کا ایک سبب سنت سے جہالت وناواقفیت ہے۔

سنت سے ناواقفیت وجہالت دو باتوں پر مشتمل ہے اولاً مقبول ومردود احادیث کے درمیان فرق وتمیز سے ناواقفیت' ثانیاً قانون سازی میں سنت کے مقام سے ناواقفیت۔

سنت سے ناواقفیت خصوصاً مقبول ومردود سنتوں کے مابین تمیز نہ ہونے کے نتیجہ میں کتنے جاہلوں نے سنتوں کے نام پر اچھی یا بری نیت سے خود ساختہ بدعتوں اور ضلالتوں کو رائج کر ڈالا۔

جن لوگوں نے یہ کام اچھی نیت سے کیا' اس کا سبب یہ ہے کہ زیادہ ثواب اور اونچے درجات حاصل کرنے کے خیال سے انہوں نے دین میں بے جا تعمق (غلو وگہرائی) سے کام لیا۔ مثلاً بعض مہینوں جیسے محرم' رجب' شعبان اور رمضان وغیرہ کے مخصوص اذکار اور دعائیں اختراع کیں' خاص قسم کی نمازیں جیسے ''صلوٰۃ الرغائب'' وغیرہ ایجاد کیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ہفتہ میں روزانہ خاص طرز کے درود بنائے' نماز جمعہ کے بعد احتیاطی طور پر نماز ظہر پڑھنے لگے' اذان سے پہلے وعظ ہونے لگے۔۔۔ عبادات کے اندر اس طرح کی بہت سی بدعات ہیں' جن کو آپ اس کتاب میں عنقریب ملاحظہ کریں گے اور اس موضوع پر لکھی جانے والی دوسری کتابوں میں بھی ان کا تذکرہ موجود ہے۔

---

❶ (صحیح بخاری وغیرہ)

ان موجدین بدعات کی سنت سے ناواقفیت و جہالت کا اصل سبب یہ ہے کہ انہوں نے حدیث اچھی طرح پڑھی نہیں کہ صحیح، حسن، ضعیف وموضوع احادیث کے درمیان تمیز کر سکیں۔ لہٰذا جو بات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوگئی اسے قبول کر کے یہ لوگ دلیل بنانے لگے اور اس پر عمل بھی کرنے لگے، نیز انہیں دوسروں کے لئے بھی مشروع کر دیا۔

حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ تمام علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف موضوع حدیث کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ ذات نبوی پر گھڑی ہوئی جھوٹی بات ہے۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَ فِي رِوايَة مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ۔))

''جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔''

یہی وجہ ہے کہ حدیث وضع کرنے پر اہل علم نے سخت نکیر کی ہے، حتیٰ کہ امام ابو محمد جوینی نے فرمایا کہ ''جو آدمی رسول اللہ ﷺ پر دانستہ جھوٹ باندھے اسے کافر قرار دیا جائے۔ خواہ اس نے یہ کام حلال سمجھ کر نہ کیا ہو۔

امام ابو محمد جوینی کے صاحب زادے امام الحرمین نے اپنے والد سے یہ بھی نقل کیا کہ میرے والد محترم اپنے درس میں فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ذات نبوی ﷺ پر جھوٹ باندھے وہ کافر ہے اسے قتل کیا جائے۔

امام الحرمین نے اپنے والد کی اس بات کو ضعیف قرار دیا اور کہا کہ اصحاب شافعیہ میں سے کسی اور عالم نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ نیز امام الحرمین کا خیال ہے کہ ان کے والد سے یہ بھاری لغزش ہوگئی ہے۔ البتہ جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا بہت بڑا گناہ اور بھاری ہلاکت خیز جرم ہے۔ لیکن اگر کوئی اس کو حلال نہ سمجھے تب اس پر کفر نہیں عائد ہوگا علما کا مشہور مذہب یہی ہے۔ اگر چہ اس پر کفر کا فتویٰ نہیں ہوگا مگر فاسق ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور اس کی تمام روایات مردود قرار پائیں گی اور اس سے مروی احادیث سے استدلال

باطل ہوگا، حتیٰ کہ بہت سے علما نے کہا، (ان میں امام احمد بن حنبل، امام بخاری کے استاذ امام ابوبکر حمیدی اور ابوبکر صیرفی فقیہ شافعی رحمۃ اللہ علیہم ہیں) کہ ایسا شخص اگر توبہ بھی کر لے پھر بھی اس کی روایت کبھی قبول نہ کی جائے گی۔

کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی حدیث منسوب کر ڈالی۔ (مقدمہ شرح مسلم)

مگر احکام کے سلسلے میں ضعیف حدیث کو حجت نہ بنانے اور قابل عمل قرار نہ دینے پر اہل علم کا اجماع ہے۔ لیکن فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب کے سلسلے میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے بارے میں علما کے درمیان دو اختلافی اقوال ہیں۔

قول اول یہ ہے کہ جس طرح احکام کے سلسلے میں ضعیف حدیث سے نہ استدلال کیا جا سکتا ہے اور نہ اس پر عمل کیا جا سکتا ہے اسی طرح فضائل اعمال کے بارے میں بھی کیا جائے گا، کیونکہ سارے اعمال کے احکام یکساں اور برابر درجہ رکھتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تین شرطوں کی موجودگی میں فضائل کے سلسلے میں ضعیف حدیث پر عمل ہو سکتا ہے:

① حدیث زیادہ ضعیف نہ ہو، کیونکہ ایسی حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں جس کی روایت میں کذابین اور کذب بیانی سے متہم لوگ نیز فاحش الغلط افراد منفرد ہوں۔ امام علائی نے اس پر اہل علم کا اتفاق نقل کیا ہے۔

② ضعیف حدیث قابل عمل قرار دیے جانے والے کسی اصول کے تحت آئی ہو۔ مثلاً بعض اذکار کے فضائل میں وارد شدہ احادیث ضعیفہ۔ کیونکہ ذکر الٰہی فی الجملہ قابل عمل چیز ہے۔

③ ضعیف حدیث پر عمل کرتے وقت یہ اعتقاد نہ رکھا جائے کہ یہ عمل شریعت سے ثابت ہے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ تیسری شرط قابل غور ہے۔ عمل کرنے والا جب عمل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کا اعتقاد نہیں رکھے گا تو اس پر عمل ہی نہیں کرے گا۔ کیونکہ جو شخص ضعیف حدیث پر عمل کرتا ہے وہ یہ عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ حدیث مذکور نبی ﷺ سے معتبر طریق سے منقول ہے۔ کوئی بھی عمل اعتقاد کے بغیر انجام نہیں دیا جا سکتا۔

ضعیف وموضوع حدیث کے بارے میں جب آپ نے علما کے کلام اور ان کے فیصلے کو سمجھ لیا

تو یہ بھی جان لیجئے کہ صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع احادیث سے ناواقفیت اور جہالت نے دین پر کتنی تباہی ڈھائی؟ اس جہالت نے کتنے علاقے بگاڑے؟ اور دین میں ایسی باتوں کا اضافہ کیا جو دین میں سے نہیں ہیں۔ مواعظ ورقائق کی کتابوں، تحریر شدہ خطبات اور فقہی کتابوں میں تم بہت ساری ضعیف وموضوع احادیث موجود پاؤ گے، جن کو ان لوگوں نے رائج کر رکھا ہے اور لوگوں کے واسطے ان احادیث کو پیش کیا ہے اور انہوں نے اپنے کو صحیح اور حسن احادیث کی تحقیق کا مکلّف نہیں بنایا کہ انہیں احادیث کو قبول کریں اور ضعیف وموضوع احادیث کو چھوڑ دیں۔

بلکہ ان لوگوں نے سید العرب والعجم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو جانے والی ہر چلتی پھرتی حدیث کو قبول کرلیا۔ اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ یہ لوگ بعض صالحین کی حکایات، بعض خواب یا بعض عوام کے تجربات بیان کرتے اور انہیں کتابوں میں داخل کرتے اور لوگوں میں ان کی اشاعت کر کے کہتے ہیں کہ یہ دین کی باتیں ہیں۔

یہاں میں قارئین کرام کے سامنے فقہا وغیرہ کی نقل کردہ باتوں میں سے کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں۔

شیخ ابوبکر معروف بہ سید بکری نے فتح المعین کے حاشیہ پر یوم عاشوراء کے فضائل کی بابت لکھا ہے کہ ”عاشوراء کے دن سرمہ لگانے کے سلسلے میں وارد شدہ حدیث کو امام حاکم نے منکر اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے موضوع قرار دیا ہے اور یہ بات صحیح بھی ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں“ یہ کہنے کے باوجود سید بکری رقم طراز ہیں کہ:

جمع التعالیق کے مصنف علامہ نے کہا ہے کہ عاشوراء کے دن سرمہ لگانا مکروہ ہے۔ کیونکہ یزید اور ابن زیاد نے اس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خون اپنی آنکھوں میں بطور سرمہ لگایا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یزید اور ابن زیاد نے اپنی آنکھوں میں اثمد کا سرمہ لگایا تھا تاکہ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے۔ (اعانۃ الطالبین)

مندرجہ بالا بات واضح طور پر مکذوب، افترا اور جھوٹ ہے۔ یہ بات ثابت نہیں ہے، یہ چیز شیعوں کے اختراع کردہ اکاذیب میں سے ہے۔

ابن زیاد نے اگرچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کی اور انہیں قتل بھی کیا مگر اس نے یہ حرکت شنیعہ نہیں کی تھی نہ اس نے یہ لشکر کو یہ حکم دیا تھا کہ حضرت حسینؓ کی لاش کو پامال کریں۔

جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں، یزید تو اس وقت اپنے دار السلطنت دمشق میں تھا، جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت علی بن حسین زین العابدین اور ان کے اہل بیت یزید کے گھر لائے گئے تو یزید کے گھر میں رونے کی آواز سنی گئی اور یزید نے قتل حسین رضی اللہ عنہ پر ابن زیاد کو لعن طعن کرتے ہوئے کہا کہ "میں نے اسے قتل حسینؓ کا حکم نہیں دیا تھا۔"

اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دندان مبارک پر اپنی چھڑی سے مار رہا تھا یہ صحیح نہیں ہے۔ البتہ بہت سے مورخین نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ حضرت حسین کا سر مبارک یزید کے پاس لایا گیا تھا۔

مصنف اعانۃ الطالبین کی نقل کردہ باتوں میں سے ایک دوسری مثال ملاحظہ ہو:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل پر سال میں ایک روزہ دسویں محرم (بروز عاشورہ) فرض کیا تھا لہٰذا تم بھی اس دن روزہ رکھو اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں وسعت سے کام لو۔ کیونکہ جو شخص اس دن اپنے مال سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں وسعت سے کام لے گا، اس کو اللہ تعالیٰ سال بھر کشائش میں رکھے گا۔ اس لئے تم اس دن روزہ رکھو کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول کی تھی اور صفی (اللہ کے مخلص دوست) بنے تھے۔

اسی دن حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام بلند مقام پر فائز ہوئے، حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے برآمد ہوئے، حضرت ابراہیم علیہ علیہ السلام آتش نمرود سے نجات یاب ہوئے، حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر تورات نازل ہوئی، حضرت یوسف علیہ السلام جیل سے نکلے، حضرت یعقوب علیہ لصلاۃ والسلام کی بینائی واپس ہوئی، حضرت ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کی بیماری دور ہوئی، حضرت یونس علیہ الصلوۃ والسلام مچھلی کے پیٹ سے نکلے، بنو اسرائیل کے لئے سمندر میں راستہ بنا، حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی مغفرت ہوئی حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکومت ملی، خاتم الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف ہوئے، اسی دن اللہ نے دنیا پیدا کی، اسی دن آسمانوں سے سب سے پہلی مرتبہ بارش ہوئی، زمین پر سب سے پہلی مرتبہ رحمت الٰہی عاشورہ ہی کے دن نازل ہوئی، چنانچہ جو شخص اس دن روزہ رکھے گا گویا اس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔ یہ روزہ انبیائے

کرام علیہم السلام کا روزہ ہے' جس نے شب عاشورہ عبادت میں گذاری گویا اس نے ساتوں آسمانوں میں رہنے والوں کے برابر عبادت کی ❶ جس نے اس دن چار رکعت نماز پڑھی اور ہر

---

❶ اس وضعی حدیث میں اول سے لے کر آخر تک مبالغہ آمیز باتوں' لغوطرازیوں اور بے تکے ثوابوں کا تذکرہ ہے۔ اس روایت کی لغویت ذرہ برابر عقل رکھنے والوں اور علم کی تھوڑی سی عبور رکھنے والوں پر بھی مخفی نہیں ہے کیونکہ اس میں کشتی سے خروج نوح' آگ سے نجات ابراہیم' موسیٰ علیہ السلام پر نزول تورات' جیل سے آزادیٔ یوسف وغیرہ کی بابت مذکور ہے کہ یہ ساری باتیں عاشورا کے دن ہوئیں حالانکہ یہ باتیں کسی صحیح حدیث اور معتبر تاریخ سے ثابت نہیں ہے اور اس میں جو یہ مذکور ہے کہ شب عاشورا کی عبادت ساتوں آسمانوں کے مکینوں کی عبادت کے برابر ہے وہ ایسا جھوٹ ہے جو پوشیدہ نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید اور سنت صحیحہ میں تہجد جیسی عبادت کے لئے بھی اتنے زیادہ ثواب بلکہ اس کے عشر عشیر کا بھی ذکر نہیں۔ یاد رکھئے کہ آسمانوں کے فرشتوں کی تعداد اللہ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں۔ ان فرشتوں کا مشغلہ رکوع وسجود کے ساتھ عبادت ہے۔ ان فرشتوں میں جبرئیل' میکائل' اسرافیل ملک الموت اور حاملین عرش جیسے مقربین بھی ہیں۔ جن کا وصف اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ اللہ کی حکم عدولی نہیں کرتے' انہیں جن باتوں کا حکم دیا جائے انہیں انجام دیتے ہیں' پیدائش سے لے کر وفات تک ان کا وطیرہ عبادت ہی عبادت ہے۔ پھر ان فرشتوں کی کروڑہا سالوں کی عبادت کے برابر بھلا صرف ایک رات یعنی عاشورا کی عبادت کیسے ہوگئی؟ ایسی بات صرف وہی کر سکتا ہے جو اپنے کو حماقت میں مبتلا کئے ہو اور اس کی عقل جاتی رہی ہو۔ یہ بات صرف جاہل واحمق یا ملحد یا کذاب کہہ سکتا ہے جو دین کو بگاڑنا چاہتا ہو اور لوگوں کو اس طرح کے اکاذیب میں مشغول رکھ کے شیطان کے مزین کردہ شہوات اور ہلاکت خیز جرائم میں پھنس کر فرائض و واجبات چھوڑ بیٹھے اور محض روزۂ عاشورا اور شب عاشورہ کی عبادت گزاری پر بھروسہ کرے۔ اس حدیث کو وضع کرنے والے جاہل شخص نے اور اسے اپنی کتاب میں لکھنے والے جاہل شخص نے اور اسے اپنی کتاب میں لکھنے والے ''شیخ'' نے اس کے اندر مبالغہ آمیز باتیں اور ارتکاب محارم کی حوصلہ افزائی کرنے والی چیزیں نہیں دیکھیں؟

کیا اس حدیث کا گھڑنے والا اور بیان کرنے والا یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کی فضیلت میں پوری ایک سورہ نازل فرمائی۔ انا انزلنہ فی لیلۃ القدر جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کیا کہ اسی رات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل کیا جو دین کی بنیاد ہے نیز یہ کہ لیلۃ القدر کی عبادت ایک ہزار مہینوں یعنی تراسی (۸۳) سال کی عبادت سے بہتر ہے لیلۃ القدر کے فضائل میں یہی کل باتیں ہیں جو وارد ہوئی ہیں۔

احادیث میں ہے کہ لیلۃ القدر میں دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے یہ نہیں کہا کہ لیلۃ القدر میں پوری رات کی عبادت ایک فرشتہ کی عبادت کے برابر ہے۔ پھر شب عاشورا کی عبادت ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں کی عبادت کے برابر کیسے ہوسکتی ہے؟ اگر میں اس موضوع کے ہر جملہ پر تفصیلی گفتگو کروں اور اس میں مذکور لغویات وخرافات کی توضیح وتشریح کروں تو ایک رسالہ وکتابچہ بن جائے گا۔

مگر میرا مقصد قارئین کتاب کے سامنے صرف ایک مثال پیش کرنا ہے تاکہ اس مثال پر حدیث مذکور میں درج شدہ دوسری باتوں کا بھی قیاس کیا جاسکے نیز اس مثال کو پیش کرنے کا مقصد ایک نظریہ وفکر کی نشاندہی ہے۔ جس سے لوگ روشنی حاصل کر سکیں۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ راہ مستقیم کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ (مصنف)

رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورہ قل ہواللہ اکاون مرتبہ پڑھی' اللہ تعالیٰ اس کے چالیس سال کے گناہ معاف کر دے گا اور جس نے عاشورہ کے دن ایک گھونٹ پانی کسی کو پلایا اللہ تعالیٰ اسے سخت تشنگی والے دن یعنی بروز قیامت ایسا پیالہ پلائے گا جس کے بعد پھر اسے کبھی پیاس نہ لگے گی گویا اس نے لمحہ بھر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔

جس نے اس دن کوئی صدقہ کیا گویا اس نے کبھی کسی سائل کو محروم واپس نہیں کیا۔ جس نے عاشورا کے دن غسل کیا اور طہارت حاصل کی وہ سال بھر بیمار نہ ہوگا' البتہ اگر موت مقرر ہو تو یہ دوسری بات ہے۔

جس نے اس دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا' اس کے ساتھ حسن سلوک کیا گویا اس نے بنو آدم کے تمام یتیموں پر احسان کیا۔ جس نے اس دن کسی مریض کی عیادت کی اس نے گویا تمام مریض انسانوں کی عیادت کی۔

اسی دن اللہ نے عرش' لوح وقلم پیدا کئے' اسی دن اللہ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پیدا کیا' اور عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو آسمان پر زندہ اٹھا کر لے گیا اور اسی دن قیامت بھی آئے گی۔ **(اعانۃ الطالبین)**

اس حدیث کے موضوع ہونے کی علامات ظاہر ہیں اور اس کے مکذوب ہونے پر دلائل واضح ہیں کیونکہ عاشورہ کے دن روزہ کے علاوہ اور کوئی عبادت صحیح طور پر ثابت نہیں۔ اسی سے تم جان سکتے ہو کہ حدیث از اول تا آخر غیر صحیح اور بے اصل ہے۔

اسی طرح اہل وعیال پر وسعت کے ساتھ اس دن خرچ کرنے کی بات بھی بے بنیاد ہے اصل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

مصنف اعانۃ الطالبین نے "**الصلوٰۃ علی المیت غیر الشھید** (غیر شہید میت کی نماز جنازہ) کی فصل میں آخرت کے شہدا میں جل کر مرنے والے' غربت یعنی مسافرت کی حالت میں مرنے والے اور ظلماً قتل ہو کر مرنے والے مردوں کو شمار کرتے ہوئے کہا کہ "عشق میں مبتلا ہو کر مرنے والا بھی شہید ہے"

اگرچہ عاشق کا معشوق کے ساتھ وطی کرنا مباح نہ ہو بھلا عشق کب راہ خدا میں شہید ہونے کا سبب ہوسکتا ہے۔

باب الاذان میں واقع شدہ شارح کے اس قول ''اذان کا سننے والا مؤذن کے کلمات دہرائے'' کے حاشیہ میں لکھا کہ ''عورت اذان یا اقامت کا جواب دے تو ہر حرف کے بدلہ میں دس لاکھ درجات بلند ہوں گے اور مرد کو اس کا دوگنا زیادہ ثواب ہوگا''۔

یہ روایت صحیح نہیں بلکہ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤذن جو کلمات کہے اس کے جواب میں تم انہیں کلمات کو دہراؤ پھر مجھ پر درود پڑھو' کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا' اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل کرے۔گا پھر تم میرے لئے اللہ تعالیٰ سے ''وسیلہ'' کی درخواست کرو۔ ''وسیلہ'' جنت میں ایک درجہ و مرتبہ کا نام ہے جو صرف ایک ہی بندۂ خدا کو مل سکتا ہے اور مجھے امید ہے کہ اس مقام کو پانے والا شخص میں ہی ہوں گا۔ جو شخص میرے لئے اللہ سے وسیلہ کی درخواست کرے گا اس کے لئے میری سفارش حلال ہو جائے گی''۔

طویل کلام کے بعد اعانة الطالبین میں ''فوائد'' کے عنوان کے تحت کہا کہ مقامات حریری کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ:

''جس نے مؤذن کی اذان سن کر مؤذن کو مرحبا کہا اور نماز کو بھی مرحبا و خوش آمدید کہا اس کو دس لاکھ نیکیاں ملیں گی اور اس کے دس لاکھ گناہ معاف ہوں گے اور دس لاکھ درجات بلند کئے جائیں گے'' شنوانی کی کتاب میں یہی بات اس طرح مذکور ہے:

''جس نے مؤذن کے قول'' اشهدان محمدًا رسول الله '' کے وقت مَرْحَبًا بِحَبِيْبِىْ وَقُرَّةُ عَيْنِىْ مُحمد کہہ کر اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں کو آنکھوں پر رکھ کر بوسہ دیا وہ نہ کبھی اندھا ہو سکتا ہے اور نہ اس کی آنکھیں کبھی آشوب زدہ ہو سکتی ہیں''۔

ابو محمد بن سبع نے شفاء الصدور میں بیان کیا ہے کہ ''مؤذن جب اذان سے فارغ ہو اس وقت جو شخص یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلا حساب و کتاب جنت میں [1] داخل کرے گا:

[1] محترم قارئین کرام! آپ ذرا توقف فرما کر سوچئے کہ مصنف اعانة الطالبين نے مقامات حریری اور شنوائی سے جو باتیں نقل کی ہیں ان کو اہل علم اور اہل حدیث کے میزان سے نہیں تولا گیا تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ باتیں صحیح ہیں یا ضعیف؟ اس سلسلے میں حسب ذیل باتیں قابل ملاحظہ ہیں۔

(الف) مقامات حریری حدیث و تفسیر کی کتاب نہیں ہے' اس میں مصنف مقامات حریری کے من گھڑت افسانے ہیں جن کا مقصد یہ تھا کہ لغوی اور ادبی کلمات لوگوں کے سامنے لائے جائیں تاکہ پڑھنے والے اور مطالعہ کرنے والے لغت اور فصیح کلمات نیز بلیغ کلام کی معرفت حاصل کر سکیں۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الَّذِيْ مَنَنْتَ عَلَيَّ بِهٰذِهِ الشَّهَادَةِ وَ مَا شَهِدْتُهَا اِلَّا لَكَ وَلَا يَقْبَلُهَا مِنِّي غَيْرُكَ فَاجْعَلْهَا اِلٰى قُرْبَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَحِجَابًا مِّنْ نَّارِكَ وَاغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ بِرَحْمَتِكَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ .

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ تنہا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' اس کی ذات کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔ اے اللہ تو نے ہی مجھ پر اس شہادت کے ذریعہ احسان کیا اور میں نے صرف تیرے ہی لئے شہادت دی' اس کو تیرے سوا کوئی قبول نہیں کر سکتا۔ چنانچہ تو اس کو اپنی قربت اور جہنم سے نجات کا ذریعہ بنا' اور مجھے' میرے والدین اور تمام مومن مرد و عورت کو اپنی رحمت سے بخش دے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

(گزشتہ سے پیوستہ) ———————

(ب) بالفرض یہ کلام قابل قبول ہو تو اس کا انتساب اصل کہنے والے کی طرف ہونا چاہیے اگر اس کا کہنے والا معروف ہے تو اسے اپنی ہر بات پر کوئی دلیل پیش کرنی ضروری ہے، کیونکہ اعمال پر نیکیوں کا معاوضہ یا ثواب انسان کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ یہ کہتا پھرے کہ فلاں عمل کرو تو تم کو اتنا ثواب اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس طرح کی بات کی دلیل قرآن مجید یا سنت صحیحہ وحسنہ سے پیش کی جائے کیونکہ ثواب اللہ تعالیٰ سے ملے گا کسی اور کے یہاں سے نہیں مل سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس کا ذمہ دار نہیں بنایا کہ جسے چاہے ثواب ناپ تول کر دے اور جسے چاہے اپنی عقل وفہم سے نیکیاں بخشے، البتہ ابن علان نے شرح الاذکار ج ۲ میں شرح العباب سے نقل کیا:

''حضرت عمرؓ بن خطاب جب مؤذن کی آواز سنتے تھے تو فرماتے تھے اذان دینے والوں کو مرحبا ہے اور نماز کو خوش آمدید ہے۔'' یہ روایت صحاح وسنن کی کسی کتاب سے نہیں لی گئی کہ اس کا پایۂ اعتبار معلوم ہو سکے اور مقامات حریری کے حاشیہ پر جو ثواب اس سلسلے میں منقول ہے اس کا ذکر بھی اس روایت میں نہیں ہے۔

(ج) موذن کی آواز سن کر ''**مرحبا بالقائل عدلا مرحبا بالصلوة اهلا**'' کہنے والے نے آخر کون سا عمل کیا ہے کہ اس کو دس لاکھ نیکیاں ملیں اور اس کی دس لاکھ غلطیاں مٹادی جائیں اور دس لاکھ درجات بڑھا دیے جائیں ؟ اور یہ کلمہ کہنے میں بھلا کون سی محنت ومشقت ہے؟ یا یہ کلمہ کسی شرعی حکم کے اثبات ونفی یا تضرع اور خشوع پر مشتمل ہے؟ یا یہ کوئی قرآن ہے جس کو جبرئیل لے کر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے؟

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ جس پر نجات وسعادت کا دارومدار اور ملت اسلامیہ کی بنیاد ہے اسی پر قبلۂ اسلام قائم ہے۔ یہی کلید جنت ہے۔ اسی پر آسمان وزمین قائم ہے۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا اور کتابیں نازل کیں، اسی کلمہ کی بنیاد پر جہاد کے لئے تلواریں نیام سے باہر نکلیں، یہی تقویٰ کا کلمہ وعروۃ الوثقیٰ (مضبوط ترین کڑی) ہے۔ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ اسلام وایمان کو قبول نہیں کرے گا اس کے ساتھ ''محمد رسول اللہ'' کے جملہ کا بھی یہی حال ہے۔

بغیۃ المسترشدین نامی کتاب کی خرافات

بغیۃ المسترشدین نامی کتاب میں بعنوان ''فائدہ'' یہ خرافات مذکور ہے کہ:

سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ دسویں رجب کو سنہ ۳۰ فیل میں پیدا ہوئے جو شخص اتنی بات لکھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔۔۔ یہ بات علامہ احمد بن زید حبشی نے بیان کی ہے''۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

ان تمام امور کے باوجود کسی معتبر حدیث میں نہیں آیا کہ اس کے کہنے والے کو وہ ساری باتیں حاصل ہوں گی جو اذان کی بابت اس موضوع حدیث میں مذکور ہیں۔ البتہ جس نے خلوص دل کے ساتھ ''لا الہ الا اللہ'' کہا وہ جنت میں جائے گا یعنی آخر وہ جنت میں داخل ہوگا خواہ وہ اپنے کسی جرم کے سبب تھوڑا بہت عذاب بھی پائے، بشرطیکہ توحید کے منافی کسی عمل کا مرتکب نہ ہوا ہو۔

(د) حضرت عبداللہ بن مسعود جامع ترمذی باب فضائل القرآن میں مروی ہے: ''جس نے قرآن مجید کا ایک حرف بھی پڑھا اسے ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی دس کے برابر ہوگی''۔ یہ نہیں فرمایا کہ ایک حرف پڑھنے کے بدلے دس لاکھ نیکیاں ملیں گی۔ اگر کہا جائے کہ کلمہ توحید کے سلسلے میں وضعی حدیث کے اندر منقول ہے تو قابل نکیر بات نہیں ہونی چاہیے لیکن ثواب اور نیکیوں کا معاملہ شریعت ہی کے بتلانے سے معلوم ہو سکتا ہے اس سلسلے میں اگر بطریق صحیح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات منقول ہو تو ہم اسے قبول کریں گے ورنہ نہیں۔

(ر) پوری اذان کے متعلق اس اجر عظیم کا کوئی ذکر نہیں جس کو کلمہ مذکورہ کے بارے میں اس موضوع حدیث کے واضع نے بیان کیا ہے۔ حالانکہ یہ معلوم ہے کہ اذان تکبیر پر مشتمل ہے۔ موذن اللہ اکبر کہہ کر مسلمانوں کو اس بات سے باخبر کرتا ہے کہ اے مسلمانو! نماز سے تم کو غافل بنانے والی ہر چیز کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کہیں بڑا اور جلیل القدر ہے تمہاری دولت، اولاد، عزت و مرتبت اور حکومت وسلطنت بلکہ دنیا و مافیا اور عرش سے لے کر فرش تک کی تمام چیزوں سے وہ اللہ کہیں بلند و برتر ہے۔ پھر موذن اللہ کی الوہیت اور وحدانیت کی شہادت دیتا ہے جو اس بات پر مشتمل ہے کہ صرف اللہ کی عبادت حق ہے اس کے علاوہ کائنات میں کوئی حقیقی معبود نہیں۔

پھر موذن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے جو خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں اور آپ کی اتباع و اطاعت واجب ہے۔ رسالت محمدی کی شہادت کلمہ توحید سے جڑی ہوئی ہے اور یہ چیز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فخر عظیم اور شرف کبیر ہے۔

اس کے بعد موذن نماز، جماعت اور فلاح کی طرف دعوت دیتا ہے، پھر دوبارہ کلمہ تکبیر کہتا ہے اور لا الہ الا اللہ پر اذان ختم کر دیتا ہے۔ اس سے یہ بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ اللہ ہی اول و آخر، ظاہر و باطن اور باقی ولا فانی ہے۔

یہ اذان جس کی خوبی کا ذکر میں نے مختصر طریقہ پر کیا اس کی بابت حدیث میں نہیں آیا کہ اذان دینے والے کو لاکھوں نیکیاں ملیں گی حالانکہ اگر صحیح سند سے اس کے متعلق یہ بات وارد ہوتی تو حیرت وتعجب کی کوئی گنجائش نہ ہوتی، کیونکہ یہ عقائد و احکام کے اثبات پر مشتمل ہے اور اسلام کے بڑے بڑے شعائر میں سے ایک ہے۔

جن من گھڑت اور جھوٹی احادیث کو ابن نباتہ جیسے بعض مقررین نے رواج دیا ہے' ان ہی

(گزشتہ سے پیوستہ)

موضوع حدیث میں جو یہ کہا ہے کہ اشھد ان محمدا رسول اللہ سن کر ''مرحبا بحبیبی الخ'' کہنے والا کبھی اندھا نہ ہوگا نہ آشوب چشم میں مبتلا ہوگا یہ ایسا واضح ترین جھوٹ ہے جو فقہ وحدیث سے لگاؤ رکھنے والے معمولی ترین طالب علم پر بھی مخفی نہیں ہے۔ اس طرح کی وضعی روایت کو بیان کرنے والوں اور نقل کرتے والوں پر تعجب ہے اور کتاب مذکور کے مصنف ان شیخ صاحب پر بھی حیرت ہے جو ہر رطب ویابس چیز کو حاشیہ وتعاقب کے بغیر لکھتے چلے گئے اور اس کلام باطل سے قارئین کتاب کو آگاہ نہیں کیا تا کہ یہ لوگ عوام الناس میں یہ بات پھیلائیں کہ اس طرح کے اکاذیب سے لوگ ڈریں اور بچیں جن کو عقل صحیح اور مزاج سلیم سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو اسی کے کلمات دہراؤ پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے ''وسیلہ'' کی درخواست کرو۔'' اس کے باوجود آخر ہم کو کیا ہو گیا ہے کہ صحیح قول نبوی کو چھوڑ کر ہم زید وعمر کی باتیں تلاش کریں اور صحیح احادیث میں وارد شدہ باتوں پر اکتفا نہ کریں اور معتبر وغیر معتبر، صحیح وباطل چیزوں کو جمع کریں؟

اسی طرح موضوع حدیث میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اذان ختم ہونے پر جو شخص ''لا الہ الا اللہ'' الخ کہے اسے اللہ تعالیٰ بلا حساب وکتاب جنت میں داخل کرے گا صحیح نہیں ہے، اگرچہ فی نفسہ یہ دعا ایک اچھی دعا ہے، لیکن ہر عبادت شریعت کی تعلیم پر موقوف ہوتی ہے۔ اللہ کی عبادت صرف اسی طریقہ پر کی جاسکتی ہے جسے اس نے مشروع کیا ہے۔ من مانی اور بدعتوں کے ذریعہ عبادت نہیں ہونی چاہئے۔ اس سلسلے میں اس کے سوا کچھ ثابت نہیں ہے کہ جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

ہاں حضرت انسؓ سے مروی ایک حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان واقامت کے مابین کی ہوئی دعا رد نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن سنی وغیرھم) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور ترمذی کی کتاب الدعوات میں اتنا اضافہ ہے کہ یہ فرمان نبوی سن کر صحابہ نے عرض کیا کہ اذان واقامت کے مابین ہم کون سی دعا پڑھا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو یعنی یہ کہو کہ

اللھم انی اسئلک العفو و العافیه فی الدنیا والاخرة (کتاب الاذکار للنووی)

''اے اللہ میں تم سے دنیا اور آخرت میں عافیت ومعافی کا سوال کرتا ہوں۔''

کتاب الاذکار کے شارح شیخ ابن علان نے کہا کہ حدیث مذکور کی سند میں زید عمی راوی ضعیف وغیر معتبر ہونے میں شہرت رکھتے ہیں پھر ان کی روایت کردہ اس حدیث پر کلام سے امام ابوداؤد نے سکوت اختیار کیا ہے۔ جس کا سبب یا تو یہ ہے کہ امام ابوداؤد زید عمی کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے یا پھر فضائل اعمال میں ہونے کے سبب انہوں اس حدیث پر کلام نہیں کیا اور ابن علان نے اس حدیث پر طویل کلام کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ترمذی کا حدیث مذکور کو صحیح قرار دینا مستبعد ہے۔ اولاً اس لئے کہ حافظ ابن حجر نے کہا کہ جامع ترمذی کے نسخوں میں سے کسی میں بھی میں نے یہ نہیں دیکھا کہ اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح کہا' ثانیاً اس لئے کہ زید عمی جیسا راوی جس کی عام لوگوں نے تضعیف کر رکھی ہو وہ جس روایت کی نقل میں منفرد ہو اس کو امام ترمذی کا صحیح قرار دینا بعید از قیاس ہے۔ البتہ اس مفہوم کی ایک اور حدیث ہے جس کو امام ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ (شرح اذکار للنووی از ابن علان)

اس حدیث کا یہ حال ہے کہ اسے کوئی صحیح وحسن کہتا ہے اور کوئی ضعیف وغیر معتبر۔ پھر بھی اذان واقامت کے مابین اس دعا کا پڑھنا کچھ معیوب نہیں جب کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وقت مقبولیت دعا کا وقت ہے۔ البتہ موضوع حدیث میں وارد شدہ اس مخصوص دعا سے حاصل ہونے والے اجر وثواب پر ہمارا کلام ہے۔

میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ:

"میدان قیامت میں جب لوگ جمع ہوں گے تو پردہ عرش سے پکارنے والا پکارے گا کہ اے اہل محشر! اپنی نگاہیں نیچی کرلو' تاکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گذر جائیں۔ پھر حضرت فاطمہؓ کہیں گی کہ اے اللہ! ان لوگوں کے حق میں میری شفاعت قبول کر لے جنہوں نے میری میت پر گریہ وزاری کی"۔

اس سے بھی بڑا معاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اول محرم میں منسوب کردہ یہ خطبہ مکذوبہ ہے کہ:

"اے لوگو! تمہارا یہ مہینہ (یعنی ماہ محرم) عظیم القدر وجلیل الفخر ہے۔ اسی مہینہ میں اللہ نے عرش' کرسی اور لوح وقلم پیدا کئے۔ اسی مہینہ میں حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب شہید ہوکر فخر و مباہات کے بلند درجہ پر فائز ہوئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ ۱۰ محرم سنہ ۶۱ ھ میں مقتول ہوئے۔ قتل کا یہ واقعہ کربلا نامی زمین میں پیش آیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل پر اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی بلا اور کرب نازل کی' حضرت حسین کے جسم میں نیزوں کے تریسٹھ اور تلوار کے چونتیس زخم پائے گئے' ان کی موت پر آسمان وزمین رو پڑے اور خون کی بارش ہوئی' سورج گرہن لگ جانے کے سبب آسمان تاریک ہو گئے' فلک کی سیاہی گہری ہوگئی' تین دنوں تک ایسا ہی رہا' ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے اور عظیم ہولناک باتیں رونما ہوئیں' حتیٰ کہ یہ گمان ہونے لگا کہ قیامت آ گئی' یہ سب کیوں نہ ہو؟ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین سے شدید محبت رکھتے تھے' انہیں گود میں اٹھاتے تھے' ان کے لبوں کو بوسے دیا کرتے تھے' اس صورت میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسین رضی اللہ عنہ کو سخت پیاس کی حالت میں پہلوؤں کے بل گرا ہوا دیکھتے جب کہ ان کے سامنے پانی موجود بھی تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چیخ پڑتے اور بے ہوش ہوکر گر جاتے"۔

شرح عمدۃ السالک موسوم بہ فیض الہ المالک کے ایک خطبہ میں ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں بات کرتے ہوئے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی میرے صحابی ہیں کیونکہ بیت المقدس میں وہ میرے ساتھ اکٹھا ہوئے تھے' اسی طرح خضر بھی میرے صحابی ہیں۔ خضر کا اصل نام بلیاء بن بلقان ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو شخص ان کا

اوران کے باپ کا نام جانتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔

جو لوگ اس قسم کی مکذوبہ احادیث اور بیہودہ تحریر پڑھیں گے وہ لوگ ان اکاذیب ولغویات کے ناقلین کے علمی اور عقلی صلاحیت وکیفیت سے واقف ہو جائیں گے' ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ [آل عمران ، آیة : ۱۳۳]

اور اس جنت کی طرف سبقت کرو جس کی چوڑائی آسمان وزمین کی طرح ہے یہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اور متقی اور تقویٰ شعار وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید اور سنت نبویہ ﷺ کے احکام وفرامین کی تعمیل کرتے ہیں اور ممنوعہ چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیشتر مقامات میں ایمان اور عمل صالح کو ایک دوسرے کے ساتھ بیان کیا ہے اور اسی پر جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ کا حکم لگایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔ [الکهف، آیة :۱۰۷]

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے جنت الفردوس میں مہمان نوازی کا سامان ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ ○ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ [السجدہ، آیۃ:۱۸'۱۹]

کیا پھر پکے ایماندار بدکاروں کی طرح ہو جائیں گے؟ ہرگز (نہیں) برابر نہ ہوں گے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے' ان کے نیک اعمال کے بدلے میں ان کے لئے بطور مہمان نوازی جنت الماویٰ ہے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ○ [السجدة، آیة:۲۰]

اور جو لوگ فاسق ہیں' ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جب بھی یہ جہنم سے نکلنا چاہیں گے دوبارہ اس میں دھکیلے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جہنم کا وہ عذاب چکھو' جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ۝

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہی لوگ بہترین مخلوق ہیں' اللہ کے پاس ان کا بدلہ ہمیشگی والی جنت ہے' جس کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے راضی رہیں گے' یہ بات ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔'' [البینة، آیة: ۷،۸]

مندرجہ بالا مضمون کی آیات بہت زیادہ ہیں۔

جو آدمی اللہ کے اسمائے حسنیٰ' رسول اور تمام انبیاء و مرسلین اور فرشتوں کے نام یاد کر لے مگر شریعت پر عمل نہ کرے یا پورا قرآن مجید اور احادیث نبویہ ﷺ ڈالے مگر ان کے مطابق عمل نہ کرے تو اس نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا' جس کے سبب وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ پھر وہ شخص جس نے صرف حضرت علی بن ابی طالب کا نام اور تاریخ ولادت لکھی وہ کیونکر جنت میں داخل ہو گا؟ اس طرح کی بات کا مطلب دین میں بگاڑ پیدا کرنا ہے اور بے کار و کسل مند (سستی کرنے والا) لوگوں کو غلط کاری پر ورغلانا ہے۔

اگر جنت حضرت خضر اور ان کے والد کے نام یاد رکھنے سے مل جائے یا حضرت علی کا نام لکھنے سے جنت حاصل ہو جائے تو نماز' روزہ' صدقہ' زکوٰۃ' حج' امر بالمعروف' نہی عن المنکر اور دوسرے احکام شریعت کی بجائے آوری کی کیا ضرورت ہے؟ جب آدمی نے حضرت خضر اور ان کے والد کے نام یاد کر کے اپنے آپ کو محفوظ قلعہ میں محصور کر لیا اور اس عمل کی بدولت اپنی جان کے لئے امان حاصل کر لی تو صغیرہ و کبیرہ گناہوں میں سے جو حرام کام بھی چاہے کرتا پھرے۔ وہ تو جنت کا مستحق ہو گیا' اسے عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور عمل صالح پر ابھارنے والی آیات اور حرام کام پر زجر و توبیخ کرنے والی آیات کی کوئی قیمت نہ رہی۔ یہ تو دین سے آزادی اور شریعت سے خروج کا ذریعہ ہے۔

بخدا! دشمنان اسلام نے بھی اسلام پر ایسی ضرب کاری اور نشتر زنی نہیں کی تھی جیسی ان غفلت شعار لوگوں نے علم و دین کے نام پر اسلام کے اوپر ضرب لگائی ہے۔ اگر ہمیں یہ بات نہ

معلوم ہوتی کہ اس قسم کی روایات کے واضعین اپنی تحریر کردہ باتوں کے انجام پر غور نہیں کر سکے نہ ان کے نتائج کو سوچ سکے' جن کا انجام فرائض دینیہ کو ترک کرنا اور ہلاکت خیز جرائم کے ارتکاب پر فاسقوں کی ہمت افزائی ہے تو ہم ان واضعین حدیث کو ''زنادقہ'' قرار دیتے' جنھوں نے دین کو بگاڑنا چاہا۔ مگر علما اور فقہا کا بھیس بدل لیا۔ ان لوگوں نے اس ارادہ سے ایسا نہیں کیا بلکہ سادہ لوحی کے سبب بزعم خویش خدمت دین سمجھ کر کیا اور یہ سمجھا کہ ان باتوں سے رب العالمین سے لوگوں کو تقرب حاصل ہوگا۔

چنانچہ انہوں نے جو کچھ لکھا غفلت اور غیر شعوری طور پر لکھا' اللہ تعالیٰ ہم کو اور اس کو سب کو معاف فرمائے اور ہم سب پر رحم فرمائے' آمین!

حواشی اور فقہی کتابوں میں ضعیف و موضوع احادیث اور ساقط الاعتبار اقوال نیز بدعات وضلالت کی تحسین وتزئین مثلاً صالحین سے توسل اور انبیاء ومتقین کی قبروں پر مزار کی تعمیر وغیرہ جیسے کاموں کی باتیں لکھی ہوئی موجود ہیں' حتیٰ کہ بغیۃ المسترشدین میں مذکور ہے:

''حافظ عراقی نے فرمایا ہے کہ تبرک کی غرض سے مقامات شریفہ اور صالح بندوں کے ہاتھ پاؤں کا بوسہ دینا اور ان کو چومنا مستحسن وکار خیر ہے' کیونکہ عمل کا دارومدار نیت وارادہ پر ہوتا ہے۔''[1]

اس کے بعد مصنف بغیۃ المسترشدین نے کہا:

''جس نے سیدہ فاطمۃ الزہراء کی اولاد کے سادات کی خوشبو سونگھ لی اس سے اللہ تعالیٰ جذام کی بیماری دور کرے گا۔''

اے اللہ! تو پاک ہے۔ یہ بہتان عظیم ہے اور بدترین افترا پرداز کی خانہ ساز بات ہے۔

اسی طرح شرح الجوہرہ سے نقل کرتے ہوئے کتاب مذکور میں لکھا ہے:

---

[1] بغیۃ المسترشدین کے مصنف نے یہ نہیں بتلایا کہ حافظ عراقی کی کس کتاب میں یہ بات لکھی ہوئی ہے۔ اگر بالفرض حافظ عراقی نے یہ بات لکھی بھی ہو تو مصنف مذکور کو یہ بات نقل نہیں کرنی چاہیے تھی کیونکہ مقامات کو چومنا اور بوسہ دینا بت پرستی کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا اس قسم کی بات کا ذکر کرنا اہل علم کے شایان شان نہیں۔ یہ خانہ کعبہ ہے جو مشرفہ (شرف وفضیلت والا) ہے مگر حجر اسود کے علاوہ اس کے کسی حصہ کو بوسہ دینا اور چومنا مشروع نہیں' حتیٰ کہ رکن یمانی کا بوسہ بھی مشروع نہیں اس کا صرف ''استلام'' (چھونا' مس کرنا) مشروع ہے۔

کیا کعبہ مشرفہ سے بھی زیادہ مقدس ومشرف کوئی دوسری جگہ ہو سکتی ہے' جو بیت اللہ اور قبلہ مسلمین ہے؟ اللہ تعالیٰ اس خانہ کعبہ کے شرف وعظمت کو بڑھائے' آمین۔

''حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ جو آدمی اپنے مردہ کی قبر کے پاس تین مرتبہ "اللھم بحق سیدنا محمد و ال محمد لا تعذب ھذاا لمیت" کہہ دے۔۔۔اسے صور پھونکنے تک یعنی قیامت تک عذاب قبر نہیں ہوگا''۔

یہ بھی جھوٹ ہے۔احادیث صحیحہ یا حسنہ میں کسی نبی اور ولی سے توسل ثابت نہیں۔اس سلسلے میں جو بھی حدیث وارد ہے وہ موضوع وضعیف ہے۔پھر مصنف کتاب بغیۃ المستر شدین نے بعنو ان ''فائدہ'' لکھا ہے:

''زیارت قبور یا تو صرف آخرت اور موت کو یاد دلانے کے لئے ہوتی ہے' دریں صورت قبروں میں مدفون اشخاص کی معرفت کے بغیر بھی قبروں کا دیکھنا مسنون ہے یا دعا کے لئے زیارت قبور ہوتی ہے۔ایسی زیارت ہر مسلمان کی قبر پر مسنون ہے۔پھر حصول برکت کے لئے کی جاتی ہے۔لہٰذا اہل خیر کی قبروں کی زیارت مسنون ہے' کیونکہ اہل خیر کو اپنی برزخی زندگی یعنی قبر کے اندر لیٹے لیٹے بے شمار تصرف و برکات پہنچانے کا اختیار ہے۔'' الخ

میں کہتا ہوں کہ زیارت قبور کے سلسلے میں یہ تفصیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کسی بھی حدیث میں مذکور نہیں ہے۔البتہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ ۔ »

''میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کر دیا تھا مگر میرے لئے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کے لئے اجازت مل گئی ہے' لہٰذا تم بھی زیارت قبور کرو کیونکہ اس سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی تو رو پڑے اور آپ ﷺ کے آس پاس والے لوگ بھی رو پڑے۔پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ کے لئے دعائے استغفار کی اجازت اللہ سے طلب کی تھی' مگر اس کی اجازت نہیں ملی۔البتہ اس کی قبر کی زیارت کی اجازت مل گئی' لہٰذا تم بھی قبروں کی زیارت کرو۔(رواہ الجماعۃ)

پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ زیارت قبر آخرت کی یاد دلاتی ہے' اور دوسری میں ہے کہ موت

کی یاد دلاتی ہے' احادیث میں یہ مذکور نہیں کہ صالحین کی قبروں کی زیارت باعث حصول برکت ہے' جیسا کہ کتاب مذکور کے مصنف کا خیال خام ہے۔ مصنف کے اس قول پر غور کرو کہ ''اہل خیر کو اپنی قبروں میں لیٹے ہوئے تصرفات و برکات کا اختیار حاصل ہے''

اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ قبر پرست لوگ کائنات میں تصرف اولیا کے معتقد کس طرح ہیں؟ اس سلسلے میں بدعتی علما کے طویل مباحث ہیں۔

بلاشبہ کائنات میں اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے تصرف ماننا واضح شرک ہے آدمی خواہ کتنے اونچے درجہ والا ہو موت کے بعد اس کے اندر تصرف و عمل نہیں رہ جاتا۔

حدیث صحیح میں ہے کہ ''آدمی جب مر جاتا ہے تو اس کا سلسلہ عمل ختم ہو جاتا ہے۔ اس کو صرف تین باتوں سے فائدہ پہنچ سکتا ہے'

اس نے کوئی صدقۂ جاریہ کیا ہو' کوئی علمی کام کیا ہو جس سے لوگ نفع اندوز ہو رہے ہوں۔ اس کا کوئی صالح لڑکا ہو' جو اس کے لئے دعائے خیر کرتا ہو''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ''O [فاطر ، آية : ٢٢]	زندہ اور مردہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے' بے شک اللہ جسے چاہتا ہے سنا تا ہے' آپ اہل قبور کو نہیں سنا سکتے۔

فقہائے متاخرین کی تحریر کردہ جن لغویات سے ہم واقف ہیں' اگر ان سب کا تذکرہ کرنے لگیں تو مستقل کتاب تیار ہو جائے گی' لیکن ہمارا مقصد صرف بعض مثالیں پیش کرنا ہے' جن کو حواشی و شروح میں بعض فقہا نے قلم بند کر رکھا ہے۔

ان لغو طرازیوں نے بدعات کی اشاعت اور بدعات کی طرف لوگوں کو ترغیب دلانے میں اضافہ کیا ہے۔

میں نے اس کتاب میں عقائد و عبادات کے سلسلے کی بہت ساری بدعات کا ذکر کر دیا ہے' اور خاتمہ کے موقع پر مکذوبہ و ضعیفہ احادیث کا اچھا خاصا تذکرہ آئے گا (وباللہ التوفیق)۔

جن لوگوں نے (بری نیت سے) بدعات ایجاد کیں' مثلاً شہادت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سینکڑوں سال بعد اہل بیت کا ماتم تو اس کی غرض مسلمانوں میں تفرقہ اور شیعہ و سنی کے درمیان

دائرہ اختلاف کی توسیع ہے۔ کیونکہ اس تدبیر سے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عمر فاروق، عمرو بن العاص، اور معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہم پر زبان سب وشتم دراز کرتے ہیں۔ وہ اپنے عوام سے کہتے ہیں کہ حضرت حسین کو ابن زیاد نے یزید کے حکم سے قتل کیا تھا اور یزید کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ولی عہد بنایا تھا، اور اپنی وفات کے بعد اسے خلیفہ بنانے کے لئے بیعت لی تھی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کا گورنر مقرر کیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اس منصب پر برقرار رکھا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ بنایا تھا۔ لہٰذا سب کے سب لعن طعن کے مستحق ہیں۔ یہی سبب ہے کہ یہ لوگ اہل بیت کا بدلہ لینے کے خیال سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے اور ان پر لعن طعن کرتے ہیں۔

اہل بیت کے لئے ماتم پرستی کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ اس مذہب کے بانی اول کا اس مذہب کی تاسیس سے مقصد یہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی جائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرا جائے اور دوسروں سے بیزاری رکھی جائے۔ اس طرح مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پڑے اور دین کی بنیادیں منہدم ہوں، کیونکہ جس دین کو سید الانام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی، فعلی وتقریری احادیث کے ذریعہ مشروع کیا۔ اس دین کو اور قرآن وسنت کو ہمارے سامنے نقل کر کے پیش کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور جب یہ ثابت ہو جائے کہ نعوذ باللہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافر و فاسق ہیں اور کافر و فاسق کی نقل و روایت معتبر نہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول شدہ قرآن واحادیث ساقط الاعتبار ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالك)

ان بدعات سے نکلنے والے نتائج مذکورہ اور برے مقاصد کو بہت سے شیعہ سمجھتے نہیں بلکہ ان کے نزدیک یہ بدعات ہی دین ہیں، جن سے اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ تم دیکھو گے کہ شیعہ تضرع کے ساتھ دعا کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لعنت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ''اے اللہ قریش کے دونوں بتوں، طاغوتوں، اور دیوتاؤں پر لعنت بھیج جنہوں نے اہل بیت پر ظلم ڈھائے اور خلافت کا حق چھینا''۔ یہ لمبی دعا ہے جو شیعوں کی کتاب مفتاح الجنان میں مذکور ہے۔

کوئی شک نہیں کہ اس دعا کا اختراع کنندہ اس کتاب کا مصنف اللہ ورسول پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ کیونکہ کسی بھی عاقل کو یہ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ابلیس پر لعنت بھیجنے کا پابند نہیں بنایا

حالانکہ وہ اللہ کی نافرمانی اور اظہار تکبر کرنے والا سب سے پہلی مخلوق ہے' اس کی بابت ارشاد ربانی ہے کہ:

وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِo قیامت تک تم پر میری لعنت ہوتی رہے گی۔ [ص، آیۃ:۷۸]

پھر ابلیس کے علاوہ دوسروں پر لعنت بھیجنے کا مکلف بھلا اللہ تعالیٰ لوگوں کو کیوں بنائے گا؟ لیکن اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض وعداوت ان معاندین حق کے اعضا سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہے۔ اس کے باوجود یہ حب رسول کا مظاہرہ کرتے ہیں' مگر جو ان لوگوں کے اعمال پر غور کرے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں' ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگاتے ہیں وہ سمجھ جائے گا یہ لوگ دین سے دور ہیں اور امام المرسلین محمد صلی اللہ وسلم پر بھی طعن کر رہے ہیں۔ کیونکہ اگر رسول ﷺ خود پاکیزہ ہوتے تو اپنے لئے پاکیزہ اصحاب واز واج منتخب کرتے۔ یہود سے پوچھا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سب سے زیادہ اچھے لوگ کون ہیں؟ یہود نے کہا کہ حضرت موسیٰ کے اصحاب سب سے اچھے ہیں' نصاریٰ اور عیسائیوں سے یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ کے بعد سب سے اچھے لوگ عیسیٰ کے اصحاب ہیں۔ روافض اور شیعوں سے یہ سوال کیجئے کہ سب سے بدترین لوگ کون ہیں؟ تو جواب دیں گے کہ محمد (ﷺ) کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ (العیاذ باللہ)

الحاصل اس قسم کی بدعات شنیعہ مثلاً ماتم اہل بیت' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر اور ان پر سب وشتم اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان طرازی کا واحد مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر براہ راست طعن وتشنیع ہے۔ اسی طرح اس کا مقصد قرآن مجید پر بھی طعن ہے اور اس کا مقصد دین کو منہدم کرنا بھی ہے خواہ وہ اعتراف نہ کریں۔ رافضی عوام اور متوسط درجے کے طلبائے شیعہ ان باتوں کے مغز کا ادراک نہیں کر پاتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو صراط مستقیم پر چلائے۔ (آمین)

فرقہ باطنیہ

جنہوں نے دین کو منہدم کرنے اور قرآن وشریعت کے احکام کی تاویلات کی غرض سے بدعت ایجاد کی ان میں باطنیہ فرقہ کے لوگ ہیں۔ انہوں نے دین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ظاہر و

باطن' جیسا کہ ہمارے استاد شیخ احمد نور بن عبداللہؒ نے کہا:

وَا عْتَقَدُوْا بِاَنَّ لِلْقرآنِ
ظهرًا و بطنًا و المراد الثانی

باطنی روافض کا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن کے ظاہری اور باطنی دو طرح کے معانی و مطالب ہیں اور قرآن کا معنیٰ مقصود باطنی معانی ہیں۔

ان کی جو تاویلات باطلہ احکام شرعیہ کو ساقطہ قرار دینے والی ہیں' ان میں سے ایک ان کا یہ قول ہے کہ وضو [1] کا معنی امام کی محبت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ امام اعظم کی متابعت کی جائے اور امام اعظم سے ان کی مراد ان کا اپنا امام ہے جو کفری بدعات میں ان کا پیشوا ہے یا پھر اس سے مراد امام منتظر یعنی مہدی موعود ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ تیمّم کا مطلب یہ ہے کہ امام اعظم کی عدم موجودگی میں اس کے نائب یا قائم مقام کی اطاعت کی جائے اور غسل کا مطلب یہ ہے کہ معاہدہ کی تجدید کی جائے اور روزہ کا مطلب یہ بتلاتے ہیں کہ مفسدہ پرور باتوں سے باز رہا جائے اور ان باطنیہ نے زکوٰۃ کی تاویل کر کے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ اس سے تزکیۂ نفس مراد ہے۔

اور کہا کہ جنت کا مطلب جسمانی راحت اور جہنم کا معنی جسمانی مشقت ہے۔ اسی طرح یہ لوگ نہ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں' نہ جزا سزا پر ہی ان کا ایمان ہے' ہمارے استاد محترم نے فرمایا

لم یؤمنوا بالحشر والقیامة
اقبح لهم بالویل والندامة

''یہ روافض باطنیہ حشر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے' ان کے لئے قبیح ترین خرابی وندامت ہے۔'' باطنیہ کا شمار غالی شیعوں میں ہوتا ہے' غالی شیعوں کے اٹھارہ فرقے ہیں جن میں پہلا فرقہ سبائی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی الوہیت کے معتقد ہیں۔ ہمارے استاد محترم نے کہا:

قال امامهم عبد بن سبا
انت الاِلٰهُ لعلی فابنی

[1] ان کا عقیدہ ہے کہ نماز سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے کیونکہ قرآن بتاتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (سورة العنكبوت، آیة: ۴۵) بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اور ان باتوں سے روکنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان باتوں سے روکنے والا اللہ ہے مگر نماز کی طرف اس کی نسبت مجازی طور پر کی گئی ہے۔

''سبائیوں کے امام عبید بن سبا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اللہ ہیں مگر حضرت علی نے اس بات سے انکار کیا۔''

قالو علی لم یمت وما قتل
بل القتیل من بشکلہ شکل

''اور سبائیوں کا کہنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نہ مرے نہ قتل کئے گئے بلکہ انہیں کا ہم شکل ایک دوسرا شخص قتل ہوا۔''

جن لوگوں نے یہ کفری مذاہب ایجاد کئے مثلاً سبائی و باطنی مذہب۔ انہی میں سے قرامطہ' نصیریہ' درزیہ' بابیہ' بہائیہ' کاملیہ' خطابیہ' آغا خانیہ اور اسماعیلیہ فرقے اور مذاہب بھی پیدا ہوئے ہیں' ان مذاہب کے موجدین کا واحد مقصد دین اسلام کا انہدام تھا۔ وہ اس لئے کہ انہوں نے جب اسلام کی قوت اور اس کی حیرت انگیز فتوحات دیکھیں کہ قیصر و کسریٰ اور فراعنہ کا خاتمہ کر دیا گیا تو انہوں نے دل میں سوچا کہ جس دین اسلام نے ہمارے مذاہب اور ہماری عزت اور بادشاہوں کی شان و شوکت کا خاتمہ کر دیا ہم اس سے جنگ کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر آؤ ہم ان سے براہ راست جنگ کرنے کے بجائے دوسرے ڈھنگ کی جنگ کریں۔ وہ اس طرح کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ایسی بدعات ایجاد کریں جن کے ذریعہ اسلام کا خاتمہ کر دیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسی منکر اور کفریات کی چیزیں اختراع کیں۔ جن کو شیطان نے اپنی وحی کے ذریعہ انہیں سکھلایا تھا۔

برے مقصد و ارادہ سے ایجاد کی جانے والی بدعات میں وحدت الوجود اور ''الاتحاد'' کی بدعات بھی ہیں۔ اتحاد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ واحد کسی مخلوق رسول یا ولی کے اندر حلول کرتا ہے یعنی کہ اللہ انسانی شکل میں اوتار لیتا ہے۔ کیا اس کفر سے بھی بڑھ کر کوئی کفر ہو سکتا ہے؟

وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی ساری چیزیں مثلاً پہاڑ' دریا' سمندر اور حیوانات سب کے سب (نعوذ باللہ) اللہ ہیں۔

ان دونوں بنیادی نظریات یا بالفاظ دیگر دونوں فاسد عقائد کفریہ کو بہت سے رؤسا' صوفیا' اور اقطاب لوگ اپنا دین و ایمان قرار دیے ہوئے ہیں مثلاً ابن عربی المعروف بہ شیخ اکبر محی الدین مصنف کتاب فتوحات مکیہ وغیرہ' منصور حلاج اور ابن الفارض۔ مزید تفصیل بدعات صوفیہ کے

تذکرہ میں عنقریب آ رہی ہے۔

قانون سازی میں مقام سنت سے ناواقفیت و جہالت کا معاملہ یہ ہے کہ اگر اصول حدیث سے ناواقفیت ہو جس پر حدیث کو صحیح و مقبول اور غیر صحیح و مردود قرار دیے جانے کا دارو مدار ہے۔ تو اصول حدیث کی یہ ناواقفیت وضع حدیث پر آمادہ کرتی ہے۔ نیز ایسی چیزیں داخل سنت ہو جاتی ہیں جو سنت نہیں ہوتیں اور سنت سے ثابت شدہ باتوں کی مخالفت بھی اس سے لازم آتی ہے۔ شریعت میں مقام سنت سے ناواقفیت یقینی طور پر کتاب و سنت کی حدود و دائرہ سے خروج کا باعث بنتی ہے۔

متعدد قرآنی آیات اور صحیح احادیث نبویہ ﷺ اس مفہوم کی موجود ہیں مثلاً فرمان الٰہی ہے:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ [الاعراف، آیۃ: ۳]	تم لوگ اس کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اس کے علاوہ دوسرے دوستوں کی پیروی مت کرو۔ تم لوگ بہت کم نصیحت پذیر ہوتے ہو۔
فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ [النور، آیۃ: ۶۳]	جو لوگ حکم نبی ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ہوشیار رہیں کہ کہیں مبتلائے فتنہ نہ ہو جائیں یا پھر کہیں انہیں دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔

صحیح حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَآ اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ۔))

''جب تم کو کوئی حکم دوں تو حتی الامکان اسے انجام دو اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو۔''

مقام سنت سے ناواقفیت کے سبب سنت کے مقابلہ میں اہل بدعت جو موقف رکھتے ہیں، اس کے اعتبار سے ان کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم کے لوگ قرآن مجید کے علاوہ دوسری چیزوں یعنی احادیث نبویہ ﷺ وغیرہ کو ماننے سے اجمالی اور تفصیلی ہر اعتبار سے انکار کرتے ہیں۔

دوسری قسم کے لوگ صرف اخبار آحاد کے منکر ہیں۔ قرآن مجید کے علاوہ تمام سنتوں یا اخبار

آحاد یا مستقل حکم رکھنے والی احادیث کے انکار کا نظریہ [1] اور اس کی تاریخ پرانی ہے اس نظریہ کو

---

[1] معتزلہ،جہمیہ ،خوارج اور شیعہ نے بعض احادیث صحیحہ کا انکار اس زعم باطل کے تحت کر دیا کہ یہ عقل کے مطابق نہیں ہیں۔ مثلاً آخرت میں دیدار الٰہی، ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف نزول الٰہی اور میزان و پل صراط سے متعلق احادیث کا ان فرقوں نے انکار کیا۔

احادیث آحاد کو رد کرنے پر اہل بدعت سب کے سب ہم زبان و ہم آواز ہیں، اس ہم آہنگی کے باوجود ان کے درمیان باہم اختلاف مذہب بھی ہے اور اشاعرہ نیز بہت سے علمائے زمانہ ان منکرین حدیث کے ساتھ اس معاملہ میں اتفاق رکھتے ہیں کہ عقائد کے سلسلے میں اخبار آحاد کو حجت نہیں بنا سکتے اس شبہ کی بنا پر کہ اخبار آحاد مفید ظن ہیں اور حق کے بالمقابل ظن سے کام نہیں چل سکتا۔

نیز ان کا نظریہ ہے کہ عقائد کے سلسلے میں صرف قطعی اور یقینی دلائل قبول کئے جا سکتے ہیں گویا یہ لوگ یا تو جانتے نہیں یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں کہ عقائد اور فروعی احکام میں کوئی فرق نہیں جس طرح فروعی احکام میں احادیث آحاد کو حجت بنایا جاتا ہے، اسی طرح عقائد میں بھی انہیں قابل حجت بنا سکتے ہیں۔ بہت سے فضلا نے احادیث کی حجیت اور ان کے مفید ہونے کے ثبوت میں رسائل لکھے ہیں۔

مولانا مودودی (بانی جماعت اسلامی) نے ماہنامہ البلاغ شمارہ ۶۰۹ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ میں کہا کہ تیرہویں صدی ہجری کے شروع ہوتے ہی فتنۂ انکار حدیث کے قالب میں نئی زندگی پیدا ہوگئی۔

یہ فتنہ عراق میں پیدا ہوا تھا اور ہندوستان میں آ کر جوان ہوا۔ ہندوستان میں اس فتنے کی ابتداء سر سید احمد خان اور مولوی چراغ علی کے ذریعہ ہوئی۔ پھر اس کے سرخلیل عبداللہ چکڑالوی ہوئے۔ پھر اس کے علم بردار مولوی احمد الدین امرتسری ہوئے۔ اس کے بعد مولوی اسلم جیراج پوری آگے بڑھے اور آخر میں اس کی قیادت غلام احمد پرویز نے سنبھالی جو ضلالت کے آخری دہانے پر پہنچ گئے۔

غلام احمد پرویز ہمارا معاصر ہے، پاکستان میں زندہ موجود ہے (اب فوت ہو چکا ہے)۔ ضلالت و کفر اور جھوٹ پھیلانے میں بہت سرگرم ہے۔ اپنے نظریات تقریروں کے ذریعہ پھیلاتا ہے۔ انہیں ضبط تحریر میں لا کر ریڈیو کے ذریعہ نشر کیا جاتا ہے۔ اس شخص کی تصنیف کردہ کئی کتابیں ہیں اور اس کے متبعین و پیروکار بھی ہیں۔ قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی اس نے لکھی ہے جو اس کے کافرانہ نظریہ کے مطابق ہے میرے بعض تلامذہ و احباب نے بتایا کہ اس کے نظریہ پر عمل کر کے بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں اس کے ساتھ علمائے اہل حدیث اور بعض احناف کی صف آرائیاں اور بحثیں بھی ہوئیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کو معاندین اسلام کی طرف سے خارجی مدد ملتی رہتی ہے۔ یہ معاندین اسلام اس گمراہ شخص کو مادی مدد کے ذریعہ غذا پہنچاتے ہیں تاکہ پوری قوت کے ساتھ جو چاہے شائع کرے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

نشانہ تنقید بنانے والے سب سے پہلے امام محمد بن ادریس شافعیؒ مولود ۱۸۰ ہجری و متوفی ۲۰۴ ہجری ہیں' جنہوں نے اس نظریہ کا کھوٹا پن اور اس کے پیدا کردہ شبہات ظاہر کر دیے' ((کتاب الأم)) کے جزء جماع العلم میں ایک خاص فصل امام شافعی نے قائم کی ہے۔اس فصل

(گزشتہ سے پیوستہ) ـــــــــــــــ

لیکن اہل حق کے پاس مالی و مادی وسائل کمزور ہیں ان کی کتابیں اور مقالات عام طور پر صرف ان کے متبعین تک محصور رہتے ہیں۔ منکرین حدیث کا یہ فرقہ یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ مسلمانوں کے حق میں خطرناک ہے کیونکہ یہ لوگ اسلام اور قرآن کی خدمت کے نام پر اپنے کفر کی اشاعت کرتے ہیں۔

یہ بات کتاب و سنت اور عقل و نقل سے ثابت ہے کہ جس نے سنت نبویہ کا انکار کیا اس نے اللہ عظیم کے ساتھ کفر کیا اور اس نے اصول و فروع دونوں امور میں اجماع امت کے خلاف مخصوص نیا دین ایجاد کیا۔ مثلاً ان کا کہنا ہے کہ دن بھر میں صرف تین وقت کی نمازیں پڑھنی فرض ہیں عبادات کے معاملہ میں جیسا کہ میں نے سنا ہے منکرین حدیث بہت سی تفصیلی باتیں کہتے ہیں جن کی تفاصیل پر میں واقف نہیں ہو سکا۔ حکام اور علمائے اسلام پر اس فرقہ کے خلاف جہاد واجب ہے کہ ان کفار کے بالمقابل سرگرم رہیں اور سنت کی حمایت اور منکرین حدیث کی تردید میں لکھی گئی کتابوں کی ترویج میں کوشاں رہیں اور عربی و غیر عربی زبانوں کے جاننے والے مبلغین کو اس کذاب گمراہ کے فتنے سے سد باب کے لئے بھیجیں۔ بخدا! ان لوگوں کے خلاف جہاد عیسائی مبلغین اور اسلاف کے خلاف لڑنے والوں سے جنگ سے کم نہیں ہے' کیونکہ اسلام کے کھلے ہوئے دشمنوں سے کوئی دھوکا نہیں کھا سکتا مگر ان منکرین حدیث سے کتاب و سنت کے وہ پڑھنے والے لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں جو گہرا علم نہیں رکھتے' قدیم و جدید ہر دور میں ان منکرین حدیث کی ضلالتوں کا پردہ علمائے اسلام نے چاک کر دیا ہے۔

عقائد کے معاملہ میں اخبار آحاد کو رد کرنے کا نظریہ اگر چہ بہت سے لوگوں کا ہے مگر یہ باطل نظریہ ہے جس سے بہت سارے عقائد اور فروعی مسائل باطل قرار پاتے ہیں۔ اس سے بھی انکار حدیث کا دروازہ کھلتا ہے۔ کیونکہ اخبار احاد بھی سنت کی ایک قسم ہے۔ بلکہ اکثر سنتیں اخبار آحاد ہیں' لہٰذا جو لوگ اخبار آحاد کے منکر ہیں وہ لوگ خبر متواتر کے انکار تک بھی پہنچ جاتے ہیں اور سنت کریمہ کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔

جس طرح کہ ایک شخص نے "تیسیر الوحیین فی الاکتفاء بالصحیحین" نامی کتاب لکھی ہے' جس کا ظاہری حصہ رحمت ہے اور باطنی حقیقت میں باطل ہے' کیونکہ صحیحین کے علاوہ دوسری سنتوں اور احادیث کی نفی بھی فتنۂ انکار حدیث تک پہنچاتی ہے۔

میں امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک ایسے آدمی کے ساتھ اپنے مناظرہ کا ذکر کیا ہے جو اپنے ہم مذہب لوگو ں کے مذہبی علوم کا علم رکھنے کی طرف منسوب تھا یہ نام نہاد۔ عالم اور اس کے ہم مذہب رد حدیث کا نظریہ رکھتے تھے۔ لیکن امام شافعی رحمہ اللہ نے ان لوگوں کے شبہات کو توڑ کر رکھ دیا۔

صدیوں سے یہ نظریات اہل حق کے خوف سے روپوش ہو گئے تھے' مگر تیرہویں صدی ہجری میں یہ باطل نظریات ہندوستان اور پاکستان میں دوبارہ ظاہر ہو گئے۔ چنانچہ ہندوستان و پاکستان میں ایک فرقہ منکرین حدیث کا پیدا ہو گیا جو اہل قرآن کہلاتا ہے اور ہندوستان سے یہ نظریات بعض عربی ممالک مثلاً مصر و لیبیا میں بھی داخل ہو گئے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''السنة و مکانتها'' کے باب ۲ فصل ۴ میں ذکر کیا ہے:

ہمارے اس زمانہ میں جن لوگوں کو فن حدیث سے لگاؤ نہیں ہے ان میں سے بعض لوگ انکار حدیث کے درپے ہیں۔ سید رشید رضا کے مجلّہ المنار کے دو شماروں میں ڈاکٹر توفیق صدقی کے دو مقالے شائع ہوئے ہیں جن میں ''الاسلام ھو القرآن وحدہ'' کے عنوان سے اس نظریہ کا اعلان کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مجلّہ المنار شمارہ ۷،۱۲)

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے ان مقالات کے شبہات کا ذکر کیا پھر ان کی تردید کی۔

اس آخری دور میں اس گمراہ کن نظریہ کا حامل لیبیا کا لیڈر معمر قذافی ہو گیا اور اس نے پوری طرح ترک سنت اور صرف قرآن ماننے کا اعلان کر دیا۔ اس کفری نظریہ کو اس شخص نے جبراً و قہراً اپنے ملک پر مسلط کیا اور حدیث و سنت کی بہت ساری کتابیں جو اسے مل سکیں نذر آتش کرا دیں' اور حدیث و فقہ کی کتابیں پڑھنے پر پابندی لگا دی۔

اللہ تعالیٰ اس سے وہ معاملہ کرے جس کا وہ مستحق ہے' آمین۔ لیبیا میں رہنے والے میرے معتبر و معتمد اصحاب میں سے بعض لوگوں نے مجھے یہ بات بتلائی ہے حتیٰ کہ میرے دوست نے کہا کہ میں جس مسجد میں نماز پڑھتا ہوں' اس کے مقتدی لوگ فرض نمازوں سے متعلق سنن موکدہ والی نمازیں تک نہیں پڑھتے وہ صرف فرض نمازوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

حجیت حدیث کے منکرین اور قرآن کو کافی سمجھنے والوں کے شبہات

پہلا شبہ: منکرین حدیث کا کہنا ہے کہ قرآن مجید میں ہر چیز کی وضاحت ہے اس لئے اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی حاجت نہیں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے کہ:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِكُلِّ شَيْءٍ. اور ہم نے آپ پر کتاب (قرآن) نازل کی ہے جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے۔ [النحل، آیة: ۸۹]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ. ہم نے کتاب میں کوئی چیز بیان کرنے میں کمی نہیں کی ہے۔ [الانعام، آیة: ۳۸]

جواب اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ سنت قرآن مجید کی تفسیر و توضیح ہے کبھی کبھی مستقل حکم بھی دیتی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ○ ہم نے آپ ﷺ کی طرف ذکر (قرآن مجید) نازل کیا تا کہ آپ ﷺ لوگوں کی طرف نازل شدہ اس قرآن کی سب کے سامنے وضاحت کر دیں۔ تا کہ یہ لوگ سوچیں سمجھیں۔ [النحل، آیة: ۴۴]

سنت پر عمل دراصل قرآن ہی پر عمل ہے اور اس کی توجیہ کی اتباع ہے' پھر سنت بسا اوقات آیات قرآنیہ کی مراد کو واضح کرتی ہے۔ اس کے بغیر قرآن کا سمجھنا ناممکن ہے اور سنت کو چھوڑ کر صرف قرآن پر عمل کرنا آسان نہیں رہ جائے گا۔

مثلاً قرآن مجید میں مطلقاً نماز پڑھنے کا حکم ہے اور سنت نے اس معاملہ میں حائضہ عورتوں کو خارج کر دیا ہے یعنی کہ یہ عورتیں حالت حیض میں نماز نہ پڑھیں' سنتوں سے ہی نماز کی رکعتوں کی تعداد اور ادائیگی کی کیفیات کی تحدید ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں مسلمانوں کے مابین علی العموم میراث کے احکام ہیں۔ لیکن سنت نے مقتول کی میراث قاتل کو دینے سے منع کر دیا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب یہ قرآنی آیت نازل ہوئی۔

وَلَمْ يَلْبِسُوْآ اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ. جنہوں نے اپنا ایمان ظلم سے داغ دار نہیں بنایا۔ [الانعام، آیة: ۸۲]

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم میں سے کون ہے جو ظلم نہ کیئے ہو؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ:

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ. [لقمٰن، آیۃ:١٣] بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔

یعنی کہ ظلم سے یہاں مراد شرک ہے جو بخشا نہ جائے گا۔

اسی طریقہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر اس شبہ کا جواب دیا ہے' جس کو ایسے بعض لوگوں نے پیدا کر رکھا تھا جو سنت سے ثابت ہونے والے کسی حکم کا انکار کرتے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ نے گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں سفید بالوں کو اکھاڑنے والی عورتوں اور بناؤٹی حسن کے لئے دانتوں کو رگڑ کر الگ الگ باریک بنوانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔

قرآن مجید پڑھی ہوئی ایک عورت نے کہا جس کا نام ام یعقوب تھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں' یہ بات قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہو میں کیوں نہ اس پر لعنت بھیجوں؟ یہ بات تو قرآن مجید میں موجود ہے' خاتون نے کہا میں نے پورا قرآن پڑھ ڈالا ہے مگر یہ بات مجھے کہیں نہیں ملی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم نے قرآن مجید پڑھا ہے تو اس میں یہ آیت موجود ہے:

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا. [الحشر، آیۃ:٧] رسول ﷺ جو کچھ تم کو دیں اس پر عمل کرو اور جس سے روکیں اس سے باز رہو۔

امام حسن بصری سے مروی ہے کہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ بن حصین ابونجید صحابی سنت نبویہ ﷺ بیان کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے کہا کہ آپ ہم سے قرآن بیان کیجئے۔ اس شخص سے حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے کہا' تم اور تمہارے اصحاب قرآن مجید پڑھتے ہو کیا تم نماز اور اس کی تمام حدود کو قرآن سے بیان کر سکتے ہو؟ کیا تم قرآن سے سونے' اونٹ' گائے اور تمام اقسام مال کا نصاب زکوٰۃ بیان کر سکتے ہو؟ لیکن تم کو کچھ باتیں یاد ہیں اور کچھ نہیں ہیں۔

پھر حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس طرح زکوٰۃ فرض کی ہے۔ اس آدمی نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کو دعائے خیر دیتے ہوئے کہا کہ آپ نے مجھے ایمانی زندگی بخشی' اللہ آپ کو زندہ رکھے۔ امام حسن بصریؒ نے کہا کہ وہ آدمی فقہائے مسلمین سے ہو کر مرا۔

(مستدرک حاکم ص ١٠٩ ج ١' سنن ابی داؤد مع شرح ساعاتی ص ٢٤٤ ج او صححہ الحاکم واقرہ)

جواب منکرین حدیث کی طرف سے پیش کی گئی آیت **مافرطنا فی الکتاب من شئی** کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جس کی دلیل اس آیت کا سیاق سباق ہے اس آیت کے شروع میں یہ ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ . [الانعام، آیة:۳۸]

زمین پر چلنے والا ہر جاندار یا بازو سے اڑنے والا ہر پرندہ تمہاری طرح مخلوق ہیں ان میں سے کسی کا ذکر کتاب کے اندر کرنے میں ہم نے کوئی کمی نہیں کی ہے۔

اگر ہم فرض کرلیں کہ یہاں کتاب سے مراد قرآن ہی ہے تو اس کا وہی جواب ہے جو پہلے شبہ کے جواب میں دیا گیا ہے' یعنی کہ سنت پر عمل دراصل قرآن پر عمل ہے۔ کتاب کا لفظ قرآن و سنت دونوں کو شامل ہے۔

تیسرا شبہ: منکرین حدیث کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ قرآن نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○﴾[الحجر ۱۵،آیة: ۹]

''ہم نے ذکر (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے کہ اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں:

اس کا مفہوم یہ نکلا کہ قرآن کے علاوہ کوئی چیز یعنی حدیث محفوظ نہیں ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کو محفوظ رکھنے کا جو وعدہ کیا ہے وہ صرف قران پر منحصر نہیں بلکہ اس سے مراد اللہ کی وہ شریعت اور دین ہے جس کو دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو مبعوث فرمایا ہے اور دین و شریعت عام چیز ہے قرآن وسنت سب پر مشتمل ہے' ہماری اس بات پر یہ قرآنی ارشاد دلیل ہے کہ:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ [النحل ، آیة:۴۳]

یعنی اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل ذکر سے دریافت کرلیا کرو۔

اہل ذکر سے مراد اللہ کی شریعت اور دین کا علم رکھنے والے لوگ ہیں اور کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنی کتاب قرآن مجید کو محفوظ رکھا ہے اسی طرح سنت کو بھی محفوظ رکھا ہے اس نے سنت کے لئے ایسے علما مہیا اور تیار کئے جو اس کی حفاظت کریں اور نقل و روایت کریں' درس و تدریس دیں اور صحیح و غیر صحیح کو ظاہر و واضح کر دکھائیں۔

ان علمانے اس کارخیر میں اپنی پوری زندگیاں وقف کر دیں' اسانید کے ساتھ احادیث کی نقل و روایت میں بھاری مشقتیں اٹھائیں' رواۃ حدیث اور مقبول و مردود ناقلین کی معرفت و تاریخ حاصل کی' صحیح' حسن' ضعیف' مرسل' معضل اور دوسری اقسام حدیث کی تمیز حاصل کی اور ایسی تمیز حاصل کی کہ کسی بدعتی کے لئے ان پر تنقید میں شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی یا حجیت حدیث میں مجال شک نہیں رہ گیا' کوئی شک نہیں کہ سنت نبوی ﷺ کتب حدیث میں محفوظ و مدون ہو چکی ہے اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی۔

تمام محدثین نے جن میں سرفہرست امام شافعی رحمہ اللہ ہیں نے واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ تمام سنتیں عام اہل علم کے یہاں موجود ہیں اگر چہ کسی عالم کے مقابلہ میں دوسرے عالم کے پاس سنتوں کا علم زیادہ ہے۔

اگر تمام علما کے علوم جمع کیے جائیں تو سب احادیث وسنن یکجا ہو جائیں اور اگر ہر ایک عالم کا علم جدا جدا رکھا جائے تو بعض احادیث وسنن جمع نہ ہو سکیں گی البتہ جو ایک جگہ نہ ہوں گی وہ دوسرے اہل علم کے پاس موجود ہوں گی۔ (الرسالۃ للامام الشافعی ص ۴۳)

بلاشبہ ہم مذکورہ بالا نتیجہ کو قطعی طور پر صحیح سمجھتے ہیں اور ہمیں اس پر یقین کامل ہے کہ نماز' زکوٰۃ' روزہ' حج' معاملات اور فرائض سے متعلق کوئی بھی حدیث نبوی ﷺ ضائع نہیں ہو سکی ہے بلکہ آپ کی فعلی وقولی وتقریری تمام احادیث مدون ہو کر جمع ہو گئی ہیں۔ اگر چہ تدوین وترتیب کے طریقے مختلف ہیں اور مدون کتابوں کے مراتب میں فرق ہے۔

حافظ ابن حزمؒ نے کہا :

''اہل لغت اور علمائے شریعت میں سے کسی کو اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اللہ کی جانب سے تمام وحی کردہ باتیں نازل شدہ ذکر ہیں' لہٰذا پوری کی پوری وحی یقینی طور پر اللہ کے محفوظ کر دینے سے محفوظ ہے' جس چیز کے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے۔ اس کے لئے یہ ضمانت وگارنٹی ہو گئی کہ اس میں سے کوئی چیز ضائع نہ ہو گی اور اس کی کوئی چیز محرف نہ ہو سکے گی اور اس کے باطل ہونے پر واضح دلیل نہ دی جا سکے گی۔ (السنة ومكانتها بحوالہ احكام لابن حزم)

چوتھا شبہ: منکرین حدیث چوتھا شبہ یہ پیش کرتے ہیں کہ حدیث کے اندر بہت سے جھوٹ شامل ہو گئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر دلالت کرنے والی احادیث مروی ہیں

کہ حدیث حجت نہیں مثلاً ایک حدیث یہ مروی ہے کہ میرے بعد حدیث کی اشاعت ہوگی جو حدیث موافق قرآن ہو وہ تو میری حدیث ہے اور جو خلاف قرآن ہو وہ میری حدیث نہیں ہے۔ لہٰذا جو حدیث خلاف قرآن کسی جدید حکم کا اثبات کرے وہ حدیث نبوی ﷺ نہیں رہی اور جو موافق قرآن ہو وہ محض تائید کے طور پر ہے بذات خود کوئی حدیث حجت نہیں۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ ''اگر تم سے ایسی حدیث بیان کی جائے' جسے تم جانتے ہو اور منکر نہیں سمجھتے' اس کی تم تصدیق کرو خواہ میں نے اسے کہا ہو یا نہ کہا ہو' کیونکہ میں معروف بات کہتا ہوں غیر معروف بات نہیں کہتا' لیکن اگر تم سے کوئی ایسی حدیث بیان کی جائے جس سے تم آشنا نہیں ہو تو اس کی تصدیق نہ کرو' خواہ میں نے کہی ہو یا نہ کہی ہو' کیونکہ میں غیر معروف و منکر بات نہیں کہتا''۔ اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ نبی ﷺ کی طرف منسوب شدہ احادیث کو قرآن مجید سے ثابت شدہ احکام پر پیش کیا جائے' جنہیں مسلمان جانتے ہوں' اس صورت میں سنت حجت نہیں ہو سکتی۔

جواب اولاً اللہ تعالیٰ نے ایسے اہل علم فراہم کر رکھے ہیں جو صحیح' حسن' ضعیف و موضوع احادیث کی تمیز کر سکیں اور صادق و کاذب' جید الحفظ سیٔ الحفظ اور مغفل و بیدار مغز رواۃ کی معرفت رکھیں۔ علما نے اس سلسلے میں متعدد کتابیں لکھی ہیں' لہٰذا جن احادیث صحیحہ وحسنہ کو حجت بنایا جا سکتا ہے' وہ منقح و ممتاز ہو چکی ہیں۔ اس لئے اس شبہ کا کوئی دخل حجیت حدیث میں نہیں ہو سکتا کہ حدیث میں جھوٹی باتیں چونکہ شامل ہو گئی ہیں' اس لئے ناقابل وثوق ہیں۔

ثانیاً چوتھے شبہ کے تحت جن دونوں حدیثوں کا ذکر کیا گیا ہے' ان میں سے پہلی حدیث کی بابت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا راوی خالد بن ابی کریمہ مجہول ہے اور ابو جعفر اور رسول اللہ ﷺ کے مابین سند منقطع ہے' کیونکہ ابو جعفر صحابی نہیں لہٰذا یہ حدیث ساقط الاعتبار ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''حدیث مذکور کچھ بھی ثابت نہیں کرتی۔ نہ اس کا چھوٹا جزو ثابت ہے نہ بڑا۔ یہ منقطع حدیث ہے جو مجہول راوی سے مروی ہے' ہم اس طرح کی روایت کو کسی معاملہ میں قبول نہیں کیا کرتے۔

حافظ ابن حزمؒ نے فرمایا کہ ''اس حدیث کی بعض سندوں میں حسین بن عبداللہ نامی راوی ساقط الاعتبار زندقہ کے نام سے متہم ہے''

امام بیہقیؒ نے یہ بھی کہا کہ قران مجید پر حدیث کو پیش کرنے سے متعلق مروی شدہ روایت غیر

صحیح و باطل ہے اور وہ اپنے باطل ہونے پر اپنے مضمون کے اعتبار سے شاہد ہے' کیونکہ قرآن مجید میں یہ حکم کہیں نہیں ہے کہ حدیث کو قرآن پر پیش کرو۔

ثالثاً دوسری حدیث کی بابت یہ جواب ہے کہ یہ اپنی تمام اسانید کے ساتھ ضعیف ہے۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ''یہ حدیث مرسل ہے اور اس کا راوی اصبغ مجہول ہے اور اس کے مضمون میں ایسی بات موجود ہے' جس کی بنا پر ہم اس کو قطعی طور پر مکذوب و غیر صحیح قرار دیتے ہیں وہ یہ کہ ''جو مروی شدہ حدیث موافق قرآن ہو اسے خواہ میں نے کہا ہو یا نہ کہا ہو تم اس کی تصدیق کرو''۔

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم اپنی طرف ایسی بات منسوب کرنے کی اجازت دینے سے بری و محفوظ ہیں' جو مکذوب ہو آپ ﷺ نے اسے کہا نہ ہو جب کہ تواتر سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ''

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدً فَلْيَتَبَوَّ اُ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔))

''جو شخص مجھ پر عمداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا دے۔''

پھر امام ابن حزمؒ نے کہا کہ ''اس حدیث کا ایک راوی عبید اللہ بن سعید مشہور کذاب ہے۔ یہ تو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات کا انتساب ہے کہ ایک طرف آپ فرمائیں کہ فلاں بات اگرچہ میں نے نہ کہی ہو۔

مگر وہ چونکہ موافق قرآن ہے اس لئے میری کہی ہوئی ہے' آخر جو بات آپ ﷺ نے کہی نہیں وہ آپ ﷺ کی کہی ہوئی کیسے ہوگئی؟ ایسی بات کہنے کو جائز قرار دینے والا سوائے کذاب' زندیق اور کافر احمق کے کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔

رابعاً ہم ان دونوں حدیثوں اور ان کے ہم معنی احادیث کے خلاف ان احادیث کو پیش کرتے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے اس بدعت سے ڈرایا اور تنفر دلایا ہے۔ یعنی ترک سنت اور سنت کو حجت نہ بنانے والی ایجاد شدہ ان بدعات سے احادیث صحیحہ میں سخت منع کیا گیا ہے۔

حضرت ابو رافعؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوگ موجود تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا الفين احد كم يا تيه امر من امري قد امرت به او نهيت عنه فهو يتكي على اريكته يحدث بحديثي فيقول بيني وبينكم كتاب الله فما وجدنا فيه حلالاً استحللناه وما وجدنا فيه حراماً حرمناه وانما حرم رسول الله

کما حرم اللہ۔ »[1]

''تم میں سے میں کسی ایسے شخص کو نہ پاؤں جس کے پاس میری حکم کردہ یا منع کردہ کوئی بات آئے تو وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا اعلان کرے کہ ہمارے اور تمہارے مابین کتاب اللہ موجود ہے اس میں جو چیز ہم حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جو حرام پائیں گے۔ اسے حرام سمجھیں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرام کردہ چیز اسی طرح حرام ہے' جس طرح اللہ کی حرام کردہ چیز حرام ہے۔''

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بن معدی کرب کندی صحابی سے مروی ہے کہ جنگ خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند چیزیں حرام کیں جن میں پالتو گدھے وغیرہ بھی تھے' اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا:

« یو شك ان یقعد الرجل منكم علی ار یكته یحدث بحد یثی فیقو ل بینی و بینكم كتا ب اللہ فما و جد نا فیه حلا لًا استحللناه و ما و جدنا فیه حرامًا حر مناه و انما حر م رسول اللہ كما حرم اللہ۔ »[2]

''عنقریب ایک ایسا شخص پیدا ہو گا جو اپنے تخت پر بیٹھا ہوا اعلان کرتا پھرے گا کہ ہمارے اور تمہارے مابین کتاب اللہ موجود ہے اس میں جو چیز حلال کی گئی ہے اسے ہم حلال مانیں گے اور جو حرام کی گئی ہے اسے حرام مانیں گے۔ سنو! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حرام کردہ چیزیں اسی طرح حرام ہیں جس طرح اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔''

پانچواں شبہ: منکرین حدیث کا قول ہے کہ جس مروی حدیث سے کوئی جدید شرعی حکم ثابت ہو وہ خلاف قرآن ہے۔ (یعنی اس حدیث کو خلاف قرآن ہونے کے سبب مردود ہونا چاہیے)

جواب سنت کبھی تو قرآن کے اجمالی بیان کی تفصیل کے طور پر آتی ہے' مثلاً نمازوں کی رکعات کی تعداد اور زکوٰۃ کے نصاب نیز مناسک حج کی تفصیلات وغیرہ اور کبھی حدیث مراد قرآن کی تفسیر کے طور پر آتی ہے جیسا کہ آیت قرآنی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَلَمْ یَلْبِسُوْ ا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ کے سلسلے میں گذری ہوئی حدیث کا حال ہے' اس حدیث کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] (ابو داؤد ج ۲ مستدرك ج ۱۔ ترمذی وحسنہ)

[2] (ابو داؤد' ترمذی' دارمی' ابن ماجہ' مستدرك و جامع بیان العلم ج ۲)

نے آیت مذکورہ میں واقع شدہ لفظ ظلم کا معنی شرک بتلایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے معصیت کے ارتکاب کو جو ظلم سمجھ رکھا تھا' اس وہم کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی کی۔ اور کبھی حدیث مستقل حکم شرعی کے طور پر آتی ہے مثلاً پالتو گدھوں' پھاڑ کھانے والے درندوں' کچلی کے دانتوں والے حیوانات اور نکاح متعہ کی حرمت وغیرہ۔

تواتر معنوی وہ حدیث ہے' جس کے الفاظ اگرچہ مختلف ہوں مگر سب کا مضمون ایک ہو جیسے حوض کوثر' قیامت کے روز شفاعت اور دیدار الٰہی سے متعلق وارد شدہ احادیث۔

اخبار آحاد۔ وہ احادیث ہیں جن کو صرف ایک' دو یا تین راوی روایت کرتے ہوں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جس حدیث کے رواۃ حدیث متواتر کی تعداد کو نہ پہنچے ہوں وہ اخبار آحاد ہیں۔

اخبار آحاد کے منکرین دو گروہ ہیں' ایک گروہ عقائد و اعمال دونوں میں اخبار آحاد کی حجیت کا منکر ہے۔ دوسرا صرف عقائد میں حجیت حدیث سے انکار کرتا ہے۔ یہ بات بہت سے متکلمین اشاعرہ' ماتریدیہ' معتزلہ اور اہل اصول کہتے ہیں اور دور حاضر کے بہت سے نام نہاد علما بھی اس معاملہ میں ان کی ہمنوائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

منکرین اخبار آحاد کے دونوں فرقوں کے شبہات اور ان کے جواب

پہلا شبہ: منکرین اخبار آحاد کے طرف سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا. [الاسراء، آیۃ: ۳۶]

جس بات کا تم کو علم یقینی نہیں ہے' اس کے پیچھے مت پڑو' کان' آنکھ اور دل سبھی سے بروز قیامت باز پرس ہوگی۔

دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا. [یونس، آیۃ: ۳۶]

ظن ثابت شدہ حق کے بالقابل کسی کام کا نہیں ہے۔

اور بطریق آحاد مروی شدہ احادیث ظنی ہیں ان میں راوی سے خطا و نسیان سرزد ہونے کا احتمال رہتا ہے اور جس کا یہ حال ہو وہ قطعی علم والی نہیں ہے۔ لہٰذا استدلال کے لئے مفید نہیں۔

جواب اس شبہ کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ دین کے فروعی اور جزئی مسائل میں

"ظن" پر عمل واجب ہے اور فروعی وجزئی مسائل معلوم کرنے کا راستہ زیادہ تر ظن ہی سے ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ نصوص قرآن سمجھنے میں لوگوں کی عقلیں مختلف ہیں اور نصوص قرآنی کے معانی بیان کرنے میں مجتہدین متعدد مذاہب اختیار کرتے ہیں اور کوئی بھی مجتہد اپنے اجتہاد کو قطعی طور پر صحیح نہیں کہتا۔ اس کے باوجود اس پر اجماع ہے کہ اپنے اجتہاد کے مطابق آدمی کو عمل کرنا واجب ہے حالانکہ یہ اجتہاد ظنی چیز ہے پھر خبر واحد پر عمل کا بھی تو یہی حال ہوتا ہے کہ وہ ظنی ہے لہٰذا اس پر عمل واجب ہوا۔

بہت سے متکلمین اور اہل اصول جو یہ کہتے ہیں کہ دین کے اصول اور قواعد عامہ یعنی عقائد کو ظنی طریق پر قطعاً نہیں اخذ کیا جا سکتا اور فروع میں معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ فرعات میں ظن پر عمل ہو سکتا ہے تو حقیقت امر اس کے بالکل برعکس ہے۔ اصول وفروع کے مابین خبر واحد سے استدلال کے معاملہ میں یہ تفریق غلط ہے۔ حق بات یہ ہے اور اس سے اعراض کی گنجائش نہیں کہ عقائد جس طرح خبر متواتر سے ثابت ہوتے ہیں اسی طرح خبر واحد سے بھی ثابت ہوتے ہیں۔ متکلمین و اصولیین کی یہ تفریق بدعت ہے، جس کو ان لوگوں نے معتزلہ وجہمیہ اور دوسرے گمراہ فرقوں کی تقلید میں ایجاد کر لیا ہے۔ خبر واحد کے واجب العمل والاعتقاد ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث کا بیان عنقریب آ رہا ہے۔

قرآنی آیت " ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا " سے منکرین حجیت خبر واحد کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں واقع شدہ لفظ ظن سے وہ ظن مذموم مراد ہے جس کا راجح ہونا معلوم نہ ہو بلکہ مرجوح ہو یا ایسا خالی خولی ظن جس کے قابل اتباع ہونے پر دلیل نہ ہو مثلاً محض نفس پرستی کی بنا پر ترجیح یا رغبت وتخمین کی بنیاد پر ترجیح اس کی توضیح دوسری آیت سے ہوتی ہے:

إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ٥ [النجم، آیة: ۲۳]	یہ کفار صرف ظن پرستی ونفس پرستی کی پیروی کرتے ہیں، حالانکہ اس کے خلاف ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔

جو ظن راویوں یا رواۃ کے مابین ترجیح پر قائم ہو اور بذریعہ استدلال حدیث یا رائے کے راجح ہونے پر منتہی ہو وہ درحقیقت اس بات کی اتباع ہے جس کا احسان ہونا معلوم ہے یا ایسے قطعی علم کا

اتباع ہے جو زیادہ راجح ہو' ایسا ظن دلیل اور علمی بنیاد پر قائم ہوا کرتا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو شریعت کی پیش کردہ ہے اور اس کو اہل عقل لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے۔

اہل عقل جو عمل کرتے ہیں اسے راجح سمجھ کر کرتے ہیں اور اس کے راجح ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ یہی وہ احسن طریقہ ہے جس کے اتباع کی طرف قرآن کریم نے دعوت دیتے ہوئے کہا ہے:

وَاتَّبِعُوٓا اَحۡسَنَ مَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۔ [الزمر، آیة : ۵۵]

تمہارے رب کی طرف سے جو ''احسن چیز'' اتاری گئی ہے تم اس کی اتباع کرو۔

یہ تو اتباع علم ہے ظن مجرد کا اتباع نہیں ہے۔ اس پر آیت:

وَلَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِهٖ عِلۡمٌ ۔ [الاسراء، آیة:۲۶]

جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو تم اس کی اتباع مت کرو۔

کا اطلاق اور ظن راجح کا اتباع علم کے قبیل سے ہے۔

یہ معلوم ہے کہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک مسلمان اخبار آحاد کی پیروی کرتے اور ان پر برابر عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔ نیز اخبار آحاد سے غیبی امور اور اعتقادی حقائق کو ثابت مانتے ہیں۔ مثلاً ابتدائے تخلیق کی باتیں اور علامات قیامت جیسی چیزیں' بلکہ اخبار آحاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات بھی کرتے ہیں۔

اگر اخبار آحاد مفید علم نہ ہوتیں اور اثبات عقائد نہ کرتیں تو صحابہ' تابعینؒ اتباع تابعینؒ اور ائمہ اسلام کل کے کل ایسی باتوں کے متبع قرار پائیں گے جن کا انہیں علم نہیں تھا' حافظ ابن قیمؒ نے ''مختصر الصواعق'' میں کہا ہے کہ ''اس قسم کی بات کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا''۔

دوسرا شبہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ ظہر و عصر میں سے کسی نماز کی صرف دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دینے کے بعد صرف ذوالیدین نامی ایک آدمی کے اس بیان کو قبول کرنے میں آپ ﷺ نے توقف کیا' جس نے آپ ﷺ سے کہا تھا کہ نماز مختصر کر دی گئی ہے یا یہ کہ آپ ﷺ نے بھول کر صرف دو رکعات پر سلام پھیر دیا ہے؟

شخص مذکور کی خبر آپ ﷺ نے اس وقت تک قبول نہیں کی جب تک کہ حضرت ابو بکرؓ و عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے حاضرین نے اس کی تصدیق نہیں کر دی۔ ان لوگوں کی تصدیق کے بعد آپ ﷺ نے باقی دو رکعت نماز پوری کی اور سجدہ سہو کیا' اگر خبر واحد حجت ہوتی تو ذوالیدین کی

خبر پر بلا توقف وتامل عمل کرتے ہوئے آپ نماز پوری کرتے۔

جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالیدین کی خبر قبول کرنے میں اس لئے توقف کیا تھا کہ بہت سارے موجود لوگوں میں سے کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی تھی صرف ذوالیدین نے اسے تنہا بیان کیا۔ اس لئے آپ کو یہ توہم ہوا کہ شاید یہ خود غلط فہمی میں مبتلا ہوں۔ اور خبر واحد میں وقوع وہم کی علامات کی موجودگی میں توقف واجب ہے' البتہ جب دوسرے لوگ اس کی مواقفت کریں جس سے وقوع وہم کی علامت رفع ہو جائے' جیسا کہ ذوالیدین کے معاملہ میں ہوا تو ایسی خبر و حدیث کے مقتضی پر عمل واجب [1] ہے۔

پھر حدیث ذوالیدین سے اخبار آحاد کی حجیت کے منکرین کیونکر استدلال کر سکتے ہیں' کیونکہ حدیث مذکور کے مطابق ذوالیدین کی خبر کی تصدیق کرنے والوں کی تعداد درجہ تواتر کو نہیں پہونچتی پھر بھی خبر ذوالیدین کی تصدیق کرنے والوں کی بات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا۔ جس کا مفاد یہ ہوا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر واحد پر عمل کیا' اس سے تو خود ہمارے اس موقف ونظریہ کی تائید وتصویب ہوتی ہے کہ خبر واحد حجت ہے۔

تیسرا شبہ: خبر واحد پر ترک عمل متعدد صحابہ سے مروی ہے' چنانچہ دادی کی میراث کے سلسلے میں مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ کی روایت کردہ خبر واحد کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق نے رد کر دیا تھا۔ پھر

---

[1] ہم کہتے ہیں کہ ذوالیدین والی حدیث اس بات کی دلیل قاطع ہے کہ ثقہ راوی کی خبر واحد مفید علم ہے کیونکہ ذوالیدین کی کہی ہوئی بات فی نفسہ حق اور واقع امر کے مطابق تھی اگرچہ اسے بیان کرنے میں وہ منفرد تھے اور ان کی اس بات کی موافقت میں بولنے سے توقف کرنے کے اسباب موجود تھے' جس کی وجہ سے دوسرے لوگوں نے یہ بات نہیں کہی تھی' اس لئے کسی ثقہ راوی کے بیان کی موافقت کا نہ پایا جانا فی نفسہ اس کی بیان کردہ خبر کے مفید علم ہونے سے مانع نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خبر مذکور کے معاملہ میں توقف اس لئے نہیں تھا کہ خبر مذکور مفید علم نہیں تھی۔ بلکہ اس کا سبب اصل میں یہ تھا کہ آپ ﷺ کو وہم ونسیان کے سبب یقین تھا کہ میں نے نماز پوری پڑھی یعنی کہ آپ میں اور ذوالیدین میں اس معاملہ کے اندر اختلاف ہو گیا جس کو دوسروں کے بیانات کے ذریعہ حل کیا گیا۔

جب محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ نے حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق و تائید کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا۔ طلب اذن کے معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن خطاب نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ خبر واحد کو رد کر دیا حتیٰ کہ جب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کی تو انہوں نے اسے مانا۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ وعمر رضی اللہ عنہ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خبر حکم رضی اللہ عنہ بن ابی العاص کی واپسی کے متعلق رد کر دی تھی۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے مفوضہ کے معاملہ میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ اشجعی کی حدیث رد کر دی تھی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر کی روایت کردہ اس حدیث کو رد کر دیا تھا' جس میں مذکور ہے کہ میت پر رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

جواب یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خبر واحد پر عمل کیا ہے' ہم عن قریب ان دلائل و واقعات میں سے بعض کا ذکر کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خبر واحد پر عمل کرتے تھے۔

اگر بعض اخبار احاد پر عمل کرنے میں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے توقف منقول ہے تو یہ چیز اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ وہ اس پر عمل کے قائل نہیں تھے بلکہ یہ بات وہ کسی شک وتردد اور وہم کی بناء پر کرتے تھے یا پھر اس کی تحقیق میں رغبت کی بنیاد پر ایسا کرتے تھے۔

اس سلسلے میں بطور مثال وہ حدیث پیش نظر رکھو' جس کو مخالفین دلیل بنائے ہوئے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دادی کی میراث میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی خبر واحد رد کر دی تھی۔

اس معاملہ میں امر واقع یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث مغیرہ کو اس لئے رد نہیں کیا تھا کہ وہ خبر واحد کو حجت نہیں مانتے تھے' بلکہ انہوں نے اس لئے توقف کیا تھا کہ اس کی تائید میں کوئی حدیث سامنے آئے اور اسلام میں اس قانون کی موجودگی کے اعتقاد میں اضافہ کریں یعنی کہ دادی کو پوتے کی میراث سے چھٹا حصہ ملنے کی مزید تائید مطلوب تھی۔ چونکہ یہ ایک ایسا قانون و معاملہ تھا جو نص قرآنی میں نہیں تھا' اس لئے اس پر عمل کرنے اور اسے برقرار رکھنے یا ماننے کے لئے تحقیق مزید و احتیاط بلیغ کی ضرورت محسوس ہوئی اور جب محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ نے بھی شہادت دی کہ انہوں

نے بھی اس سلسلے میں مغیرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سنی ہے تو حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ پر عمل کرنے میں انہیں کوئی تردد نہ رہ گیا۔ ❶

اسی قسم کی بات حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ خبر واحد کو رد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بابت بھی کہی جاسکتی ہے۔اس طرز عمل سے دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حقیقی مقصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درس بلیغ دینا تھا' نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والوں کو بھی سبق دینا مقصد تھا کہ کہیں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی غلط بات نہ داخل ہو جائے۔اسی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ:

میں آپ کو متہم نہیں سمجھتا لیکن یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے' اس کی حفاظت وصیانت مقصود ہے۔

اسی طرح کی بات ہر اس روایت کے سلسلے میں کہی جاسکتی ہے' جو اس مضمون کی حامل ہو یعنی کہ یہ خبر واحد کی عدم حجیت کی دلیل کے طور پر وارد نہیں ہوئی' ورنہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی موافقت صرف ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کے کر دینے سے کوئی روایت دائرہ خبر واحد سے خارج نہیں ہوتی بلکہ اس کی موافقت اور دو' تین صحابی بھی کریں تو بھی وہ خبر واحد ہی رہے گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے سوالات کرتے ہی رہتے تھے وہ ایک دوسرے کے جوابات دیتے' ایک دوسرے کی تردید کرتے' ایک دوسرے کی غلطی پکڑتے اور یہ صرف اللہ کے

---

❶ اس حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تائید میں محمد بن مسلمہ کی شہادت کے باوجود بھی حدیث مذکور خبر واحد کے دائرہ میں رہتی ہے۔ وہ خبر واحد کے درجہ سے اوپر نہیں جاتی۔ اس لئے واقعۂ مذکورہ بذات خود خبر واحد کی حجیت کی دلیل ہے نیز روایت کردہ مذکورہ میں اس بات کا اشارہ تک نہیں پایا جاتا کہ اگر حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تائید میں شہادت محمد بن مسلمہ نہ ہوتی تو حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عمل نہ کرتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل کا مقصد صرف اس قدر تھا کہ اگر حدیث مذکور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے والے دوسرے لوگ بھی ہوں تو اشاعت حدیث مذکور کے لئے اسے بیان کریں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صرف خبر واحد پر بلا توقف و بلا تحقیق عمل کیا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ کے خبر واحد ہونے کے سبب اس پر عمل کرنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو توقف تھا اس دعوی پر کوئی دلیل نہیں دی جاسکتی کہ موصوف کو اس پر عمل کرنے میں محض اس لئے توقف تھا کہ وہ خبر واحد تھی۔

اس حدیث کی بابت یہ پوچھ لینے کو کہ اسے اور بھی ''کسی صحابی نے زبان نبوی سے سنا ہے۔'' اس پر عمل کرنے میں توقف سے تعبیر ہی غلط ہے قرآن مجید نے اپنی بابت کہا کہ ''اگر تم ہماری بیان کردہ آیات کو نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو'' (سورۃ النحل ۴۳) تو کیا یہ پوچھنا اس امر کی دلیل ہے کہ اہل ذکر (اہل کتاب) جب تک مضمون قرآن کی تصدیق و تائید نہ کریں تب تک اسے ماننے میں توقف کرو۔

دین کو محفوظ رکھنے کے واسطے محنت صرف کرتے تھے اور احادیث نبویہ ﷺ کو غلطی اور وہم سے بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ امام آمدی نے کہا کہ جن احادیث کو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رد کیا قبول کرنے میں توقف کیا' اس کے مختلف اسباب مقتضی ہوتے تھے' مثلاً ان کے معارض کوئی دوسری چیز ان کی اپنی نظر میں موجود ہوتی تھی یا کوئی شرط اس کے قبول کرنے سے مانع ہوتی تھی اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ وہ ان احادیث کو حجت نہیں مانتے تھے' کیونکہ احادیث پر عمل کرنے میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفق تھے' اسی لئے ہمارا یہ اجماع ہے کہ کتاب وسنت کے ظواہر حجت ہیں۔

اگر بعض کا ترک جائز ہے یا ان کے مقبول ہونے میں توقف ہے تو اس کے خارجی اسباب ہیں۔ (الاحکام للآمدی)

خبر واحد کے مقبول وقابل عمل ولائق اعتقاد ہونے پر کچھ دلیلیں

① حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انیس رضی اللہ عنہ اسلمی سے فرمایا کہ فلاں آدمی کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ ارتکاب زنا کی معترف ہو تو اسے سنگسار کر دینا۔ انیس رضی اللہ عنہ گئے اور عورت مذکورہ نے اعتراف زنا کر لیا۔ بنا بریں اسے انیس رضی اللہ عنہ نے سنگسار کر دیا۔ حضرت انیس رضی اللہ عنہ واحد شخص تھے۔ انہوں نے حکم نبوی ﷺ کے مطابق حد شرعی نافذ کی۔ اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو اقامت حد کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انیس رضی اللہ عنہ کو تن تنہا نہ بھیجتے اور خاتون مذکور اس خبر واحد کی تعمیل بھی کرنے پر راضی نہ ہوتی' کیونکہ اس نے فرمان نبوی ﷺ خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نہیں سنا تھا' بلکہ صرف ایک شخص کی خبر واحد سے اسے یہ حدیث معلوم ہوئی تھی۔

② تحویل قبلہ کی خبر دینے والے صرف ایک شخص کی خبر پر اہل قباء بحالت نماز بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو برقرار رکھا اور یہ معلوم ہے کہ یہ معاملہ عقیدہ وعمل دونوں سے متعلق ہے۔

عقیدہ یہ ہے کہ کعبہ کا قبلہ ہونا قبلہ بیت المقدس کا ناسخ ہے اور یہ کہ خانہ کعبہ کی طرف رخ کئے بغیر نماز صحیح نہیں ہوگی' اور عمل یہ کہ اہل قباء نے بالفعل خبر واحد پر عمل کرتے ہوئے بیت المقدس کے بجائے نماز ہی کی حالت میں خانہ کعبہ کی طرف رخ کر لیا اور یہ معلوم ہے کہ نماز اسلام کے

ارکان میں توحید کے بعد سب سے اہم رکن ہے۔

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان عرب وعجم کے پاس دعوت اسلام دینے کے لئے قصد بھیجے اور یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہر بادشاہ کے پاس صرف ایک قاصد بھیجا گیا تھا یا زیادہ سے زیادہ دو قاصد تھے جن کے ساتھ مکتوب نبوی ﷺ تھا اور یہ مکتوب متواتر نہیں تھا۔ اس کے باوجود جس کو توفیق ہوئی وہ مسلمان ہوا اور اس نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھیجے گئے قاصد کے ذریعہ روانہ کردہ پیغام نبوی ﷺ حجت ہے۔ اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ فرد واحد کو شاہان مذکورین کے پاس نہ بھیجتے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور انہیں ہدایت کی تم اہل کتاب کے یہاں جا رہے ہو۔ سب سے پہلے تم انہیں کلمۂ توحید کی دعوت دینا اگر وہ مان لیں تو انہیں بتلانا کہ ان پر دن بھر میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ (بخاری ومسلم)

شاہان وقت اور عام لوگوں کے پاس دین اسلام قبول کرنے کی دعوت کے لئے ایک ایک آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجنا اور لوگوں کا ان کی دعوت و پیغام کے مطابق ایمان لانا خبر واحد کے مقبول و حجت ہونے کی بنیاد پر تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ دعوت دین اور کفر سے اسلام کی طرف لانے کی تبلیغ دین کی بنیاد اور جڑ ہے یعنی کہ یہ عقیدہ کی بات ہے اسی مقصد کے لئے رسولوں کی بعثت ہوئی تھی اور اسی غرض سے اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل کی تھیں، یہ چیز عملیات سے بھی تعلق رکھتی ہے۔

اس کے باوجود یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ خبر واحد عقائد کے معاملہ میں مقبول و حجت نہیں یہ تفرقہ آخر عقائد و اعمال کے مابین کیسے پیدا ہو گیا؟

④ قرآنی آیت

لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ. جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے، اس کو نہ مانو نہ اس پر عمل کرو۔ [الاسراء، آیۃ:۳۶]

اور یہ معلوم ہے کہ عقائد اور اعمال سے متعلق جملہ امور میں عہد صحابہ سے اہل اسلام اخبار آحاد کو مانتے اور ان پر عمل کرتے تھے بلکہ اخبار آحاد سے صفات باری تعالیٰ کا اثبات تک کرتے تھے۔ اگر آیت مذکورہ کا مفاد یہ ہوتا کہ خبر واحد سے علم دعقیدہ کا اثبات وافادہ نہیں ہوتا

تو لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ اور ان کے بعد کے اسلاف نے ایسی باتوں کا اتباع کیا جن کا انہیں علم نہیں تھا۔ حافظ ابن قیمؒ نے کہا کہ ایسی بات کہنا کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔ (مختصر الصواعق ص ۳۹۶ ج ۲)

⑤ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (وفی قراۃ فتبثبتوا). [الحجرات، آية: ٦]

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق کسی قسم کی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر کے اس کے مطابق عملی قدم اٹھاؤ۔

اس آیت کا مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ثقہ آدمی کوئی بھی خبر لائے تو وہ خبر حجت ہے اور اس کی چھان بین، تحقیق و تفتیش کی حاجت نہیں، بلکہ فوراً اس کو قبول کیا جائے۔ اسی بنا پر حافظ ابن قیم نے اعلام ج ۲ ص ۳۹۴ میں بیان کیا:

''یہ آیت قطعی طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ خبر واحد حجت ہے، جس کے لئے چھان بین اور تحقیق کی ضرورت نہیں ہے اگر خبر واحد مفید علم نہ ہوتی تو افادۂ علم حاصل کرنے کے لئے خبر واحد کی چھان بین اور تحقیق کا حکم ہوتا تا کہ عمل کیا جا سکے۔ نیز اس موقف پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ سلف صالحین ہمیشہ کہتے رہتے تھے کہ فلاں بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی یا یہ کام کیا، یا اس کا حکم دیا اور اس سے روکا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ طرز عمل بالکل معروف و معلوم ہے صحیح بخاری میں بہت سے مقامات پر یہ ہے کہ صرف ایک صحابی نے کوئی حدیث بیان کی۔ ظاہر ہے کہ یہ شہادت ہے اور اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرداً فرداً اکیلے قول و فعل کا انتساب کر دیا کرتے تھے۔ اگر یہ چیز یعنی خبر واحد مفید علم نہیں تو اس کا مطلب نعوذ باللہ یہ ہوا کہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا علم اور بغیر جانے بوجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتساب کر دیا کرتے تھے۔

(رسالة الحديث حجة بنفسه فی العقائد والاحكام للعلامه ناصر الدين البانی رقم ۵۴)

⑥ سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کا حکم دینے والی بعض آیات کا تذکرہ یہاں پر کیا جاتا ہے:

(الف) ارشاد قرآنی ہے کہ:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا. [الاحزاب، آية:٣٦]

کسی مومن مرد یا عورت کو اللہ و رسول کے کئے ہوئے فیصلہ کے وقت کوئی اختیار نہیں' اور جو اللہ و رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلی ہوئی ضلالت میں پڑ گیا۔

(ب) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ . [الحجرات، آية: ١]

اے ایمان والو! اللہ و رسول سے آگے مت بڑھو (یعنی ان کی نافرمانی مت کرو) اللہ سے ڈرو' بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

(ج) قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ○ [آل عمران، آية: ٣٢]

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرو' اگر لوگ اس سے سرتابی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

(د) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا○ [النساء، آية : ٥٩]

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اور اپنے ذمہ داران حکومت کی اطاعت کرو۔ اگر کسی معاملہ میں تمہارا نزاع ہو جائے۔ تو اسے اللہ و رسول کے پاس حل کرنے کے لئے لے جاؤ۔ اگر اللہ اور آخرت پر تم ایمان رکھتے ہو۔ یہی اچھا اور باعتبار انجام سب سے بہتر طریقہ ہے۔

(ہ). لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○ [النور، آية: ٦٣]

جس طرح تم ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہو' اس طرح رسول کو مخاطب نہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو چپکے سے کھسک جایا کرتے ہیں۔ جو لوگ حکم نبوی ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے ہوشیار و خبردار رہنا چاہیے کہ کہیں مبتلائے فتنہ نہ ہو جائیں یا عذاب الیم کے شکار نہ ہو جائیں۔

(و) وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ [الحشر، آیة: ۷]

اور اللہ کے رسول ﷺ جو حکم تمہیں دیں، اسے قبول کرو، اور جس سے روکیں اس سے باز رہو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔''

(ز) اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِهٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۝ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا. [النساء، آیة: ۶۰،۶۱]

کیا آپ انہیں نہیں دیکھتے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ پر اور آپ سے پہلے لوگوں پر نازل شدہ آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ طاغوت کو حکم بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں، حالانکہ انہیں طاغوت کے انکار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں بہت دور والی ضلالت میں پھنسا دے۔ ان لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ چیزوں اور رسول کی طرف آؤ، تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ بری طرح آپ سے اعراض اور انحراف کرتے ہیں۔

ہر معاملہ میں اتباع نبوی ﷺ کی ترغیب دلانے والی بعض احادیث کا بیان

① ((عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال کل امتی یدخلون الجنة الا من ابی قالوا ومن یابی؟ قال من اطاعنی دخل الجنه ومن عصانی فقد ابی۔)) ❶

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے سبھی لوگ جنت میں داخل ہوں گے صرف وہ نہیں داخل ہوں گے جو انکار کریں گے۔ لوگوں نے عرض کیا انکار کرنے والے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا جو لوگ میری اطاعت کرتے ہیں، وہ جنت میں داخل ہوں گے، مگر جو میری نافرمانی کرتے ہیں وہی منکر ہیں۔''

② ((عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه

❶ (بخاری و مسلم)

وسلم قال انما مثلی ومثل ما بعثنی اللہ بہ کمثل رجل اتی قوماً فقال یا قوم انی رایت الجیش بعینی وانی انا النذیر العریان فالنجاء النجاء فاطاعہ طائفۃ من قومھم فادلجوا فانطلقوا علی مھلھم فنجوا وکذبت طائفۃ منھم فاصبحوا مکانھم فصبحھم الجیش فاھلکھم واجتاحھم فذلک مثل من اطاعنی فاتبع ما جئت بہ ومثل من عصانی وکذب بما جئت بہ الحق۔)) ❶

''حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز (شریعت) دے کر مجھے بھیجا ہے' اس کی اور میری مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قوم کے پاس آکر کہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر دیکھا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے میں تم کو اس سے کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں۔ لہٰذا نجات کا راستہ سوچو۔ تو اس کی قوم کے ایک گروہ نے اس کی بات مان کر رات میں راہ فرار اختیار کر لی یعنی وہ لشکر کے آنے سے پہلے چل نکلے اور بچ گئے' لیکن دوسرے گروہ نے اس شخص کی تکذیب کی اور صبح تک اپنی جگہ پڑے رہے اور صبح ہی کے وقت لشکر نے اس پر حملہ کر کے ہلاک و برباد کر دیا۔ یہی مثال میری ہے۔ جس نے میری اطاعت کی اور میری لائی ہوئی شریعت کی پیروی کی وہ نجات یافتہ ہے اور جس نے میری نافرمانی اور تکذیب کی اور میرے لائے ہوئے' مذہب حق کو نہیں مانا وہ برباد ہو گیا۔''

③ ((عن المقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ الا لا یحل لکم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السباع ولا لقطۃ معاھد الا ان یستغنی عنھا صاحبھا ومن نزل بقوم فعلیھم ان یقروہ وان

❷ (بخاری و مسلم)

لم یقروہ فلہ ان یعقبھم بمثل قراہ۔)) ❶

''حضرت مقدام بن معدی کرب ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنو! مجھے قرآن کے ساتھ اسی جیسی چیز اور دی گئی ہے اور یہ بھی سنو کہ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ایک آسودہ حال شخص کہتا پھرے گا کہ تم صرف قرآن مجید پر عمل کرو اس میں جو حلال ہوا سے حلال مانو اور جو حرام ہوا سے حرام مانو۔ حالانکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حرام کردہ چیز اللہ کے حرام قرار دینے کی طرح ہے' سنو! پالتو گدھے کچلیوں والے درندے' ذمی کی گری پڑی چیزیں حرام ہیں' البتہ اس چیز کا مالک اگر اس سے بے نیاز ہو تو دوسری بات ہے۔ جو آدمی کسی (یعنی ذمی کا) مہمان ہو لیکن میزبان مہمان نوازی نہ کرے تو وہ اس سے مہمان نوازی کے سامان لے سکتا ہے۔ (یعنی حکومت سے شکایت کر کے)''

④ ((عن ابی ھریرۃ ؓ قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا بعد ھما ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض۔)) ❷

''حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں کتاب اللہ اور اپنی سنت چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان پر جب تک عمل کرو گے' کبھی گمراہ نہ ہو گے' یہ دونوں چیزیں کبھی جدا نہیں ہو سکتیں' یہاں تک کہ ایک ساتھ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گی۔''

مذکورہ آیات و احادیث کن باتوں پر دلالت کرتی ہیں؟

پہلی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے میں کوئی فرق نہیں ہے اور ان میں سے کسی کے حکم کی موجودگی میں کسی مومن مرد یا عورت کو اس کے خلاف کچھ کرنے کا اختیار نہیں ہے' بلکہ دل و جان سے اس کی تعمیل و اطاعت فرض ہے اور رسول اللہ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے مترادف ہے۔

❶ (ابو داؤد' ترمذی' حاکم' احمد' بسند صحیح) ❷ (مالک وحاکم)

دوسری آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ سے تقدم ناجائز ہے' اسی طرح رسول ﷺ سے آگے بڑھنا بھی جائز نہیں۔ مطلب یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بات نہ کہیں تم بھی وہ بات مت کہو' نہ کوئی حکم دو نہ فتویٰ دو اور نہ کسی معاملہ کا فیصلہ رسول کے فیصلے سے پہلے کرو اور کوئی شک نہیں کہ اصول ہو یا فروع اگر کوئی آدمی خبر واحد پر عمل نہیں کرتا تو وہ اللہ و رسول دونوں کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے اور اللہ و رسول دونوں سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بات نہ اللہ نے کہی ہے نہ رسول نے کہ خبر واحد مت مانو' نہ انہوں نے اس کا حکم دیا' نہ فتویٰ دیا۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے یعنی وفات پا گئے مگر ان کی سنت باقی و موجود ہے۔ لہٰذا سنت کی مخالفت کرنے والے کے پاس کوئی عذر بھی موجود نہیں۔

تیسری آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اطاعت رسول سے روگردانی کافروں کا کام ہے اور رسول اللہ کا مطیع اللہ کی اطاعت کرنے والا ہے۔ مگر منکرین حدیث یا منکرین حجیت اخبار آحاد اللہ و رسول سے اعراض و روگردانی کرنے والوں میں داخل ہیں' بالفاظ دیگر یہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ سے اعراض کرنے والے ہیں۔

چوتھی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ باہمی نزاع اور اختلاف کے موقعہ پر اللہ و رسول کی طرف رجوع کیا جائے اور دونوں قسم کی حدیثوں کے منکرین اپنے اختیار کردہ موقف میں کتاب و سنت پر اعتماد نہیں کرتے' اور نہ اس نزاعی معاملہ میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے ہیں بلکہ اپنی عقل و خواہشات اور خود ساختہ اصول و قواعد کی طرف رجوع کرتے ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ آیات و احادیث کو بھی اپنے خانہ ساز اصول و ضوابط کے تابع بنائے ہوئے ہیں۔ جو آیات و احادیث ان کے اختراع قواعد و ضوابط کے مطابق ہیں' انہیں قبول کرتے ہیں اور جو موافق نہیں انہیں مختلف حیلوں سے رد کرتے ہیں اختراعی اسی بنا پر انہوں نے جب یہ قاعدہ بنایا کہ اخبار احاد صرف مفید ظن ہیں تو انہوں نے اپنے اس قاعدہ کو ایک ہتھیار قرار دے لیا جس کو بہت ساری آیات و احادیث کے خلاف بطور محاربہ

استعمال کیا۔ یہ آیات واحادیث اللہ کے اسماء وصفات احوال برزخ' حشر ونشر' نزول مسیح' آخرت میں دیدار الٰہی وغیرہ امور پر مشتمل ہیں۔ ان لوگوں کا محاربہ یہ ہے کہ کبھی ان آیات واحادیث کو تاویل کرتے ہیں اور کبھی اس شبہ آفرینی کے ذریعہ انہیں رد کر دیتے ہیں کہ یہ مفید ظن نہیں ان سے علم کا افادہ نہیں ہوتا۔

دیگر مذکورہ آیات واحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ مخالفت نبوی معصیت ہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعینؒ اور علمائے کرام کا موقف احادیث نبویہ ﷺ کی بنیاد پر یہ تھا کہ مطلق طور پر اطاعت نبوی کی جائے اس معاملہ میں عقائد وغیر عقائد کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ نیز یہ کہ سنت قرآن کی تفسیر وتوضیح ہے اور قرآن مجید اپنے بیان معانی میں سنت سے مستغنی نہیں ہے بلکہ واجب الاتباع ہونے میں سنت قرآن ہی کی طرح ہے۔

انحراف وضلالت سے بچانے والی چیز صرف کتاب وسنت ہر دو پر عمل ہے اور یہ قانون قیامت تک کے لئے ہے' لہٰذا دونوں کے مابین تفریق جائز نہیں۔

اسی طرح عقائد وعملیات میں اس طرح کی تفریق جائز نہیں کہ عقائد میں خبر واحد حجت نہیں اور عملیات میں حجت ہے' یہ نظریہ بدعت ہے جس سے سلف آشنا نہیں تھے۔ اہل بدعت نے عقائد واعمال کے معاملہ میں مذکورہ بالا تفریق والا حربہ استعمال کر کے بہت سے عقائد کو ختم کر دیا جیسا کہ اس طرف پہلے بھی اشارہ ہو چکا ہے۔

الحدیث حجۃ نفسہ' للعلامۃ ناصر الدین الالبانی کی نقل کے مطابق حافظ ابن قیمؒ نے کہا:

''عقائد واعمال میں تفریق مذکور اجماع امت سے باطل ہے کیونکہ ہمیشہ سے عقائد کے معاملہ میں خبر واحد کو اسی طرح حجت مانا جاتا رہا ہے جس طرح اعمال میں خصوصاً ان احکام میں جو اس مضمون پر مشتمل ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں مسئلہ شروع کیا ہے اور فلاں بات اس نے واجب کر رکھی ہے اللہ کا دین اور اس کی شریعت اللہ کے اسماء وصفات پر قائم ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعینؒ اتباع تابعین رحمہم اللہ' اہل حدیث واہل سنت صفات الٰہیہ' اسمائے الٰہیہ' تقدیر اور احکام کے جملہ

مسائل میں اخبارِ آحاد کو حجت مانتے تھے۔''

تفریق مذکور کے کتنے قائلین اپنے موقف پر دعوائے اجماع رکھتے ہیں۔ حالانکہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ صحابہ کرام ؓ و تابعین ؒ اور جملہ علمائے کرام اس موقف کے خلاف تھے اور اجماع کیا گیا ہے۔ تفریق مذکور کے قائلین کے اس پر بھی دعوائے کی بنیاد اس پر ہے کہ عقائد میں علم یقینی کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ظن کار آمد نہیں ہے اور اعمال کا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ ہم اس تفریق کا توڑ اور تردید حافظ ابن قیم ؒ کے مذکور بالا بیان کے ذریعہ کر سکتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ علمی امور کا مقصود دو چیزیں ہیں' ایک علم اور دوسرا عمل۔ اگر علم اس بات پر دلالت کر رہا ہو کہ اللہ و رسول ﷺ پر ایمان رکھنا ضروری ہے تو اس ایمان کے ساتھ عمل کا منسلک رہنا لازم ہے یعنی اللہ و رسول سے محبت کی جائے ان کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ ان کے دشمنوں یعنی اہل کفر و نفاق سے بغض و عداوت رکھی جائے' جو لوگ اللہ و رسول سے محبت کریں ان سے دوستی اور جو ان سے دشمنی رکھیں ان سے دشمنی رکھی جائے۔

عمل صرف ظاہری اعضا کے افعال پر منحصر نہیں ہے جیسا کہ عقائد و اعمال میں تفریق مذکور کے قائلین نے سمجھ رکھا ہے' جس طرح علمی امور میں مطلوب دو چیزیں علم و عمل ہوتی ہیں اسی طرح عملی امور کا بھی حال ہے۔ مثلاً تمہارا یہ علم کہ فلاں کام کرنا واجب ہے یا مستحب و حرام ہے تمہیں یہ بتلاتا ہے کہ اس کام کے واجب و مستحب یا حرام ہونے کا عقیدہ رکھو اور یہ کہ تم اپنے اس علم کے مطابق اس پر عمل کرو اس صورت میں عملی امور سے متعلق علم و عمل یعنی فروعی امور کا تعلق بھی علمی امور کے ساتھ ہو گیا۔

حافظ موصوف ؒ نے کہا:

''مذکورہ بالا تفصیل سے مسائل ایمان کے معاملہ میں بہت سارے متکلمین غافل ہیں اور یہ گمان رکھتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق کا کہتے ہیں' اعمال اس سے خارج ہیں اور یہ قبیح ترین بھاری غلطی ہے۔ کیونکہ بہت سے کفار بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دل سے معترف تھے' اس میں شک نہیں رکھتے تھے' لیکن اس تصدیق کے ساتھ ان کا عمل قلب نہیں دیتا تھا۔ یعنی آپ سے محبت' آپ کی لائی ہوئی شریعت سے محبت اور اس سے رضا مندی وغیرہ

لہٰذا تم اس موضوع کو نظر انداز مت کرو' کیونکہ یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس سے تم ایمان کی حقیقت جان سکتے ہو' علمی مسائل بھی عملی حیثیت رکھتے ہیں اور عملی مسائل بھی علمی حیثیت رکھتے ہیں' شارع نے لوگوں سے صرف عمل کرانے پر اکتفا نہیں کیا' بلکہ ان کے متعلق علم رکھنے کا بھی حکم دیا ہے۔

ہمارا یہ کلام اس صورت میں ہے جبکہ ہم یہ فرض کر لیں کہ اخبار آحاد صرف مفید ظن ہیں مفید علم نہیں مگر علامہ سفارینی نے کہا:

''اخبار آحاد اگر مستفیض و مشہور ہوں تو ان سے نظری علم حاصل ہوتا ہے' علامہ ابن مفلح وغیرہ نے امام ابو اسحاق اسفرائینی و ابن فورک سے یہی نقل کیا ہے' اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مشہور خبر واحد مفید علم ہے۔ اکثر لوگوں کے نزدیک غیر مشہور خبر واحد صرف مفید ظن ہوتی ہے اگر چہ اس کی تائید میں قرینہ بھی موجود ہو' کیونکہ اس میں بعض رواۃ سے سہو و خطا کا احتمال رہتا ہے۔''

امام موفق' ابن حمدان طوفی' اور بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ قرائن کی موجودگی میں خبر واحد مفید علم ہوتی ہے' علامہ علاء الدین علی بن سلیمان المرداوی نے شرح التحریر میں کہا کہ موفق وغیرہ کی بات ہی زیادہ صحیح و ظاہر ہے۔ بقول ماوردی اگر چہ قرائن کو عادۃً ضبط نہیں کیا جا سکتا لیکن دوسرے اہل علم کہتے ہیں کہ قرائن قید و ضبط میں لائے جا سکتے ہیں' جن سے اسی طرح کا اطمینان حاصل ہو سکتا ہے جس طرح خبر متواتر اور اس جیسی حدیث سے اطمینان ہوا کرتا ہے اور احتمال شک کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ غیر مشہو خبر واحد کو اگر وہ ائمہ کرام نقل کریں' جن کی امامت و جلالت وصلاحیت ضبط متفق علیہ ہے اور ان کی روایت کردہ خبر واحد کو امت قبول کرتی ہے تو وہ خبر واحد مفید معلوم ہوتی ہے۔

قاضی ابو یعلی نے کہا کہ ہمارا یہی مذہب ہے۔ ابو الخطاب نے کہا کہ ہمارے اصحاب کا ظاہر کلام یہی ہے کہ ایسی خبر واحد مفید علم ہے اور اسی مذہب کو امام ابن الزاغونی رحمہ اللہ نے اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اختیار کر رکھا ہے' اور حنفی و شافعی و حنبلی مذہب کے اصولی لوگوں کا اختیار کردہ مذہب بھی یہی ہے کہ جس خبر واحد کو امت علمی اور عملی طور پر قبول کرے وہ مفید علم ہے۔ البتہ تھوڑے سے لوگوں نے متکلمین کی تقلید میں اس مذہب سے اختلاف کیا ہے ورنہ ایسی خبر واحد کے مفید علم ہونے کی

بات کا تذکرہ امام ابو اسحٰق، ابو الطیب، عبدالوہاب مالکی، سرخسی حنفی اور ان جیسے دیگر حنفیہ اور مالکیہ نے بھی کیا ہے اور اکثر فقہا اہل حدیث، سلف صالحین اور اکثر اشاعرہ وغیرہم کا یہی موقف ہے۔

(لوامع الانوار البھیجة ج ۱)

جن احادیث کو امت نے قبول کیا ہے ان میں صحیحین کی احادیث بھی ہیں کیونکہ ان کا صحیح ہونا قطعی ہے، اس سے صرف وہ احادیث مستثنیٰ ہیں جن پر نقد کیا گیا ہے۔ ان احادیث سے یقینی طور پر نظری علم حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ امام ابن الصلاح نے اپنی کتاب علوم الحدیث میں جزم کے ساتھ فرمایا ہے اور حافظ ابن کثیرؒ ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ نے اس کی حمایت و تائید کی ہے اور حافظ ابن قیمؒ نے اس طرح کی احادیث کی مثالیں بھی ذکر کی ہیں، مثلاً، انما الاعمال بالنیات" اور فرض رسول اللہ ﷺ زکوٰۃ الفطر اور اس جیسی متعدد احادیث۔ (مختصر صواعق ج ۲)

علامہ سفارینی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اخبار آحاد مفید ظن ہی ہیں تو اس مفروضہ سے اخبار آحاد کی متعدد اقسام خارج ہیں جن سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے، یعنی کہ جب خبر واحد مشہور و مستفیض ہو اور اسے امت نے قبول کر لیا ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "خبر واحد کو جب امت علمی و عملی طور پر قبول کرے تو وہ موجب و مفید علم ہے"۔ یہی احناف و شوافع و حنابلہ کا اختیار کردہ مذہب ہے۔ نیز خبر واحد قرائن کی موجودگی میں بھی مفید علم ہے، جیسا کہ علامہ سفارینیؒ نے امام موفق و ابن حمدان و طوفی اور مرداوی سے نقل کر رکھا ہے اور شیخ مرداوی نے کہا ہے کہ یہی زیادہ صحیح و اظہر مذہب ہے۔

خبر واحد کی ایک چوتھی قسم بھی مفید علم ہونے والی احادیث میں شامل ہے اور وہ یہ کہ جس کی سند کے سبھی رواۃ ائمہ حفاظ ہوں، مثلاً وہ احادیث جن کو امام مالک نے نافع عن ابن عمر اور اس طرح کی دوسری سندوں سے نقل کر رکھا ہے۔

خبر واحد کی حجیت پر جب ہماری بحث ختم ہو گئی تو ہم ان بدعات پر گفتگو شروع کرتے ہیں، جن کو بیان کرنے کیلئے یہ کتاب لکھ رہے ہیں۔

مذہبی تعصب کی بعض بدعتیں

مذہبی تعصب والی بدعت تقلیدی مذہب کے متبعین میں پھیلی ہوئی ہے' تم بہت سے متعصب حنفیہ کو دیکھو گے کہ سنت نبویہ کے احکام سے ناواقف ہیں۔ حالانکہ وہ علما کے بھیس میں ہوتے ہیں اور علم ومعرفت کے دعوے دار بھی ہوتے ہیں چنانچہ ان کا خیال ہے کہ غیر حنفی کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز صحیح نہیں ہوتی' ان کا خیال نہایت برا خیال ہے حتی کہ یہ لوگ رکوع جاتے وقت اور رکوع سے کھڑے ہوتے وقت اور تشہد اولی سے اٹھتے وقت رفع الدین کرنے اور بوقت تشہد التحیات پڑھتے ہوئے انگشت شہادت اٹھانے والے پر سخت نکیر وتنقید کرتے ہیں' بلکہ بعض لوگوں کے غلو حماقت اور جہل وضلال کا یہ حال ہے کہ جو لوگ " انا مومن ان شاء الله " کہنے کے قائل ہیں۔ ان کے ایمان ہی میں وہ شک کرتے ہیں۔ یہی حال دوسرے تقلیدی مذاہب کے متعصب مقلدین کا بھی ہے خواہ وہ شافعی ہوں یا مالکی ہوں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حق صرف ان کے تقلیدی مذہب میں محصور ومقید ہے اور اس کی مخالفت کبھی بھی جائز نہیں ہے گویا ان کا تقلیدی مذہب نازل شدہ قرآن مجید ہے جس کو جبرائیل امین لے کر آئے ہیں۔

بعض کی شدت تعصب کا یہ حال ہے کہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ سمجھتے ہیں' جو ان کے تقلیدی مذہب کے علاوہ کسی دوسرے تقلیدی مذہب کا مقلد ہو اور اپنی بیٹی کا نکاح ایسے شخص سے نہیں کر سکتا جو تقلید پرستی میں اس کا ہم مذہب نہ ہو۔ اس قسم کی باتیں اگر معروف اہل بدعت سے صادر ہوں تو تعجب نہیں بلکہ بہت زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے جو نام نہاد علما کہلاتے ہیں اور اہل سنت والجماعت ہونے کے مدعی ہوتے ہیں اور اپنے کو ائمہ اربعہ میں سے کسی کی طرف منسوب کرتے ہیں گویا یہ نام نہاد مدعیان اہل علم ودعوے داران اہل سنت اپنے اماموں کے اس متفقہ رمان کا علم نہیں رکھتے کہ " اذا صح الحدیث فلا عبرة با لمذهب " جب صحیح حدیث مل جائے تو ہمارے اختیار کردہ مذہب وقول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اس طرح کی بات امام شافعی' ابو حنیفہ اور دوسرے اماموں نے بھی کہہ رکھی ہے [1] گویا یہ نام نہاد علما جو جہلا کہلانے کے زیادہ حق

---

[1] امام شافعیؒ نے فرمایا۔

اَصَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ وَاضْرِبُوْا بِقَوْلِیْ الْحَائِطَ " صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے اس کے خلاف رے قول کو دیوار پر مار دو۔"

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دار ہیں یہ نہیں جانتے کہ جن اماموں کی تقلید کا یہ لوگ دم بھرتے ہیں انہوں نے کسی کو اپنی متابعت (تقلید) کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ انہوں نے قول الٰہی وقول نبوی کی متابعت واطاعت کا حکم دیا ہے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ۝ [الاعراف، آیۃ: ۳]

ان احکام کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہارے طرف اتارے گئے ہیں اور اس کے سوا دیگر اولیا کی اتباع نہ کرو، تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

ائمہ کرام رحمہم اللہ کا علمی مقام ودینی خدمات اپنی جگہ پر ہیں، ان کا انکار جاہل ومکار آدمی ہی کرسکتا ہے وہ لوگ راہ حق کے راہبر ہیں، اپنے علم کے مطابق انہوں نے کام کیا، لیکن یہ غیر معقول دعوٰی ہے کہ ایک عالم تمام علوم پر حاوی ہو اور اسے تمام احادیث معلوم ہوں یہ محال باتوں میں سے ہے، البتہ ہر عالم اپنے علم کے مطابق مسئلہ بتلاتا اور فتوٰی دیتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے وہ باتیں کہیں جو ان کے خیال میں صحیح تھیں مگر انہیں اس کا پتا نہیں تھا کہ ان سے امام مالک رحمہ اللہ وامام شافعیؒ واحمد رحمہ اللہ نے کس بنا پر اختلاف کیا ہے؟ حالانکہ ان حضرات میں سے سب کا یا کسی ایک کا قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بالمقابل زیادہ صحیح ہوسکتا ہے۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

القول المفید. ص ۲۴ یجب تقدیم کلام اللہ ورسول علی اقوال العلماء حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱/ص ۱۵۷. باب حکایت حال الناس قبل المأۃ الرابعۃ وبعدھا.

امام مالک رحمہ اللہ نے قبر نبوی کی طرف اشارہ کرکے کہا:

کل یوخذ من قولہ ویترک الا صاحب ھذا القبر واشار الی قبر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم.

حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱/ص ۱۵۷ باب حکایت حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ بعدھا.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر ہر شخص کی بات رد وقبول دونوں ہوسکتی ہے۔''

یعنی اگر موافق حق ہے تو قابل قبول ورنہ مردود ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ ''اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی باتیں ہمارے سر آنکھوں پر لیکن ان کے بعد تابعین وغیرہ کی باتیں ماننا ہم پر ضروری نہیں کیونکہ وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی ہیں۔''

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ تم لوگ نہ میری تقلید کرو، نہ امام مالکؒ واوزاعیؒ کی۔ بلکہ جہاں سے ہم احکام اخذ کرتے ہیں تم بھی کرو، ہم قرآن وحدیث سے تجاوز نہیں کرتے۔

امام شافعیؒ کی بات دوسرے اہل علم واماموں سے بھی مروی ہے اس موضوع پر معلومات کے لئے حافظ ابن قیم کی کتاب ''اعلام الموقعین'' اور علامہ فسلانی کی کتاب ''ایقاظ اولی الھمم والاعتبار'' وغیرہ کی طرف مراجعت کیجئے۔

یہی حال دوسرے اماموں کا ہے مثلاً امام شافعیؒ وغیرہ کا قول ضعیف ہو اور ان کے بالمقابل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا قول زیادہ صحیح ہو۔

دریں صورت مسلمانوں کو اپنے دین کا حریص ہونا چاہیے یعنی اس پر ضروری ہے کہ اللہ و رسول کے احکام کی تعمیل کرے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے طور و طریق کی مخالفت نہ کرے اور کتاب و سنت کی دلیل نہ جان پائے تو ائمہ کرام مثلاً آئمہ اربعہ کے اقوال لے سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی مسئلہ میں اسے کتاب و سنت کی صحیح دلیل معلوم ہو جائے اور امام کا مذہب اس دلیل صحیح کے خلاف ہو تو مذہب امام ترک کر کے اتباع دلیل سے کام لے' تقلیدی مذاہب کی تقلید و عصبیت ترک کر دے' بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ تمام ائمہ کرام رحمہم اللہ حق و صواب پر تھے' سب کے سب مجتہد تھے' ان کے درمیان تم تفریق مت کرو اور کسی کے خلاف کسی کی بے جا حمایت مت کرو' تمہارے سامنے ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کی بات پیش کر رہے ہیں جس سے تم کو اس معاملہ میں تشفی ہو جائے گی۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ سے کیا ہوا ایک سوال اور اس کا جواب

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ سے یہ سوال کیا گیا :

ایک آدمی تقلیدی مذاہب میں سے کسی مذہب کا فقیہ ہے اور اس کی بصیرت رکھتا ہے' پھر اسے حدیث سے اشتغال ہوا' اسے کچھ احادیث صحیحہ ملیں جن کے ناسخ و مخصص یا معارض کا اسے علم نہیں لیکن یہ احادیث صحیحہ اس کے تقلیدی مذہب کے خلاف ہیں۔ تو کیا اسے تقلیدی مذہب کی پیروی کرنی چاہیے جو احادیث مذکورہ کے خلاف ہیں یا اس پر اپنے تقلیدی مذہب کو چھوڑ کر حدیث کے مطابق عمل کی طرف رجوع کرنا لازم ہے؟''

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے اس سوال کا یہ جواب دیا:

''الحمد للہ رب العالمین' کتاب و سنت اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت فرض کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کی ہر بات کی اطاعت کو فرض نہیں کیا حتیٰ کہ امت کی صدیق اکبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ کی نافرمانی

کروں تو کوئی اطاعت ضروری نہیں' پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (وسابقہ انبیاء) کے علاوہ کوئی بھی شخص معصوم نہیں ہے۔

ائمہ اربعہ نے لوگوں کو تقلید سے منع کیا ہے' لہٰذا ان اماموں کی یہ بات ماننی واجب ہے' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے بیان کردہ فقہی مسئلہ کی بابت فرمایا کرتے تھے کہ یہ محض میری ذاتی رائے ہے اپنی دانست میں میری یہ بات سب سے اچھی ہے' اگر کوئی شخص اس سے بہتر رائے پیش کرے تو تم اسے قبول کر لیں گے یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے افضل ترین شاگرد امام ابو یوسفؒ جب امام دارا لہجرۃ امام مالک رحمہ اللہ کے پاس آئے اور ان سے صاع اور سبزیوں میں زکوۃ کے متعلق مسئلہ پوچھا تو امام مالک رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں وہ جواب دیا جو سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تھا' اس موقع پر امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ میں آپ کے اس فرمان کی طرف رجوع کرتا ہوں' اگر میرے استاد امام ابوحنیفہ بھی یہ جان لیتے تو اپنے قول سے اسی طرح رجوع کر لیتے جس طرح میں نے رجوع کر لیا ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے چل کر یہاں تک کہا کہ جس نے علماء کے کسی اختلافی مسئلہ میں غور کیا اور دیکھا کہ کسی ایک امام کے قول کی موافقت میں دلالت کرنے والے نصوص کتاب وسنت موجود ہیں' جن کے معارض کوئی دلیل غور کے باوجود اسے نظر نہیں آتی تو اس کے سامنے دو معاملات ہیں یا تو وہ اپنے تقلیدی امام کی متابعت کرے جس کا قول خلاف نصوص ہے' (حالانکہ اس طرح کے اقوال امام سے حجت شرعیہ قائم نہیں ہوتی یہ تو محض ایک تقلیدی عادت ہے جس کے خلاف دوسرے مقلدین کا طرز عمل کچھ اور ہوتا ہے یعنی کہ وہ اپنے امام کے مذہب سے اشتغال رکھتا ہے اور اس کے خلاف نصوص کو چھوڑ دیتا ہے۔) یا پھر اس کے سامنے دوسرا راستہ یہ ہے کہ اس قول کی پیروی کرے جو اس کی نظر میں از روئے نصوص راجح ہے اس موقع پر کسی بھی امام کی اگر وہ موافقت کرتا ہے تو ٹھیک ہے اور نصوص سے اس کا عمل خلاف نہیں رہتا۔

یہ بات اس صورت میں ہے جب ہم یہ مان لیں کہ شخص مذکور کی نظر نصوص پر قاصر ہے اور مسئلہ مذکورہ میں اس کا اجتہاد وسائل اجتہاد کمزور ہونے کے سبب پورا نہیں ہے۔ لیکن اگر شخص مذکور پوری طرح اجتہاد پر قادر ہے اور دوسرے قول کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ نصوص کو دفع کرنے کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اس صورت میں اسے اتباع نصوص لازم ہے۔ اگر وہ اس صورت میں اتباع نصوص کے بجائے تقلیدی مذہب کی متابعت کرتا ہے تو وہ متبع ظن ہے اور نفس

پرستی میں مبتلا ہے اور اللہ و رسول کے بڑے نافرمانوں میں سے ہے' اگر میں اس دلیل کا علم نہیں رکھتا' اس لئے تقلیدی قول کی پیروی کرتا ہوں تو اس سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ .[سورة التغابن،آية:١٦] ''اللہ کا تقوی اپنی استطاعت بھر اختیار کرو''۔

تو ان نصوص کے خلاف تم موہوم دلیل کا علم اس مسئلہ کی بابت رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو موہوم دلیل کے بجائے تم پر اس دلیل کی پیروی راجح ہے جس پر تم واقف ہو۔ لہٰذا تم پر ضروری ہے کہ معلوم شدہ نصوص کی پیروی کرو' پھر اگر بعد میں تم پر اس کے خلاف کوئی دلیل ظاہر ہو جائے تو تم اس ظاہر دلیل کی پیروی کر لینا۔ اس معاملہ میں تمہاری حیثیت اس مستقل مجتہد کی طرح ہوگی جو اجتہاد بدل جانے پر اپنی فقہی رائے بدل کر دوسری رائے کی طرف منتقل ہو جایا کرتا ہے۔ حق ظاہر ہونے پر اپنی رائے چھوڑ کر حق کی پیروی ہی طریق محمود ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے قول پر اڑے رہنا غلط روی ہے۔

اگر مقلد کوئی حدیث سنے خصوصاً ایسی حدیث جس کو ثقہ رواۃ نے بیان کیا ہو تو ایسی حدیث چھوڑ کر تقلیدی مذہب کی بات پر عمل کرنے کے لئے اس آدمی کے پاس کوئی عذر نہیں رہ جاتا۔

اگر اس مسترشد مستفتی سے کہا جائے کہ تم زیادہ جانتے ہو یا فلاں امام زیادہ جانتے ہیں' جن کی تقلید کی جاتی ہے تو یہ معارضہ فاسدہ ہوگا کیونکہ امام مذکور سے اس مسئلہ میں اسی جیسے دوسرے اماموں نے اختلاف کر کے حدیث و نصوص کے مطابق فتوی دیا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے آگے چل کر فرمایا:

اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے کہ حدیث صحیح پر تقلیدی مذہب کی بات مقدم رکھی جائے تو اس سے اللہ و رسول کے حکم سے اعراض لازم آئے گا اور ہر تقلیدی امام نبی و رسول کی طرح بن جائے گا۔ یہ بات دین کو بدل دینے کے ہم معنی ہے اور نصاریٰ کے اس طرز عمل کے مشابہ ہے' جس کی مذمت قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ○ [التوبة، آية: ٣١]

عیسائیوں نے اپنے علما اور مذہبی پیشواؤں کو اللہ کے علاوہ رب بنا لیا' نیز انہوں نے حضرت عیسیٰ کو بھی رب بنا لیا' حالانکہ انہیں صرف ایک ہی معبود اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ اللہ پاک ہے ان تمام چیزوں سے جن کو یہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ (فتاوی ابن تیمیہ رحمہ اللہ)

حسنہ اور سیئہ بدعتوں کی تقسیم

بدعات کو حسنہ اور سیئہ (اچھی اور بری بدعات) میں تقسیم کرنا کار باطل ہے' کیونکہ اس پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل قائم نہیں ہے' بلکہ کتاب وسنت نے ہر قسم کی بدعات سے مطلقاً منع کیا ہے۔ کتاب اللہ میں ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو حکم دیں' اُسے لے لو اور جن باتوں سے منع کریں ان سے باز رہو۔ [الحشر ، آیة : ۷]

اور رسول اللہ ﷺ یہ بدعات لے کر ہمارے پاس نہیں آئے' نہ انہوں نے ان کا ہم کو حکم دیا جنہیں اکثر مسلمان کرتے ہیں۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ان بدعات سے روکا اور ڈرایا ہے اس سلسلے کی کچھ حدیثیں گذر چکی ہیں۔

حضرت عرباض رضی اللہ عنہ بن ساریہ کی روایت کردہ حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ:

((وَاِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) [1]

''تمام ایجاد کردہ بدعات سے بچو' کیونکہ ہر بدعت ضلالت وگمراہی ہے۔''

اس حدیث میں جو ہر بدعت کو ضلالت کہا تو اس عموم میں ہر قسم کی بدعات آ گئیں اور اس عمومی حکم کی تخصیص اللہ ورسول کی طرف سے نہیں کی گئی ہے کہ بدعات کو حسنہ کہہ کر ایجاد کرنے اور ان پر عمل کرنے والے حجت پکڑ سکیں۔

بدعات کی اس تقسیم سے بہت سارے ایسے لوگ فریب میں مبتلا ہو گئے جو عالم سمجھے جاتے ہیں اور بہت سے صوفیا اور مقلد فقہا اور جاہل عوام اس تقسیم کے سبب گمراہ ہو گئے۔

تم دیکھتے ہو کہ یہ لوگ کچھ ایسی عبادتیں کرتے ہیں جو اللہ ورسول سے منقول نہیں۔ اگر

---

[1] (کتاب السنہ: ابن ابی عاصم ج ۱/ ص ۱۹/ المعجم الکبیر: الطبرانی ج ۱۸/ ص ۲۴۶/ مسند احمد ج ۴/ ص ۱۲۶۔ سنن ابی داؤد ج ۵/ ص ۱۳ کتاب السنة باب فی لزوم السنة (۴۶:۷) الجامع الترمذی ج ۵.۴۴ کتاب العلم باب ما جاء فی الأخذ حدیث نمبر (۲۶۷۶) ابن ماجه ج ۱ ص / ۱۴ فی المقدمة حدیث نمبر (۴۴) دلائل النبوة ج ۶/ ص ۵۴۱ باب اخبار بظهور الاختلاف مشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۸ کتاب الایمان، حدیث نمبر ۱۶۵۔

انہیں کوئی عالم یا متعلم ان بدعات سے منع کرے تو کہتے ہیں کہ اگر تمہارے خیال میں یہ چیزیں بدعت ہیں تو یہ بدعت حسنہ ہیں۔ مثلاً میلاد النبی‘ اذان کے بعد منبروں پر جہراً درود وسلام‘ اذان سے پہلے مناجات اور دعائیں نیز رسول اللہ ﷺ کے سلسلے میں نعتیہ اشعار پڑھنا وغیرہ۔

علم سے خالی جاہل آدمی یا بدعات کو حسنہ قرار دینے والے جامد ومقلد اساتذہ سے پڑھے ہوئے نام نہاد علما جن کے ذہنوں میں یہ جامد بدعتی اساتذہ بدعات کو اچھے قالب میں ڈھال کر بٹھا دیتے ہیں وہ اپنی ناقص ونا کارہ عقل کے سبب ان بدعات کو حسنہ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ مثلاً رسول پر درود سلام کا حکم قرآن وسنت میں دیا گیا ہے‘ پھر اذان کے بعد منبروں پر جہراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر درود وسلام پر کیوں نکیر کی جاتی ہے اور اسے بدعت کہا جاتا ہے‘ اور حب نبوی ﷺ واجبات ایمان میں سے ہے‘ اور بندہ بغیر حب نبوی کے مومن نہیں ہوسکتا اور حب نبوی کے باعث ہی ہم میلاد النبی کی محفلیں رچاتے ہیں پھر ان پر کیوں نکیر کی جاتی ہے‘ اور انہیں بدعت کہا جاتا ہے؟ مگر ان اہل بدعت پر یہ حقیقت مخفی ہے کہ قرآن مجید میں اگرچہ نبی ﷺ پر درود وسلام کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے مشروع ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ ارشاد ربانی ہے:

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا . [الاحزاب ، آية:٥٦]

اے ایمان والو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجو۔

لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنے مقرر کردہ مؤذنوں سے یہ نہیں کہا کہ اذان کے بعد تم بالجہر منبروں کے اوپر درود وسلام پڑھو اور نہ تو کسی شخص نے اذان کے بعد زمانہ نبوی سے لے کر زمانہ مابعد تک اس طرح کا کام کیا مگر اب کچھ ممالک میں اہل بدعت اس طرح کا کام کرنے لگے ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے میلاد خوانی ومحافل میلاد رچانے کا حکم بھی نہیں دیا اور نہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم نے یہ کام کیا۔ حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کرامؒ ان اہل بدعت کے بالمقابل میں کہیں زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتے تھے۔

قارئین کرام کے شبہات کی رفع کرنے کے لئے ہم عنقریب بعض بدعات کو حسنہ کہنے والوں کے شبہات کی وضاحت عقلی ونقلی دلیلوں سے کریں گے۔

بعض بدعات کو حسنہ قرار دینے پر بعض اہل بدعت کے دلائل کا جائزہ

بعض اہل بدعت کہتے ہیں کہ فلاں علامہ نے کہا ہے کہ بعض بدعات حسنہ بھی ہوتی ہیں اور یہ بات بہت سے مقلدین کہتے پھرتے ہیں۔ لیکن اس طرح کی بات کرنے والوں اور ان سے اختلاف رکھنے والوں کے مابین حکم اور فیصل کتاب اللہ اور سنت نبویہ ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ.

''جس معاملہ میں تمہارا کوئی اختلاف ہو اس کا تصفیہ اللہ کے یہاں ہے' اللہ میرا رب ہے اور میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں''

[الشوری، آیۃ ۱۰]

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا.

اگر کسی معاملہ میں تمہارا نزاع ہو جائے تو اسے اللہ ورسول کے پاس لے جاؤ اگر تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہی طریق کار احسن اور بہترین نتیجہ والا ہے۔

[النساء، آیۃ: ۵۹]

علمائے اصول نے کہا ہے کہ ''نکرہ'' کا لفظ اگر نفی یا نہی یا شرط کے سلسلے میں آئے تو عموم کا معنی دیتا ہے اور دونوں آیتوں میں ''شیٔ'' کا لفظ نکرہ ہے جو شرط کے سلسلہ بیان میں آیا ہے۔ لہٰذا آیت کا معنی یہ ہوا کہ امت اسلامیہ خصوصاً علماء کے مابین جب کوئی بھی اختلاف کسی بھی معاملہ میں ہو تو اس کا مرجع اللہ ورسول ہیں اور جب ہم اللہ ورسول یعنی کتاب وسنت کی طرف اس متنازعہ فیہ اختلافی معاملہ میں رجوع کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ایجاد بدعت کی کوئی گنجائش واجازت نہیں اور نہ بدعات پر عمل کرنے کا کوئی جواز ہے۔

امام شافعیؒ کا یہ کہنا کہ بدعات دو طرح کی ہیں' محمودہ ومذمومہ' جو بدعات موافق سنت ہیں وہ محمودہ ہیں اور جو خلاف سنت ہیں وہ مذمومہ ہیں تو بدعات محمودہ سے موصوف کی مراد وہ باتیں ہیں جو دنیوی مصالح ومنافع اور معاشی امور سے متعلق ایجاد کی گئی ہیں اور ان کے خلاف نصوص موجود نہیں ہیں مثلاً وائرلیس' بجلی' ہوائی جہاز' موٹروں' ٹیلی ویژن اور اس طرح کی دوسری نفع بخش عمدہ ایجادات کا معاملہ ہے کہ ان کا استعمال جائز ہے' کیونکہ یہ نہ ضرر رساں ہیں نہ لوگوں کو کسی خرابی

میں مبتلا کرتی ہیں' نہ ان کا استعمال کسی حرام کام کے ارتکاب پر آمادہ کرتا ہے اور نہ یہ چیزیں اصول دین میں سے کسی چیز کو منہدم کرتی ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دے رکھی ہے کہ اپنے دنیاوی مصالح کے لئے اس کے بندے جو چیزیں چاہیں ایجاد کریں۔ چنانچہ اس نے فرمایا:

وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ تم اچھے کام کرتے رہو' تا کہ کامیاب بن سکو۔

[الحج، آیۃ: ۷۷]

بدعات کی تحسین کرنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات

بدعات کو حسنہ قرار دینے والے مندرجہ ذیل روایات سے استدلال کرتے ہیں۔

① صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يُنْقَصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا۔)) ❶

''جس نے کوئی اچھا طریقہ نکالا اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والے کا بھی ثواب اسے ملے گا اور اس کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا جائے گا اور جس نے کوئی برا راستہ نکالا اس کے اوپر اس کا اور اس پر عمل کرنے والے کا گناہ ہوگا اور عمل کرنے والے کا گناہ کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔''

② ایک حدیث یہ مروی ہے کہ:

''مسلمان جس بات کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ٹھیک ہے''۔

③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جمعہ کے روز ایک اذان کا اضافہ کیا اور عہد صدیقی میں قرآن مجید مدون و مرتب ہوا۔

④ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب نماز تراویح باجماعت پڑھنے کا مشورہ دیا تو فرمایا تھا کہ ''نعمت البدعة هذه'' یعنی یہ بدعت اچھی ہے اور اس طرح کی نماز تراویح پڑھنے والوں سے وہ لوگ

❶ (صحیح سنن ابن ماجه ج۱ /ص۔۱٤۱ باب من سن۔)(۱۷۲)(۲۰۷) مجمع الزوائد ج۱/ ص۱٦۷ ((باب فیمن سن خیرا)) الکامل ج٥ /ص۱۷۰۷۔ فتح الباری کتاب الاذان باب الذکر بعد الصلاة۔ص۳۳۱۔ج۹ / ص۱۳ کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن))

بہتر ہیں جو سور ہتے ہیں۔

جواب ۲'۱۔ جن احادیث میں ایجاد بدعات سے مطلقاً منع کیا گیا ہے وہ مذکورہ بالا روایات کے بالمقابل زیادہ صریح وواضح اور تعداد میں بھی بڑھی ہوئی ہیں اور کم از کم یہ بات ماننی پڑے گی کہ مذکورہ بالا جن روایات سے بدعات کو حسنہ قرار دینے والے استدلال کرتے ہیں وہ روایات ان صریح المعنی اور کثیر العدد احادیث کے معارض ہیں اور جن روایات مذکورہ سے بدعات کی تحسین کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں اگر ان کا وہی مطلب ومعنی ہوتا جو یہ اہل بدعت سمجھ رہے ہیں تو سب سے پہلے ان احادیث وروایات کے ناقل وراوی صحابہ وتابعین وغیرہ ان کی ایجاد کردہ اور حسنہ قرار دی ہوئی بدعات کو ایجاد کرتے جنہوں نے اپنی جانیں اور اپنے اموال اللہ تعالیٰ کے لئے راہ خدا میں صرف کر دیے مثلاً حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی وعلی مرتضی رضی اللہ عنہم وامام زہری وابن المبارک امام مالک' وشافعی واحمد بن حنبل وغیرہم ورحمہم اللہ تعالیٰ' لیکن ان حضرات میں سے کسی نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کہی' جس سے ہم یقینی طور پر جان گئے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے جو ان اہل بدعت نے سمجھ رکھا ہے۔

۳۔ پہلی حدیث کا خصوصی جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حسنہ وسنت سیئہ کا ذکر ہے اس میں بدعت حسنہ وبدعت مذمومہ کا ذکر نہیں ہے اور لفظ سنت کا اطلاق لغت میں عادت طور' طریقہ' اخلاق وکردار اور طبیعت ومزاج پر بھی ہوتا ہے' تو یہاں پر سنت حسنہ وسیئہ سے یہی مراد ہے کہ جو آدمی کوئی اچھی عادت وطبیعت وکردار ومزاج اور طور طریقہ رکھے وہ قابل تحسین ہے اور اس کے برعکس کرنے والا مذموم ہے۔ یہاں بدعت حسنہ وسیئہ کا کوئی معاملہ ومسئلہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہے۔ جو عمل لائق ثواب وقابل تحسین ہوتا ہے اس کے لئے دلیل ہوتی ہے۔ لہٰذا بدعات کو حسنہ قرار دینے والوں پر دلیل پیش کرنا لازم ہے کہ یہ بدعات حسنہ اور قابل ثواب ہیں؟

ہمارا موقف یہ ہے کہ صرف وہی عمل حسن ہو سکتا ہے جس کے کرنے کا حکم شارع نے دیا ہو یا خود کیا ہو یا اس پر تقریر فرمائی ہو (تقریر شارع کا مطلب بیان کیا جا چکا ہے)۔ یہ اہل بدعت کہتے ہیں کہ ایسے امور بھی حسنہ ہو سکتے ہیں جن کا حکم شارع نے نہیں دیا یا انہیں خود نہیں کیا یا ان پر تقریر نہیں فرمائی ہے۔

دریں صورت اہل بدعت کا دعویٰ بلا دلیل ترجیح ہمارے موقف کے بالمقابل میں راجح نہیں

ہو سکتا' اگر حدیث مذکور کا معنی یہ ہوتا کہ ایجاد بدعت اچھی چیز ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایجاد بدعت کی اجازت ہوتی بلکہ اس کی تحسین کی جاتی حالانکہ یہ بات کوئی نہیں کہتا۔

اس حدیث مذکور کا ایک دوسرا سبب بھی ہے۔ جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا جاتا ہے کہ اس سے وہ بدعت مراد نہیں ہے جس کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں۔ اس حدیث کا یہ سبب ہے کہ عرب کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا وہ انتہائی تنگ دستی اور فقر و فاقہ کی حالت میں تھے۔ ان کی یہ حالت تھی کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ان پر صدقہ کرنے کا حکم دیا' اس وقت ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بڑھ چڑھ کر صدقہ دیا۔

اس صحابی کا یہ فعل آپ کو بہت پسند آیا' چنانچہ آپ نے فرمایا کہ جس نے کوئی اچھا راستہ نکالا آخر حدیث تک۔

اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ سنت حسنہ سے وہ عمل مراد ہے' جس کو اس صدقہ دینے والے صحابی نے انجام دیا تھا۔

یہ حدیث دوسرے طریق سے بھی مروی ہے جس سے اس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے' حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

((مَنْ اَحْیٰی سنة من سنتی قدامیتت فله اجرها واجر من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شيئاً ـ)) [1]

''جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو متروک تھی تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی اسے اجر ملے گا' اور عمل کرنے والوں کے اجر میں سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا''

۴۔ بدعات کی تحسین کرنے والوں کی اپنی تائید میں پیش کردہ دوسری روایت کے متعلق خاص جواب یہ ہے:

(الف) ہماری طرف سے اس حدیث کو صحیح ثابت کرنے کا مطالبہ ہے مگر ان حامیان بدعت نے اس کی صحت نہیں ثابت کی لہٰذا یہ حجت نہیں بن سکتی۔

(ب) یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر مروی نہیں ہے' صرف ابن

---

[1] (سنن ابن ماجه ج ۱/ص ۷۶/ باب من احيا سنة قد أميتت حديث نمبر(۲۰۹/و۲۱۰)

مسعود رضی اللہ عنہ صحابی سے موقوفاً مروی ہے اس لئے حجت نہیں بن سکتی۔

(ج) "ما یراہ المسلمون حسناً" کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو تمام مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے اور اختلاف کی صورت میں اس کے اچھا ہونے کا دعویٰ کس دلیل پر قائم ہے' کیونکہ قرآنی آیت:

﴿ ان المسلمين والمسلمات و المؤمنين و المؤمنات ﴾

[الأحزاب، آية: ۳۵]

میں تمام کے تمام مسلمان ومومن مرد اور خواتین شامل ہیں پھر اس روایت کے عموم میں بھی تمام مسلمان شامل ہونے چاہئیں' اسی طرح آیت قرآنی:

﴿ والكافرون هم الظالمون ﴾ [البقرة، آية: ۲۴۵]

سے مراد تمام کافر ظالم ہیں ان میں نہ کوئی مستثنیٰ ہے نہ مخصوص۔

(د) روایت مذکورہ اہل بدعت کی تردید کرتی ہے' کیونکہ قرون اولیٰ کے مسلمان یعنی صحابہ و تابعین و پسندیدہ ائمہ کرام اس بات کو اچھا سمجھتے تھے کہ بدعات اور بدعات کی تحسین کرنے والوں سے دور رہا جائے۔

۵۔ قول عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب میں واقع شدہ لفظ بدعت سے مراد مسجد میں با جماعت نماز تراویح کی مدح ہے اور یہ کام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی راتیں با جماعت تراویح پڑھیں تھیں۔

بعض روایات میں ہے کہ طلوع فجر تک آپ کی نماز تراویح جماعت کے ساتھ جاری رہتی تھی پھر جماعت سے اسے پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ کہیں تم مسلمانوں پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے' یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی جانتے تھے۔ لہٰذا جس بدعت کی انہوں نے مدح کی تھی وہ صرف اس قدر تھی کہ کچھ دنوں پڑھنے کے بعد تراویح با جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ رکھی تھی اور عہد صدیقی میں بھی یہی حال رہا تھا اور کچھ دنوں تک عہد فاروقی میں بھی یہی معاملہ تھا۔

پھر با جماعت تراویح کی مداومت واستمرار کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت حسنہ کہا تھا' جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر فرض ہو جانے کے خطرہ سے ترک کر دیا تھا۔

۶۔ خلفائے راشدین کے افعال بدعت نہیں ہیں' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

سنت کے ساتھ ان خلفا کی سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ۔)) ❶

''میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو اپنے اوپر لازم پکڑو''۔

نیز فرمایا:

((اِقْتَدُوْ بِالَّذِيْ مِنْ بَعْدِيْ ابی بکر و عمر۔)) ❷

''میرے بعد حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا۔''

یہ حکم جب ہے کہ نصوص کے خلاف خلیفہ راشد کا عمل نہ ہو ورنہ خود خلفا اپنے اختیار کردہ موقف کے خلاف نصوص پر مطلع ہو کر نصوص کی پیروی کرتے ہوئے اپنا موقف چھوڑ دیا کرتے تھے۔

۷۔ نماز تراویح باجماعت کی تحسین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لیے کی تھی کہ تمام صحابہ نے اجماعی طور پر اس کی تحسین کی تھی اور متفقہ طور پر سب نے اس کو عمل صالح قرار دیا تھا اس کا تعلق ان بدعات سے نہیں ہے جن میں ہمارا اور اہل بدعت کا اختلاف ہے کیوں کہ اہل بدعت کی ایجاد کردہ بدعات کی تحسین اور انہیں عمل صالح قرار دینے پر صحابہ کا اجماع و اتفاق نہیں جس چیز کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت کہا تھا وہ لغوی اعتبار سے تھا دینی و شرعی اعتبار سے نہیں تھا۔

۸۔ اذان عثمانی اور حضرت ابوبکرؓ کی ترتیب قرآنی کا جواب مذکورہ بالا سطروں میں آچکا ہے کہ خلفائے راشدین کا عمل بدعت نہیں اور جن باتوں پر صحابہ کا اجماع ہو وہ حجت ہیں اور حضرت ابوبکر کی تدوین قرآن پر تمام صحابہ کا اجماع ہے' اسی طرح اذان عثمانی پر بھی۔ (اب بھی اگر اسی طرح کی ضرورت درپیش ہو جس کی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اذان جمعہ میں اضافہ کیا تھا تو وہ اذان کہی جا سکتی ہے۔ از مترجم)

تدوین قرآن کا کام ضرورت شدیدہ کے تحت عمل میں آیا تھا' اسی طرح اذان عثمانی رضی اللہ عنہ کا معاملہ بھی تھا اور ضرورت کے موقع پر شرعی احکام کا جو حال ہے وہ مخفی نہیں۔ نیز تمام صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل اسلام نے تدوین قرآن و اذان عثمانیؓ کی تحسین کی تھی اور ان کے اچھا ہونے میں بھلا کون شک کر سکتا ہے؟

---

❶ (سنن ابی داؤد ج۵، ص۱۳ حدیث نمبر (۴۶۰۷) کتاب سنة وابن ماجه: فی المقدمة باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین۔ ❷ (جامع الترمذی ج۵ ص۶۰۹، کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر و عمرؓ

پھر بدعات کی تحسین کرنے والوں کے لئے ان روایات میں کون سی حجت رہ جاتی ہے؟

قرآن مجید کی تدوین صدیقی رضی اللہ عنہ کے سبب اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی حفاظت کی اور اس کی برکت پوری دنیا میں عام ہے۔ اس پر بھلا ان بدعات کا قیاس کون لوگ کر سکتے ہیں جو رائج و شائع ہو کر مسلمانوں کے عقائد و اخلاق بگاڑ رہی ہیں یعنی میلاد النبی کی محفلیں اور اولیا کے عرس اور میلے جہاں ہزاروں مرد و عورتیں جمع ہوتے ہیں' باہم دونوں کا اختلاط ہوتا ہے' ذکر و درود سے زیادہ ان تقریبات میں شر' فجور' فسق' غزل خوانی وغیرہ جیسی باتیں ہوتی ہیں' جن سے بڑے خوفناک و ہلاکت خیز نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ مثلاً زنا کاری و بدکاری' اور لواطت وغیرہ وغیرہ۔

جس تدوین قرآن پر انسانوں کی ہدایت و سعادت موقوف ہے کہ قرآن کے عقائد و احکام و آداب قرآن کی تدوین کی بدولت حاصل ہو سکتے ہیں اس پر صوفیوں کے گمراہ کن طور طریقوں کو کون قیاس کر سکتا ہے؟ ان صوفیوں کے بنیادی اصولوں میں سے وحدۃ الوجود و حلول کے عقائد ہیں' جو کفر ہیں' ان عقائد کے کفر ہونے میں شک کرنے والے بھی کافر ہیں' منصور حلاج اپنے اسی صوفیانہ برے عقیدہ کے سبب قتل کیا گیا اور اس کا قتل ستر عالموں کے فتوائے کفر کے بعد ہوا' جنہوں نے اسے کافر اور واجب القتل قرار دیا۔

اس قرآن پر ان بدعات کو کون قیاس کر سکتا ہے؟ جس کی بابت ارشاد الٰہی ہے:

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰى وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى. [طه، آیة: ۱۲۳، ۱۲۴]	ہماری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے گی تو جو اس کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہو گا اور نہ بد نصیب ہو گا۔ اور جس نے میری ہدایت و نصیحت سے اعراض کیا اسے تنگ زندگی میسر ہو گی اور بروز قیامت اسے ہم اندھا اٹھائیں گے۔

نیز سورہ اسراء میں فرمان ربی ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا○ [الاسراء، آیة: ۸۲]	جو قرآن ہم اتار رہے ہیں وہ مومنوں کے لئے رحمت و شفا ہے' مگر ظالموں کے لئے اضافہ خسارہ کا باعث ہے۔

اور سورہ النساء میں فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْجَآءَ كُم بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۔ [النساء، آية: ۱۷۵، ۱۷۴]

اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک نور ربھیجا ہے تو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کو مضبوط پکڑا تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور اپنے تک سیدھا راستہ ان کو بتادے گا۔

اور سورہ المائدہ میں فرمایا:

قَدْجَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ ٥ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ [المائدہ، آية: ۱۵، ۱۶]

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب (قرآن) آئی ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اور سورہ فصلت میں فرمایا:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ [حم السجدة، آية: ۴۴]

اور اگر ہم نے قرآن مجید کو عجمی زبان میں بنادیا ہوتا تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیات الگ الگ مفصل طور پر کیوں نہیں بیان کی گئیں۔ آپ کہیے کہ یہ قرآن لوگوں کے لئے ہدایت و شفا ہے جو ایمان رکھتے ہیں اور جو ایمان نہیں رکھتے ان کے کانوں میں کارک لگے ہوئے ہیں اور وہ ان کی سمجھ میں نہیں آسکتا یہ لوگ گویا کہیں دور سے پکارے جارہے ہیں کہ سنتے نہیں۔

لوگوں کو کفر و شرک کی ظلمتوں سے توحید و ایمان کی روشنی کی طرف نکال کر لانے والا قرآن مجید ہی ہے یا پھر رسول اللہ ﷺ کی دعوت تبلیغ اور عبادات کا طریقہ لوگوں کو قرآن و سنت مطہرہ ہی

سے معلوم ہوسکتا ہے اور خوش نصیب لوگوں کو اعمال صالحہ و پاکیزہ اخلاق اور آداب کاملہ کی طرف ہدایت صرف قرآن وسنت نبویہ ہی سے ملتی ہے اور لوگوں کو عدل' بھائی چارگی' محبت ومودت' حقوق انسانی اور معمولی ساز وسامان یا اسباب کے تحت ہلاکت خیز جنگوں کو ختم کرنے کی توفیق لوگوں کو قرآن وسنت ہی کے ذریعہ حاصل ہوئی۔

یہ کتاب جس کی شان یہ ہے کہ اسے روح الامین جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر لے کر نازل ہوئے تاکہ آپ واضح عربی زبان میں لوگوں کو ڈرانے والوں میں سے ہوں' کیا اس قرآن مجید پر ان بدعات کو قیاس کیا جاسکتا ہے جن میں سے بہت ساری بدعات' شرک صریح اور کفر قبیح ہیں۔ مثلاً قبروں کے طواف' قبروں پر نذر ونیاز چڑھانے' قبروں کے لئے اوقاف' قبروں سے سوالات وغیرہ جیسی بدعات منکرہ جن کو عقول سلیمہ بھی گوارا نہیں کرسکتیں چہ جائے کہ انہیں آسمانی مذاہب جائز قرار دیں۔

جمعہ جیسی عظیم الشان عبادت کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کی ضرورت کے پیش نظر جو اذان عثمانی رضی اللہ عنہ رائج ہوئی۔ یہ شعائر اسلام میں سے ہے جس کی بابت قرآن ناطق ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ.	اے مومنو! جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے جب اذان دی جائے تو تم یاد الٰہی کی طرف دوڑ پڑو۔ [الجمعة، آية: ۹]

بھلا اس عبادت عظیمہ پر بدعات مروجہ کو کون قیاس کرسکتا ہے' نماز جمعہ تو وہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کا جم غفیر جمع ہو کر نماز سے پہلے خطیب کے خطبہ میں نفع بخش ارشادات اور پختہ وعمدہ توجیہات سنتا ہے جن کا تعلق دینی واخروی اور دنیاوی امور سے ہوتا ہے۔

جس اذان کا افتتاح (نعرہ تکبیر) اللہ اکبر سے ہوتا ہے اس کے بعد کلمہ شہادت کا اعلان ہوتا ہے پھر مسلمانوں کو نماز وفلاح کی دعوت دی جاتی ہے' پھر نعرہ تکبیر وکلمہ توحید سے اس کا اختتام ہوتا ہے' بھلا اس اذان پر ان تو ایجاد اذکار کو کون قیاس کرسکتا ہے' جن میں اللہ کے علاوہ دوسروں سے فریاد اور شرکیہ کلمات ہوتے ہیں؟ یہ اذکار وکلمات توحید خالص کے بالکل منافی ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تدوین قرآن اور جمعہ کے روز والی اذان عثمانی رضی اللہ عنہ پر عالم اسلام میں پھیلی ہوئی ان مروجہ بدعات کو وہی شخص قیاس کرے گا جس نے اپنے کو حماقت میں مبتلا کر رکھا ہو

اور جس نے لوگوں کے دین وفہم کو تماشا بنالیا ہو اور لوگوں کے عقائد بگاڑنے کا ارادہ کرلیا ہو اور اللہ ورسول کی راہ سے لوگوں کو روکنے کا عزم کر رکھا ہو۔

ہر بدعت کے ضلالت ہونے پر دلائل واضحہ

ا۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا .[المائده ، آية:۳]

''میں نے آج تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی' اور تمہارے لئے دین اسلام سے راضی ہو گیا''

جب رسول اللہ ﷺ نے انتقال کیا تو دین مکمل ہو چکا تھا' اس لئے مزید کسی چیز اور اضافہ کی کوئی حاجت نہیں۔

نیز بندوں کے لئے شریعت سازی رب العالمین کا حق ہے' کسی انسان کا حق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَالَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ. [الشورى، آية: ۲۱]

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے ایسے شرکاء ٹھہرا رکھے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ان کے لئے کوئی دین بنا دیا ہے۔

عبادات شریعت کے بتلانے ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا کسی بھی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنی مستحسن قرار دی ہوئی کوئی ایسی عبادت کرے جو کتاب وسنت اور صحابہ سے منقول نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ . [الانعام، آية: ۱۵۳]

اور یہ کہ یہ دین میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی کی اتباع کرو اور دوسری راہوں پر مت چلو۔

نیز ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا. [الحشر، آية : ۷]

جو کچھ اللہ کے رسول تم کو دیں اسے لے لو' اور جس سے روکیں اس سے باز رہو۔

ان کے علاوہ بھی متعدد آیات اس معنی کی موجود ہیں' اس سلسلے میں کئی احادیث پہلے منقول

ہو چکی ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔)) ❶

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں وہ مردود ہے۔''

اس حدیث میں ''من'' کا صیغہ استغراق و عموم کے لئے آیا ہے لہٰذا یہ حکم ہر بدعت پر لاگو ہوتا ہے کہ وہ مردود ہے۔

۲۔ حضرت عرباض رضی اللہ عنہ بن ساریہ سے روایت ہے:

((وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔)) ❷

''دین میں ایجاد کردہ نئی باتوں سے بچو اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰهِ وَخَیْرَ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔)) ❸

''بے شک بہترین بات اللہ کی کتاب ہے۔ اور عمدہ طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور سب سے بدترین کام وہ ہیں جو دین میں اپنی طرف سے نکالے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث میں وارد شدہ لفظ ''کل'' عموم کے معنی کے لئے ہے جو تمام افراد کو شامل و محیط ہے۔ اس عموم و استغراق سے کوئی ایک چیز بھی خارج نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے لئے کوئی استثناء و تخصیص کی دلیل نہ ہو اور یہاں کوئی تخصیص ثابت نہیں جو اس عموم سے کسی بدعت کو مخصوص و مستثنیٰ کرے اور ہر وہ دلیل جس کو ثبوت تخصیص کے لئے بدعات کے تحسین کنندہ پیش کرتے ہیں مثلاً ما رای المسلمون حسنًا فهو عند الله حسن'' ❹ وغیرہ

❶ (مسلم ج۳، ص ۱۳۴۴ کتاب الاقضیة باب نقض الاحکام الباطلة، حدیث نمبر (۱۸۱۷)

❷ (المعجم الکبیر للطبرانی ج۱۸۔ص۲۴۶/کتاب السنة :ابن ابی عاصم ج۱/ص۱۹/

❸ (مسند احمد ج۳/ص۱۳۱۰/کنز ج۱۱۔ص۱۰ فیمن لاوارث حدیث نمبر (۳۰۴۰۵)
صحیح المسلم ج۲۔ص۵۹۲ کتاب الجمعة حدیث نمبر (۸۶۷)

❹ [سلسلة الأحادیث الضعیفة والموضوعة ج۲/۱۷/رقم الحدیث (۵۳۳)]

ان کے تشفی بخش جوابات گذر چکے ہیں جن سے ان اہل بدعت کے شبہات و دلائل کی تردید و ازالہ ہو چکا ہے۔

اگر کہا جائے کہ اس عموم سے ہماری حسنہ قرار دی ہوئی بدعات پر دلیل یہ ہے کہ یہ بدعات عبادات و قربت الٰہی ہیں تو یہ بات گذر چکی ہے کہ عبادات شریعت کے بتلانے پر موقوف ہوتی ہیں۔ اللہ کی عبادت اللہ کی مشروع کردہ چیز کے ذریعہ ہو سکتی ہے' بدعات و خواہشات کی بنیاد پر عبادت نہیں کی جاسکتی۔

اگر کہا جائے کہ ان بدعات کی تخصیص پر قیاس و عقل دلیل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قیاس و عقل مختلف ہوا کرتی ہے۔ کچھ لوگ ایک چیز کو اپنے قیاس و فہم کے مطابق اچھا سمجھتے ہیں تو دوسرے لوگ اسی کو قبیح و مذموم سمجھتے ہیں اور جو قیاس یا بات کتاب و سنت یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہو وہ بدعت نہیں ہے۔ اگر یہ اہل بدعت بدعات کے ثبوت میں بہت سے مسلمانوں کا تعامل پیش کریں جن میں علمائے عارفین یا اکثر مسلمانوں سے منقول شدہ اقوال ہوں تو لوگوں کا جو عمل کتاب و سنت کے مطابق نہ ہو وہ غیر مقبول ہے۔ حاصل و نتیجہ یہ نکلا کہ اس عموم سے کسی قسم کی بدعتوں کے مخصوص ہونے کی دلیل نہیں ملتی ہے' اکثریت کی شان میں ارشاد الٰہی ہے:

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ . [الانعام، آیة:۱۱۷]

اور دنیا میں اکثر ایسے لوگ ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو راہ خدا سے گمراہ کر دیں گے۔

نیز فرمایا:

وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝. [یوسف، آیة:۱۰۳]

آپ ﷺ اگر چہ حریص ہوں مگر اکثر لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔

اور فرمایا:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ . [یوسف، آیة:۱۰۶]

اللہ تعالیٰ پر دعوائے ایمان کے باوجود اکثر لوگ مشرک ہیں۔

اگر وارد شدہ اس روایت سے اہل بدعت استدلال کریں:

((عَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ ـ)) ❶

''یعنی تم سوادِ اعظم مراد جمہور اور اکثریت کا طور و طریقہ لازم پکڑو۔''

تو سوادِ اعظم سے یہاں اکثریت مراد نہیں ہے بلکہ وہ لوگ مراد ہیں' جو کتاب وسنت کے موافق ہیں خواہ وہ تنہا اکیلے ہوں اور ہزاروں انسان ان کے مخالف ہوں' ان ہزاروں افراد کا اعتبار نہیں' اعتبار ان کا ہے جن کی تائید کتاب وسنت کریں۔

یہ بات مخفی نہیں کہ مختلف مذاہب میں مسلمانوں کی تفریق وتقسیم اور پارٹی بندی کے اسباب میں سے تقلید پرستی ہے اور کتاب وسنت پر آدمیوں کی باتوں کو مقدم قرار دینا اسبابِ تفرقہ میں سے ہے۔

اس بات کے لئے تفصیل طویل پیش کی جاسکتی ہے' لیکن یہاں اس سے زیادہ کہنے کی گنجائش نہیں تا کہ ہم اپنے اصل موضوع سے باہر نہ چلے جائیں۔

عقلی دلائل

① بدعت کو حسنہ قرار دینے کا موقف دین کو بگاڑنے اور ضائع کرنے والا ہے اور دشمنانِ اسلام کو اس سے اسلام کا خاتمہ کرنے کا موقع ملتا ہے' کیونکہ اس صورت میں وہ منکرات' فواحش اور ضلال کو بدعات حسنہ کہہ کر ان پر عمل کا مطالبہ کریں گے اور کہیں گے ہم ان کو بدعات حسنہ سمجھتے ہیں' حالانکہ وہ اپنے اس دعوٰی میں جھوٹے منافق ہیں۔ ان بدعات کے ذریعہ شریعت کو منہدم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں' ان کذاب منافقین کا خاتمہ اور ان کے شر کا دفعیہ اور ان کے فریب کا قلع قمع صرف اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ دین میں بدعت پرستی کا نظریہ بالکل نہ رکھا جائے۔

اس قسم کے پرفریب قول سے ملحدوں اور دجالوں نے دین اسلام کو کتنا ضرر پہنچایا ہے اور باطنی لوگوں نے دین حنیف کو کتنا نقصان پہنچا کر اور بگاڑ کر اپنا مقصد پورا کیا ہے۔

اپنی ایجاد کردہ بدعات کو وہ دین قرار دیتے اور قربت الٰہی کا ذریعہ بتلاتے ہیں یہ محض لوگوں کو گمراہ کرنے اور فریب کاری وملمع سازی کی غرض سے کرتے ہیں۔

اللہ ورسول کے علاوہ دوسرے قسم کے جو دانش مند قانون ساز ہوتے ہیں وہ بھی اس طرح کے دروازے بند کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں جن سے دشمن داخل ہوسکیں۔ پھر تمام قانون سا

---

❶ (كتاب السنة: ج ١، ص ٣٩)

زوں سے زیادہ حکمت والا احکم الحاکمین ورب العالمین ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا بھی خالق ہے تو کیونکر وہ دشمنان دین کی دراندازی کا سد باب نہیں کرے گا۔

② بدعت سازی کو جائز قرار دینے سے عجمیوں' دیہاتیوں اور شریعت میں ناقص العلم لوگوں کو قانون سازی و فیصلے سنانے کا موقع ملتا ہے۔ وہ جیسے چاہیں قانون بنائیں اور عام لوگ اچھے برے کی معرفت اور نفع بخش و مضرت رساں چیزوں کی تمیز نہیں رکھتے اور لاعلمی میں دین کا خاتمہ کر بیٹھتے ہیں۔

③ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام میں ایجاد شدہ جن بدعات کو حسنہ کہا جاتا ہے انہوں نے دین پر تباہی مچا رکھی ہے اور اہل بدعات کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ ان ''بدعات حسنہ'' نے محرمات کے ارتکاب پر آمادہ کر رکھا ہے اور دین نے فسق و فجور' بے راہ روی اور شرک وغیرہ سے اگرچہ روکا ہے مگر یہ بدعات اہل بدعات کو ان چیزوں میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

تم قبروں پر مزار سازی' چراغاں' قبروں کی طرف توجہ' قبروں کی تزئین و آرائش اور قبروں پر بنی ہوئی مسجدوں کی زیبائش والی تمام بدعتوں کو دیکھو کہ انہوں نے تمام مومنین کے ایمان کس طرح بگاڑ رکھے ہیں؟ اور ان کے عقائد کو کفریہ و شرکیہ عقائد کے ساتھ کس طرح مخلوط کر دیا ہے؟

یہ اہل بدعت اصلاح کی طرف منسوب مرُدوں کے پاس جا کر اپنی دینی و دنیاوی حاجات پوری کرنے کی درخواست کرتے ہیں اور یہ کام پورے خشوع و خضوع اور اظہار ذلت و مسکنت کے ساتھ کرتے ہیں۔

ان مرُدوں سے یہ لوگ ایسی امیدیں رکھتے ہیں' جیسی اللہ تعالیٰ سے نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ ان مرُدوں کا خوف اپنے دلوں میں رکھتے ہیں اور ان سے ایسی چیزیں طلب کرتے ہیں جو اللہ کے علاوہ کسی اور سے طلب کرنی جائز نہیں اور اہل بدعت مرُدوں کے سامنے اس طرح کا تضرع ظاہر کرتے ہیں جو صرف قیامت کے دن کے مالک رب العالمین سے متقی ترین لوگوں کا وطیرہ ہونا چاہیے۔

امام شافعی' حسن بن علی' سید احمد بدوی' دسوقی' رفاعی' شیخ عبدالقادر جیلانی' یمن کے زیلعی' عدن میں عیدروس وغیرہم کے بلند و بالا مزاروں پر جو کچھ ہوتا ہے وہ مخفی نہیں ہے۔ جہاں ان مزاروں کی زیارت حج بیت اللہ کی طرح کرتے ہیں' ان کے پاس گریہ و زاری کرتے ہیں' ان سے

مریض شفایابی' غیر منکوحہ عورتیں شادی' اندھے لوگ بینائی و بصارت' غیر شادی شدہ غریب فقیر لوگ شادی اور زوجہ صالحہ کی درخواست اور دعا کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ ساری باتیں واضح محسوس طور پر شرکیہ بدعات ہیں تم میلاد کی بدعات کو بھی ذرا دیکھو۔ ان سے بے حیائیوں اور مردوں عورتوں کے باہم اختلاط اور ایک دوسرے سے رگڑ کھانے حتیٰ کہ شراب خوری' نشہ بازی' ترک نماز' بے فائدہ بہت سارے مال کی فضول خرچی وغیرہ جیسے قبیح کاموں کی نشو ونما ہوتی ہے اور یہ سارے کام دین کے کام سمجھ کر انجام دیے جاتے ہیں۔

④ اگر بدعت حسنہ کے نام پر دین میں اضافہ جائز ہے تو دین کے ضروری امور میں سے بعض کو حذف و خارج اور کم کر دینا بھی جائز ہوگا' اسے بھی بدعت حسنہ کے نام موسوم کیا جاسکتا ہے' کیونکہ اضافہ وزیادتی اور کمی و حذف میں کوئی فرق نہیں ہے' بھلا اس کھلی ہوئی گمراہی کو کون سا عقل مند جائز کہہ سکتا ہے؟ شعر ؎

بدین المسلمین ان جاز زید
فجاز النقص ایضاً ان یکونا

''یعنی مسلمانوں کے مذہب میں اگر اضافہ جائز ہے تو حذف و اسقاط بھی جائز ہونا چاہیے۔''

کفی ذاالقول قبحاً یا خلیلی
ولا یرضا الا الجاھلون.

''میرے دوست! ایسی بات کے قبیح ہونے کے لئے یہ چیز کافی ہے کہ اس پر صرف جاہل لوگ راضی وخوش ہوں۔''

⑤ کسی بدعت کے بدعت حسنہ ہونے کی معرفت ناممکن ہے' کیونکہ جس ایجاد شدہ بدعت کو حسنہ کہا جاتا ہے اس کا حسنہ ہونا یا تو نص واجماع سے ثابت ہونا چاہیے یا قیاس وعقل سے کسی دوسرے ذریعہ سے کسی چیز کا اچھا یا برا ہونا معلوم نہیں ہوسکتا اور جو چیز نص یا اجماع سے ثابت ہو وہ بدعت ہے ہی نہیں۔

ہماری گفتگو منصوص اور اجماعی امور کے سلسلے میں ہے ہی نہیں اور قیاس صحیح سے جن باتوں کا اثبات جائز ہے۔ وہ اگر قیاس صحیح سے ثابت ہوں تو وہ بھی بدعت نہیں۔ قیاس کو حجت ماننے والوں کا کہنا ہے کہ جس شرعی دلیل کی بنا پر قیاس کیا گیا ہے وہی شرعی دلیل فرع کی بھی دلیل ہے۔ لہٰذا

ایسی بات بھی بدعت نہیں جو قیاس صحیح سے ثابت ہو۔

قیاسی مسائل اگر عقل سے اخذ کیے گئے ہوں تو یہ بتلایا جائے کہ تمام لوگوں کی عقل سے متفقہ طور پر یہ مسائل اخذ کیے گئے ہیں یا اکثریت کی عقل سے یا پھر کس طرح کی عقل سے؟ اگر تمام لوگوں کی متفق علیہ عقل سے یہ مسائل اخذ کیے گئے ہوں تو وہ مسائل اجماعی ہیں، جن کی بابت یہ بیان ہو چکا ہے کہ اجماع بذات خود حجت شرعی ہے۔ لیکن کسی نظری مسئلہ پر تمام عقلوں کا متفق ہو جانا بے حد مشکل ہے۔ اگر اکثریت یا بعض لوگوں کی عقل سے یہ مسائل اخذ کیے گئے ہوں تو یہ منا سب نہیں کہ دوسروں کی عقلوں پر ان حضرات کی عقل کو ترجیح دی جائے۔

مندرجہ بالا عقلی دلیل کی توضیح یہ ہے کہ اہل بدعت سے یہ کہا جائے کہ تم اس بات کے معترف ہو کہ بدعات میں سے کچھ بدعات قبیح بھی ہیں اور کچھ اچھی ہیں، تو پھر دونوں کے مابین کوئی حد فاصل ہونی چاہیے جس سے بدعات حسنہ وقبیحہ کی تمیز ہو سکے۔

بسا اوقات ایک چیز بظاہر اطاعت معلوم ہوتی ہے، مگر درحقیقت وہ معصیت ہوتی ہے اور بسا اوقات معاملہ اس کے برعکس بھی ہوا کرتا ہے۔

کتنی عقلیں یہ سمجھ بیٹھیں گی کہ نشاط ورغبت کے موقع پر نماز ظہر کو پانچ رکعات پڑھنا اور تکان واضمحلال اور کثرت اشغال کے وقت دو رکعت پڑھنا اچھا ہے۔ نیز کتنی عقلیں یہ سمجھ بیٹھیں گی کہ شدید گرمی کے موسم میں رمضان کے روزوں کو بدل کر موسم سرما میں کر دیا جائے۔

اسی طرح دوسرے فرائض و معاملات میں بھی سوچا جا سکتا ہے۔ دریں صورت تم کو وہ حد فاصل بتلانی بہت ضروری ہے جس کے ذریعہ حسنہ وقبیحہ بدعات میں تمیز ہو سکے اور اس حد فاصل کے لئے شرعی دلیل کا ہونا لازم ہے اور ہم بتلا چکے ہیں کہ اس امر پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔

⑥ بعض علمائے حق کہتے ہیں کہ اگر شریعت میں ''بدعت حسنہ'' کی ایجاد جائز ہے تو ہم ''بدعت حسنہ'' کو ترک کرنے کی ''بدعت حسنہ'' ایجاد کریں گے اور بدعت حسنہ کے ترک کا طریقہ ہمارے دین و دنیا دونوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہے، اگر ہمارے اس موقف پر دلیل موجود ہے تو اس کی مخالفت جائز نہیں اور اگر اس پر کوئی دلیل نہیں تو اس کا بلا دلیل ہونا بدعت حسنہ ہونے کی دلیل ہے لہٰذا اس بدعت حسنہ پر کاربند ہونا چاہیے، الغرض ہر اعتبار سے بدعت باطل چیز ہے اور ہم کو یہی ثابت کرنا ہے۔

⑦ اگر بعض دینی کاموں کو ہمارے استحسان (اچھا سمجھنے) کے حوالہ کر دینا اللہ تعالیٰ پر جائز ہے تو ہم اپنی عقل سے پوری شریعت بنانے کو جائز قرار دے سکتے ہیں اور اس معاملہ کی شناعت و قباحت اپنی جگہ پر ثابت شدہ امر ہے۔

⑧ شرائع میں مخلوق کے اختیار تصرف سے لامحالہ شریعت میں تبدیلی لازم آئے گی' اسی بنا پر مذاہب سابقہ کی مذہبی کتابوں میں تحریف وخرابی پیدا کی گئی ان میں بہت سی کفر والحاد کی باتیں داخل کردی گئیں' حتیٰ کہ یہ محرف والہامی کتابیں دنیا میں ضلالت وگمراہی کا سب سے بڑا جرثومہ بن گئیں ۔۔۔ اور اس کا باعث صرف یہ ہے۔ کہ ان کتابوں اور مذاہب میں مخلوق نے تصرف کرڈالا ہے۔

اگر ہم بعض بدعات کو جائز قرار دے ڈالیں تو اس سے قرآن وسنت نبویہ میں معنوی طور پر بگاڑ پیدا ہوگا جیسا کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں ہوا۔

⑨ حکیم وعلیم کی حکمت بدعت حسنہ کے مؤقف کو نہیں تسلیم کرتی کیونکہ انسانی عقول کثیر الاختلاف ہیں اور شاذ ونادر ان میں موافقت ہوتی ہے۔

یہ عقول انسانی ایک وقت میں ایک ہی چیز کے بارے میں مختلف فیصلے کرتی ہیں۔ کچھ عقلیں اس چیز کی تحسین کرتی ہیں تو کچھ قبیح سمجھتی ہیں' کچھ مباح قرار دیتی ہیں تو کچھ حرام قرار دیتی ہیں۔ اذہان میں بکثرت تغیر ہوا کرتا ہے' اگر معاملہ اذہان کے حوالہ کر دیا جائے تو انہیں ایک بات پر استقرار وثبات نہیں۔

اس تفصیلی وضاحت سے معاملہ کی اصل نوعیت تم سمجھ گئے ہوگے۔ اللہ تعالیٰ ہماری عقل کے حوالہ ہمارا دین نہیں کرسکتا اور دین ہمارا اہم ترین اور سب سے عظیم سرمایہ ودولت ہے۔ شارع اتفاق چاہتا ہے اس پر اختلاف وشقاق گراں گذرتا ہے۔

⑩ بدعت حسنہ کا موقف رکھنے والوں کی باتیں باہم متعارض ہیں اور ان پر ایسی باتیں عائد ہوتی ہیں جن کا التزام صحیح نہیں اور حق بات سے باطل چیز کو لازم نہیں آنا چاہیے بلکہ باطل چیز باطل سے لازم آیا کرتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلام میں بدعت حسنہ کا موقف ومذہب ایک باطل موقف وطریق ہے۔

اگر آپ میلاد' اذان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جہری درود وسلام اور قبروں پر مزار

اور عمارتیں بنانے کی بدعات کو اچھا قرار دینے والوں سے پوچھیں کہ تم ان بدعات کو جب جائز کہتے ہو تو دوسری بدعات کو منع کیوں کرتے ہو؟ مثلاً وفات نبوی کی تاریخ میں اظہار رنج و غم کے لئے اجتماع و مجلس، جمعہ کے روز جشن یا تزئین محافل اور کاروبار کی تعطیل، جس دن حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور انہیں جنت میں داخل کیا اور جس دن قیامت ہوگی نیز اس دن مراد روز جمعہ کے سلسلے میں بہت سارے فضائل مروی ہیں اس دن کو تم میلے اور تہوار کا دن کیوں نہیں قرار دیتے؟ یا اس دن تم کیوں میلہ و تہوار نہیں مناتے جس دن کفار مکہ کفر و سرکشی کے قائدین قتل کیے گئے یا جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا؟

اگر آپ اہل بدعت سے کہیں کہ تم لوگ بھلا ان ایام و تواریخ کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے ان کے شایان شان بدعات کیوں ایجاد نہیں کرتے جیسا کہ میلاد اور مزار سازی وغیرہ کے معاملہ میں کرتے ہو تو ان کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا حالانکہ دونوں قسم کی چیزوں میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ان اہل بدعت سے کہا جائے کہ صالحین کی قبروں کی پختہ بنانے کو جب تم بزعم خویش بدعات حسنہ میں شمار کرتے ہو تو ان صالحین کی تصویریں اور مورتیاں بنا کر اپنی مسجدوں میں کیوں نہیں رکھتے جیسا کہ نصاریٰ اپنے انبیاء و صالحین کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ اہل بدعت کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ بدعات کی تحسین کرنے والوں کے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی دلیل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو صرف اپنی کتاب اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۝ [الاعراف، آیۃ :۳]	تم اس کی پیروی و متابعت کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نازل کیا گیا ہے، اس کے علاوہ دوسرے اولیا کی متابعت نہ کرو، تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

بدعات اور مصالح مرسلہ میں فرق

کچھ لوگ چونکہ بدعات اور مصالح مرسلہ میں فرق کی تمیز نہیں رکھتے اس لئے ہم پر ضروری ہے کہ اس فرق کو ان علمائے سلف کی پیروی کرتے ہوئے ضروری ہے جنھوں نے دونوں کے مابین

تفریق کی ہے اور دونوں کے مابین اشتباہ کا ازالہ کیا ہے۔ یہاں پر علامہ شاطبی سے نقل کرتے ہوئے شیخ علی محفوظ کی تحریر کردہ بات پیش کر رہے ہیں:

''بدعت کی تعریف بیان ہو چکی ''مصالح مرسلہ'' ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کے قابل اعتبار یا لغو ہونے پر دلیل شرعی نہ ہو' مگر وہ شارع کے تصرفات سے مناسبت رکھتی ہوں' مثلاً ان کے ہم معنی و ہم جنس چیزوں کا اعتبار اجمالی طور پر شریعت نے کسی معین دلیل کے بغیر کیا ہو جیسا کہ آنے والی مثالوں سے یہ بات عنقریب واضح ہو جائے گی۔''

امام شاطبی کی بات کا خلاصہ یہ ہے:

علمائے اصول نے مناط حکم (شرعی حکم کی علت عامہ' جس کو لفظ مناسب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے) کی تین قسمیں بتلائی ہیں:

ایک وہ جس کا شریعت میں معتبر ہونا معلوم ہو مثلاً قصاص (قتل کے بدلے قتل یا خون بہا) کی مشروعیت کی علت شریعت میں یہ بتلائی گئی ہے کہ اس سے لوگوں کی جانیں اور اعضا ناحق تلف کیے جانے سے محفوظ رہتے ہیں۔

مناط حکم کی دوسری قسم وہ ہے جس کا لغو ہونا معلوم ہو جیسے روزۂ رمضان کی حالت میں کفارۂ جماع میں غلام آزاد کرنے پر قدرت رکھنے والا غلام آزاد کرنے کے بجائے مسلسل دو مہینے کے روزے نہیں رکھ سکتا' باوجودیکہ آزادئ غلام مجرم کو جرم سے نہیں روکتی جتنا کہ مسلسل دو مہینوں کا روزہ روک سکتا ہے۔

مناط کی تیسری قسم یہ ہے جس کا معتبر یا لغو ہونا شریعت سے معلوم نہ ہو سکے اور وہ ایسی چیز ہے جس پر شریعت کا کوئی معین اصول شہادت نہ دے' نہ دلالت کرے بلکہ وہ شریعت کے مقاصد عامہ سے اخذ کیا جائے۔ بنابریں اسے وسائل میں شمار کیا جائے۔ اس قسم کی باتوں کو ''مصالح مرسلہ'' کہتے ہیں۔ یہاں مصالح مرسلہ کی بعض مثالیں بیان کی جاتی ہیں تاکہ بدعات اور مصالح مرسلہ کے مابین فرق واضح ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ بدعات کا کوئی اور کسی طرح کا تعلق مصالح مرسلہ سے نہیں ہے۔

① یہ بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کی تدوین

وکتابت پر متفق تھے' حالانکہ اس اقدام کے جواز پر کوئی نص نہیں تھی [1] حضرت عمر بن خطاب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کے پاس جا کر کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن مجید کے قراء یعنی حفاظ بڑی کثرت وشدت سے شہید ہو گئے ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ دوسری جنگوں میں بھی یہی بات ہو سکتی ہے۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ آپ قرآن مجید کو مرتب و مدون کرنے کا حکم دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مسلسل اس بات کا تقاضا کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انشراح صدر ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز ٹھیک ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا اور ان سے کہا کہ آپ عقل مند جوان آدمی ہیں' ہم آپ کو متہم بھی نہیں سمجھتے۔ آپ حیات نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتے تھے' لہٰذا قرآن مجید کو مرتب و مدون کر ڈالئے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بخدا! ان لوگوں نے میرے ذمہ اتنا بھاری کام لگا دیا اگر ان لوگوں نے مجھے کوئی پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا مکلّف بنایا ہوتا تو اس سے زیادہ گراں اور بوجھل نہ ہوتا۔ لیکن اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں نے تحقیق وتلاش اور چھان بین کر کے قرآن مجید کو مرتب کر دیا' جو چرمی ٹکڑوں' کھجور کی پتیوں' ہڈیوں اور لوگوں کے سینے میں متفرق طور پر جدا جدا موجود تھا۔ یہ عمل ایسا ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی اختلاف نہیں لہٰذا یہ اجماع ہوا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن مجید کا لکھا جانا بدعت نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لکھنے کا حکم دیا تھا' لیکن آپ کی زندگی میں وہ چرمی ٹکڑوں' ہڈیوں اور کھجور کی پتیوں میں متفرق طور پر لکھا ہوا تھا۔ آپ نے موجودہ ترتیب پر اسے مرتب اس لئے نہیں کرایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کا مقتضی نہیں تھا اور عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں جب ترتیب وتدوین کی ضرورت ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ترتیب وتدوین کا حکم دے دیا۔

---

[1] تحقیق سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اپنے مختلف کاتبین وحی سے قرآن مجید لکھوایا کرتے تھے' آپ کی زندگی میں چونکہ قرآن مجید ترتیب کے ساتھ نازل نہیں ہوا تھا' اس لئے موجودہ ترتیب کے ساتھ حیات نبوی میں وہ مرتب نہیں ہوا تھا' مگر موجودہ ترتیب محققین کے نزدیک توقیفی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے کے مطابق۔ لیکن تفصیل کا مقام دوسرا ہے۔

خانۂ نبوی میں کچھ منتشر اوراق میں لکھا ہوا قرآن مجید موجود پایا گیا تھا' اس کو جمع کر کے نوشتہ میں منسلک کرنے والے نے جمع کر دیا تاکہ اس میں سے کچھ ضائع نہ ہو جائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا تھا اس کا کرنا ضروری تھا تاکہ ضائع ہونے کے بجائے قرآن مجید محفوظ و مامون رہے۔ اسی بنا پر تمام صحابہ نے متفق ہو کر حضرت ابوبکر کے اس کام سے موافقت کی۔ (رضی اللہ عنہم)

جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور مختلف ممالک میں مسلمان منتشر طور پر رہنے لگے تو ہر شہر وملک کے لوگ اپنے یہاں کے زندہ رہ جانے والے قراء قرآن سے قرآن مجید سیکھنے لگے۔

چنانچہ اہل دمشق وحمص نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بن الاسود سے پڑھا' اہل کوفہ نے حضرت ابن مسعود سے' اہل بصرہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے' بہت سے اہل شام نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب سے پڑھا۔

قرآن مجید پڑھنے کے طریقے مختلف تھے' لغات کے لب ولہجہ مختلف ہونے کے باعث ادائیگی قرأت میں کچھ تھوڑا بہت اختلاف پایا جاتا تھا۔ حتی کہ جب غزوۂ آرمینیہ وآذربیجان پیش آئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن الیمان نے قرأت کے لب ولہجہ میں اختلاف دیکھا جن کی بنا پر بعض لوگ باہم نزاع کر بیٹھتے تھے تو انہوں نے فوری طور اس صورت حال سے خلیفۂ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا تو فتنے کے سدباب کے لئے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے متعدد نسخے تیار کرائے جو عہد صدیقی میں پڑھا جاتا تھا۔ اور انہوں نے حکم دیا کہ اسی قرآنی نسخہ سے سب لوگ پڑھیں اور اس سے اختلاف نہ کریں۔

حضرت ابوبکر وعثمان رضی اللہ عنہ کے طریق کار میں صرف اتنا فرق تھا کہ حضرت ابوبکر نے حفاظ قرآن کی موت سے سرچشمہ ملت یعنی قرآن مجید کے ضائع ہونے سے بچانے کیلئے جمع وترتیب کا حکم دیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لب ولہجہ کے اختلاف ونزاع کے فتنہ سے بچانے کے لئے اور طریق قرأت میں یکسانیت واتحاد پیدا کرنے کے لئے ایسا کیا تھا اور یہ سارا کام اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے مطابق ہوا۔

② خلفائے راشدین نے صنعت کاروں سے تاوان ضمان ولینے کا فیصلہ کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے فرمایا: **لا یصلح الناس الا ذاک** ''لوگوں کی اصلاح تاوان کے بغیر نہیں ہوسکتی۔''

اس میں یہ مصلحت ہے کہ لوگوں کو صنعت کاروں کی حاجت پڑا کرتی ہے اور صنعت کاروں میں عام طور سے سامانوں کے معاملہ میں کوتاہی وتفریط پائی جاتی ہے' اگر انہیں تاوان کا پابند نہ بنایا جائے' جب کہ ان سے لوگوں کو ضرورت بھی پڑا کرتی ہے' تو دونوں باتوں میں سے ایک بات ضرور رونما ہوگی۔ یا تو صنعت کاری بالکل ختم ہو جائے گی اور چیز خلق خدا کے اوپر گراں اور شاق ہو گی' یا پھر صنعت کار صنعت کاری کریں گے مگر اپنے دعوی کے مطابق سامانوں کے ضائع ہونے سے تاوان کے ذمہ دار نہ ہوں گے۔ دریں صورت لوگوں کے مال ضائع ہو جائیں گے اور صنعت کار احتیاط سے کام نہیں لیں گے اور خیانت ہونے لگے گی' لہٰذا تاوان ہی لینے میں مصلحت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول مذکور کا معنی ومطلب یہی ہے۔

یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ''اس طریق کار سے ایک طرح کا بگاڑ وفساد پیدا ہوگا۔ وہ یہ کہ کبھی کبھی بے خطا وبے قصور آدمی کو بھی تاوان دینا پڑے گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ صنعت کار نے کام نہ بگاڑا ہو اور اس نے صنعت کاری میں کوتاہی نہ برتی ہو اور وہ اپنے دعوٰی میں سچا ہو۔'' اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ جب مصلحت ومضرت میں تقابل ہو تو عقلا تفاوت پر نظر رکھتے اور زیادہ ارجح بات کو اختیار کرتے ہیں اور اجمالی طور پر اصول دین اس کی تائید بھی کرتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی سے شہری کو سودا بازی اور خرید وفروخت کو ممنوع قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ لوگوں کو ایک دوسرے سے کمانے کے لئے چھوڑ دو۔ نیز آپ ﷺ نے بازاروں میں سودا آنے سے پہلے راستہ میں جا کر سامانوں کی خرید فروخت سے منع کیا ہے۔ جب سودا بازار میں آئے تو اس کی خرید وفروخت ہو اور یہ بات عام مصلحت کو خاص مصلحت پر ترجیح دینے کے قبیل سے ہے۔ لہٰذا صنعت کاروں اور کاری گروں سے تاوان لینے کا معاملہ بھی اسی قبیل وقسم سے متعلق ہے۔

③ ایک آدمی کے قتل کے بدلے پوری ایک جماعت کو قتل کرنا جائز ہے' اور اس کی دلیل مصالح مرسلہ ہے۔ کیونکہ اس مسئلۂ خاص پر کوئی نص دلالت نہیں کرتی لیکن یہ بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور امام مالکؒ وشافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہی ہے۔ [1] اس میں

[1] امام شاطبی نے اسے صرف امام شافعی کا مسلک بتلایا ہے' کیونکہ علمائے مغرب حنفی مذہب وحنبلی مذہب کے مسائل سے کم واقف تھے۔ خصوصاً امام احمد کے مذہب سے انہیں بہت کم واقفیت تھی۔ اسی لئے ان کے مذہب کا ذکر بھی کم کرتے تھے اور جس طرح ایک مقتول کے بدلے کئی افراد کا قتل مالکی' شافعی وحنفی مذہب میں جائز ہے اسی طرح حنبلی کتابوں میں الکشاف اور المغنی وغیرہ میں اسی طرح مرقوم ہے۔ اسی طرح ایک ہاتھ کاٹنے کے قصاص میں کئی آدمیوں کے ہاتھ کاٹ لینے کا مذہب حنابلہ کا بھی ہے' جس طرح کہ عام ائمہ کا ہے۔

مصلحت یہ ہے کہ مقتول آدمی بے خطا ہے اور عمداً قتل کیا گیا ہے تو اس کا قصاص نہ لینے سے قصاص کے اصل مسئلہ پر زد پڑتی ہے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کئی آدمیوں کے تعاون واشتراک سے کیے گئے خون ناحق کے قصاص میں شرکاء ومعاونین قتل نہیں کیے جائیں گے تو خون ناحق کرنے کے لیے لوگ معاونین وشرکا کی تلاش کر لیا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام قاتلوں کو قتل کر دینے کا حکم دیا ہے۔

پوری جماعت اگر قاتل ہو تو اس سے کسی کو مستثنیٰ ومخصوص نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ. اور ہم نے اس میں ان لوگوں پر فرض کیا کہ جان کے بدلے جان لی جائے۔ [المائدہ، آیۃ: ۴۵]

اگر کہا جائے کہ یہ بات شریعت میں ایک انوکھی چیز ہے کہ ایک قتل کے بدلے کئی قتل ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ''قتل کے بدلے قاتل کا قتل ہوگا اور جب ایک قتل پوری جماعت نے مل کر کیا ہے تو امام مالک رحمہ اللہ شافعیؒ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق پوری جماعت اس کی قاتل ہے' اس لیے پوری جماعت کو قتل کیا جائے گا' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی طرف قتل کی نسبت متحقق ہے۔ البتہ ان قاتلوں میں سے ہر ایک کو شخص واحد کے درجہ میں رکھا گیا ہے' اس لئے کہ مصلحت کا یہی تقاضا ہے۔ یہ بدعت نہیں ہے' نیز حفاظت جان مقاصد شریعت میں سے ہے اور اس طریق کار سے شریعت کے اس مقصود کی حفاظت ہوتی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ایک ہاتھ کاٹ لینے کے بدلے کئی آدمیوں کے ہاتھ مذکورہ بالا مصلحت وقاعدہ کے تحت کاٹے جائیں گے۔ (یہ بات حاشیہ پر منقول ہو چکی ہے کہ یہی مذہب حنابلہ اور کئی دوسرے اماموں کا بھی ہے)۔ البتہ ایک ہی نصاب بھر کی چوری متعدد آدمیوں نے کی ہو تو سب کے ہاتھ کاٹے جانے کی بات شریعت میں ایک انوکھی چیز ہے۔

④ امام مالک رحمہ اللہ سے جو یہ منقول ہے کہ تہمت کی بنا پر آدمی کو مقید کرنا جائز ہے تو یہ چیز اگرچہ ایک طرح کی سزا ہے اور بعض مالکیہ سے تہمت کی بنا پر زدوکوب کا جواز بھی منقول ہے۔ لیکن چونکہ ایسی صورت میں جرم پر شہادت وثبوت مہیا کرنا مشکل ہے' اس لئے مصلحت یہ ہے کہ سزا دی جائے۔ کیونکہ یہ طریق کار چوروں اور غصب کرنے والوں کے ہاتھوں سے لوگوں کے اموال

برآمد کرنے کا وسیلہ و ذریعہ ہے اور مشائخ کے نزدیک یہ بھی صنعت کاروں اور کاریگروں سے تاوان لینے کے قبیل سے ہے۔

اگر کہا جائے کہ اس سے بے گناہ کو سزا دینے کا دروازہ کھلتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ایسا نہ کرنے سے مسروقہ ومغصوبہ اموال کی واپسی نہیں ہو سکے گی' بلکہ ترک سزا زیادہ مضرت رساں ہے۔ کیونکہ متہم آدمی محض دعوٰی کی بنیاد پر سزا نہیں پاتا بلکہ جب کوئی قرینہ ایسا ہوتا ہے جس سے اس کے مجرم ہونے کا گمان ہوتا ہے تو اسے سزا دی جاتی ہے۔ اس طرح کی سزا عام طور سے بری آدمی نہیں پاتا۔ اگر ایسا ہو جائے تو اسے معاف کر دیا گیا ہے' جس طرح صنعت کار کے تاوان کو معاف کیا گیا ہے جبکہ اس کے بری ہونے کا امکان بھی رہتا ہے۔

⑤ اگر کسی آدمی کے لئے خلافت پر بیعت لے لی گئی اور امن وامان قائم ہو گیا اور اس کے بعد ایسا آدمی نظر آیا جو امور خلافت کو اس سے بہتر طور پر انجام دے سکتا ہے' لیکن اگر خلیفہ اول کو معزول کیا جائے تو فتنہ برپا ہونے اور معاملات میں اضطراب پیدا ہونے کا خوف وخطر ہے تو مصلحت کی بات یہ ہے کہ خلیفۂ اول کو برقرار رکھا جائے اور دو مضر چیزوں میں سے کم ضرر رساں چیز کو برداشت کر لیا جائے۔ یہ بات شرعی تصرفات سے مناسبت رکھتی ہے اگرچہ اس کی تائید نص سے نہیں ہوتی۔ [1]

---

[1] صحیح مسلم میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی خلیفہ کی خلافت پر بیعت کر لی اور اس سے اطاعت کا عہد و پیمان کر لیا تو جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت کرے اور دوسرا مدعی خلافت نزاع کھڑا کرے تو اس کی گردن مار دو (یعنی قتل کر دو)۔ کتاب مغنی میں کہا کہ جس کی بیعت وخلافت پر مسلمان متفق ہو جائیں اس کی خلافت ثابت ہو گئی اور اس کی معاونت ضروری ہو گئی جس پر ہماری ذکر کردہ حدیث واجماع دلیل ہیں۔ اس معنی کی بات وفات نبوی کے بعد حضرت ابوبکر وعمر کی خلافت میں بھی پائی گئی ہے کہ ان کی خلافت اجماع صحابہ سے ثابت ہے لہٰذا دونوں کی خلافت کو صحیح ماننا لازم ہے۔ اگر کوئی آدمی خلیفۂ وقت کے خلاف بغاوت کر کے خلیفۂ وقت کو مغلوب کرے اور اپنی تلوار سے لوگوں کو اپنی خلافت منوانے پر مجبور کرے اور لوگ اس کی خلافت کا اقرار کر لیں اور اس کے مطیع و تابع فرمان بن جائیں تو وہ بھی خلیفہ ہو گیا اس سے قتال اور اس کے خلاف بغاوت حرام ہے۔
عبدالملک بن مروان نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف خروج کر کے انہیں قتل کر دیا اور ممالک پر قابض ہو گیا حتی کہ لوگوں نے طوعاً وکرھاً اس کی اطاعت قبول کر لی اور اس کی خلافت پر بیعت کر لی تو وہ خلیفہ قرار دے دیا گیا جس کے خلاف خروج حرام تھا کیونکہ اس طرح کے حکمرانوں کے خلاف خروج وبغاوت سے مسلمانوں میں باہم اختلاف وخون ریزی ولوٹ کھسوٹ ہوتی ہے اور یہ بات بھی اس حدیث نبوی کے عموم میں آتی ہے کہ ''جو شخص میری امت کے خلاف خروج کرے جب کہ لوگ متفق ہوں اس کی گردن مار دو۔۔۔۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو لہٰذا ایسے حکمرانوں کے خلاف بھی خروج ٹھیک نہیں ہے۔ (از مصنف)

مذکورہ بالا مثالوں سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ بدعات اور مصالح مرسلہ میں کتنا فرق اور بُعد ہے۔

مصالح مرسلہ کا حاصل یہ ہے کہ امر ضروری کی حفاظت کی جائے یا دین میں لازم آنے والے کسی حرج کو دفع کیا جائے۔ چنانچہ تدوین قرآن حفاظت شریعت کے لئے ہوئی' کیونکہ قرآن مجید اصل شریعت ہے اور اسے قید تحریر میں لانے کا مقصد اختلاف کا سد باب تھا اور شراب خور کو تعزیری طور پر چالیس کے بجائے اسی کوڑے لگانے کی سزا عقل کی حفاظت کے لئے مقرر کی گئی تھی اور صنعت کاروں پر تاوان صنعت و مال کی حفاظت کے لئے مشروع ہے اور ایک مقتول کو قتل کرنے والی جماعت کو قصاص میں قتل کرنے کی غرض جان اور اعضائے انسانی کی حفاظت ہے اور تہمت کی بنا پر قید وضرب کی سزا مسروقہ ومغصوبہ مال برآمد کرنے کی غرض سے مقرر ہے۔

غنی اور مال دار لوگوں کو خلیفہ کی طرف سے کچھ وظائف مقرر کرنے کا مقصد فوج کی جانوں کی حفاظت اور خلیفہ کی شان وشوکت کا مظاہرہ ہے۔ کام پر مالی معاوضہ کاروبار کی حفاظت اور منافع کے تبادلہ کے لئے ہے۔ بقدر ضرورت مال سے زیادہ مال جمع کرنے کی اجازت رفع حرج کے لئے ہے تاکہ مصالح محفوظ رہیں اور دین کی حفاظت بھی ہو سکے۔ افضل کے مقابلہ میں کمتر کی خلافت وامامت پر راضی رہنے کا مسئلہ اس لئے ہے کہ امت کا اتحاد برقرار رہے اور جان واموال خطرہ میں نہ پڑیں۔

اس تفصیل سے تم سمجھ سکتے ہو کہ بدعات' مصالح مرسلہ' کی ضد ہیں۔ کیونکہ بدعات کا تعلق عبادات سے ہوتا ہے' جو قیاسی وعقلی چیز نہیں ہیں۔ اس کے برخلاف مصالح مرسلہ عموماً معقول المعنی وقیاسی ہوتی ہیں یعنی کہ ان کا تعلق معاملات سے ہوتا ہے۔

بدعات ومصالح مرسلہ میں ایک فرق اور ہے کہ بدعات کا تعلق مقاصد سے ہوتا ہے جب کہ مصالح مرسلہ کا تعلق وسائل سے ہوتا ہے۔ اسی بنا پر بعض علما نے اس قاعدہ کو مصالح مرسلہ کی بنیاد قرار دیا ہے:

﴿ مَا لَا يَتِمُّ الْوَاجِبُ إِلَّا بِهِ فَهُوَ وَاجِبٌ. ﴾

"یعنی جس چیز کے بغیر شریعت کی واجب کردہ کوئی بات پوری نہ ہوتی ہو وہ واجب ہے۔"

اس تفصیل سے تم کو معلوم ہو گیا کہ بدعات اور مصالح مرسلہ میں دو طرح کا فرق ہے ایک یہ

کہ بدعات کا تعلق عبادات سے ہوتا ہے اور عبادات کا دارومدار نقل پر ہوتا ہے۔ قیاس ورائے سے اس کا کوئی بھی ربط نہیں اور مصالح مرسلہ معقول المعنی ہوا کرتی ہیں' ان کا تعلق عبادات سے نہیں۔ دوسرے یہ کہ مصالح مرسلہ وسائل سے تعلق رکھتے ہیں اور بدعات کا تعلق مقاصد سے ہے۔ لہٰذا مصالح مرسلہ کو بدعات کے جواز کی دلیل کیوں کر قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ مصالح مرسلہ کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ثابت ہے۔ (الابداع فی مضار الابتداع سے ماخوذ ہے۔ یہ تفصیل شیخ محفوظ علی کی کتاب سے)

عمل اور ترک عمل کے سلسلے میں سنت کی تقسیم

جن کاموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے' اور جن کو چھوڑا ہے' ان کے درمیان فرق کی معرفت اہم اصول میں سے ہے۔

تم کو گذشتہ تفصیل سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ بدعات اور مصالح مرسلہ کے درمیان فرق موجود ہے۔ اب تم کو یہ عظیم قاعدہ بھی جان لینا چاہیے کہ جن کاموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ہے ان کا ترک کرنا سنت ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان افعال نبویہ میں اتباع نبوی کا مکلّف بنایا ہے جن کو آپ نے تقرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے کیا ہے بشرطیکہ ان افعال کا تعلق خصوصیات نبویہ سے نہ ہو' اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک کردہ افعال کو ترک کرنے کا مطالبہ بھی اللہ نے ہم سے کر رکھا ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک کردہ افعال کا ترک کرنا اور آپ کے انجام دیے ہوئے افعال کا کرنا ہمارے لئے سنت ہے۔ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا' اس کام کو کر کے ہم تقرب الٰہی حاصل نہیں کر سکتے' آپ کے ترک کردہ فعل کا مرتکب اتنا ہی مجرم ہے' جتنا کہ آپ کے کئے ہوئے کام کا ترک کرنے والا مجرم ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شاید آپ کے ذہن میں یہ بات کھٹکے کہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے' جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک کردہ کئی کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین نے کئے ہیں۔ حالانکہ وہ دین کا زیادہ علم رکھتے تھے اور اتباع سنت کے زیادہ حریص تھے؟

اگر آپ کے ترک کردہ افعال کا ترک سنت ہے جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ وہ کام خلفا نے کیوں کئے جن کو آپ نے ترک کیا تھا؟ دریں صورت ہم کہتے ہیں کہ ہماری گفتگو ایسی چیزوں کے

ترک کے بارے میں ہو رہی ہے' جن کے کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کوئی مانع نہیں تھا اور کرنے کے اسباب ودواعی بھی موجود تھے مثلاً عیدین کی نماز کے لئے ترک اذان' اور ہر نماز کے لئے غسل' شعبان کی پندرھویں رات کی مخصوص نماز' نماز تراویح کے لئے اذان اور مُردوں پر قرآن خوانی وغیرہ۔

یہ افعال عہد نبوی ﷺ میں ہمیشہ متروک رہے اور ان کے کرنے سے کوئی امر مانع نہیں تھا اور ان کا مقتضیٰ بھی موجود تھا' کیونکہ یہ ساری باتیں عبادت سے تعلق رکھتی ہیں اور ان عبادتوں کا مقتضی موجود تھا' کیونکہ مقصود تقرب الٰہی ہے اور زمانۂ نبوی قانون سازی کا زمانہ تھا اور وہ وقت احکام شرعیہ بیان کرنے کا وقت تھا۔ اگر یہ چیزیں دین میں داخل ہوتیں اور ایسی عبادتیں ہوتیں جن سے تقرب الٰہی حاصل کیا جاسکتا تو اپنی پوری زندگی بھر آپ انہیں نہ چھوڑتے جب کہ آپ کو تبلیغ شریعت کا حکم بھی اللہ کی طرف سے دیا گیا تھا اور حکم شرعی کو چھپانے سے آپ کو معصوم بنایا گیا تھا۔ دریں صورت ان کاموں کو آپ کا چھوڑنا اس امر کی دلیل ہے کہ ان کا چھوڑنا ہی مشروع ہے اور ان کا کرنا خلاف شرع ہے۔ لہٰذا ان کاموں کے ذریعہ تقرب الٰہی نہیں حاصل کیا جاسکتا۔

اور جن کاموں کو خلفائے راشدین نے کیا ہے' جن کا وجود پہلے نہیں تھا' وہ ان امور سے خارج نہیں ہیں' جن کا مقتضی عہد نبوی میں نہیں تھا۔ وہ ایسے امور ہیں جن کا مقتضی آپ ﷺ کے بعد خلفا ہی کے زمانہ میں ظاہر ہوا یا آپ ﷺ کے دور میں مقتضی تو تھا مگر ان کو کرنے سے کوئی مانع موجود تھا۔ مثلاً جماعت کے ساتھ نماز تراویح اس کو باجماعت پڑھنے اور اس پر مواظبت سے یہ مانع تھا کہ امت پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔ جب یہ مانع ختم ہو گیا اور نزول وحی کا زمانہ نہیں رہ گیا تو اصل سنت کی طرف رجوع کرنا صحیح ہو گیا۔ اس قاعدہ سے تم ان دلائل شرعیہ کے مابین تطبیق دے سکتے ہو جو بظاہر متعارض معلوم ہوتی ہیں اور ہم گذشتہ تفصیل میں تم کو بتا چکے ہیں کہ وفات نبوی کے بعد خلفائے راشدین ﷺ نے بظاہر جو نئے کام کئے ان کا تعلق مصالح مرسلہ سے ہے اور تم بدعات ومصالح مرسلہ کے مابین فرق کو یاد رکھو۔ (اصول فی البدع والسنن)

پھر مصنف نے مذکورہ بیان کی تائید کے لئے علمائے سلف جیسے قسطلانی' شیخ ابن حجر ہیتمی' علامہ شاطبی' علامہ ابن قیم اور مولف مجالس الابرار سے منقول چند مثالیں بیان کی ہیں' لیکن میں یہاں صرف ان ہی مثالوں کو پیش کروں گا جن کو علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب اعلام الموقعین میں تحریر کیا ہے۔

فصل

نبی ﷺ کے ترک کردہ جن افعال کو اہل علم نے نقل کیا ہے ان کی دو قسمیں ہیں اور دونوں قسموں کا ترک کرنا سنت ہے۔

ایک وہ افعال متروکہ جن کی بابت اہل علم کی تصریح ہے کہ انہیں آپ نے چھوڑ دیا اور نہیں کیا۔ مثلاً شہدائے احد کی بابت منقول ہے کہ ''آپ ﷺ نے انہیں نہ غسل دیا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی۔''

اسی طرح عیدین کی نماز کی بابت منقول ہے کہ ''اذان واقامت اور اعلان کے بغیر پڑھی گئی' اور جمع بین الصلوٰتین کی بابت منقول ہے کہ سفر میں آپ ﷺ نے دو نمازیں ایک وقت میں پڑھیں مگر ان کی سنتیں نہیں پڑھیں' اس طرح کی بہت ساری احادیث منقول ہیں۔

دوسرے قسم کے وہ متروکہ افعال جن کے کئے جانے کی نقل علما نے نہیں کیے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کیا ہوتا تو اثبات کے اسباب ودواعی موجود تھے کہ انہیں اکثر لوگ یا کم ازکم ایک آدھ آدمی ضرور نقل کرتا جن کاموں کو آپ ﷺ کے کرنے کی نقل کسی نے نہیں کی اور نہ کسی نے کبھی کسی مجمع میں بیان کیا ان کے بارے میں یہ معلوم ہو گیا کہ انہیں آپ نے نہیں کیا تھا۔

مثلاً نماز شروع کرتے وقت زبان سے نیت کرنا' تمام فرض نمازوں کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کرکے ہاتھ اٹھا کر ہمیشہ بالالتزام دعا نہ کرنا' فجر کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد روزانہ ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کرنا' اور بالجہر اللھم اھدنا فیمن ھدیت الخ والی دعا نہ پڑھنا اور مقتدیوں کا اس دعا پر آمین نہ کہنا' یہ ناممکن ہے یہ کام آپ ﷺ نے کیا ہو اور انہیں چھوٹا' بڑا' عورت ومرد کوئی بھی نقل نہ کرے جب کہ آپ ﷺ نے انہیں ہمیشہ کیا ہو اور کسی دن انہیں چھوڑا نہ ہو۔

اسی طرح مزدلفہ میں شب باشی' رمی جمار' طواف زیارت' نماز استسقا اور گرہن والی نماز کے لئے آپ ﷺ کے غسل نہ کرنے کا منقول نہ ہونا بھی اسی قسم کی سنتوں میں داخل ہے۔ ان چیزوں کے مواقع پر غسل کو مستحب قرار دینا خلاف سنت بات ہے۔ کیونکہ ترک نبوی بھی اسی طرح سنت ہے' جس طرح فعل نبوی سنت ہے۔ لہذا ہم اگر آپ کی ترک کردہ چیز کے کرنے کو سنت قرار دیں

تو وہ ویسے ہی ہے جیسے ہم آپ ﷺ کے انجام دیے ہوئے کام کے ترک کو سنت قرار دے بیٹھیں۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اگر کہا جائے کہ کسی کام کے کیئے جانے کا منقول نہ ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ کام انجام پذیر نہیں ہوا' اس لئے کسی کام کی بابت اگر یہ منقول نہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو اس بات کو آپ لوگ اس چیز کی دلیل کیوں کر بناتے ہیں کہ آپ ﷺ نے وہ کام کیا ہی نہیں؟

تو ہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے طور وطریقہ' آپ ﷺ کی سنت و وطیرہ کی معرفت رکھتے ہوئے یہ سوال بہت ہی دور از کار ہے۔ اگر یہ سوال صحیح فرض کر لیا جائے اور قبول کر لیا جائے تو نماز تراویح کے لئے اذان کو مستحب قرار دینا ہوگا اور کہنے والا کہے گا کہ اس کے ممنوع ہونے پر کیا دلیل ہے؟ یہ کہنا کافی نہیں کہ یہ منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے تراویح کے لئے اذان نہیں دی۔ اسی طرح کی بات بہت سارے امور کی بابت کہی جا سکتی ہے۔ مثلاً یہ کہ ہر نماز کے لئے غسل مستحب ہے' اذان کے بعد بلند آواز سے ''یرحمکم اللہ'' وغیرہ کہنا مستحب ہے' خطیب کو سیاہ لباس اور چادر پہن کر خطبہ دینا مستحب ہے' اذان میں جب بھی اللہ ورسول کا نام آئے بلند آواز سے کچھ خود ساختہ کلمات کہنے مستحب ہیں' الغرض بہت ساری بدعات کے لئے دروازے کھل جائیں گے' جس کا جو جی چاہے گا کرے گا۔

(از اعلام الموقعین للحافظ ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ صفحہ ۳۷۱-۳۷۲)

بدعات کی دو قسمیں حقیقی اور اضافی

علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الموافقات'' میں معنی ومفہوم کی بات کہی ہے کہ:

بدعات کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور اضافی:

حقیقی بدعات وہ امور ہیں جن کی کوئی اصل کتاب وسنت اور اجماع امت میں نہ ہو' اضافی بدعات کا اطلاق جن چیزوں پر ہوتا ہے دراصل ان کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔

ایک صورت میں وہ مشروع ہوتی ہیں یعنی شریعت سے ان کا ثبوت ہوتا ہے' لیکن دوسری صورت میں وہی چیزیں بدعات قرار پاتی ہیں۔ اگر تم غور کرو گے تو وہ چیزیں پہلی صورت میں مستحب ہوں گی' مگر دوسری صورت میں اپنی کیفیت وزمانہ کے اعتبار سے بدعات ہونے کے سبب

مذموم ہوں گی' یہاں ہم تمہارے سامنے چند مثالیں پیش کرتے ہیں' جن سے ہماری بات واضح ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہو:

پہلی مثال: اذان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا بدعت حقیقی ہے' کیونکہ کتاب وسنت وصحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں' لیکن اذان کے بعد موذن اور اذان سننے والوں کے لئے درود پڑھ کر اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ اٰت محمدا ن الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودا۔ ❶

والی دعا کا پڑھنا سنت ہے' کیونکہ صحیح مسلم وسنن ابی داؤد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو اس کے کہے ہوئے کلمات اذان دہراؤ' پھر مجھ پر درود پڑھو' کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے' اس پر اللہ تعالیٰ دس مرتبہ رحمت بھیجے گا' پھر تم میرے لئے مقام "وسیلہ" ملنے کی درخواست اللہ سے کرو' وسیلہ جنت میں ایک مقام ودرجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملنے والا ہے' میں چاہتا ہوں کہ وہ بندہ جس کو مقام وسیلہ ملنے والا ہے میں ہی قرار دیا جاؤں۔ لہٰذا جو میرے لئے اللہ سے مقام وسیلہ مانگے گا اس کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن حلال ہو جائے گی۔ لیکن اذان کے بعد مؤذن کا بلند آواز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا جیسا کہ بعض مقامات کے کچھ مؤذن کرتے ہیں وہ بدعت ہے۔ عہد نبوی سے لے کر صلاح الدین ایوبی کے زمانہ تک صدیاں گذر گئیں مگر یہ بدعت ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ پھر بعض جاہلوں کی بدولت یہ بدعت ظاہر ہوئی جس پر علمائے محققین نے نکیر فرمائی۔

چنانچہ مشروعیت کے لحاظ سے اذان کے بعد رسول اللہ ﷺ پر مؤذن وسامعین کا درود پڑھنا سنت ہے۔ جبکہ اذان کے بعد منبروں پر کھڑے ہو کر بالجہر درود وسلام کا پڑھنا بدعت ہے۔ کیونکہ اس کام کی پہلی صورت شریعت سے ثابت ہے اور دوسری صورت ثابت نہیں ہے۔

دوسری مثال: جمعہ کے دن خطبہ شروع ہونے سے پہلے مسلمانوں کے یہاں اذان دینا سنت ہے' لیکن موذن کا خطیب کے سامنے کھڑے ہو کر اذان دینا جیسا کہ دیہاتوں اور شہروں میں اکثر ہوتا ہے' بدعت ہے۔ کیونکہ اذان دروازہ مسجد پر ہونی چاہیے نہ کہ مسجد کے اندر خطیب کے سامنے۔

❶ (صحیح بخاری کتاب الاذان/ ص ۱۲۵ /باب الدعاء عند النداء۔ حدیث نمبر (۶۱۴)

تیسری مثال: پنج گانہ فرض نمازوں سے متعلق ثابت شدہ سنت والی نمازوں کا پڑھنا مسلمانوں کے تمام مذاہب میں سنت مؤکدہ ہے' لیکن انہیں ہر آدمی کو تنہا تنہا پڑھنا چاہیے۔ اگر انہیں جماعت کے ساتھ پڑھا جائے تو کیفیت وصورت کے اعتبار سے بدعت ہوں گی۔

چوتھی مثال: تلاوت قرآن مسنون ہے اور اس کار خیر میں بڑا ثواب ہے' اور یہ بات علم کی عبور رکھنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔ بہت ساری احادیث تلاوت قرآن کے فضائل میں وارد ہیں۔ ان میں سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی شدہ یہ حدیث بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن مجید کا ایک حرف بھی پڑھا' اسے اس کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اور میں یہ نہیں کہتا کہ ''الم'' صرف ایک حرف ہے' بلکہ الف اور لام اور میم الگ الگ تین حروف ہیں۔

لیکن رکوع وسجود کی حالت میں تلاوت قرآن بدعت ہے' مشروعیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ اپنے موقع ومحل کے اعتبار سے یہ چیز بدعت ہے۔

پانچویں مثال: جمعہ کے روز سورۂ کہف وسورۂ ہود کی تلاوت سے متعلق بعض ضعیف احادیث مروی ہیں۔ فقہا نے کہا ہے کہ گھر یا مسجد میں ان سورتوں کی تلاوت مستحب ہے' لیکن اگر انہیں مسجد میں جمعہ کے روز یا کبھی اور کہیں نیز ان دونوں سورتوں کے علاوہ قرآن مجید میں سے کچھ بھی جہری طور پر اس طرح تلاوت کرے جس سے نمازیوں کو خلل ہو تو چاروں مذاہب میں بالاتفاق یہ حرام وبدعت ہیں' شیخ علی بن محفوظ نے کتاب ''الابداع'' اور شیخ ابن حجر نے کتاب ''التحفة'' میں اور دوسرے حضرات نے اس فن پر لکھی ہوئی کتابوں میں اسی طرح تحریر فرمایا ہے۔

چھٹی مثال: میت کے گھر والوں کی تعزیت مسنون ہے' کیونکہ حدیث میں وارد ہے:

﴿ مَنْ عَزّٰی مُصَابًا فَلَهُ مثل اجره ﴾

''جو کسی مصیبت زدہ کی مزاج پرسی وتعزیت کرے اسے مصیبت پر صبر کرنے والے کی طرح ثواب ملے گا۔''

لیکن تعزیت کے لئے میت کے گھر مجلس واجتماع اور کاروبار چھوڑ دینا بدعت ہے' اس لحاظ سے کہ تین دن یا اس سے کم وبیش تعزیت کے مقصد سے کاروبار بند رکھنا اور کسی گھر میں اجتماع کرنا مشروع نہیں ۔۔۔ اور میت کے گھر کھانا پکوانے اور کھانا کھانے کے لئے جمع ہونا چاہے دوپہر کا کھانا ہو یا شام کا یہ سب حقیقی بدعت ہیں۔ اس کی تفصیل ''باب بدع الجنائز'' میں عن قریب آئے

گی۔ انتہا اللہ۔

ساتویں مثال: شعبان کا مہینہ فی الجملہ نفلی روزوں کا محل وموقع ہے' کیونکہ اس مہینے میں رسول اللہ ﷺ اکثر روزہ رکھا کرتے تھے' لیکن پندرہویں شعبان کو مخصوص طور پر روزہ رکھنا اور رات میں شب بیداری کرنا باعتبار تخصیص زمانہ بدعت ہے۔ پندرہویں شعبان کے دن کا روزہ اور رات میں قیام کے سلسلے میں وارد شدہ حدیث بہت زیادہ ضعیف ہے۔ (بلکہ محققین نے اسے موضوع ومکذوب اور بناوٹی حدیث کہا ہے۔ مترجم)

آٹھویں مثال: پنج گانہ نمازوں کے بعد تسبیح ودعا خوانی مسنون چیزوں میں سے ہے' لیکن نمازوں کے بعد امام کا بلند آواز سے قرأت ودعا خوانی کرنا اور مقتدیوں کا آمین' آمین کہتے رہنا کیفیت کے لحاظ سے بدعت ہے۔ فی نفسہ مشروعیت کے اعتبار سے یہ بدعت نہیں ہے کہ نمازوں کے بعد تسبیح ودعا خوانی کی جائے۔ علامہ شاطبی نے اسی طرح سے بیان کیا ہے۔۔

نویں مثال: تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا سنت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. [الاحزاب، آیة:۵۶]

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود وسلام بھیجو۔

نیز آپ پر درود وسلام بھیجنے کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ بلکہ بعض اہل علم نے آپ ﷺ کا نام سننے کے وقت آپ پر درود وسلام بھیجنے کو واجب بتلایا ہے۔ لیکن مذہب صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کا نام سننے کے وقت آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنا مسنون ہے' واجب نہیں۔ البتہ جس تشہد وقعدہ میں سلام پھیرنا ہے' اس میں آپ ﷺ پر درود پڑھنا امام احمدؒ وشافعیؒ کے مذہب میں واجب ہے۔

نبی ﷺ پر درود عظیم ترین عبادتوں اور افضل ترین قربت الٰہیہ کے کاموں میں سے ہے' اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں' لیکن مناسب یہ ہے کہ درود کے لئے جو کلمات احادیث میں وارد ہوئے ہیں وہی پڑھے جائیں۔ درود تو ہر وقت مسنون ہے لیکن جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں اس کی مسنونیت مؤکدہ ہے' کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر تم لوگ بکثرت درود پڑھو۔ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل ﷺ نے آ کر بتلایا ہے کہ جو شخص آپ پر ایک بار درود پڑھے گا میں یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے' اور فرشتے اس کے لئے دس مرتبہ دعائے رحمت کرتے ہیں۔ (طبرانی)

لیکن رسول اللہ ﷺ پر درود کے لئے اختراع کردہ کلمات ایجاد اور ہفتہ کے ہر دن کے لئے مخصوص قسم کے مخترعہ درود مقرر کرنا جیسا کہ شیخ جزولی نے اپنی کتاب ''دلائل الخیرات'' میں تحریر کیا ہے وہ بدعت ہے۔ (اس کے علاوہ ہمارے ہاں اور بھی بہت سی کتابیں مثلاً مجموعہ وظائف' درود ناریہ' درود لکھی' درود تاج وغیرہ مروج ہیں یہ تمام بدعات ہیں۔ (مترجم)

شیخ موصوف نے حب نبوی ﷺ کے جذبہ کے تحت یہ کتاب لکھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کی فضیلت میں واردشدہ ایسی ضعیف وموضوع روایات کو جمع کر دیا ہے جن کا موضوع وضعیف ہونا کسی ایسے شخص پر مخفی نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ذرہ برابر بھی علم سے نوازا ہے۔

شیخ جزولی کی روایت کردہ ان غیر معتبر روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ ''جس نے جمعہ کے دن ایک سو بار آپ ﷺ پر درود پڑھا اس کے اسی ''۸۰'' سال کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھ پر درود پڑھنے والے کے لئے پل صراط پر نور حاصل ہو گا اور پل صراط پر جو لوگ نور والے ہوں گے وہ جہنمی نہیں ہو سکتے''

تیسری حدیث اس کتاب میں یہ مذکور ہے کہ ''جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول جائے وہ جنت کے راستہ سے غلطی کر کے دوسرے راستہ پر جا پڑا' یہاں پر بھولنے سے مراد چھوڑنا ہے اور جب تارک درود راہ جنت سے بھٹک گیا تو درود پڑھنے والا سالک جنت ہو گا''۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام نے آ کر بتلایا کہ اے محمد ﷺ! آپ پر جو شخص درود پڑھے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں اور جس کے لیے فرشتے دعائے فرحمت کریں وہ اہل جنت میں سے ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ''جو شخص مجھ پر جتنا زیادہ درود پڑھے گا، اسے جنت میں اتنی ہی زیادہ بیویاں ملیں گی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرے مرتبہ کی تعظیم کرتے ہوئے مجھ پر ایک بار درود پڑھا، اس کے اس درود سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرے گا جس کا ایک بازو مشرق میں دوسرا بازو مغرب میں ہوگا، اور اس کے دونوں پاؤں ساتوں زمین کے تحت الثری میں قائم ہوں گے اور گردن عرش تک پہنچے گی، اور اس فرشتہ کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دے گا کہ میرے اس بندہ کے لیے تم قیامت تک دعائے رحم کرتے رہو، کیونکہ اس نے میرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایک بار درود پڑھا ہے۔''

آپ ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس کچھ ایسے لوگ بھی آئیں گے جن کو میں نہیں پہچانتا وہ صرف مجھ پر درود پڑھنے کی برکت سے اس شرف سے مشرف ہوں گے۔

آپ ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ ''جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اس پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت نازل کرے گا، اور جو سو مرتبہ درود پڑھے گا اس پر اللہ تعالیٰ ہزار مرتبہ رحمت نازل کرے گا، اور جو مجھ پر ہزار بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم پر حرام کردے گا اور اسے دنیاوی زندگی میں کلمہ حق پر ثابت قدم رکھے گا اور آخرت میں سوال و جواب اور حساب و کتاب کے وقت بھی ثابت قدم رکھے گا نیز اسے جنت میں بھی داخل کرے گا اور اس کا پڑھا ہوا درود بروز قیامت پل صراط پر نور بنا دے گا جس کی روشنی پانچ سو سال کی مسافت تک پھیلی رہے گی اور ہر درود کے بدلے اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے جنت میں ایک محل عطا کرے گا۔

درود کی تعداد کم ہوگی تو محل کم ہوں گے اور زیادہ ہوگی تو محل زیادہ ہوں گے نیز یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی بندہ خدا مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ درود اس کے منہ سے نکلنے کے بعد تیزی سے دورہ کرتا ہے، بر و بحر اور مشرق و مغرب میں سے کوئی جگہ درود کیے بغیر نہیں چھوڑتا اور ہر جگہ یہ اعلان کرتا رہتا ہے کہ میں فلاں بن فلاں کا درود ہوں، جس کو مذکورہ شخص نے اللہ کی سب سے بہترین مخلوق محمد ﷺ پر بھیجا ہے، چنانچہ دنیا کی کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہتی جو درود مذکور کے اس اعلان کو سن کر اس کے بھیجنے والے کے لیے دعائے رحمت نہ کرے پھر اس دعا سے

اللہ تعالیٰ ستر ہزار پرندے پیدا کرے گا جس کے ستر ہزار بازو ہوں گے اور ہر بازو کے ستر ہزار پر ہوں گے اور ہر پر میں ستر ہزار چہرے ہوں گے اور ہر چہرے میں ستر ہزار منہ ہوں گے اور ہر منہ میں ستر ہزار زبان ہوں گی اور ہر زبان سے وہ فرشتہ ستر ہزار لغات میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح خوانی کرے گا اور سب کا ثواب اس درود پڑھنے والے کو ملے گا۔

حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز جس نے مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا وہ قیامت کے دن آئے گا اس کے ساتھ ایسا نور ہوگا جسے اگر پوری کائنات میں تقسیم کیا جائے تو وہ سب کے لیے بہت کافی ہوگا۔

بعض روایات میں مذکور ہے کہ پایہ عرش میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جو میرا مشتاق ہو میں اس پر رحم کروں گا، اور جو مجھ سے سوال کرے گا میں اس کا سوال پورا کروں گا، اور جو شخص میرے نبی پر درود کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرنا چاہے گا، میں اس کے سارے گناہ بخش دوں گا، خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

موصوف شیخ جزولی وغیرہ نے اس طرح کی موضوع احادیث نقل کر رکھی ہیں اور ہفتہ کے ہر دن کے واسطے مخصوص قسم کے درود کے لیے وظائف و درود مقرر کر دیئے ہیں، ان میں احادیث صحیحہ وحسنہ نہیں ہیں، بلکہ موضوع وضعیف روایات جمع کر دی گئیں ہیں۔

دسویں مثال: عیدین اور گرہن والی نمازوں کے لیے اذان دینا، اذان فی نفسہ قربت عبادت کی چیز ہے جو پنج گانہ نمازوں کے لیے مشروع ہے، لیکن عیدین اور گرہن کی نمازوں کے لیے یہی اذان بدعت ہے۔

بدعات کی یہ دونوں صورتیں جائز نہیں ہیں، ان کی پابندی کسی مسلمان کے لیے روا نہیں، جس طرح حقیقی بدعات کی ایجاد جائز نہیں، اسی طرح زمانہ وکیفیات کے اعتبار سے جن چیزوں کی مشروعیت شریعت سے ثابت نہیں ہے، ان کی ایجاد و پابندی بھی جائز نہیں ہے، اس کی مثالیں گزر چکی ہیں، دوہرانے کی حاجت نہیں ہے۔

جس طرح علماء نے حقیقی بدعات پر نکیر کی ہے، اسی طرح اضافی پر بھی نکیر کی ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

بدعات کی دو قسمیں ☆ اعتقادی اور عملی

مذکورہ بالا تمہید کے بعد یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ تمام بدعات غلط اور ضلالت و گمراہی ہیں، لیکن بدعات کی دو قسمیں، اعتقادی اور عملی:

اعتقادی بدعت میں سب سے بڑی بدعت اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، بلکہ شرک مطلقاً تمام کبائر گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔

''شرک'' اللہ کے ساتھ کسی اور کو پکارنا ہے، اللہ تعالیٰ نے بندوں پر یہ فرض کیا ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور تمام رسولوں کے ساتھ ان کی امتوں کا اختلاف صرف شرک اور توحید کے مسئلہ میں تھا۔ یہی معاملہ خاتم المرسلین سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ بھی ہوا۔ توحید (اللہ کے ایک ہونے کا عقیدہ) عبودیت والوہیت سب میں ہوتی ہے۔

اسلام سے پہلے گزشتہ زمانوں میں اور بعثت نبوی ﷺ کے ابتدائی زمانے میں جو شرک ہوا کرتا تھا، وہ بتوں اور اصنام، جن وملائکہ اور شجر وحجر کی پوجا کی شکل میں ہوتا تھا اور دور حاضر میں بلکہ شرک انبیاء وصالحین کی عبادت و پوجا کی صورت میں ہوتا ہے، انبیاء وصالحین کی قبور مقدسہ کی عبادت و پوجا پاٹ ہوتی ہے اور ان قبروں پر نذر و نیاز اور ان کا طواف وغیرہ بھی عبادت قبور میں داخل ہے جن کی تفصیل عن قریب آ رہی ہے۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ عبادت کا معنی اور اس کی بہت ساری اقسام کو بخوبی سمجھے نیز شرک اور اس کے مضر رساں نتائج سے باخبر ہے، ہم اس وقت اسی کی توضیح وتفصیل بیان کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، لہٰذا قارئین کرام ہماری معروضات کا غور سے مطالعہ فرمائیں۔

عبادت کی تفسیر

لغت میں عبادت کا معنی تذلل وخضوع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ''طریق معبد'' جس کا معنی ہے روندا ہوا راستہ، جس کو لوگ پاؤں سے روندتے رہتے ہیں۔ تو عبادت کا مطلب ہوا اپنے کو ذلیل وخوار کرنا اور خضوع سے کام لینا۔ بلفظ دیگر عبادت کا لغوی معنی خاکساری، انکسار، عاجزی و فروتنی ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسولوں کی زبانی اس کے دیے ہوئے احکام وفرامین کی تعمیل کو عبادت کہتے ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

نیز شیخ الاسلام رحمہ اللہ موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ '' اللہ تعالیٰ جن باتوں کو پسند کرتا ہے اور جن ظاہری و باطنی اعمال ، افعال اور اقوال سے راضی ہوتا ہے ، ان سب کو عبادت کہا جاتا ہے۔

عبادت کی مذکورہ بالا تفسیر بیان کرنے کے بعد شیخ الاسلام رحمہ اللہ موصوف تذلل کی تشریح کرتے ہیں۔ ''جس عبادت کا حکم دیا گیا ہے وہ ذلت ومحبت دونوں معانی کو شامل ہے۔ لہٰذا عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے نہایت ذلت وانکساری اور اس کے ساتھ انتہائی محبت پر مشتمل ہونی چاہیے۔''

شیخ الاسلام نے مزید کہا کہ:

''جو آدمی کسی آدمی کے سامنے خضوع سے کام لے یعنی کہ اس کے سامنے جھک جائے مگر اس سے بغض رکھتا ہو تو اسے شخص مذکورہ کا عبادت کنندہ نہیں کہہ سکتے، اسی طرح آدمی اپنی اولاد اور دوست سے محبت کرتا ہے، مگر اس محبت کے سبب وہ اپنی اولاد اور دوست کا عبادت کنندہ نہیں قرار پاسکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مذکورہ بالا دونوں باتوں میں سے کسی ایک ہی کا پایا جانا کافی نہیں ہے، بلکہ یہ واجب ہے کہ ہر چیز کے بالمقابل اللہ تعالیٰ آدمی کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و قابل تعظیم ہو، بلکہ کامل محبت اور پورے خضوع کا پورا مستحق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جو محبت غیر اللہ کے لئے ہو وہ محبت فاسد ہے اور جو تعظیم غیر اللہ کے لئے ہو وہ باطل ہے، اللہ ہی کے حکم ومحبت کے تحت دوسروں سے بھی محبت ہونی چاہیے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ	آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں ، تمہارا خاندان اور تمہارا کما کر حاصل کردہ مال اور وہ تجارت جس کے مندا ہو جانے سے تم خائف رہا کرتے ہو اور اپنے جن گھروں کو تم پسند کرتے ہو وہ

اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ.

سب تمہارے نزدیک اللہ و رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو تم منتظر رہو کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے کر آئے (یعنی تم کو سزا دے اور تم پر عذاب بھیجے۔)

[التوبة ، آیة: ۲۴]

(یہ مضمون شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''العبودیة'' سے ماخوذ ہے یہ کتاب اردو میں ''بندگی'' کے نام سے فاروقی کتب خانہ نے شائع کی ہے۔)

لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ تمام اقسام کی عبادتیں صرف اللہ واحد کے لیے کرے اور ان عبادتوں میں اللہ کا مخلص بندہ رہے اور ان عبادتوں کو اس طریقہ پر کرے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولی و عملی طور پر مشروع کیا ہے۔

عبادت مندرجہ ذیل اقسام پر مشتمل ہے

یہ بات جان لیجئے کہ عبادت حسب ذیل چیزوں پر مشتمل ہے:

نماز، طواف، حج، روزہ، نذر و نیاز، اعتکاف، ذبح و قربانی، سجود و رکوع، خوف و ڈر، رغبت، خشیت، توکل، استغاثہ و فریاد، امید وغیرہ جیسی اقسام عبادت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور رسول اللہ ﷺ نے قولی و فعلی سنت صحیحہ کے ذریعہ مشروع و متعین کیا ہے۔

ان عبادات میں جو آدمی اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے کوئی عبادت کرے وہ مشرک ہو گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَا بُرْھَانَ لَہٗ بِہٖ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ.

[المؤمن ، آیة: ۱۱۷]

''اور اللہ کے ساتھ جو کسی اور معبود کو پکارے گا جس پر اس کے پاس دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا، بیشک کافر لوگ فلاح نہیں پا سکتے۔''

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا ○ [الجن ، آیة: ۱۸]

''مسجدیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ہیں لہٰذا تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔''

شرک کی ابتدا

جب مذکورہ بالا بات ثابت ہوگئی تو یہ جان لو کہ سب سے پہلے شرک کا رواج قوم نوح میں ہوا، جب اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کی طرف حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کو رسول بنا کر بھیجا تا کہ وہ صرف اللہ واحد کی عبادت کے لئے اپنی قوم کو دعوت دیں اور اصنام پرستی ترک کرنے کا حکم دیں تو انہوں نے عناد سے کام لیا اور اپنے شرک پر ہٹ دھرمی کے ساتھ قائم رہے اور نوح علیہ الصلوۃ والسلام کا مقابلہ کفر و تکذیب سے کیا اور قرآن مجید نے نقل کیا ہے کہ قوم نوح کے لوگوں نے یہ کہا کہ:

لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ [نوح، آية: ۲۳]	تم لوگ اپنے دیوتاؤں خصوصاً ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نامی دیوتاؤں اور معبودوں کو ہرگز مت چھوڑو۔''

شرک کا سبب صالح لوگوں کے مقابلہ میں غلو ہے

مذکورہ بالا باتوں میں ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اولاد آدم میں شرک کی نشو ونما صالح لوگوں کے ساتھ ''غلو'' کے سبب ہوئی۔

''غلو'' کا معنی ہے تعظیم کرنے میں قول وعقیدہ کے ساتھ افراط یعنی حد سے زیادتی کرنا۔

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ. [النساء، آية: ۱۷۱]	اے اہل کتاب! اپنے دین میں ''غلو'' سے مت کام لو، اور حق کے سوا اللہ تعالیٰ کی بابت کچھ نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام صرف اللہ کے رسول اور ''کلمہ'' ہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی تعظیم میں افراط سے کام مت لو، کہ انہیں ان کے اس مقام سے بلند مقام دے ڈالو جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ہے اور انہیں وہ درجہ دے بیٹھو جو صرف اللہ کے شایان شان ہے۔

حدیث صحیح میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

«لَا تَطْرُوْنِی كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ» ❶

''تم لوگ میری غلو آمیز مدح سرائی مت کرو، جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی مدح سرائی میں مبالغہ آرائی کی۔ میں صرف ایک بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ ورسول کہو۔''

مطلب یہ ہے کہ میری مدح میں تم حد سے تجاوز مت کرو کہ مجھے میرے درجہ سے اونچا پہنچا دو جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں کیا کہ ان کی الوہیت کا دعویٰ کر بیٹھے میں صرف اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، لہٰذا تم مجھے انہیں اوصاف کے ساتھ موصوف کرو، جن اوصاف سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نوازا ہے۔

لیکن جاہلوں اور خرافاتی لوگوں نے حکم نبوی کی اطاعت کرنے سے انکار واختلاف کیا اور آپ ﷺ کے ممنوع قرار دیے ہوئے کاموں کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا آپ ﷺ کی بہت بڑے پیمانہ پر مخالفت کی اور غلو وشرک میں نصاریٰ کی مشابہت اختیار کی۔ اولیاء وصالحین کی قبروں پر مسجدیں اور قبے بنائے اور ان میں نمازیں پڑھنے لگے حالانکہ یہ باتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہونی چاہییں یہ سب کام قبروں میں مدفون لوگوں کی تعظیم کی غرض سے کئے گئے۔ لوگوں نے ان کی قبروں کے طواف کئے اور ازالۂ مشکلات کے لئے ان سے فریاد واستغاثہ کیا، حتیٰ کہ یہ سمجھنے لگے کہ اولیا کے مزاروں میں نماز پڑھنا مسجدوں میں نماز پڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔

نظم ونثر میں اتنے غلو سے کام لیا گیا کہ ان کا شمار باعث طوالت ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے ان امور میں رسول اور صالحین سے فریاد واستغاثہ کو جائز قرار دے لیا جن میں صرف اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف علم غیب کو منسوب کر ڈالا حتیٰ کہ بعض غالی لوگوں نے کہا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''ما کان وما یکون'' کے علم سے واقف نہیں ہو گئے تب تک آپ ﷺ دنیا سے نہیں گئے۔ اس طرح انہوں نے قرآن مجید کے صریح حکم کی مخالفت کی کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

❶ [جامع ترمذی، مسند احمد، ج ۱/ص ۲۴]

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ. [الانعام، آية: ۵۹]

"اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، انہیں اللہ کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا۔"

اقسام عبادت اور ان کے دلائل

یہ بات تم لوگوں کو معلوم ہونی چاہیے کہ رکوع، سجود، طواف، نذر و نیاز، ذبح و قربانی، فریاد و طلب مدد، قسم و حلف اور توکل وغیرہ چیزیں عبادت کی اقسام وانواع میں سے ہیں۔ جیسا کہ یہ باتیں معلوم و معروف بھی ہیں۔ رکوع اور سجود کے عبادت ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. ۝ [الحج، آية: ۷۷]

"اے ایمان والو! رکوع و سجود کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور کار خیر کرو تاکہ تم کامیاب ہو سکو۔"

نماز و ذبح (قربانی وغیرہ) کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ [الانعام، آية: ۱۶۴]

"(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور قربانی، موت اور زندگی سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ ان چیزوں میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا اس کے حکم کی تعمیل کرنے والا ہوں۔"

صحیح حدیث میں ہے:

«لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ ـ» [1]

"اس پر اللہ کی لعنت ہو جو غیر اللہ کے لئے جانور ذبح کرے۔"

نذر و نیاز اور طواف کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے کہ:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ. ۝ [الحج، آية: ۲۹]

"لوگ اپنی نذریں پوری کریں اور بیت عتیق (خانہ کعبہ) کا طواف کریں۔"

---

[1] [مسند احمد، ج ۱/ ص ۱۰۸/ صحیح مسلم کتاب الاضاحی ج ۳/ص ۱۵۶۷/ حدیث نمبر (۱۹۷۸)]

قسم وحلف کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی شدہ یہ صحیح حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ وَ فِيْ لَفْظٍ فَقَدْ كَفَرَ ۔)) ❶

''یعنی جو شخص اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائے یا حلف اٹھائے اس نے شرک وکفر کیا۔''

طلب مدد کی دلیل یہ قرآنی آیت ہے:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ''اے اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' [الفاتحه]

حدیث صحیح میں یہ فرمان نبوی ﷺ منقول ہے:

((اِذَا سَاَلْتَ فَا سْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ۔)) ❷

''یعنی جب تم مانگو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔''

خوف کے عبادت ہونے کی دلیل یہ قرآنی فرمان ہے:

وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ ''تم لوگ مجھ ہی سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔''

[آل عمران ، آية: ١٧٥]

توکل کی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ [المائدة ، آية: ٢٣] ''تم اللہ ہی پر توکل اور بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔''

''رہبۃ'' (دہشت) کی دلیل یہ آیت ہے کہ:

فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۔ [النحل، آیۃ:٥١] ''لہٰذا تم لوگ صرف مجھ ہی سے دہشت کھاؤ۔''

استغاثہ (فریاد و دادرسی کی درخواست) کی دلیل یہ آیت ہے۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ [يونس ، آية: ١٠٦] ''اللہ کے علاوہ تم ان چیزوں کو مت پکارو جو تم کو نہ نفع دے سکیں اور نہ ضرر پہنچا سکیں، اگر تم نے ایسا کیا تو ظالموں میں سے قرار پاؤ گے۔''

---

❶ جامع الترمذی ج ٤/ص ١١٠ النذور والايمان(١٥٣٥) مسند احمد ج ٢/ص ١٢٥

❷ جامع الترمذی ج ٤/ص ٦٦٧/ صفة القيامة (٢٥١٦)

غیر اللہ کے لئے رکوع، سجود اور نذر و نیاز

جس نے غیر اللہ کے لئے کسی مردہ یا زندہ کے واسطے رکوع یا سجدہ کیا یا نذر مانی جیسا کہ اولیاء و صالحین کی قبروں پر نذر و نیاز کرے یا ان کے لئے جانور ذبح کرے یا یہ کام درختوں اور پانی کے چشموں کے لئے کرے، یا کسی نبی و ولی کی قبر کا طواف کیا یا مشکلات میں ان سے فریاد کی مثلاً یہ کہا کہ یا رسول الله انقذنی یا ''المدد یا عبدالقادر جیلانی (یعنی اے اللہ کے رسول مجھے بچایئے اور اے شیخ عبدالقادر جیلانی) میری مدد کیجئے'' یا غیر اللہ سے ایسی چیز مانگی جسے صرف اللہ ہی دینے پر قادر ہے، مثلاً کسی بیماری سے طلب عافیت، یا کسی غائب کو واپس لانے کی درخواست اور اولاد کی طلب وغیرہ تو اس قسم کی باتوں کا مرتکب اللہ عظیم کے ساتھ شرک اکبر کرنے والا ہوگا اس گناہ کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا مگر جب کہ مرنے سے پہلے اس سے توبہ کرلے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا ○ [النساء، آیة: ۴۸]

بے شک اللہ تعالیٰ یہ گناہ معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، البتہ اس کے علاوہ دوسرے گناہ جن کو چاہے گا معاف کردے گا۔ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بڑا گناہ باندھا۔

(مذکورہ بالا تفصیلات مصنف موصوف کی دوسری کتاب تطہیر الجنان میں موجود ہے)

بعض شرکیہ امور کے سلسلے میں ایک اہم تنبیہ

قبر پرستوں کے مابین پھیلے ہوئے، بہت سارے مشرکانہ کاموں میں سے ایک تو غیر اللہ سے استغاثہ و فریاد ہے جس پر مختصر گفتگو ہو چکی ہے اور قارئین کرام کے لئے ہم مزید وضاحت کی غرض سے یہ بتلا رہے ہیں:

''استغاثہ'' کا معنی یہ ہے کہ آدمی اللہ کے علاوہ کسی نبی یا ولی سے التجا کرتے ہوئے یہ درخواست کرے کہ میں جس مشکل میں ہوں اس سے مجھے نجات دے دیجئے یا یہ کہ مجھے روزی پونجی دیجئے، یا یہ کہ عافیت و اولاد عنایت کیجئے۔ اس میں وہ تمام امور شامل ہیں جن کو کرنے پر

صرف اللہ قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ [یونس، آیۃ: ۱۰۷]

''اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دوسرا اس ضرر کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارے ساتھ بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اپنے بندوں میں سے وہ جس کو چاہتا ہے اس کو خیر سے نوازتا ہے اور وہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

یہ قبیح فعل بہت سارے عوام اور ان جیسے مدعیان علم و معرفت سے سرزد ہوتے رہتے ہیں اور یہ شرک ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت سے گمراہ لوگوں کا غیر اللہ سے استغاثہ کے جواز پر استدلال ہے کہ:

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ○ [القصص، آیۃ: ۱۵]

''یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی جماعت کے ایک آدمی نے دشمن کے خلاف فریاد کی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے گھونسا مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا یہ تو شیطانی کام سرزد ہو گیا۔ شیطان دشمن اور کھلا ہوا گمراہ کنندہ ہے۔''

اس آیت میں غیر اللہ سے جس استغاثہ کا ذکر ہے وہ ایک زندہ آدمی نے دوسرے زندہ آدمی (حضرت موسیٰ علیہ السلام) سے کیا تھا، جن کو شریر آدمی کے شر کو دفع کرنے کی قدرت تھی اور اہل علم نے ایسے زندہ آدمی سے زندہ آدمی کا استغاثہ ان امور کے سلسلے میں جائز بتلایا ہے، جن کو کرنے کی قدرت زندہ آدمی میں ہو۔ مثلاً کسی چیز کے اٹھانے، کسی دشمن کو دفع کرنے اور آتش زدگی کو بجھانے یا اس قسم کے کاموں میں مدد طلب کی جائے۔

لیکن جن امور کی قدرت بشر میں نہیں ہے ان میں زندہ آدمیوں سے فریاد نہیں ہو سکتی۔ مثلاً عافیت دنیا، بارش کرنا، بیمار کو اچھا کرنا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ○

[النمل، آیة: ۶۲]

''بھلا مجبور آدمی کی فریاد کون سنتا ہے، جبکہ وہ اسے پکارے اور کون تکلیف کو رفع کرتا ہے؟ اور کون تم کو زمین میں جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا معبود بھی ایسا کرتا ہے؟ تم بہت کم نصیحت پذیر ہوتے ہو۔''

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ.

[الاحقاف، آیة: ۵]

''اس سے زیادہ گمراہ کون ہے، جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکارتا ہے، جو قیامت تک پکار کا جواب نہیں دے سکتے اور وہ اپنے پکارنے والوں کی پکار سے غافل بھی ہیں۔''

استغاثہ و توسل کی حقیقت اور دونوں میں فرق

استغاثہ اور توسل کی حقیقت سمجھنے میں بسا اوقات بہت سے لوگوں کو اشتباہ ہو جاتا ہے، ہم دونوں کا فرق ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

''استغاثہ'' یہ ہے کہ فریاد کنندہ فریادرس سے براہ راست بلا واسطہ سوال کرے، مثلاً کہے ''یا رسول اللہ! مجھے غرق ہونے سے بچایئے یا اے شیخ عبدالقادر جیلانی مجھے اس تکلیف سے نجات دلایئے'' یا اس معنی و مفہوم کے دوسرے الفاظ جن میں سے بعض کا تذکرہ اوپر آ چکا ہے۔ اپنے اس سوال میں فریادی اللہ کے نام سے اپنی فریاد نہیں شروع کرتا۔

لیکن توسل یہ ہے کہ فریادی پہلے اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے اور جس کو وسیلہ بناتا ہے اسے سفارش کنندہ کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ مثلاً یوں کہتا ہے کہ ''اے اللہ میں تجھ سے سوال کر رہا ہوں، اور تیرے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وسیلہ بنا رہا ہوں کہ تو مجھے اولاد، مال، عافیت یا اس قسم کی چیزیں عطا فرما۔

اس فرق کی بنیاد پر ''استغاثہ'' شرک اکبر ہے اور توسل صرف بدعت ہے۔ تم کو اس بات سے ہرگز دھوکا نہیں کھانا چاہیے کہ تقلیدی مذہب کے متاخرین فقہا میں سے بہت سے لوگ توسل

کے قائل ہیں، کیونکہ کسی شخص کی رائے حجت نہیں بلکہ حجت صرف کتاب وسنت ہے۔ اس لئے قرآن کا ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ .	رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو حکم دیں اس پر عمل پیرا ہو جاؤ اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو! بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

[الحشر، آية: ۷]

اور حضرت عرباض رضی اللہ عنہ بن ساریہ کی روایت کردہ یہ حدیث نبوی ﷺ بھی گذر چکی ہے:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ .)) ❶

"تم میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو اپنے اوپر لازم کرلو۔"

جو لوگ سمجھ بوجھ رکھتے ہیں وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اختراعی توسل اسوۂ نبوی ﷺ یا اسوۂ صحابہ کرامؓ میں سے ہے، کوئی فقیہ اس میں شک نہیں کر سکتا کہ یہ توسل بدعات میں سے ہے اور ہر بدعت ضلالت اور باعث جہنم ہے۔

توسل کی دو قسمیں۔ ممنوع اور مشروع

مشروع توسل: مشروع توسل کی تین قسمیں ہیں۔

① اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ میں سے کسی نام یا اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ میں سے کسی صفت سے توسل مشروع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○	"اللہ ہی کے لئے "اسمائے حسنیٰ ہیں انہیں اسماء حسنیٰ سے تم اللہ کو پکارو، اور انہیں چھوڑ دو جو اللہ کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں، عن قریب یہ اپنے عمل کا بدلہ پائیں گے۔"

[الاعراف، آية: ۱۸۰]

مذکورہ بالا آیت صریح طور پر بندوں کو حکم دے رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے

---

❶ سنن ابی داؤد۔ج ۵ / ص ۱۳، حديث نمبر (۴۶۰۷) ابن ماجة فى المقدمة : باب اتباع سنة الخلفاء الراشدى]

حسنیٰ کے ساتھ پکاریں اور اللہ تعالیٰ کی صفات بھی اسمائے حسنیٰ ہی کے معنی میں داخل ہیں اور یہ حکم الٰہی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ساتھ کی ہوئی دعا قبول ہونے سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لِلّٰهِ تِسْعَةٌ وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا مَائة اِلَّا وَاحِدَةً مَنْ احصاها دخل الجنة وهو وتريحب الوتر۔)) ❶

''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام یعنی ایک کم سو نام ایسے ہیں کہ ان کو جو یاد رکھے گا، وہ داخل جنت ہوگا اللہ طاق ہے اور طاق چیزوں کو پسند کرتا ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے ترک تعلق کا حکم دیا ہے، جو اس کے اسما میں الحاد سے کام لیتے ہیں، یعنی جو توحید کے بجائے شرک کی طرف میلان رکھتے اور رخ کرتے ہیں۔ کیونکہ کلام عرب میں الحاد کے اصلی معنی اعتدال سے انحراف وعدول ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے اسما سے انحراف اور اعراض کر کے شرک کی طرف رخ کرنے والوں کو عنقریب سزا دے گا۔ اس لئے آیت حکم دیتی ہے کہ اللہ کو اسمائے حسنیٰ کے ساتھ پکارو۔

اللہ تعالیٰ کے ان اسماء حسنیٰ کا ذکر ترمذی کی روایت کردہ ایک حدیث میں آیا ہے، جس کو امام ترمذی نے غریب کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء حسنیٰ میں سے روایت مذکورہ کے مطابق یہ سارے نام ہیں:

﴿ اَللّٰهُ الرَّحْمٰنُ، الرَّحِيْمُ اَلْمَلِكُ، اَلْقُدُّوْسُ السَّلَامُ اَلْمُؤْمِنُ اَلْمُهَيْمِنُ اَلْعَزِيْزُ، اَلْجَبَّارُ اَلْمُتَكَبِّرُ، اِلٰى اٰخِرِهٖ. ﴾

② عمل صالح سے توسل بھی مشروع ہے۔ مثلاً کتاب وسنت کے مطابق کسی نے کوئی عمل صالح کر رکھا تھا اس کے بعد دعا کرتے ہوئے کہے کہ اے اللہ میں اپنے فلاں عمل صالح، (تیرے نبی ﷺ کی محبت یا تجھ پر ایمان توحید، یا اس طرح کے دوسرے اعمال) کے وسیلہ سے

---

❶ بخاری كتاب الدعوات ص ١٣٠٤، باب لله مائة اسم غير واحده حديث (٦٤١٠)، الترمذي ج ٥/ص ٥٣٠ حديث نمبر ٣٥٠٦۔ و٣٥٠٧/ و٣٥٠٨، صحيح مسلم ج ٤/ص ٢٠٦٢، كتاب الذكر والدعاء باب فى اسماء الله تعالىٰ۔

تیری بارگاہ میں سوال کر رہا ہوں۔ اسی قسم کا وہ توسل بھی ہے، جس کا ذکر صحیح حدیث میں آیا ہے:

طوفان بادوباراں سے پناہ لینے کے لئے ایک غار میں چھپ جانے والے تین افراد پر دھانہ غار بند ہو گیا تو انہوں نے اپنے اپنے عمل صالح کے وسیلہ سے دعا کی۔ ایک نے زنا سے اپنی عفت کو وسیلہ بنایا، دوسرے نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اپنا وسیلہ بنایا، تیسرے نے اپنے مزدور کی مزدوری کو نفع بخش کام میں لگا دیا تھا اور نفع سمیت سب مزدوری اس مزدور کو دے دی تھی۔

اس طرح کے وسیلہ کے ذریعہ کی ہوئی یہ دعا قبول ہوئی تھی اور یہ لوگ مصیبت سے آزاد ہو گئے تھے۔

③ صالح آدمی کی دعا سے توسل بھی مشروع ہے۔ اگر کسی مسلمان پر کوئی آفت آجائے یا وہ قحط وخشک سالی میں گرفتار ہو جائے تو یہ مستحب ہے کہ کسی صالح آدمی کے پاس جا کر دعا کرائے کہ اللہ پریشانی کو دور کر دے۔

لوگوں کے لئے صالح آدمی بارش کی دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر باران رحمت نازل کرے تا کہ خشک سالی وقحط کے بجائے ہریالی پیدا ہو۔

اس سلسلے کی دلیلوں میں سے ایک وہ حدیث ہے، جس کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ عہد نبوی میں لوگ قحط کا شکار ہو گئے، دریں اثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مویشی تباہ ہو رہے ہیں اور راستے بند ہو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے دعا کریں کہ بارش ہو اور قحط سالی دور ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر: ((اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا ، اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا۔)) کے الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی خطبہ دے کر منبر سے اترے نہیں تھے کہ بارش ہونے لگی اور قطرات باراں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک پر گرنے لگے۔ (صحیح بخاری)

اسی طرح ''عام الرمادۃ'' نامی بھیانک قحط کے زمانہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفۂ وقت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کی دعا سے توسل کرتے ہوئے بارش کی درخواست کی تھی۔ کیونکہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال کر چکے تھے، دنیا میں موجود نہیں تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استسقاء کے لئے توسل کرنا ممکن

نہیں رہ گیا تھا۔ (صحیح بخاری)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی یا صالح آدمی جب کہ وہ زندہ ہوں، ان سے دعا کرانی بھی وسیلۂ مطلوبہ ہے، جو جائز ہے اور یہ دعا اپنے سے افضل آدمی ہی سے کرانے پر موقوف نہیں ہے، بلکہ اپنے سے کمتر درجہ والے سے بھی کرائی جا سکتی ہے۔

چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے انہیں اجازت دیتے ہوئے کہا:

((لا تَنسنَا يا أُخيَّ مِنْ دُعَائِكَ)) [1]

''میرے بھائی! تم مجھے اپنی دعا میں مت بھولنا۔''

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی شدہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حکم دیا کہ میرے لئے مقام وسیلہ ملنے کی دعا اللہ تعالیٰ سے ہر اذان کے بعد کیا کرو۔ (اس حدیث کا ذکر اوپر آ چکا ہے)

ممنوع توسل: ایسے عمل کے ساتھ توسل ممنوع ہے، جو خلاف کتاب وسنت ہو۔ مثلاً انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور ملائکہ وصالحین کی ذات سے توسل ممنوع ہے۔ اسی طرح فضیلت والے مقامات جیسے مکہ مکرمہ اور مشعر الحرام وغیرہ یا انبیاء وصالحین کے جاہ وجلال سے توسل ممنوع ہے۔ مثلاً یہ کہے کہ اے اللہ! نبی عظیم یا جبرائیل، یا فلاں ولی کے طفیل میں یا ان کے جاہ وجلال کے طفیل ہمارے گناہ بخش دے یا ہمارے مرض کو اچھا کر دے یا ہماری فلاں حاجت پوری کر دے وغیرہ۔

یا یہ کہ ان شخصیات کی قسم اللہ کو دلا کر وسیلہ پکڑ لے، مثلاً کہے کہ اے اللہ! میں تجھے رسول یا فلاں صالح بزرگ کی قسم دے کر درخواست کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری کر دے یا میرے مریض کو شفایاب کر دے۔

اس طرح کے جملہ توسل یا ان کے ہم معنی جتنی بھی توسل کی اقسام ہوں وہ مشروع توسل کے دائرہ سے خارج ہیں لہٰذا ممنوع ہیں۔

اس تفصیل کا حاصل یہ ہوا کہ ممنوع توسل کی تین قسمیں ہیں:

(۱) توسل بالجاہ والحرمۃ (۲) توسل بالذات (۳) توسل بالاقسام یعنی نبی وولی وغیرہ کے

[1] (سنن ابی داؤد ج ۲/ص ۱۶۹/ کتاب الصلوۃ باب الدعاء حدیث نمبر (۱۴۹۸) الترمذی: فی الدعوات حدیث نمبر ۳۵۵۷.

جاہ و جلال اور حرمت و عزت کے ساتھ توسل، نبی و ولی وغیرہ کے جاہ جلال اور حرمت و عزت کے ساتھ توسل، نبی و ولی وغیرہ کی ذات سے توسل اور اللہ پر نبی و ولی وغیرہ کی قسم دلا کر توسل۔

توسل کی یہ ساری قسمیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے، نہ علمائے سلف میں سے کسی اور سے خواہ وہ فقہا ہوں، یا مجتہدین و محدثین ہوں یا جلیل القدر مفسرین ہوں۔

یہ مبتدعانہ قسم کے توسل یعنی انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور متقی صالحین کی شخصیات وغیرہ سے توسل قرون وسطیٰ میں ایجاد کیے گئے اور ان کی اس قدر ترویج و اشاعت ہوئی کہ بہت سے لوگ اپنی حاجات کے لئے اللہ کے ساتھ ساتھ اصحاب القبور اور غیر اللہ سے دعا کرنے لگے، حالانکہ یہ شرک ہے۔ کیونکہ یہ دعا ہے اور دعا بھی عبادت ہے۔ جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دعا عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا. اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

[الجن، آیة: ۱۸]

اس طرح کے وسیلوں کو جائز قرار دینے والے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ. [المائدۃ آیۃ:۳۵] اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف رسائی حاصل کرنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو۔

اس آیت سے ان کا استدلال اس لئے ہے کہ وسیلہ کی تفسیر انبیاء و صالحین کی شخصیات والے وسیلہ سے کرتے ہیں، حالانکہ یہ باطل و بیکار تفسیر ہے۔ اس لئے یہ حجت مردود ہے۔ محقق مفسرین نے بتلایا ہے کہ وسیلہ سے مراد یہاں اعمال صالحہ ہیں۔

قارئین کرام اس سلسلے میں مفسرین قدما اور محدثین کرام میں سے کسی کی تفسیر کی طرف مراجعت کرکے حقیقت امر معلوم کر سکتے ہیں۔ مثلاً تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر بغوی، خازن، قاسمی اور آلوسی وغیرہ۔

مگر وسیلہ مذکورہ کو جائز قرار دینے والے جن روایات سے استدلال کرتے ہیں وہ سب ساقط الاعتبار ہیں۔ مثلاً یہ حدیث کہ حضرت آدم علیہ السلام جب غلطی کے مرتکب ہوئے تو انہوں

نے خاتم المرسلین محمد ﷺ کی ذات سے وسیلہ پکڑ کر دعا کی ہے۔

یہ حدیث موضوع ہے بلکہ اگر صاحب معرفت دقت نظر سے کام لے تو سمجھ جائے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا مقام و مرتبہ اس قسم کے مشرکانہ توسل سے کہیں بلند و بالا ہے۔ حاکم نے جو اس حدیث کی تصحیح کر دی ہے تو اس پر اہل علم نے نکیر کی ہے اور کہا ہے کہ موصوف حاکم نے متعدد موضوع و مکذوب روایات کی تصحیح کر دی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے توسل والی روایت کی طرح فاطمہ بنت اسد کے بارے میں مروی شدہ روایت بھی غیر صحیح ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَللّٰھُمَّ اغفرلا می فاطمة بنت اسد بحق نبيك والانبياء الذين من قبلي۔» ❶

"اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کو اپنے نبی اور مجھ سے پہلے کے انبیائے کرام کے طفیل بخش دے۔"

جب یہ حدیث صحیح نہیں تو اس سے استدلال بھی صحیح نہیں۔

اور اس اندھے شخص کے متعلق یہ حدیث کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا آپ ﷺ میرے لئے دعائے عافیت کر دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم چاہو تو میں دعا کروں اور چاہو تو صبر کرو صبر کرنا زیادہ بہتر ہے اس پر شخص مذکور نے کہا کہ آپ دعائے صحت ہی کر دیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم خود یہ دعا کرو:

«اَللّٰھُمَّ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بنبيك محمد نبي الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الىٰ ربى فى حاجتى لتقضى اللهم شفعه فى۔» ❷

"اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی رحمت محمد (ﷺ) کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوں، اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف توجہ کر رہا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو جائے، اے اللہ! تو آپ کی سفارش میرے حق میں قبول کرے۔"

اس حدیث کو کچھ لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور کچھ لوگوں نے صحیح کہا ہے۔ اسے صحیح

---

❶ مجمع الزوائد، ج۹ / ص ۲۵۷، باب مناقب فاطمة بنت اسد ام علیؓ. العلل المتناهيه ج ۱/ ۲۶۸

❷ رواه الترمذی وغيره، جامع الترمذی ج ۵ / ص ۵۶۹، کتاب االدعوات / حديث نمبر ۳۵۷۸

ماننے کی صورت میں اس کا مفاد صرف اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو اندھے آدمی نے وسیلہ بنایا تھا، کیونکہ اس اندھے شخص نے خدمت نبوی میں یہ درخواست کی تھی کہ آپ ﷺ میرے لئے دعائے عافیت کر دیجئے۔ نابینا آدمی کا اخیر دعا میں یہ قول کہ ''اللھم شفعه فی'' اپنے اس معنی میں واضح ہے کہ شخص مذکورہ نے ''دعائے نبوی کو وسیلہ بنایا تھا، اور یہ وسیلہ جائز ہے جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر دعائے استقا کی تھی اور وہ قبول بھی ہوئی تھی۔ خلاصہ کلام یہ کہ وسیلۂ مذکورہ کے قائلین جو دلیلیں پیش کرتے ہیں وہ اگر فی الحقیقت صحیح ہیں تو نزاعی وسیلہ پر دلالت نہیں کرتیں کیونکہ شخصیات کو وسیلہ پر دلالت نہیں بنانے پر یہ دلیلیں دلالت نہیں کرتیں اور جو روایات وسیلہ مذکورہ پر دلالت کرتی ہیں وہ ضعیف و موضوع و مکذوب ہونے کی بنا پر ساقط الاعتبار ہیں۔ اس لئے ان سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

تاویل و تعطیل کی بدعت

خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ سے جو اعتقادی بدعات مسلمانوں میں پھیلنی شروع ہوئیں اور ابھی تک وہ جاری بھی ہیں۔ ان بدعات میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تاویل تعطیل کی بدعات بھی ہیں۔

اسماء وصفات کی نفی والی بدعات کا سب سے پہلا قائل جہم بن صفوان کے نام سے معروف ہے جو جعد بن درہم کا متبع تھا۔ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں یہ بدعت پھیلنے لگی، اس کے ناشر و داعی مامون الرشید کے زمانہ میں بشر مریسی و احمد بن ابی داؤد تھے، جو اس بدعت کی نشر و اشاعت کے سرغنہ تھے۔ انہیں لوگوں نے عقیدۂ خلق قرآن کا اظہار بھی کیا اور مامون کو ابھارا کہ بڑے بڑے اماموں سے جبراً وقہراً یہ منوائے کہ قرآن مجید مخلوق ہے۔

پھر امام احمد اور دوسرے ائمہ کرامؒ کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ تاریخ میں مدون و مذکور ہے۔

تعطیل والی بدعت کی کئی قسمیں ہیں:

① کچھ اہل بدعت وضلالت اللہ کے تمام اسماء وصفات کی نفی کے معتقد تھے۔ صرف یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ زندہ اور موجود ہے۔ یہ لوگ ''جہمیہ'' کہلاتے ہیں جو جہم بن صفوان کے متبعین ہیں۔

② کچھ اہل بدعت وضلالت مثلاً معتزلہ اللہ کے اسماء کے قائل ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ حی، علیم، قدیر، سمیع، بصیر وغیرہ ہے، لیکن یہ لوگ صفات کے منکر ہیں مثلاً علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ وغیرہ کی نفی کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بالذات قدیر، علیم وغیرہ ہے مگر علم وقدرت وغیرہ صفات سے اس کی ذات بری ہے۔

یہ سارے خرافات انہیں شیطان نے سکھائے ہیں، یہ لوگ یونانی فلاسفہ کی آراء ونظریات سے متاثر ہیں۔ ان اہل بدعت واہل ضلالت میں سے اشاعرہ وماتریدیہ بھی ہیں جو اپنے کو بزعم خویش اہل سنت میں شمار کرتے ہیں۔ ان دونوں فرقوں میں بے شمار علمائے کبار بھی ہوئے ہیں۔ لیکن اللہ ان پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ''صفات خبریہ'' مثلاً عرش پر اس کے استواء وغیرہ کی تاویل کی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے استواء علی العرش کا ذکر قرآن مجید کی متعدد آیات میں کیا ہے، مگر ان لوگوں نے معتزلہ کی متابعت میں استواء کی تاویل لفظ ''استیلاء'' سے کی ہے۔

اسی طرح انہوں نے ہر رات کو آسمان دنیا پر اللہ تعالیٰ کے آنے کی تاویل نزول رحمت الٰہی کے لفظ سے کی۔ اسی طرح بہت ساری صفات کی تاویل انہوں نے کی جو قرآن وسنت صحیحہ میں بالصراحت مذکور ہیں۔ صفت استواء کے سلسلے میں قرآنی بیانات میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ. [البقرہ، آیۃ: ۲۹]

اسی اللہ نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں، پھر وہ آسمان کی طرف مستوی ہو گیا۔

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ. [الاعراف، آیۃ: ۵۴]

بے شک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہو گیا۔ اسی طرح استوا کا ذکر سورۂ یونس، رعد، طٰہٰ، الفرقان، السجدۃ، الحدید میں بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''وجہ'' کے بارے میں فرمایا کہ:

وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ O [الرحمن، آیۃ: ۲۷]

آپ کے رب کا جلال واکرام والا وجہ (چہرہ) باقی وبرقرار رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یدین (دونوں ہاتھ) کی صفت کے بارے میں فرمایا:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ. [المائدة آية: ٦٤]

یہود نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، حالانکہ ان یہودیوں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور اپنے اس طرح کے قول کے سبب یہ ملعون قرار پائے بلکہ اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔

مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ. [ص ، آية : ٧٥]

''اے شیطان، ابلیس! جس (آدم علیہ السلام) کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا، اسے سجدہ کرنے سے تم کو کون سی چیز مانع ہے۔''

صحیح حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ رات میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے کہ دن میں برائی کرنے والا توبہ کرلے، اور دن میں اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات میں برائی کرنے والا توبہ کرلے۔ یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکلے۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے، حتیٰ کہ جب تہائی رات رہ جاتی ہے تو آسمان دنیا پر آکر کہتا ہے کہ کوئی توبہ کرنے والا اور معافی مانگنے والا اور دعا کرنے والا ہو تو میں قبول کروں۔ یہ اعلان اللہ تعالیٰ طلوع فجر تک کرتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صفت رحمت کے سلسلے میں فرمایا:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ. [الاعراف، آية: ١٥٦]

اور میری رحمت تمام چیزوں پر وسیع ہے، میں اپنی یہ رحمت ان لوگوں کے لئے لکھوں گا، جو تقوی شعار ہیں۔

اس طرح کی بہت سی صفات ہیں، مگر اشاعرہ و ماتریدیہ، جہمیہ اور معتزلہ کی تقلید میں ان کی تاویل کرتے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ اس طرح کی تاویل کچھ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے اور نہ صحابہ و تابعین اور اتباع تابعین ہی سے منقول ہے۔

ائمہ اربعہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن المبارک، لیث بن سعد نیز صحاح وسنن کے جامعین مثلاً امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دوسرے اماموں میں سے

کسی نے بھی اس طرح کی تاویل نہیں کی۔ (رحمہم اللہ)

یہ سارے حضرات اور ان جیسے جتنے بھی اہل فقہ و اہل حدیث ہیں سب کے سب ان صفات خداوندی کو ثابت مانتے ہیں جو قرآن وحدیث میں وارد ہیں۔ یہ حضرات نہ تشبیہ کے قائل ہیں، نہ تعطیل و تمثیل کے معتقد ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کی صفات پر کلام اللہ کی ذات پر کلام کی فرع ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات مخلوقات کی ذات کے مشابہ نہیں اسی طرح اس کی صفات بھی مخلوقات کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں۔ یہ حضرات وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کہتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ o اَللّٰهُ الصَّمَدُ o لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ o وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ o ۔ [اخلاص، آیۃ: ۱:۴]

کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے پیدا کیا نہ وہ پیدا کیا گیا اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

نیز فرمایا ۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا. ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

یہ آیات اور اس طرح کی بہت سی دوسری آیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا و بے مثال ہے، اس جیسا کوئی نہیں۔

یہ حضرات نفی کے معاملہ میں اس قرآنی فرمان پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ o ۔ [الشوریٰ، آیۃ : ۱۱]

اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

یہ لوگ ثابت شدہ صفات کو بلا تمثیل و تعطیل مانتے ہیں، دریں صورت مکمل تنزیہ اور نفی تمثیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ثابت شدہ صفات کو ماننے میں کیا خوف ہے کہ کچھ لوگ ان صفات کی تاویل کرتے ہوئے یہ خیال خام رکھتے ہیں کہ تشبیہ و تمثیل سے بچنے کے لئے ہم تاویل سے کام لیتے ہیں تو کیا یہ تاویل کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کو نبی ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور ائمہ کرامؒ سے زیادہ جانتے ہیں؟ یا دراصل یہ بات ہے کہ یہ لوگ معتزلہ و فلاسفہ کے نظریات سے متاثر ہیں اور انہیں کے طریقوں پر چلتے ہیں۔

حدیث شریف میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میری اور میرے بعد خلفائے

راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اور اس پر مضبوطی سے کار بند رہو اور بدعات سے بچو۔
کوئی شک نہیں کہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ اسماء و صفات کی تاویل کرنا بدعات و محدثات میں سے ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت جہنم میں لے جانے والی ہے۔

صفت علو و استواء کے بارے میں اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم

قول صدیقی رضی اللہ عنہ : امام بخاری رحمہ اللہ اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے جھک کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کا بوسہ دیا اور کہا ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں! آپ حیات وموت دونوں حالتوں میں پاکیزہ ہیں۔
جو لوگ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتے رہے ہوں تو وہ جان لیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کر چکے ہیں، لیکن جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ آسمانوں میں زندہ ہے، اور وہ کبھی نہیں مرے گا۔''

قول فاروقی : حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب، خولہ رضی اللہ عنہا بنت ثعلبہ سے ملے۔ خولہ نے انہیں روک لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خولہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر ان کی بات توجہ سے سنی اور خولہ رضی اللہ عنہا کا کام پورا ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ملامت کی گئی کہ ایک بوڑھی عورت کے لئے قریشی مرد ہوتے ہوئے آپ اتنی دیر کھڑے رہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملامت کرنے والے سے کہا تمہارا برا ہو گیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ بڑھیا کون ہے؟ ارے یہ وہ ہے جس کا شکوہ اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان سے سنا تھا۔''

قول عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ : حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ایک طویل قصیدہ کے ذیل کے دو اشعار بطور استدلال پیش ہیں۔ جن میں آپ نے فرمایا:

شَهِدْتُ بِاَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَاَنَّ النَّارَ مَثْوَى الْكَافِرِيْنَا

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور جہنم کافروں کا ٹھکانا ہے۔''

وَاَنَّ الْعَرْشَ فَوْقَ الْمَاءِ طَافٍ وَفَوْقَ الْعَرْشِ رَبُّ الْعَالَمِيْنَا

''اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ عرش الٰہی پانی پر ہے اور رب العالمین عرش پر

مستوی ہے۔"

قول ابن عباس رضی اللہ عنہ: مسند حسن بن سفیان اور کتاب عثمان بن سعید دارمی میں حدیث عبداللہ میں ابی ملکیہ مذکور ہے کہ ذکوان ان تابعی نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ام المومنین عائشہ کے پاس آئے جبکہ ام المؤمنین پر حالت نزع طاری تھی۔ اس وقت ابن عباس بولے کہ ازواج مطہرات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب آپ ہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پاک چیزوں سے محبت کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی برأت کا فیصلہ ساتویں آسمان سے نازل کیا تھا۔ اس ربانی فیصلے کو روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے اور اس کا ذکر اللہ کی تمام مسجدوں میں ہوتا ہے اور اس کی تلاوت رات دن کی جاتی ہے (یعنی سورۂ نور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برات میں نازل ہوئی تھی، جس کی تلاوت ہوتی رہتی ہے)

ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوالحسن اشعری کے اقوال

امام مالک رحمۃ اللہ: امام ابن وہب رحمۃ اللہ نے کہا کہ "میں امام مالک کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کی خدمت میں ایک آدمی نے آ کر سوال کیا کہ "اللہ تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہوا؟ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى. [طٰہٰ، آیۃ:۵] 'اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔

امام مالک سرنگوں ہو گئے، انہیں پسینہ آنے لگا، پھر موصوف سر اٹھا کر بولے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اسی طرح مستوی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیوں کر اور کیسے مستوی ہوا؟ اللہ تعالیٰ کی بابت اس طرح کا سوال نہیں ہو سکتا، تم بدعتی معلوم ہوتے ہو۔ چنانچہ موصوف نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے یہاں سے نکال باہر کرو"

یحیٰی بن یحیٰی تمیمی و جعفر بن عبداللہ اور ایک گروہ نے کہا کہ "ایک آدمی نے امام مالکؒ کے پاس آ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہوا؟

اس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اتنا خفا ہوئے کہ ہم نے کبھی کسی بات پر انہیں اتنا خفا ہوتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور انہیں پسینہ آنے لگا۔ سب لوگوں نے اپنے سر جھکا لئے۔ امام مالک کا غصہ

ٹھنڈا ہوا تو بولے کہ اس معاملہ میں کیف (یعنی کہ سوال کہ استواء کیوں کر اور کیسے ہوا؟) نا قابل فہم ہے اللہ تعالیٰ کا استوا غیر مجہول ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے متعلق سوال بدعت ہے اور مجھے خوف ہے کہ تم کوئی گمراہ آدمی ہو۔ چنانچہ انہوں نے حکم دیا کہ اس سوال کرنے والے کو نکال باہر کرو۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: ابوشعیب وابوثور سے مروی ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا: ''جس طور وطریق پر میں ہوں اور جس پر میں نے اپنے اہل حدیث اصحاب مثلاً سفیان ثوری و مالک وغیرہ کو پایا ہے وہ یہ ہے کہ ''کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا اقرار کیا جائے اور یہ مانا جائے کہ اللہ آسمان میں اپنے عرش پر ہے اور جیسے چاہتا ہے اپنے بندوں کے قریب رہتا ہے اور وہ آسمان دنیا کی طرف جس طرح چاہتا ہے نزول فرماتا ہے

اور امام شافعی سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت مبنی برحق تھی، جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں کیا اور اسی پر تمام لوگ متفق تھے اور یہ معلوم ہے کہ اس روئے زمین پر صادر ہونے والے ہر فیصلہ میں قدرت الٰہی اور مشیت باری تعالیٰ شامل رہتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ''جو شخص یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے یا زمین میں، وہ کافر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى. [طٰهٰ، آية: ۵] اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔

اور عرش الٰہی ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے، لہٰذا جو شخص یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں عرش آسمان میں ہے یا زمین میں وہ کافر ہے، کیونکہ وہ اس بات کا منکر ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے۔''

امام احمد بن حنبلؒ: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اسی طرح عرش پر مستوی ہے، جس طرح اس نے عرش پر اپنے مستوی ہونے کی خبر دی ہے وہ عرش پر اس طرح مستوی نہیں ہے جس طرح انسان سمجھتا ہے۔

میمونی نے کہا کہ میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ جو شخص اللہ کے عرش پر مستوی ہونے کا انکار کرے اس کی بابت آپ کیا فرماتے ہیں؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس طرح کے لوگوں

ساری بات کفر پر گردش کرتی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الرد علی الجھمیه" میں کہا

بَابُ بَیَانُ مَا اَنکَرَتِ الْجَھْمِیَّةُ اَنَّ اللّٰه تَعَالٰی عَلَی الْعَرْش.

"یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ جہمیہ اس بات کے منکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔"

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی. [طٰه، آیة:۵] اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔

لہٰذا ہم نے جہمیہ سے کہا کہ اس فرمان الٰہی کے باوجود تم عرش پر اللہ تعالیٰ کے مستوی ہونے کے کیوں منکر ہو؟ تو جہمیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ساتویں زمین کے نیچے اور تمام آسمانوں اور زمین اور ہر جگہ بھی اسی طرح موجود ہے، جس طرح عرش پر موجود ہے۔ جہمیہ نے اس آیت کی تلاوت کی:

وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْض. [سورة الانعام، آیة:۳] اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

امام احمدؒ نے جہمیہ کی تردید میں کہا کہ مسلمانوں کو معلوم ہے کہ ایسے متعدد مقامات ہیں جہاں عظمت الٰہی کچھ نہیں مثلاً تمہارے بدن، پیٹ، پاخانے اور گندے مقامات اور ان جگہوں میں کچھ بھی عظمت الٰہی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو خبر دے رکھی ہے کہ وہ آسمان میں ہے۔ چنانچہ اس نے فرمایا:

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَاءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا ھِیَ تَمُوْرُ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَاءِ. [الملک، آیة: ۱۶:۱۷] کیا تم آسمان میں رہنے والے اللہ تعالیٰ سے نڈر ہو کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور وہ تیزی سے گردش کرنے لگے یا تم آسمان میں رہنے والے اللہ سے بے خوف ہو کہ......

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ. [فاطر، آیة: ۱۰] اللہ تعالیٰ کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھ کر پہنچتے ہیں۔

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ. [آل عمران، آیة: ۵۵] میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اوپر اٹھانے والا ہوں۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْه. [النساء، آیۃ:۱۵۸] بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اوپر اٹھالیا۔

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ. [النحل، آیۃ: ۵۰] ''یہ لوگ اپنے اوپر والے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔''

(امام احمد کی جس کتاب الرد علی الجہمیہ سے مذکورہ بالا اقتباس ماخوذ ہے اسے امام احمد کے صاحب زادے عبداللہ کی سند سے امام خلال نے روایت کیا ہے۔)

امام ابوالحسن اشعری کا بیان: امام ابوالحسن اشعری کی مطبوعہ کتابوں میں سے کتاب ''الابانۃ'' بھی ہے، میں نے اسے حاصل کرلیا اور پڑھا ہے اس کتاب میں طویل مقدمہ لکھنے کے بعد موصوف امام اشعری نے بعض اسماء وصفات کو بیان کیا ہے اور کتاب وسنت دونوں سے معتزلہ کی مخالفت کا تذکرہ کیا ہے جیسا کہ جہمیہ وخوارج نے دونوں کا انکار کررکھا ہے۔ پھر امام موصوف نے امام احمد کی مدح سرائی وثنا خوانی کی ہی اور کہا ہے کہ ہم بھی امام احمد بن حنبل کے عقیدہ کے معتقد ہیں۔ امام اشعری نے امام احمد اور تمام ائمہ مسلمین کے لئے دعائے رحمت کی ہے اور پھر یہ کہا ہے کہ:

''ہماری بات کا حاصل یہ ہے کہ ہم اللہ، فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور رسولوں کو مانتے ہیں اور اللہ کی جانب سے جو باتیں بھی آئی ہیں انہیں ہم مانتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو باتیں ثقہ رواۃ سے مروی ہیں، انہیں بھی ہم مانتے ہیں۔ ان میں سے ہم کسی کو رد نہیں کرتے، اللہ، واحد، احد، اکیلا، بے نیاز ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد، اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

جنت وجہنم حق ہیں، قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور قبر میں مدفون لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ [طٰہٰ، آیۃ:۵] اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے۔

اللہ کا وجہ (چہرہ) بھی ہے جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ○ [الرحمٰن، آیۃ ۲۷] اور تیرے رب کا باجلال وباعزت چہرہ باقی رہے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ بھی ہیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

خَلَقْتُ بِيَدَيَّ. [ص ، آية: ۵] میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔

پھر امام اشعری اہل سنت و جماعت کے عقائد کا ذکر کرتے ہیں یہاں تک کہ موصوف نے یہ باب قائم کیا:

اَلْكَلَامُ فِيْ اِثْبَاتِ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى.

''دیدارِ الٰہی کے اثبات پر کلام۔''

پھر طویل کلام کرتے ہوئے موصوف امام اشعری نے باب "ذکر الاستوی علی العرش" قائم کر کے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ تم لوگ استواء کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو ہم اس سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اس نے خود بیان کیا ہے:

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى. [طٰهٰ ، آية:۵] اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔

نیز اس نے فرمایا:

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ اللہ تعالیٰ کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھ کر [فاطر ، آية: ۱۰] پہنچتے ہیں۔

اور اس نے یہ بھی فرمایا:

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ. [النساء، آیۃ۔۵۸] بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا۔

پھر امام اشعری نے اللہ تعالیٰ کی صفت علو (بلندی) کے سلسلے میں بعض آیات کا ذکر کیا حتیٰ کہ موصوف نے اپنے قول سے اس کو واضح کیا۔

سوال: معتزلہ وجہمیہ وخوارج نے کہا کہ قول الٰہی ''الرحمان علی العرش استوی'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غالب و مالک ہے اور حاکم ہے اور وہ ہر جگہ موجود ہے۔

جواب ان لوگوں نے اہل حق کے اس موقف سے انکار کیا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ استواء سے مراد قدرت ہے، حالانکہ ان کی یہ بات اگر صحیح ہے تو عرش اور ارض میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

پھر امام اشعری نے اس خیال باطل کی تردید کی اور ان آیات واحادیث کو نقل کیا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسری تمام چیزوں کو چھوڑ کر اپنے عرش پر ہے۔ (عقائد سلفیہ۔ از مصنف)

کتاب الابانۃ میں امام اشعریؒ کا مندرجہ بالا فرمان موجود ہے اور اسی طرح کی بات

انہوں نے اپنی دوسری کتاب "مقالات اسلامیین" میں بھی تحریر کر رکھی ہے۔

"قرآن وسنت میں وارد شدہ تمام صفات خداوندی مثلاً استواء وجہ (چہرہ) ید (ہاتھ) اور نزول وغیرہ کے اثبات کی صراحت امام اشعری نے کر رکھی ہے پھر امام اشعری کی طرف اپنے کو منسوب کرنے والوں کے لئے ان صفات کے ماننے میں کیا عذر رہ جاتا ہے جو امام اشعری کی طرف دعوے انتساب کے باوجود معتزلہ وجہمیہ کی طرح عقائد رکھتے ہیں؟ کوئی شک نہیں کہ ان صفات کے معاملہ میں امام اشعری کی طرف ان کا دعوے انتساب غیر صحیح ہے۔

مجھے معلوم نہیں کہ یہ لوگ امام اشعری کی ان باتوں کو ماننے میں کیا عذر پیش کرتے ہیں؟ البتہ ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ کتاب الابانۃ اور مقالات الاسلامیین کو تصنیف اشعری نہ مانتے ہوں مگر ان کا یہ انکار بے فائدہ ہے۔ کیونکہ مورخین نے ان دونوں کتابوں کا امام اشعری کی کتابوں میں ذکر کیا ہے اور حافظ ابن عساکر نے اپنی کتاب "تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام الاشعری" میں بھی ان دونوں کتابوں کو امام اشعری کی تصنیف قرار دیا ہے۔ اسی طرح سبکی نے اپنی کتاب الطبقات الشافعیہ میں امام اشعری کے وہی عقائد بیان کئے ہیں جو ہم نے ذکر کئے ہیں۔ واللہ الموفق للصواب۔ میں نے اپنی کتاب العقائد السلفیہ میں ان مختلف ادوار کا ذکر کیا ہے جن سے امام اشعری گذرے یہاں تک کہ آخر میں موصوف اشعری کا عقیدہ وہ قرار پایا جو کتاب الابانہ میں مذکور ہے۔ دریں صورت امام اشعری کی طرف اپنے کو منسوب کرنے والوں کے لئے کیا باقی رہ گیا؟

اعتقادی بدعات

تعویذ، کوڑی، گھونگے اور تانت وغیرہ گلے میں لٹکانا

«عن عقبة بن عامر مرفوعًا مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللّٰهُ لَهُ وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً فَلَا وَدَعَ اللّٰهُ لَهُ وَفِي رِوَايَةٍ مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ۔» [1]

"حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو

[1] مسند احمد ج ٤/ص ١٥٤ مسند ابی یعلی ج ٢ ص ٣١١ حدیث نمبر ١٧٥٣ والحاکم وقال صحیح الاسناد و اقرہ الذهبی۔

تمیمہ ❶ یعنی تعویز باندھے اللہ تعالیٰ اس کا مقصد پورا نہ کرے اور جو ''ودعہ'' لٹکائے یعنی بطور تعویذ گھونگا، کوڑی اور تانت وغیرہ گلے میں لٹکائے، اسے اللہ تعالیٰ سکون وراحت نہ بخشے اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے تعویذ باندھا یا لٹکایا اس نے شرک کیا۔''

''قرۃ عیون الموحدین'' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ مذکورہ حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ تعویذوں کا لٹکانا اور باندھنا شرک ہے، کیونکہ انہیں لٹکانے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ تعویذ ضرر کو دفع کرتے ہیں اور نفع پہنچاتے ہیں نیز یہ چیز کمال اخلاص کے منافی ہے۔ کیونکہ مخلص آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے حصول نفع اور دفع ضرر کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ لہٰذا کمال توحید اس طرح کے تعویذ کو چھوڑے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ یہ چیز اگر شرک اصغر ہے تو بھی بہت بھاری گناہ ہے۔ یہ بات جب عہد نبوی ﷺ میں بعض صحابہؓ پر مخفی تھی تو بھلا ان کے بعد والے ان سے کم تر لوگوں پر کیوں مخفی نہ رہے گی، جبکہ بعد والے یہ لوگ علم وایمان میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے بالمقابل کئی گنا اور کئی درجہ کم ہیں۔

یہ حدیث کلمہ لا الہ الا اللہ کے معنی کی وضاحت بھی کرتی ہے، کیونکہ اس سے ہر قسم کے چھوٹے بڑے شرک کی نفی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد اسی طرح ہے۔ چنانچہ اس نے فرمایا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. [آل عمران، آیۃ: ۱۸]	''اللہ، فرشتوں اور اہل علم نے یہ شہادت دی کہ اس اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اللہ اعتدال کے ساتھ قائم ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔''

امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ حضرت حذیفہ صحابی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے ہاتھ

❶ حصول خیر یا دفع ضرر کے لئے مصنوعی موتی یا اس جیسی جو چیز بطور تعویذ گلے میں لٹکائی یا جسم کے کسی حصہ پر باندھی جاتی ہے' اسے ''تمیمہ'' کہتے ہیں اسی طرح گھونگا اور کوڑی جیسی چیزیں بطور تعویذ لٹکاتے اور باندھتے ہیں اسے ''ودعہ'' کہتے ہیں۔

یہ جہالت وضلالت کی بات ہے کیونکہ نفع وضرر صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح کے تعویذ اور ٹوٹکے سے کوئی نفع و ضرر نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں پر بددعا کی ہے اور اسے شرک قرار دیا ہے کیونکہ اس طرح کے تعویذ کے ذریعہ گویا غیر اللہ سے نفع کی طلب اور ضرر کی مدافعت کی جارہی ہے۔

میں بخار دفع کرنے کے لئے دھاگے کا تعویذ بندھا ہوا دیکھا تو حضرت حذیفہ نے یہ تعویز کاٹ کر پھینک دیا اور یہ آیت تلاوت کی:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ. [یوسف،آیۃ:۱۰۶]
اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے ساتھ ہی شرک کرنے والے ہوا کرتے ہیں۔

امام وکیع نے روایت کی ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار آدمی کی عیادت کرنے آئے اور انہوں نے اس بیمار آدمی کا ہاتھ ٹٹول کر دیکھا تو اس میں دھاگا بندھا ہوا تھا، یعنی تعویذ باندھا گیا تھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ مریض نے کہا کہ اس چیز کو میرے لئے منتر کیا گیا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے کاٹ دیا اور فرمایا کہ اگر تم مرجاتے اور یہ تعویذ تمہارے ہاتھ میں بندھا رہتا تو میں تمہاری نماز جنازہ نہ پڑھتا۔

مذکورہ بالا روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شرک اصغر کبائر گناہوں سے کہیں بڑا گناہ ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اقوال اس پر شاہد ہیں۔

بیسویں صدی کے جہلا چھلوں کے پہننے پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اسی طرح کی دوسری باتوں کے بھی معتقد ہیں جیسا کہ پرانے زمانے کے جہلا تھے۔ کچھ لوگ سات قسم کے دانے ایک تھیلی میں رکھ کر بچوں کی نال وناف پر لٹکا دیتے ہیں۔

اس طرح کی بہت ساری باتیں ان لوگوں میں جاری ہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں، حالانکہ وہ درحقیقت جاہل ترین مشرکین میں سے ہیں۔ (کتاب ''مصرع الشرک'')

صحیح بخاری میں حضرت ابو بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بعض سفروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد کو یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت یا رسی کا کوئی پٹہ نہ رہنے دو اور اسے کاٹ ڈالو۔ (بخاری ومسلم)

امام بغوی نے شرح السنۃ میں کہا کہ امام مالکؒ نے پٹوں کو کاٹ دینے کے حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ پٹے نظر بد کو دفع کرنے کی غرض سے پہنائے جاتے تھے۔ چنانچہ لوگ اس خیال سے تانت اور تعویذ باندھتے اور لٹکاتے تھے کہ یہ تانت وتعویذ آفات سے محفوظ رکھتے ہیں۔

بنابریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کر دیا اور بتلا دیا کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے

حکم کو کچھ بھی نہیں بدل سکتی ہیں۔

امام ابوعبید نے کہا کہ لوگ اونٹوں کو اس غرض سے تانت پہنا دیا کرتے تھے کہ انہیں نظر نہ لگ جائے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے یہ بتلانے کی غرض سے اس کے ازالہ کا حکم دے دیا کہ تانت حکم الٰہی کو کچھ بھی رد نہیں کر سکتے۔

جو لوگ تعویذ گنڈے اور ٹونے ٹوٹکے کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی اچھا کام کر رہے ہیں اور اسلام و اہل اسلام کی خدمت انجام دے رہے ہیں، نیز یہ لوگ تعویذ و گنڈے بناتے وقت قرآن مجید کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے اسما لکھتے ہیں ان کے یہ سارے کام درحقیقت ضلالت والحاد ہیں۔

یہ کام ضلالت والحاد کیوں نہ ہو جبکہ یہ لوگ یہود کے طریقہ پر خاص روشنائی سے حروف مقطعات لکھتے ہیں اور اس میں جاہلی دعائیں بھی شامل کر لیتے ہیں اور لکیروں کو ذریعہ نقش بناتے اور یہ دعوٰی رکھتے ہیں کہ یہ نقش حضرت سلیمان علیہ کی اس انگشتری کی شکل پر بنائے گئے ہیں جس میں حکومت سلیمانی کا راز پوشیدہ تھا۔ یہود کا ایسا ہی دعوٰی ہے اور یہود یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر کیا اور وہ جادو کے زور پر جنات کو قابو میں کیے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے معجزہ سے نہیں۔

اسی یہودی عقیدہ کے مطابق یہ دجال وفریب کار لوگ تعویذ و گنڈے بناتے اور یہ گمان رکھتے ہیں کہ حروف واسما کے تابع بہت خدام ہوتے ہیں۔ ان خدام سے جن اعمال سحر کا مطالبہ کیا جائے انہیں انجام دیتے ہیں۔ یہ تعویذ و گنڈے کرنے والے مختلف قسم کی ایسی دھونیاں جلاتے ہیں اور مخصوص قسم کے ایسے ظروف رکھتے ہیں جن کو ان کے پاس آنے جانے والے شیاطین انہیں سکھاتے بتاتے ہیں۔ یہ ساری باتیں کفر عظیم کی اقسام میں سے ہیں۔

چھلہ و دھاگہ اور اس قسم کی دوسری چیزیں پہننا بھی اعتقادی بدعات میں سے ہیں

اکثر لوگوں کو جہالت نے پچھاڑ رکھا ہے۔ چنانچہ لوگ اتباع ھوٰی اور شیطان کی مزین کردہ چیزوں کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔ جو انہیں شرک و بت پرستی کی ظلمات کی طرف لے

جا رہی ہیں۔

اس امت (امت اسلامیہ) کی طرف منسوب ہونے والے بیسویں صدی کے لوگوں پر عام بلا چھائی ہوئی ہے اور معاملہ سنگین ہو گیا ہے۔ لوگ حرام کاموں کے مرتکب ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ چھلے، دھاگے اور اس قسم کی چیزیں پہنتے اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ چیزیں آفت مرض کو ہٹاتی اور پریشانیوں کو ہلکا کرتی ہیں۔ حالانکہ یہ طرز عمل طریق اسلام سے ایک طرح کا انحراف ہے۔ یہ چیزیں آدمی کو شرک میں مبتلا کر دیتی ہیں جو توحید خالص کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۝ [الزمر، آیة : ۳۸]

آپ کہہ دیجئے کہ بھلا بتاؤ کہ تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کو پکارتے ہو کیا اگر اللہ تعالیٰ مجھے ضرر پہنچانا چاہے تو تمہارے یہ معبود اس کے ضرر کو دور کر دیں گے؟ یا اگر اللہ تعالیٰ میرے ساتھ رحمت کا ارادہ کریں تو کیا تمہارے یہ معبود اللہ تعالیٰ کی رحمت کو روک دیں گے؟ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اسی پر متوکل لوگ بھروسہ کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ اور اس جیسی دوسری آیات حصول نفع اور دفع ضرر کے لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے دل لگانے کو فعل باطل قرار دیتی ہیں، یہ طور طریقہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل شرک پر عیب لگایا ہے کہ وہ غیر اللہ کو پکارتے ہیں نیز غیر اللہ کی طرف رغبت بھی رکھتے ہیں۔ توحید اس طور و طریق کے منافی ہے۔ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو نہ پکارا جائے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف رغبت نہ رکھی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کیا جائے۔

عبادتوں میں سے کوئی بھی عبادت غیر اللہ کے لئے لائق نہیں۔ نصوصِ کتاب وسنت اور اجماع امت اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ (مصرع الشرک)

حدیث میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے

ہاتھ میں پیتل کا ایک چھلہ دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ اس آدمی نے کہا کہ ایک رگ میں درد ہے اسے دفع کرنے کی غرض سے بطور تعویذ میں نے یہ چھلہ پہن رکھا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اسے اتار کر پھینک دو اس سے رگ کے درد میں اضافہ کے علاوہ کچھ نہ ہوگا اگر تم اسے پہنے ہوئے مر گئے تو کبھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔ (راوہ احمد، بسند لا باس بہ)

قرۃ عیون الموحدین میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شخص مذکور کو چھلہ پہننے سے اس لئے منع کیا کہ اس کے خیال میں یہ چھلہ بیماری کو دور کرتا ہے یا بیماری پیدا نہیں ہونے دیتا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اسے اتار پھینکنے کا حکم دیا اور یہ بتلا دیا کہ اس سے مرض میں اضافہ ہی ہوگا۔ مشرک کا مقصد اس کے برعکس ہوتا ہے وہ اپنا دل ایسی چیز سے لگاتا ہے جو اسے نہ نفع دے نہ ضرر پہنچائے۔ جب پیتل کے چھلہ کا یہ حال ہے تو اس سے کہیں بڑی چیزوں مثلاً قبر پرستی اور مزار پرستی وغیرہ جیسی چیزوں کا کیا حال ہوگا؟

آج کل جاہل لوگ اپنی اولاد کو لوہے وغیرہ کے پازیب پہناتے اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس سے یہ بچے مرنے سے محفوظ رہیں گے۔ جس طرح ان کے پہلے پیدا ہونے والے بچے مر جاتے رہے۔ یہ طریق بھی مذکورہ بالا ممنوع طریق کی ایک قسم ہے۔ اسی طرح برکت کے لئے چاندی کا چھلا پہننا یا دفع بواسیر کے لئے پہننا بھی ممنوع ہے نیز جنات سے محفوظ رکھنے کی غرض سے مخصوص قسم کے نگینوں والی انگشتریوں کا پہننا بھی اسی قبیل سے ہے۔ (فتح المجید ص ۹۹)

بدفالی و شگون بد لینا بھی اعتقادی بدعات میں سے ہے

جاہل لوگوں میں کثرت سے بدفالی اور شگون کو لیا جاتا ہے۔ کوئی کسی عورت سے شادی کرنے اور بعض گھروں میں رہنے کو منحوس سمجھتا ہے، نیز ماہ محرم کے آخری بدھ یا چھینک کو منحوس و شگون بد سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی کہیں جانا چاہتا ہو یا کوئی کام کرنا چاہتا ہو اور اس موقع پر حاضرین میں سے کسی کو چھینک آ جائے تو وہ نہیں جائے گا یا وہ کام نہیں کرے گا۔

بعض لوگ ماہ شوال و ذوالقعدہ میں اس خیال سے شادی نہیں کرتے کہ یہ شادی دو عیدوں کے درمیان پڑ رہی ہے۔

بعض لوگ ماہ محرم و صفر میں شادی نہیں کرتے نہ خوشی مناتے ہیں۔ محض اس شبہ کی بنا پر ماہ

محرم میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے اور ماہ صفر بلا شرور کا محل ہے یا یہ کہ ماہ صفر میں حضرت حسن بن علی فوت ہوئے تھے۔

بعض کا یہ حال ہے کہ ان کے گھر میں کوئی مر جائے گا تو وہ پورے سال بھر یا عید تک اپنی شادی نہ کریں گے نہ اپنی بیٹی کی شادی کریں گے، یا اس کے علاوہ بعض مقامات اور بعض اوقات کو بھی کچھ لوگ منحوس تصور کرتے ہیں حالانکہ یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے دشمنوں کے متعلق ذکر کیا ہے کہ انہیں جب کوئی تکلیف پہنچتی تھی، مثلاً قحط، خشک سالی، اور بلا وغیرہ تو وہ ان تکالیف کو رسولوں کی طرف منسوب کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور قوم فرعون کی بابت ذکر کیا:

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ. [الاعراف، آیة: ۱۳۱]

اگر ان کو کوئی تکلیف و بدحالی لاحق ہوتی تو یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست وشومی بتلاتے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝ (اِلٰى اَنْ قَالَ) قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ [یٰسٓ، آیة ۱۳، ۱۹]

”آپ ان کے لئے اس بستی والوں کی مثال بیان کیجئے، جہاں رسول لوگ آئے۔ جب ہم نے بستی والوں کی طرف دو رسول بھیجے انہوں نے دونوں رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے دونوں کی تائید ایک تیسرے رسول کے ذریعہ کی۔ ان رسولوں نے اہل بستی سے کہا کہ ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔۔۔ اہل بستی نے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہیں آتے تو ہم تم کو بالضرور سنگسار کریں گے اور تمہیں ہماری طرف سے دردناک سزا ملے گی۔ رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے تو تم ایسی بات کہتے ہو بلکہ تم حد سے گذرے ہوئے لوگ ہو۔“

مذکورہ بالا آیات میں کفار کا جو یہ قول منقول ہے کہ "انا تطیرنا بکم" اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ تمہارے آنے سے ہم پر مصیبت و آفت آ گئی ہے اور یہ بات تم لوگوں کی نحوست و شامت کے سبب ہے جس کے جواب میں رسولوں نے فرمایا کہ یہ ساری بلا تمہاری بداعمالی اور شرک و بت پرستی کی نحوست و شومی کی وجہ سے ہے۔ ایام قدیم میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے حضرت صالح سے کہا تھا:

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ. انہوں نے کہا ہم تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ [النمل، آیۃ: ۴۷]

اس سے معلوم ہوا کہ بدفالی و بدشگونی مشرکین اور جاہلوں کے عقائد میں سے ہے۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب یعنی قرآن مجید کی متعدد آیات میں کیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے بعض آیات کا ذکر کیا ہے۔ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا عَدْوٰی وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ اَخْرَجَاهُ وَزَادَ مِسلم وَلَا نَوْءَ وَلَا غَوْلَ۔ » ❶

"چھوت چھات ② بدفالی ③، الو ④ اور صفر ⑤ کی نحوست کوئی چیز نہیں ہے، یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم دونوں میں ہے صحیح مسلم میں یہ اضافہ بھی ہے کہ پچھتر ⑥ اور بھوت پریت کوئی چیز نہیں ہے۔"

---

❶ [بخاری کتاب الطب باب لاهامة ص۱۲۳۵ حدیث نمبر ۵۷۵۷ مسلم: کتاب السلام باب لاعدوی ولا طیرة ج۴ / ص ۱۷۴۲، حدیث نمبر (۲۲۲۰)]

❷ "عدیٰ" الاعداء سے اسم ہے کہا جاتا ہے کہ "اَعْدَاهُ الدَّاءُ يُعدِيه اَعْدَاء" عدوی کہتے ہیں ایک شخص کی بیماری کا دوسرے کو لگ جانا اردو میں اسے متعدی یعنی چھوت کی بیماری کہتے ہیں مثلاً کوئی خارش زدہ اونٹ ہوتا ہے تو دوسرے اونٹوں کو اس کے ساتھ رہنے سے اس خوف کی بنا پر بچایا جاتا ہے کہ صحت مند اونٹوں کو بیمار اونٹ سے خارش نہ لگ جائے۔

اسلام نے اس خیال کو باطل قرار دیا ہے کیونکہ لوگ یہ گمان رکھتے تھے کہ بیماری فی نفسہ متعدی ہوتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتلا دیا کہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ بیمار کرتا ہے اور بیماری نازل کرتا ہے۔ اسی بنا پر بعض حدیثوں میں یہ فرمان نبوی منقول ہے کہ اگر چھوت چھات کوئی چیز ہے تو پہلے خارش زدہ اونٹ کو کس سے چھوت لگی تھی؟

"یہ معلوم رہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں چھوت کی نفی کی گئی ہے لیکن ایک دوسری حدیث میں ہے کہ کوڑھی سے دور بھاگو جیسا کہ شیر سے دور بھاگتے ہو۔"

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

« وعن ابن مسعود رضی الله عنه مرفوعاً الطیرة شرك الطیرة شرك وما منا الا

(گزشتہ سے پیوستہ) ——————

عقل اور طب چھوت کی نفی نہیں کرتی ہیں بلکہ دونوں سے ثابت ہے کہ بعض بیماریوں میں چھوت کی قوت ہے۔ مثلاً زکام، دق اور کوڑھ۔ دریں صورت عقل و طب اور کوڑھ سے بھاگنے کے متعلق حدیث نبوی سے جو چھوت کا ثبوت ملتا ہے اور دوسری حدیث سے اس کی جو نفی ہوتی ہے ان دونوں کے درمیان تطبیق کی کیا صورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عقل صحیح، طب صحیح اور متعدد تجربات سے جو ثابت ہے شریعت اسلامیہ اس کی نفی کرتی ہے اور صورت تطبیق یہ ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ مشرکین کا جو یہ عقیدہ تھا کہ امراض بذات خود متعدی ہیں تقدیر الٰہی و مشیت خداوندی سے نہیں۔ اس کی نفی حدیث مذکور میں ہے یعنی حدیث مذکور میں جاہل عقیدہ کی نفی کی گئی ہے اور جس حدیث میں چھوت کا اثبات ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت کے مطابق مرض میں تعدی (چھوت چھات) ہو سکتی ہے اس طرح طب و عقل اور حدیث مذکور میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

اسی بنا پر وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجذوم کے ساتھ کھانے میں اپنا دست مبارک رکھ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ کر کے کھاؤ۔ لہٰذا جن کا ایمان اتنا قوی ہے کہ وسواس اور اوہام سے باز رہتے ہیں۔ اور اللہ پر پوری طرح توکل کرنے والے ہیں وہ متعدی امراض والوں کے ساتھ رہتے ہیں لیکن جن کا ایمان اس درجے کا نہیں ہے ان کے لئے ایسے امراض سے اجتناب و دوری بہتر ہے جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب نے کیا تھا کہ ملک شام میں طاعون زدہ مقام پر نہیں گئے تھے۔

❸ علامہ ابن جزری نے نہایہ میں کہا کہ "طیرۃ" میں "ط" کو کسرہ (زیر) اور "ی" کو فتحہ (زبر) اور "ی" کبھی کبھی ساکن بھی ہوتی ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کو منحوس سمجھنا یا کسی چیز سے شگون بد اور بدفالی لینا یہ لفظ تطیر کا مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے "تطیر خیرۃ" اس کی اصل یہ بتلائی جاتی ہے کہ دائیں یا بائیں طرف سے آنے والے پرندوں یا ہرن وغیرہ سے اچھی یا بری فال و شگون لیا کرتے تھے اور اس توہم پرستی کی بنا پر لوگ اپنے مقاصد و کام سے باز آ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ شریعت نے اس کی نفی کی اور اسے باطل و ممنوع قرار دیا اور یہ بتلایا کہ اس میں نفع یا ضرر پہنچانے کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے "طیرۃ" (شگون و فال) کی بابت پوچھا گیا تو آپؐ نے اس سے منع فرمایا اور کہا کہ یہ چیز آدمی محسوس کرے تو اسے اس کے سبب اپنا کام نہیں روکنا چاہیے یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تطیر (بدفالی) صرف اسے نقصان پہنچاتی ہے جو اس سے ڈرتا اور خوف زدہ ہوتا ہے لیکن جو اس طرح کی بات دیکھ کر یا سن کر یہ دعا پڑھے:

اللھم لا طیر الا طیرک ولا خیر الا خیرک ولا الہ غیرک اللھم لا یاتی بالحسنات الا انت ولا یذھب بالسیئات الا انت ولاحول ولا قوۃ الابک . اصلاح المساجد، ص ۱۱۷ (آیات السلام لیلۃ آخر اربعاء) صحیحہ ج ۳/ حدیث نمبر (۵۴) فتح الباری ج ۴/ کتاب جزاء الصید. تحت حدیث نمبر (۱۸۳۱) وفتح الباری ج ۱۰/ ص ۲۱۳. کتاب الطب (باب الطیرہ) (۵۷۵۳)

"اے اللہ! تیرے شگون کے علاوہ کوئی شگون نہیں اور تیری بھلائی کے علاوہ کوئی بھلائی (باقی اگلے صفحہ پر

ولکن اللہ یذھبہ بالتوکل ، رواہ ابو داؤد و الترمذی وصححہ وجعل اٰخرہ من

(گزشتہ سے پیوستہ)

نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ! تو ہی نیکیاں اور بھلائیاں عطا کرتا ہے اور تو ہی برائیاں دور کرتا اور تیرے سوا کسی میں نفع کے حصول کی طاقت اور ضرر کو دفع کرنے کی قوت نہیں ہے۔''

بدفالی شرک کا ایک دروازہ ہے اور شیطان کی وسوسہ اندازی وتخویف ان لوگوں کے حق میں اس کی عظمت دیتی ہے' جو اپنے نفس کی پیروی کرتے ہیں اور نفس کے ساتھ مشغول اور توجہ زیادہ رکھتے ہیں لیکن جو لوگ اس کی توجہ نہیں دیتے اور اس کی فکر و پرواہ نہیں کرتے ان کے سامنے بدفالی رخصت ہو جاتی ہے اور مضمحل ہو کر رہ جاتی ہے۔

❹ ''ہامہ'' الو پرندہ کو کہتے ہیں لوگوں کا گمان ہے کہ جس گھر پر الو بیٹھتا ہے' اس کے مالک یا اس گھر کے کسی فرد کی م خبر دیتا ہے۔ بنابریں لوگ اسے منحوس سمجھتے ہیں اسلام اس کی تردید ونفی کرتا ہے۔

❺ لوگ ماہ صفر کو منحوس سمجھتے ہیں کیونکہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس مہینے میں بلا' شرور اور فتن کا نزول ہوتا ہے۔ اعتقاد بہت سے جاہل مسلمانوں میں اب بھی پایا جاتا ہے۔

ماہ صفر سے بدشگونی لینے کی تفسیر بعض لوگوں نے یہ کی کہ وہ دور جاہلیت میں ماہ محرم میں جنگ وقتال حرام سمجھتے تھے حرمت قتال ماہ صفر تک رہتی تھی۔ چنانچہ جب صفر آ جاتا تو جنگ وقتال شروع ہو جاتا اسی لئے اس ماہ صفر کو منحوس سمجھتے۔

❻ جاہلی دور میں لوگ کہا کرتے تھے کہ فلاں پچھتر کے سبب بارش ہوئی لوگ بارش و ہوا کو ستاروں اور پچھتروں کی منسوب کرتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ پچھتر اور ستاروں میں تاثیر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دی اور فرمایا کہ ''لانوء'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''وتجعلون رزقکم انکم تکذبون '' یعنی کہ تم کہتے ہو کہ فلاں ستاروں کے ذریعہ ہم پر بارش ہوئی مطلب یہ ہے کہ بارش سے خوش ہو کر تم اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کے ستاروں کا شکریہ ادا کرتے ہو جو بالکل جھوٹی بات ہے یعنی ستارے بارش نہیں کرتے۔

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں جاہلیت کی چار چیزیں پائی جائیں گی جن کو یہ لوگ نہیں چھوڑیں گے۔

(۱) حسب نسب پر فخر (۲) دوسروں کے نسب پر طعن وتشنیع (۳) پچھتروں سے طلب بارش (۴ خوانی۔ (صحیح مسلم)

پچھتروں سے طلب بارش کا مطلب یہ ہے کہ بارش کا انتساب پچھتروں کی طرف کیا جائے امام احمد بن حنبل حضرت جابر سوائی سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں اپنی امت باتوں سے ڈرتا ہوں۔

(۱) ستاروں سے طلب بارش (۲) حکمرانوں کا ظلم (۳) تقدیر کی تکذیب۔

جب کوئی آدمی کہتا ہے ''مطرنا بنوء کذا'' تو وہ دو باتوں سے خالی نہیں۔ ایک یہ کہ وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ بارش نازل کر میں پچھتروں کا اثر و دخل ہے۔ یہ چیز شرک وکفر ہے۔ اہل جاہلیت یہی عقیدہ رکھتے تھے۔

دوسرے یہ کہ ''مطرنا بنوء کذآ'' کہنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ بارش برسانے میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کا سارا اثر و دخل لیکن ہندوستان کے سقوط کے زمانہ میں یہ بارش ہوئی تو یہ شرک نہیں ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ مجازی طور پر بھی پچھ طرف بارش کی نسبت ممنوع ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

قول ابن مسعود ولا حمد من حديث ابن عمرؓ ومن ردته الطيرة عن حاجته فقد اشرك قالوا فما كفارة ذالك قال ان يقول اللهم لا خير الا خيرك ولا طير الا طيرك ولا اله غيرك۔)) [مصرع الشرك] ❶

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بدفالی شرک ہے، بدفالی شرک ہے۔❷ ہم میں سے کوئی نہیں جس کے دل میں بدفالی والی بات نہ آتی ہو، مگر توکل کی برکت سے اللہ تعالیٰ خاتمہ کر دیتا ہے۔ (اس حدیث کا آخری جملہ جامع ترمذی میں ابن مسعود سے موقوفاً مروی ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جسے بدفالی اپنی ضرورت سے لوٹا دے اس نے شرک کا کام

(گزشتہ سے پیوستہ)

ابن مفلح نے کتاب الفروع میں صراحت کی ہے کہ ''مطرنا بنوء کذا'' کہنا حرام ہے اور کتاب الانصاف میں بھی اسے حرام کہا گیا ہے خواہ یہ بات مجازاً کہی گئی ہو۔ ان دونوں حضرات یعنی (مصنف الفروع اور مصنف الانصاف) نے اس مسئلہ میں کسی اختلاف کا ذکر نہیں کیا ہے' اس کی شرح میں کہا کہ یہ قول اس لئے حرام ہے کہ اس میں فعل الٰہی کو دوسرے کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا بارش پر قادر نہیں اور جس کی طرف نسبت کی گئی ہے یعنی نچھتر وہ مسخر شدہ ایک مخلوق ہے جو نہ ضرر پہنچا سکتی ہے نہ نفع اور اسے کسی چیز کی قدرت نہیں' لہٰذا یہ چیز شرک اصغر ہوئی۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت زید بن خالدؓ سے مروی ہے کہ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی۔ اسی رات بارش ہوئی تھی۔ آپؐ نے نماز کے بعد لوگوں کو خطاب کر کے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ اللہ و رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ میرے بندوں میں سے کسی نے صبح کے وقت کفر کیا اور کوئی ایمان لایا۔ جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں نچھتر نے ہم پر بارش کی وہ تو کافر ہوا اور جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کی تو وہ مومن ہوا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

❶ [سنن ابی داؤد ج ٤/ص ٢٣٠/ کتاب الطب باب فی الطیرة حدیث نمبر (٣٩١١) وابن ماجه فی الطب باب من کان یعجبه الفال. والترمذی: ج ٤/ص ١٦٠ کتاب السیر باب ما جاء فی الطیرة.

❷ آپ کا فرمان ''بدشگونی شرک ہے'' بدفالی کی حرمت کی صراحت کرتا ہے اور اس کے شرک ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ فال و شگون سے نفع کا حصول اور ضرر کا دفاع ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اس کے مطابق کوئی کام کیا تو گویا انہوں نے اس میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا۔ اسی کو شرک خفی کہا جاتا ہے اور جس کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری چیز مستقل طور پر نفع کے حصول یا ضرر رسانی کا اختیار رکھتی ہے تو اس نے شرک جلی کا ارتکاب کیا۔

کر ڈالا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس گناہ کا کفارہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی۔
اے اللہ تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں اور تیرے شگون کے علاوہ کوئی شگون نہیں
اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

روحوں کے حاضر کرنے کا عقیدہ قبیح ترین بدعات سے ہے

ارواح کو حاضر کرنے کا عقیدہ یورپ میں اٹھارہویں صدی کے اوائل میں پھیلا۔ بہت سے مادہ پرست اور دینی علما نے اس عقیدہ کی مخالفت کی مگر مرور زمانہ کے ساتھ معتقدین اور مویدین بڑھتے گئے۔ انیسویں صدی کے اوائل میں اس عقیدہ کی موافقت میں کئی کتابیں، رسائل اور اخبارات موجود تھے۔ اس عقیدہ کی ہوا مشرق کے اسلامی ممالک کو بھی لگ گئی۔

عالم اسلام کے بعض علما اور بہت سے اہل قلم حاضریٔ ارواح کے مذہب کے پیرو ہو گئے۔ ان مغربی اور مشرقی لوگوں کا دعویٰ ہے کہ حاضریٔ ارواح سے متعلق کتابوں میں انہوں نے جو پڑھا اور اس مضمون کی اشاعت و حمایت پر توجہ دینے والے جرائد و رسائل کی جن باتوں کا انہوں نے مطالعہ کیا، ان کا تجزیہ کیا تو نتیجہ وہی نکلا جو انہوں نے کہا تھا۔ اس عقیدہ کے معتقد مسلمان یہ خیال خام رکھتے ہیں کہ عقیدہ مذکورہ عالم غیب، نبوت اور وحی کے انکار کے نظریہ مذہب کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

اس عقیدہ کے سرگرم حامیوں میں استاذ محمد فرید وجدی ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ''الاسلام فی عصر العلم'' میں ''مذہب استحضار الارواح عامل کبیر نشر الاسلام فی اروبا'' (یورپ میں اشاعت اسلام کا زبردست محرک ارواح کو حاضر کئے جانے کا مذہب ہے) کے عنوان کے تحت کہا:

''یورپ میں استحضار ارواح کی سب سے بڑی خصوصیت ہماری نظر میں یہ ہے کہ اس سے مذہب مذکور کے لئے ایک کشادہ روشن دان کھل گیا ہے جس سے عالم روحانی کو جھانک کر دیکھا جا سکتا ہے، نیز وحی و نبوت کی باتیں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ حالانکہ کوتاہ نظر اور ظاہری حس کے قیدی اس نظریہ کو پھینکنے پر تلے ہیں۔ اپنے اس طرز عمل سے یہ لوگ ادیان و عقائد کے عز و شرف کو گرانا اور کم کرنا چاہتے ہیں، مگر ان کا یہ مقصد کیوں کر پورا ہو سکتا ہے، جبکہ خالق یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مخلص

بندوں کی تائید و مدد کی فیصلہ کر چکا ہے۔

چنانچہ اس نے فرمایا:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۝ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۝ [الصّٰفّٰت، آیۃ171:173]

ہمارے بھیجے ہوئے رسول بندوں کے لئے ہمارا یہ فیصلہ پہلے سے ہو چکا ہے کہ ان کی مدد کی جائے گی اور ہماری فوج کے لوگ ہی غالب ہوں گے۔ ایک زمانہ تک ان سے اعراض کئے رہئے اور انہیں دیکھتے رہئے وہ بھی عن قریب دیکھیں گے۔

اس کے بعد موصوف استاذ محمد فرید نے طویل بحث کی اور اپنے مدعا پر کئی مغربی حضرات کی باتوں سے استدلال کیا ہے۔ حتیٰ کہ اپنی کتاب کی پہلی جلد کا تہائی حصہ اسی بحث میں سیاہ کر دیا ہے، مگر اس کے باوجود زیادہ مناسب یہ ہے کہ حق بات کہی جائے کہ عقیدہ مذکورہ فاسد چیز ہے اور اسلام کے خلاف ہے۔ اگر چہ اس کی تائید کرنے والے کا خیال ہے کہ عقیدہ مذکورہ دین کا مؤید ہے۔ حاضری روح والا دعویٰ ان باطل دعووں میں سے ہے جنہوں نے اسلام کے خلاف جنگ کر رکھی ہے اور مسلمانوں کے عقیدہ کی پشت پر نشانہ لگا رکھا ہے وہ اس طرح کہ سب سے پہلے اسلام اس بات پر قائم ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے پر ایمان رکھا جائے اور یہ مانا جائے کہ انبیائے کرام علیہم السلام صرف مبلغ تھے۔ ارشاد الٰہی ہے:

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ ۝ [الجن، آیة: 27]

• اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا، مگر جس رسول کو چاہتا ہے کچھ بتلا دیتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ. [الانعام، آیة: 50]

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔

رسول کو غیب پر اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے کا سلسلہ وفات نبوی کے ساتھ ختم ہو گیا اور اب

اس کا دروازہ بند ہو گیا، کیونکہ محمد ﷺ انبیاء و مرسلین کے خاتم ہیں۔

حاضریٔ روح کا عقیدہ ایمان کے مذکورہ بالا بنیادی اور اساسی رکن کو منہدم کر دینا چاہتا ہے اور بزعم خویش معرفت غیب کا دروازہ کھول دینا چاہتا ہے اور آخرت کی طرف منتقل ہو جانے والی ارواح سے اس دنیا میں زندہ رہنے والے زندہ لوگوں کا ربط و تعلق قائم کرنے کے لئے ایک خیالی واسطہ بنا ہوا ہے۔

اس طریقہ سے ان خیالی ارواح نے اپنے تلامذہ کے لئے اخروی زندگی کی کامل خیالی تصویر بھیجنا شروع کر دی ہے۔ یہ خیالی زندگی ویسی نہیں ہے جس کا تصور اسلام پر ایمان لانے والے کتاب و سنت کی روشنی میں رکھتے ہیں۔ جس طرح کی اخروی زندگی کا اعتقاد و یقین ہم مسلمان رکھتے ہیں اس سے یہ زندگی کلی طور پر مختلف ہے۔

عقیدۂ مذکورہ کے مطابق وہاں یعنی دنیائے آخرت میں ہماری دنیا کی طرح پہاڑ، دریا اور پھول، حیوانات اور حشرات الارض ہیں جو اپنے گھروں میں چلتے پھرتے ہیں اور ان کی ارواح جسم کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور لوگ اپنے عقائد و مذاہب کے اختلاف کے باوجود وہاں دائمی نعمت میں زندگی گزارتے ہیں۔ جنت و جہنم کا جو اسلامی مفہوم و معنی ہے وہ عقیدۂ مذکورہ والی آخرت میں نہیں ہے نہ وہاں فرشتوں کا کوئی نام و نشان ہے جس طرح اس دنیا میں انسان خیر و شر کی انجام دہی میں آزاد ہے اسی طرح وہاں بھی، وہاں ارواح آزاد ہیں جس سے چاہیں ملیں، جس کی چاہیں زیارت کریں، سیاسی، طبی اور ادبی امور حتیٰ کہ مجرمین کی سزا اور پوشیدہ جرائم کی تحقیق پر بالکل دنیاوی امور کی طرح گفت و شنید کرتی رہتی ہیں۔

(''کتاب بحث تحضیر الارواح'' لعبدالرحمان عبدالخالق)

حاضریٔ ارواح سے متعلق بعض تفاصیل گذریں، جن سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

① ارواح کو علم غیب حاصل ہوتا ہے۔

② آدمی جب چاہے ارواح کو حاضر کر سکتا ہے اور ان سے خطاب کر سکتا ہے، یہ باتیں قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔

③ عالم ارواح میں اجتماعی اور عقائد کی تنظیم پائی جاتی ہے۔ نیز سیاست و حکومت کے نظام

بھی وہاں قائم ہیں اور وہاں امراء و رؤساء اور دنیاوی طرز کے بادشاہ و سردار بھی ہوتے ہیں۔
حالانکہ مسلمانوں کے یہاں ثابت شدہ بات یہ ہے کہ علم غیب ان امور میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ. [الجن آیة: ۲٦]

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، مگر جس رسول کو چاہتا ہے۔ کچھ بتلا دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ○ [الاعراف، آیة: ۱۸۸]

اور اگر میں علم غیب جانتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے برائی لاحق نہ ہوتی۔ میں تو صرف ایسے لوگوں کے لئے بشیر و نذیر ہوں جو ایمان رکھتے ہوں۔

یہ اعتقاد کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی علم غیب رکھتا ہے خواہ وہ ارواح ہوں یا کوئی اور کفر ہے، مگر صرف بعض غیب کی باتوں کو اللہ نے اپنے رسولوں کو بذریعہ وحی بتلا دیا ہے۔ کیونکہ روح ان مخفی امور میں سے ہے، جن کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا. [الاسراء، آیة: ۸۵]

لوگ آپ ﷺ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

ابن رسلان نے کہا:

والروح ما اخبر عنها المجتبیٰ
فنمسک عنها المقال ادبا

”روح کے متعلق مجتبیٰ (محمد ﷺ) نے خبر نہیں دی، اس لئے ہم بھی آپ ﷺ کا ادب کرتے

ہوئے خاموش رہیں گے۔‘‘

اسلام سے پہلے اور بعد کے لوگوں نے حقیقت روح کی تلاش کی اور اس سلسلے میں کتابیں لکھیں، لیکن حقیقت تک نہ پہنچ سکے کہ دل کو اطمینان ہو اگرچہ بعض لوگوں نے اس کی یہ تعریف کی ہے:

’’روح ایک جسم لطیف ہے جو بدن میں اس طرح سرایت کیے رہتی ہے، جس طرح آگ کوئلہ میں‘‘۔

مگر کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ مُردوں کی ارواح کو حاضر کرنے کا عقیدہ حسب ذیل وجوہ سے کتاب وسنت کے خلاف ہے۔

① روح ان امورِ غیب میں سے ہے جن پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو قدرت نہیں ہے۔

② مُردوں کی ارواح دو طرح کی ہیں، ایک نعمتوں میں دوسری عذاب میں اور دونوں میں سے کسی کا حاضر کرنا ممکن نہیں۔

صحیح بخاری ومسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر کو ایک گڑھے میں پھینک دینے کا حکم دیا۔ پھر وہاں آ کر آپ نے انہیں نام بنام پکار کر فرمایا (اے فلاں بن فلاں، اے فلاں بن فلاں) تم نے ان باتوں کو حق پایا جن کا تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا؟ میں نے اسے حق پایا جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسے لوگوں کو آپ کیا مخاطب کر رہے ہیں جو مردار ہو چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میری بات کو ان مقتولین سے زیادہ تم نہیں سن رہے ہو لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے‘‘۔

جب ارواح سید الانبیاء وافضل النبیین والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بات کا جواب نہیں دے سکتیں تو دوسرے لوگ انہیں کیسے حاضر کر سکتے ہیں؟ اور ان سے کیسے بات کر سکتے ہیں؟

مُردوں کی ارواح کو حاضر کرنے کے ناممکن ہونے پر ہم جب دلیل قائم کر چکے تو ملائکہ اور جنات کی ارواح کی حاضری کا مسئلہ رہ جاتا ہے۔ کوئی صاحب عقل اس میں شک نہیں کرسکتا کہ بشر فرشتہ کو دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتا چہ جائے کہ اس کی روح حاضر کر سکے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی

شخص روح فرشتہ کو حاضر کرنے کا دعویٰ کر سکتا ہے خواہ وہ جنون وحماقت و دعویٰ بازی کے کسی بھی درجہ کو پہنچ چکا ہو۔

مگر ارواح جن کو حاضر کرنے کو کچھ لوگ ممکن خیال کرتے ہیں اور کچھ لوگ اس کے منکر ہیں۔ اگر ارواح جنات کی حاضری کو ممکن مان لیا جائے تو غیب دانی کے دعوٰی میں جنات کے اکاذیب کا پردہ قرآن مجید نے فاش کر دیا ہے اور اس دعوٰی کا باطل ہونا واضح کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کے سلسلے میں فرمایا:

مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ۝ [سبا، آیۃ:۱۴]

حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت پر جنات کو زمین کے کیڑوں مکوڑوں (دیمک) نے خبر دی، جنہوں نے ان کی لاٹھی کے کور کو کھالیا تھا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام گرے تو جنات کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غیب جانتے تو ذلت کے عذاب میں نہ رہے ہوتے۔

غیب ان امور میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ. [النمل۔۶۵]

''آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی زمین اور آسمان میں غیب نہیں جانتا۔''

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝ [الاعراف، آیۃ:۱۸۸]

اگر میں علم غیب جانتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے برائی لاحق نہ ہوتی میں تو صرف ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ایسے لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہوں۔

چنانچہ رسول لوگ غیب نہیں جانتے۔ اس سلسلے میں حضرت یعقوب اور ان کے بیٹے یوسف علیہما الصلوۃ والسلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ واضح دلیل ہے۔ کیونکہ یعقوب علیہ السلام اگر معاملہ یوسف علیہ السلام میں سے کچھ بھی جانتے تو اس قدر عظیم غم نہ اٹھاتے۔ جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۝ [یوسف، آیة:۸۶]

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنے رنج وغم کی فریاد صرف اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے میں ایسی باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۝ [یوسف، آیة : ۸۷]

''حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی کی تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صرف کافر لوگ مایوس ہوا کرتے ہیں۔''

حضرت نوح علیہ السلام اگرچہ اپنی قوم کے ساتھ ساڑھے نو سال تک رہے مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان میں سے کون لوگ ایمان لائیں گے اور کون نہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی:

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۝ [هود ، آیة : ۳٦]

''حضرت نوح علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی گئی کہ آپ کی قوم میں سے کوئی شخص ہرگز ایمان نہیں لائے گا، مگر صرف وہ لوگ جو پہلے سے مومن ہیں، لہٰذا آپ اس بات سے رنجیدہ نہ ہوں جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔''

حضرت نوح علیہ السلام تو یہ بھی نہ جانتے تھے کہ ان کا بیٹا عنقریب کفر کرے گا اور غرقاب ہوگا۔

جب رسولوں کا یہ حال تھا جن کے سرفہرست افضل الرسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو جن، فرشتے یا کاہن کیسے علم غیب رکھتے ہوں گے؟ کچھ لوگ شیاطین کو بھی حاضر کیا کرتے ہیں، لیکن یہ فریب وشعبدہ بازی ہے، اس سے انسانوں کو گمراہ کیا جاتا ہے اور ان کے عقائد کو بگاڑا جاتا ہے۔

یہاں آپ کے سامنے شیخ قرضاوی کا وہ ارشاد پیش کیا جاتا ہے جس کو انہوں نے "الاهرام کی جمیعته الروحیه" کے سیکرٹری استاذ حسن عبدالوہاب سے نقل کیا ہے۔ سیکرٹری موصوف نے جمیعتہ الروحیہ سے استعفیٰ دے دیا اور اس سے اپنے تائب ہونے کا اعلان

کیا اور ایک تحریری اعلان شائع کیا جس میں لوگوں پر اس سلسلے میں اپنی رائے ظاہر کی۔ موصوف کے اس بیان کو اخبار الجمھوریۃ نے ۲۳ رمضان سنہ ۱۳۷۹ھ کو شائع کیا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان میں میرے دل سے ضلالت کا پردہ ہٹا دیا اور غیر مشکوک طور پر قطعی ثبوت کے ساتھ آخر میں میرے لئے یہ ثابت ہو گیا کہ جو شخصیات ظاہر ہو کر دعویٰ کرتی ہیں کہ ہم ان گھر والوں اور احباب کی ارواح ہیں جو پہلے مر چکے ہیں وہ درحقیقت شیاطین اور جنات کے ہمزاد ہیں، لوگوں کو شکوک میں مبتلا کرتے ہیں۔ میں اب اپنی زندگی کے اس بدبخت عرصہ کو الوداع کہتا ہوں اور اپنے اسلام کی تجدید کرتا ہوں اور دوبارہ ایمان لاتا ہوں۔"

نیز عزیز رفقا کو خیر باد کہتا ہوں۔ میرے دل میں ان کے لئے محبت و شفقت اور ہمدردی کے علاوہ کچھ نہیں، میں الحاج کے ساتھ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی بصیرت کو روشن کر دے اور انہیں عقیدۂ فاسدہ کے کیچڑوں سے نکال دے۔"

(فتاوٰی معاصرہ قسط نمبر ۱)

اہم تنبیہ

قبر پرست بدعتی لوگ حدیث قلیب (گڑھے میں ڈالے ہوئے مقتولین بدر سے خطاب نبوی ﷺ والی حدیث) سے استدلال کرتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ جواب دیا تھا کہ میری بات کو تم لوگ ان مقتولین سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔ نیز قبر پرست اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ قبر میں مدفون شدہ مردہ ابھی تدفین سے لوٹنے والے آدمیوں کے جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے (منکر و نکیر) آتے ہیں۔ یہ لوگ ان دونوں حدیثوں سے سماع موتی پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب مردے سنتے ہیں تو اپنے پکارنے والوں اور فریاد کرنے والوں کا جواب بھی دے سکتے ہیں اور ان کی ضروریات بھی پوری کر سکتے ہیں اور فریادی اپنا مقصود اور طالب اپنی گم شدہ چیز اور اپنی غرض بھی ان سے حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ ان دونوں حدیثوں سے مُردوں کی قبروں پر زندوں کی قرآن خوانی کے مستحب ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث قلیب معجزہ نبویہ ﷺ کے طور پر واقع ہوئی ہے اور خوارق عادات مثلاً معجزات پر دوسری باتوں کا قیاس نہیں کیا جا سکتا، یہ کیوں کر ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ [فاطر، آیۃ:۲۲]	زندہ اور مردہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے، بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سناتا ہے، مگر آپ ان کو نہیں سنا سکتے، جو قبروں کے اندر ہیں۔

اور دوسری حدیث کا تعلق صرف اس وقت سے ہے، جب کہ مردے کے پاس دونوں فرشتے (منکر ونکیر) آتے ہیں۔ مُردوں کا سننا ہر وقت نہیں ہوتا اگر تم چاہتے ہو کہ اس بحث پر تمہاری پیاس بجھ سکے اور بیماری دفع ہو تو علامہ آلوسیؒ کے رسالہ ''الایات البینات فی عدم سماع الاموات'' کی طرف رجوع کرو۔

فصل

مجالس ''الزار'' شرک کے رذیل ترین ذرائع اور قبیح ترین بدعات میں سے ہیں

مجالس زار ❶ (مجلس زار کا معنیٰ و مفہوم حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں) شرک کے رذیل ترین وسائل اور قبیح ترین بدعات میں سے ہیں۔ لوگ اس زعم و وہم میں پڑ جاتے ہیں کہ اس مریض پر جن و بھوت ہے لہٰذا اسے بھگانے کے لئے مجلس زار کا انعقاد ضروری ہے۔

چنانچہ لوگ زار کے سرکردہ عامل کے پاس جمع ہوتے ہیں اور مریض سے کافی پیسے وصول کرتے ہیں اور طبل بجائے جاتے ہیں۔ اس موقع پر رقص سرود ہوتا ہے اور مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے۔ اس وقت زار نامی جن و آسیب مرد یا عورت پر نازل ہوتا ہے اور لوگوں کے حسب خیال وہ اس طرح بات کرتا ہے کہ اس مریض کو فلاں فلاں سبب سے ایک جن لگ گیا ہے پھر وہ زار مریض اور مریض کے گھر والوں سے مختلف کھانوں اور ذبیحوں کو زار کے تقرب کے لئے چڑھانے کی فرمائش کرتا ہے حتیٰ کہ سونے کی انگشتری وغیرہ بھی چڑھانے کو کہتا ہے۔ حالانکہ یہ محض فریب کاری و بازی گری ہے، جس کا مقصد مریض سے روپے وصول کرنا ہوتا ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ یہ کام کرنے والے اکثر لوگ عوام اور غلام ہوا کرتے ہیں جو بے

---

❶ ''الزار'' درحقیقت ایک اعصابی مرض ہے جو بعض مردوں اور عورتوں کو لاحق ہو جایا کرتا ہے اس کے سبب بڑی پریشانی ہوتی ہے یہ مرض رنج و غم اور خلوت و تنہائی نیز ترک محنت و مشقت سے بڑھتا اور فرحت و سرور اور خوشگوار آب و ہوا میں ورزش و مشقت سے کم ہو جاتا ہے۔ بعض اطبا اس مرض کے اسپیشلسٹ ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اس مرض کو آسیب اور جن بھوت کا اثر سمجھتے ہیں اور بزعم خویش اس آسیب اور جن و شیطان سے نجات پانے کے لئے مخصوص قسم کے تعویذ و منتر اور ٹونے ٹوٹکے کرنے والے عاملوں کے پاس جاتے ہیں۔ یہ عامل اس خیالی فرضی آسیب و شیطان کو بھگانے کے لئے خاص قسم کی مجلس منعقد کرتے اور جنتر منتر کرتے ہیں اس مجلس میں ایک مخصوص آدمی یا عورت متعین ہوتی ہے، جس کی بابت یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ آسیب زدہ مریض کا آسیب و شیطان اس پر آتا ہے اور اس کی زبان سے مریض کو چھوڑنے کی تدبیر بتلاتا ہے کہ فلاں کام اور تدبیر کرنے سے میں مریض کا ساتھ چھوڑ دوں گا۔ اسی مجلس کو 'مجلس الزار' کہتے ہیں۔ (مترجم)

وقوفوں اور جاہلوں کی عقلوں سے کھیل کرتے ہیں اور لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ ایسے امراض کا علاج کر سکتے ہیں جن کی تشخیص سے اطبا عاجز ہوتے ہیں اور دوائیں غیر مفید ثابت ہو چکی ہوتی ہیں، وہ یہ جعل سازی بھی کرتے ہیں۔ کہ ہم بعض دوائیں بھی بناتے ہیں پھر مریض کو یہ دوائیں پینے کا حکم دیتے ہیں۔ ان کا یہ کام دوسری رسوا کن اور شرمناک باتوں کے علاوہ ہوتا ہے۔

یہ لوگ کبھی کبھی مریض کو زدوکوب بھی کرتے ہیں اور دعوٰی کرتے ہیں کہ اس جن بھوت کو مار رہے ہیں جو مریض پر سوار ہے۔

یہ مشرکانہ قبیح بدعت بہت سے ممالک میں پھیلی ہوئی ہے، اسے بعض جاہلوں نے رواج دے رکھا ہے حتیٰ کہ اس کی ترویج واشاعت کرنے والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جو اپنے کو سادات اور اولادِ رسول میں شمار کرتے ہیں۔

شیخ بیجانی نے اپنی کتاب ''استاذ المراۃ'' (اتالیق نسواں) میں متعدد حرام محفلوں کا تذکرہ کرنے کے بعد کہا کہ حرام مجالس میں سب سے زیادہ گناہ اور سب سے بڑی خباثت نیز اللہ و رسول، فرشتوں اور انسانوں کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض مجلس زار کی محفل ہے، زار ایک خبیث اعصابی بیماری ہے جو بہت سے مردوں اور عورتوں کو لگ جاتی ہے اور غم واندوہ، خانہ نشینی و ترک ریاضت سے بڑھتی اور فرحت ومسرت اور خوش گوار آب وہوا والے مقامات میں ریاضت کرنے اور رہنے سے کم ہوتی ہے۔

بہت سے معالجین اس کے اسپیشلسٹ ہیں۔ اطبا کے پاس اس بیماری کے علاج کے مختلف طریقے ہیں جو مفید و کامیاب ہیں، لیکن بعض اوقات یہ بیماری شدید دائمی ہوتی ہے یا اس کے ساتھ دوسری باتیں مزید پیدا ہو جاتی ہیں تو صحت وشفا میں تاخیر ہوتی ہے، ایسے مواقع پر مریض اس وہم میں مبتلا ہو جایا کرتا ہے کہ اسے کوئی جن و بھوت پریشان کر رہا ہے اور یہ کہ اس پر شیاطین مسلط ہو گئے ہیں، دریں صورت وہ سمجھتا ہے کہ جو شدت الم وہ جھیل رہا ہے اس کا علاج اور اس سے شفا صرف جن بھوت چھڑانے والے مخصوص و ماہر عاملین کے پاس ہی ہے۔ اس مقصد کے لیے مردوں اور عورتوں میں سے ملعون قسم کے پیر وفقیر ہیں، ان کے یہاں اس کے علاج کے کئی طریقے ہیں اور معالجہ کی کیفیات پیروں فقیروں کے مزاج و عادات کے اعتبار سے مختلف ہیں۔

''زار'' اور مضراتِ زار سے فقہا، اطبا اور سارے عقلائے مصر و شام اور عدن میں چیخ پڑے اور وہاں قانون بنا دیا گیا کہ محفل زار رچانے والوں کو ایک ماہ کی قید یا پچاس روپے کے لگ بھگ مالی جرمانہ ہوگا۔ ان ممالک اوران کے اردگرد زار کا معاملہ گمبھیر بن گیا ہے جس کی بدولت اموال وعقول ضائع ہو رہی ہیں اور متبعین شیاطین پر انسانی و جناتی شیطانوں کا غلبہ ہوگیا ہے اور زار کی مخالفت اور اس پر نکیر کرنے والوں کی آواز پر طبلوں کی آواز بلند ہوگئی ہے۔

زار خانوں میں جو گناہ و جرائم اور شرک، اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت اور شیاطین کی پیروی میں ہوتی ہے نیز خون نوشی اور شیاطین کے لئے نذر و نیاز نیز عریانی و بے پردگی ہوتی ہے وہ مخفی و پوشیدہ نہیں ہے۔ (اتالیق النسوان، اساذ المراۃ۔ للشیخ الیجانی)

صوفیاء کے بہت سے اصول بدعات ضالہ ہیں

اگر ہم صوفیا کے اصول ❶ اپنے حواشی کے ساتھ شمار کرائیں تو ایک مستقل کتاب بن جائے کیونکہ اصولِ صوفیا بہت ہیں' مگر چوں کہ ہم صرف بدعات کی اصلیت بیان کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لیے ہم صوفیا کے صرف اہم ترین اصول بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔ اس سلسلے میں مختصر سی بات ملاحظہ ہو جس سے اصل مضمون میں خلل نہ آئے:

❶ دوسری صدی ہجری کے نصف اول کے بعد صوفیا کی نشوونما ہوئی۔ تصوف ایک قدیم فلسفی عقیدہ ہے جو اسلام سے پہلے افلاطون کی طرف منسوب اشراقی فلسفہ قدیم ہندوستانی فلسفہ' نصرانی' فارسی اور بدھشٹ عقائد سے مل کر پیدا ہوا ہے۔ دوسری صدی کے اوائل میں جب بعض مسلمان دنیا سے اعراض اور زہد کی طرف مائل ہوئے اور فتوحات اسلامی کے بعد غیر مسلموں سے ملنے جلنے لگے تو غیر اسلامی عقائد اور مختلف فلسفوں کا مجموعہ ان کی طرف منتقل ہوگیا اور مسلمان زہاد کے افکار و نظریات کے ساتھ یہ سارے فلسفے اور غیر اسلامی عقائد گھل مل گئے۔ پھر یہ زہد تصوف بن گیا اور اس مخلوطی چیز کو صوفیا نے زندگی کا لائحہ عمل بنا لیا اور معلوم ہونے لگا کہ تصوف بھی ایک طریق زندگی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ قلوب کے لئے علوم غیب کے پردے ہٹا دیے جائیں اور علوم غیب صرف رسولوں سے نہیں بلکہ پیروان طریق تصوف کی نظر میں بذریعہ کشف اللہ تعالیٰ سے پوری طرح حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ پھر اس کے بعد یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی موجود نہیں۔ اس نظریہ کے مطابق بندہ رب اور رب بندہ قرار پا جاتا ہے' بلکہ ہر چیز درحقیقت واحد قرار پا جاتی ہے جو صرف ظاہری طور پر متفرق نظر آتی ہے۔ اس غیبی علم یعنی کشف تک رسائی کا راستہ ''مجاہدہ'' ہے جس کی کئی صورتیں ہیں' مجاہدہ کی یہ صورت زمان و مکان اور اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے لیکن بہر صورت بطور قدر مشترک ایک بات پائی جاتی ہے نفس کشی اور اورا

① صوفیا کا خیال ہے کہ اسلام میں ایک چیز شریعت ہے، دوسری حقیقت۔ یہ لوگ علمائے شریعت کو علمائے ظاہر یا علمائے رسوم یا اہل نظر کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اپنے کو علمائے حقیقت، علمائے باطن، علمائے غیب، اہل اللہ، اہل الکشف اور عارفین باللہ وغیرہ کہا کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو خواص اور خواص الخاص سمجھتے ہیں اور علمائے شریعت کو عوامی طبقہ قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ علمائے شریعت پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے علوم مرجانے والوں سے حاصل کیے ہیں۔ مگر ہم نے اپنے علوم اس ذات سے حاصل کیے جو زندہ ہے، اسے موت نہ آئے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

تیسری صدی کے ائمہ تصوف میں سے ابو یزید بسطامی علمائے شریعت کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”تم نے اپنا علم مرجانے والوں کے ذریعہ حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم حی لا یموت (ایسا زندہ جو مرے گا نہیں) سے حاصل کیا ہے جیسے ہم لوگ کہتے ہیں کہ ”حدثنی قلبی عن ربی“ (میرے قلب نے مجھ سے حدیث بیان کی میرے رب کے واسطہ سے) اور تم کہتے ہو ”حدثنی فلان“ (مجھ سے فلاں نے بیان کیا) جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارا استاد فلاں کہاں ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ مر گیا ہے۔“

معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام کو شریعت و حقیقت دو حصوں میں بانٹ دینا ایک باطل اور اختراعی تقسیم ہے اس تقسیم پر ان صوفیا نے کتاب یا سنت سے کوئی ایک دلیل بھی نہیں قائم کی ہے، بلکہ ہدایت یافتہ اماموں کے اقوال سے بھی کوئی دلیل نہیں پیش کی۔

جو چیزیں اس اصول تصوف کا باطل ہونا واضح کرتی ہیں، ان میں سے کچھ باتیں یہ ہیں:

(الف) صوفیا دعوٰی کرتے ہیں کہ ”وہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کو خطاب کرتے ہیں یا ان کے لیے لوح محفوظ کھول دیا گیا ہے اور اپنا علم اللہ تعالیٰ سے براہ راست حاصل کرتے ہیں، یا براہ راست لوح محفوظ سے یہ لوگ علم حاصل کرتے ہیں۔ انہیں رسولوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اسلامی اصول نہیں ہے بلکہ کفری اصول ہے، یہ دعویٰ کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ. [النساء، آية: ۶۴]

ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

نیز فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ [الانبياء، آية: ۲۵]

آپ ﷺ سے پہلے ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے ان کی طرف ہم نے یہ وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ. [النحل، آية: ۳۶]

البتہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

تمام آسمانی مذاہب والے اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کچھ لوگوں کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان واسطہ کے لئے چن لیا ہے تاکہ وہ تبلیغ شرائع کریں اور اس نے ان چنے ہوئے ہے لوگوں کو صداقت، عصمت، حجت و بیان کی قوت اور کامل ذہانت جیسی صلاحیتیں اس قدر ودیعت کی ہیں، جن کی بدولت یہ لوگ اس منصب شریعت کے لائق ہو جاتے ہیں کیونکہ انسانی مزاج اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتوں کی ملاقات کی طاقت بھی نہیں رکھتے چہ جائے کہ ان میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کی استعداد ہو۔

یہود، نصاریٰ، مجوس اور صائبین میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ رسول لوگ اپنی امت کے صرف چند مخصوص افراد کے لئے بھیجے جاتے تھے مگر یہاں یہ صوفی لوگ ایسے ہیں جو رسولوں سے مستغنی اور بے نیاز ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں میں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام انسانوں اور جنات کی طرف کسی کو استثنا کیے بغیر مطلقاً رسول بنا کر بھیجا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا. [الفرقان، آية: ۱]

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ سارے جہانوں کے لئے نذیر (ڈرانے والا رسول) ہو۔

نیز فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ. اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ [سبا، آیۃ: ۲۸]

تمام اہل علم اور اسلامی مذاہب کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن وسنت کے اتباع سے کسی کو معافی نہیں ہے۔ حالانکہ بعض اسلامی مذاہب میں بدعات پائی جاتی ہیں، نیز اس پر بھی سب کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں صرف اللہ ورسول کا بتلایا ہوا راستہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا راستہ ہے۔ جو شخص اس کے خلاف کوئی دوسرا دعوٰی رکھے وہ رسول پر ایمان نہیں رکھتا جس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا، کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان صحیح رکھتا تو اس کے رسول پر بھی ضرور ایمان رکھتا اور اگر وہ رسول پر ایمان رکھتا تو طریق رسول سے خروج کو جائز قرار نہ دیتا اور یہ دعوٰی نہ کرتا کہ رسول اللہ کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

(ب) اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ مگر اسی اونچے درجے اور نبوت عظمٰی اور خصوصی فضائل کے باوجود آپ ﷺ نے کسی دن بھی یہ نہیں کہا کہ میں لوح محفوظ سے علم حاصل کرتا ہوں، مجھے جبرئیل علیہ السلام کی کوئی حاجت نہیں، نہ آپ ﷺ نے کسی لمحہ اپنے رب کی عبادت میں کوتاہی برتی، بلکہ آپ ﷺ رات بھر تہجد پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔ لیکن آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اتنے اونچے درجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ احکام شرعیہ مثلاً نماز، روزہ وغیرہ ساقط ہو گئے۔

(ج) مذکورہ بالا اصول تصوف ایمان بالرسل کی بنیاد کو ڈھا دیتا ہے اور ان کے اتباع کو غیر ضروری قرار دیتا ہے۔ اسی طرح یہ اصول تصوف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ کو منہدم کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس گمراہ منطق کا مقتضیٰ یہ ہے کہ رسول اللہ کی پیروی نہ کرنا اس شخص کے لئے جائز ہے جو اس درجہ کو پہنچ جائے کہ اللہ تعالیٰ کو خطاب کرے اور بطریق مجاہدہ اس کے لئے لوح محفوظ کا پردہ ہٹ جائے۔

(د) مذکورہ بالا اصول تصوف کے مطابق اس درجہ کو پہنچے ہوئے خواص صوفیا ان کے خیال میں انبیاء ومرسلین علیہم الصلاۃ والسلام سے افضل ہیں۔ کیونکہ انبیا نے اپنے علوم، حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے واسطہ سے حاصل کئے جن کو اللہ تعالیٰ نے انبیا کے پاس رب

عظیم کے احکام پہنچانے کے لئے بھیجا تھا، لیکن بزعم خویش اپنے کو اولیا کہنے والے یہ لوگ انبیا کی کوئی حاجت نہیں رکھتے بلکہ جبرئیل علیہ السلام تک کی بھی انہیں ضرورت نہیں۔ کیونکہ بزعم خویش یہ انبیا اور جبرئیل علیہ السلام سے افضل ہیں، حالانکہ جبرئیل علیہ السلام افضل الملائکہ ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کوئی صاحب عقل جو مسلمان ہونے کا دعوے دار ہو بلکہ یہ کہتا پھرتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندگان خاص سے ہے وہ یہ کہے کہ اسے شریعت کی اور اتباع قرآن وسنت کی کوئی حاجت نہیں اور اس کے باوجود بھی وہ اللہ ورسول سے محبت کا دعویٰ کرتا پھرے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ.

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوتو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ [آل عمران، آیۃ: ۳۱]

مذکورہ بالا تصوف کا کفری اصول نبوت کا دعویٰ کرنے والے کے لئے چوپٹ دروازے کھول دیتا ہے مثلاً ہر وہ دجال جو لوگوں کے عقائد بگاڑنا چاہتا ہے دعویٰ کرنے لگے گا کہ وہ نبی مرسل ہے یا یہ کہ اس کے لئے لوح محفوظ کے پردے ہٹ گئے ہیں یا اللہ تعالیٰ ہی سے اس کے لئے پردے ہٹ گئے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرتا ہے اور اسے اس نے اپنے بندوں کے لئے رسول بنایا ہے کیونکہ جب تک عبد ومعبود کے درمیان کشف حجاب کا دروازہ کھلا رہے گا، جیسا کہ صوفیا کا دعویٰ ہے تب تک اس دروازے سے ہر افتراپرداز مجرم اور کمینہ دجال داخل ہوتا رہے گا تاکہ دین اسلام اور عقائد مسلمین کو بگاڑے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی، محمد علی باب اور سوڈان کے دجال محمد محمود کر چکے ہیں۔

عقیدہ حلول

''حلول'' [1] سے صوفیا کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض جسموں میں حلول کر جاتا ہے نیز وہ

---

[1] ''حلول'' کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز دوسری چیز کے اندر اس طرح موجود ہو کہ تحقیقی یا تقدیری طور پر ایک کی طرف اشارہ دوسری چیز کی طرف اشارہ کے مترادف ہو (کلیات ابی البقاء) ایک چیز میں دوسری چیز کے حلول کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز بعینہ دوسری چیز کے اندر پائی جاتی ہے۔ حلول سے صوفیا کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عارفین کے اندر حلول کر آتا ہے یعنی ان کے جسم کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔

ان جسموں کو منتخب کر لیتا اور پسند کر لیتا ہے۔ اس لئے یہ انسانی جسم الوہیت میں تبدیل ہو جاتے ہیں، جو زمین پر چلتے پھرتے اور لوگوں کے درمیان زندگی گزارتے ہیں۔

عقیدۂ مذکورہ یہودی، عیسائی، مجوسی و ہندوستانی مذاہب اور یونانی فلسفہ سے ماخوذ ہے۔

''حلول'' کے معتقد صوفیا میں حلاج مشہور ترین لوگوں میں سے ہے۔ اس نے عقیدہ حلول کی تشریح اپنے اس بیان سے کی ہے کہ:

''جو شخص اطاعت میں اپنے نفس کو مہذب بنائے اور لذات و شہوات پر صبر کرے وہ ترقی کر کے درجہ مقربین کو پہنچ جاتا ہے' پھر وہ صاحب صفا بنتے بنتے درجات صفا میں اتنی ترقی کر جاتا ہے کہ بشریت کے وصف سے نکل جاتا ہے۔ جب اس میں بشریت نہیں رہ جاتی تو اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی روح حلول کر جاتی ہے جس طرح وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام میں حلول کیے ہوئے تھے۔ اس وقت اس آدمی کا ارادہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے اور اس کے تمام افعال اللہ تعالیٰ افعال ہوا کرتے ہیں۔'' ❶

بعض متبعین حلاج کے ایک سوال مَنِ الْهُوَّه ؟ اللہ تعالیٰ کون ہے کے جواب میں حلاج کی طرف سے صادر ہونے والے رسالہ میں مذکور ہے:

''وہ رب الارباب ہے جو ہر شکل و صورت میں موجود ہے''

متبعین حلاج کی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

---

❶ یہ چیز ربوبیت کاملہ اور الوہیت عظیمہ ہے' اس کا حاصل یہ ہوا کہ صوفیا جس کی بابت یہ دعویٰ کریں کہ اس میں اللہ تعالیٰ حلول کرتا ہے وہ اگر چاہے تو مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ کر سکتا ہے اور خرق عادت کے ایسے کام کر سکتا ہے جس سے انسان عاجز ہوا کرتا ہے۔ بھلا اس کفر سے بڑھ کر کوئی کفر ہوگا؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔ سبحانک هذا بهتان عظیم. دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی فاطمہ زہراءؓ اور تمام اہل خاندان سے فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کے لئے علم غیب کی نفی کی ہے صرف وحی کے ذریعہ رسول کو بعض علم غیب معلوم ہو سکے مگر صوفیا صرف دعویٰ ولایت و کرامت تک ہی محدود نہیں بلکہ نبوت سے اوپر الوہیت و ربوبیت پر پہنچنے کے مدعی ہیں۔ ہم نے یہود' نصاریٰ' مجوس' صابی اور بت پرستوں یعنی عام کفار میں سے کسی کو اس طرح کی بات کہتے نہ سنا، نہ دیکھا، نہ کہیں پڑھا۔ البتہ کچھ لوگ جادو یا بعض دواؤں کے زور پر کچھ خارق عادات قسم کی شیطانی حرکات کرتے ہیں۔ مثلاً پاکستان' ہندوستان اور بعض یورپی ممالک وغیرہ میں ایسا ہوتا ہے۔

''اے صاحب لذات اور منتہائے شہوات! ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو ہر زمانہ میں کسی نہ کسی شکل میں متشکل رہا اور ہمارے اس زمانہ میں تو حسین بن منصور حلاج کی شکل میں موجود ہے۔ اے علام الغیوب! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں''

(یہ باتیں واضح طور پر کفر و شرک ہیں)

عقیدہ تجلی

''عقیدہ حلول'' سے ملتا جلتا ہوا صوفیا کا ایک عقیدہ ''عقیدۂ تجلی'' کے نام سے موسوم ہے۔ عقیدہ مذکورہ کی بابت عبدالکریم جیلانی نے کہا ہے:

''اللہ تعالیٰ اپنے اسمامیں سے کسی اسم میں اپنے کسی بندہ پر جب تجلی فرماتا ہے تو وہ بندہ اس اسم کے انوار کے سایہ میں آ جاتا ہے۔ اگر تم اس اسم سے اللہ تعالیٰ کو پکارو تو اس کا جواب یہی بندہ دیتا ہے کیونکہ اس اسم کا اطلاق بندۂ مذکور پر ہوتا ہے۔ پھر اگر اس بندہ نے ترقی کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے قوت دی اور فنا کے بعد اسے بقا بخشی تو جو شخص اس بندہ کو پکارتا ہے اس کا جواب اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ مثلاً اگر تم کہو۔

''یا محمد!'' تو تمہارے جواب میں اللہ تعالیٰ لبیک وسعدیک'' کہتا ہے یعنی کہ میں تمہاری خدمت کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔

پھر یہ بندہ اگر ترقی میں قوی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنے اسم ''الرحمان'' کے ساتھ تجلی فرماتا ہے، اسی طرح رب اور مالک وغیرہ کے اسمامیں تجلی فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر جب صفت سمع کے ساتھ تجلی فرماتا ہے تو وہ بندہ جمادات، حیوانات، نباتات اور فرشتوں کی باتیں سننے لگتا اور اختلاف زبان جاننے لگتا ہے، اس تجلی میں تم رحمان سے براہ راست علم رحمانی سن کر قرآت قرآنی سیکھ سکتے ہو دریں صورت تم باٹ و پیمانہ بن جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ میزان و ترازو بن جائے گا۔

یہ بات صرف اہل قرآن ہی سمجھ سکتے ہیں، جیسا کہ حلاج سے منقول ہے کہ اس نے کہا ''انا الحق'' اور ابو یزید بسطامی سے لوح محفوظ کی بابت پوچھا گیا تو کہا کہ ''میں ہی لوح محفوظ ہوں''۔

مروی ہے کہ ایک آدمی نے ابو یزید کے پاس قرآنی آیت ''اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ ۝''

(البروج، آیۃ: ۱۲) پڑھا (بے شک آپ کے رب کی گرفت بہت سخت ہے) تو ابو یزید نے کہا کہ حیات الٰہی! کی قسم میری گرفت اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (ظاہر ہے کہ یہ سب شرک وکفر کی باتیں ہیں)

وحدۃ الوجود کا عقیدہ

''وحدۃ الوجود'' سے صوفیوں کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی موجود نہیں۔ اس عقیدہ کی تصویر کشی میں صوفیا کے دو فریق ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ''روح'' ہے اور سارا عالم اس کا جسم ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ ہر چیز ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ ساری موجودات کے وجود کی کوئی حقیقت نہیں صرف اللہ تعالیٰ کا وجود حقیقی ہے لہٰذا ہر چیز اللہ ہے۔

صوفیا کے کلام میں ہم کو یہ عقیدہ واضح طور پر ملتا ہے۔ مثلاً ایک صوفی نے کہا:

لَسْتُ اَنَا وَلَسْتُ هو فَمَنْ اَنَا وَمَنْ هُوَ

فَيَا هُوَ قُلْ اَنْتَ اَنَا وَيَا اَنَا قُلْ اَنْتَ هُوَ

مَا فِي الْوَجُوْدِ غَيْرُنَا اَنَا وَهُوَ وَهُوَ وَهُوَ

اس کا خلاصہ یہ ہے ''ہم انسانوں کا وجود دراصل کوئی وجود نہیں ہمارا وجود دراصل اللہ تعالیٰ کا وجود ہے۔''

ایک دوسرے صوفی نے کہا:

وفي كل شيء له آية

تدل على انه عينهُ

''یعنی ہر موجود چیز میں ایک نشانی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ یہ چیز اللہ ہے۔''

صوفیا کے شیخ اکبر ابن عربی نے کفر صریح میں یہ اشعار کہے:

الرَّبُّ عَبْدٌ وَالْعَبْدُ رَبٌّ

يَا لَيْتَ شِعْرِيْ مَنِ الْمُكَلَّفُ

''ربِ (اللہ تعالیٰ) بندہ ہے اور بندہ رب ہے، کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ پابند احکام شرع کون ہے؟''

اِنْ قُلْتُ عَبْدٌ فَذَاکَ رَبٌّ
اَوْ قُلْتُ رَبٌّ اَنّٰی یُکَلَّفُ

''اگر میں کہوں کہ بندہ پابند احکام ہے تو یہی رب ہے، یا اگر کہوں کہ رب مکلّف ہے تو پھر رب کہاں سے پابند شرع ہوگیا۔''

اس سے بھی زیادہ صریح کفر گوئی کرتے ہوئے ابن عربی نے کہا:

وَمَا الْکَلْبُ وَالْخِنْزِیْرُ اِلَّا اِلٰهُنَا
وَمَا اللّٰهُ اِلَّا رَاهِبٌ فِیْ کَنِیْسَةٍ

''کتے اور خنزیر ہمارے معبود ہیں اور کلیسا کا پجاری ہمارا اللہ ہے۔''

ابن عربی [1] نے اپنی کتاب فصوص الحکم میں اپنے عقیدہ کو ثابت کرنے والی یہ بات کہی ہے:

''اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ''علی'' بھی ایک اسم ہے جس کا لفظی معنی بلند و بالا ہے پھر وہ کس چیز پر بلند ہے؟ کیا اس کے علاوہ بھی کوئی موجود ہے؟ آیا وہ بذات خود بلند ہے؟ یا وہ کسی کے بالمقابل بلند ہے؟ چونکہ اس کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں اس لئے وہ بذات خود بلند ہے، اس لئے ساری موجودات دراصل اللہ ہیں۔''

ابن الفارض نے وحدۃ الوجود کی یہ تعبیر کی ہے:

---

[1] فتوحات مکیہ و فصوص الحکم جیسی کئی کتابوں کے مصنف شیخ ابن عربی طائی اندلسی اور ان جیسے صوفیا کی بابت اہل علم کی مختلف آراء ہیں۔ اہل علم کا ایک گروہ ان کی کتابوں کی عبارتوں کی بنیاد پر انہیں کافر و ملحد کہتا ہے مگر دوسرا گروہ خصوصاً شافعی، مالکی اور حنفی فقہا میں سے اچھا خاصا گروہ انہیں اکابر اولیا اور عارفین میں شمار کرتا ہے۔ خاص طور پر ابن عربی کو جو علم کے موج زن سمندر اور فقہ میں ظاہری مذہب کے پیرو تھے پھر ان کے اپنے ذاتی اجتہاد سے اختیار کردہ کچھ مسائل بھی ہیں۔

عبارات مذکورہ کا جواب یہ حضرات یہ دیتے ہیں کہ صوفیا کی کچھ مخصوص اصطلاحات ہیں جن کو وہ لوگ نہیں سمجھ سکتے جو ان کے مسلک تصوف میں داخل نہ ہوں اور نہ وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں جو ان کے علوم و اصطلاحات سے ناواقف ہوں ۔بعض اہل علم نے کہا کہ ہم ان صوفیا کی جلالت و عظمت کے قائل ہیں مگر ان کی کتابیں دیکھنے کو حرام کہتے ہیں۔

حق و انصاف کی بات یہ ہے کہ کتب صوفیا کی ظاہری عبارتیں کفر صریح پر مشتمل ہیں۔ مثلاً یہ کہ ''بندہ رب ہے اور رب بندہ ہے'' لیکن اس طرح کہ کسی خاص شخص (صوفی) پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس بات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کس حال پر کس کا خاتمہ ہوا؟ ہوسکتا ہے کہ اس قسم کی عبارتوں سے ان صوفیا نے رجوع کرلیا ہو جو بظاہر کفر معلوم ہوتی ہیں، مگر ہم قطعی یہ فیصلہ نہیں کرتے کہ وہ انہیں عقائد پر مرے۔ خاتمہ کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے

وَمَا کَانَ لِیْ صَلّٰی سِوَایَ وَلَمْ تَکُنْ
صَلَاتِیْ لِغَیْرِیْ فِیْ اَدَاءِ کُلِّ رَکْعَةٍ

''میرے لئے جو نماز پڑھتا ہے دراصل میں ہی پڑھتا ہوں، میری نماز کی کوئی رکعت میرے سوا کسی اور کے لئے نہیں ہوتی۔''

وَمَا زِلْتُ اِیَّاهَا وَاِیَّایَ لَمْ تَزَلْ
وَلَا فَرْقَ بَلْ ذَاتِیْ لِذَاتِیْ صَلَّتِ

''اور میں اور یہ نماز دونوں ایک ہی ہیں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں، بلکہ میری ذات اپنے لئے نماز پڑھتی ہے۔''

نیز موصوف ابن الفارض نے مزید کہا:

لقد صار قلبي قابلا كل صوره
فمرعى لغزلان ودير لرهبان

''میرا دل ہر شکل اختیار کرنے کے قابل ہوگیا، خواہ ہرنوں کی چراگاہ ہو یا راہبوں کی خانقاہ۔''

وبيت الاوثان وكعبة طائف
والواح توراة ومصحف قرآن

''بتوں کا مندر ہو یا طواف کرنے والے کا کعبہ، تورات کی تختیاں ہوں، یا قرآن کے نسخے''۔

ادين بدين الحب انى توجهت
ركائبه فالحب ديني وايماني

''میں دین محبت کا پیرو ہوں، عشق کی سواریاں جہاں بھی ہوں عشق ہی میرا دین و ایمان ہے۔''

مذکورہ بالا قسم کے کفر صریح ہمیں صوفیا کے کلام میں ملتے ہیں جو دین سے نکل چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتابیں وحدۃ الوجود پر مشتمل باتوں سے بھر رکھی ہیں، ان کے کلام کا متقضیٰ ہے کہ خدا پرست لوگ بتوں، ستاروں، آگ، حیوانات اور ہر قسم کے معبودان باطل کی پوجا کرنے والوں کے برابر ہیں۔ حالانکہ اسلام اس کے خلاف ہے۔

اصول کے اعتبار سے عقیدۂ وحدۃ الوجود بدھ مذہب کا عقیدہ ہے جس میں انسان ہر اس

چیز کو اللہ سمجھ بیٹھتا ہے جو قوت میں اس سے بڑی اور عظیم ہو۔ اس عقیدہ کا حاصل یہ ہے دین کی ساری باتیں باطل و بے کار ہیں۔ جب انسان ہی اللہ ہے تو وہ انسان کو کیوں کر سزا دے سکتا ہے؟ دریں صورت شرعی حدود و قیود باقی نہیں رہ سکتے ہر انسان جو چاہے چوپایہ جانور کی طرح من مانی کرے۔ یہ مجرم لوگ اپنی اس بات میں جھوٹے ہیں، جلیل الشان اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی باتوں سے کہیں زیادہ بلند و بالاتر ہے۔ ❶

شیخ احمد تجانی کے اختراعی گمراہ طریق تصوف کی اتباع کرنے والے تجانی صوفیا کے بعض عقائد

(شیخ عبدالرحمان بن یوسف کی زبانی)

پہلا عقیدہ: شیخ احمد تجانی نے جواہر المعانی میں بیان کیا:

''فلاں ورد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے محفوظ کر رکھا تھا، اسے آپ ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے کسی کو نہیں بتلایا تھا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں کوئی ایسا نہیں ہے جس پر یہ ورد آپ ﷺ کے ذریعہ ظاہر کیا جائے۔'' (جواہر المعانی ص ۹۱)

اپنی مذکورہ بالا عبارت میں شیخ تجانی نے اللہ تعالیٰ کے فرمان:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ. [المائدہ آیۃ: ٦٧]

کی تردید کی ہے کیونکہ اس فرمان الٰہی کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی وحی کردہ تمام باتوں کی تبلیغ کا حکم تھا اور یہ معلوم ہے کہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے لئے وحی شدہ کسی چیز کا چھپانا محال ہے۔ کیونکہ یہ امانت میں خیانت ہے اور یہ ممکن نہیں کہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام خیانت کے مرتکب ہوں گے۔ شیخ ابن عاشر مالکی نے کہا۔

يجب للرسل الكرام الصدق
امانة تبليغهم يحق

---

❶ کتاب الدعوۃ الاسلامیہ و موقفھا من الصوفیہ " للشیخ سعد ندا المدرس بالجامعہ الاسلامیتہ بالمدینہ المنورہ۔ ملاحظہ ہو مصنف کی دوسری کتاب "الاسلام والرسول فی نظر منصفی الشرق والمغرب" (اسلام اور رسول مشرق و مغرب کے مصنف مزاج لوگوں کی نظر میں)

''مرسلین کرام پر صداقت اور ادائے امانت واجب اور ضروری ہے۔''

محال الکذب والمنهی

کعدم التبلیغ یا ذکی

''اوران کے لئے جھوٹ اور ممنوع چیز کا ارتکاب محال ہے۔''

کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چھپانے کا انتساب باجماع علمائے امت کفر ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں یہ کہہ کر'' زمانۂ نبوی ﷺ میں کوئی ایسا نہیں تھا جس پر ورد مذکور آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر شیخ تجانی نے اپنے کو فوقیت دی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ورد مذکور کو سیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ مگر شیخ تجانی رکھتے تھے۔ یہ کلام بے حد فاسد بلکہ اس میں بہت بڑی بے حیائی ہے۔

دوسرا عقیدہ: شیخ احمد تجانی نے کہا :

''ایک مرتبہ صلاۃ الفاتح'' (یہ شیخ احمد تجانی کی اختراع کردہ ایک نماز ہے جس کا کوئی ذکر کتاب وسنت میں نہیں) پڑھنی پوری دنیا میں پڑھی جانے والی تسبیحات ، جملہ اذکار اور ساری چھوٹی بڑی دعاؤں اور ۶ ہزار مرتبہ ختم قرآن کے برابر ہے۔ (جواہر المعانی ص ۹۶)

مذکورہ بالا بات کفر وارتداد اور ملت اسلامیہ سے خروج ہے۔ کیا دنیا کا کوئی مسلمان ایسا ہے جو اس بات کے قائل کو کافر نہ کہے۔ بلکہ جو شخص اس پر نکیر نہ کرے اور راضی ہو وہ کافر ہے۔ ایسے شخص سے توبہ کرائی جائے اگر توبہ کرے تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کیا جائے۔

تیسرا عقیدہ: شیخ احمد تجانی نے کہا :

''جو یہ عقیدہ نہ رکھے کہ صلوۃ الفاتح نصوص قرآن سے ثابت ہے، اس کو ثواب نہ ملے گا''۔

(الافادۃ الاحمدیہ ص ۸۰)

ہم یہ کہتے ہیں کہ جو یہ عقیدہ رکھے کہ صلوۃ الفاتح نصوص قرآن سے ثابت ہے وہ واضح طور پر کافر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف انبیائے کرام علیہم السلام پر وحی نازل کی ہے اور صلوۃ الفاتح کا ذکر قرآن میں نہیں ہے حتیٰ کہ کسی موضوع حدیث میں بھی اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ تو جس پر صلوۃ الفاتح نازل ہوئی ہے کیا وہ نبی ہے یا کہ ولی ہے اگر وہ ولی ہے تو ولی پر نزول وحی نہیں

ہوتا، اس معاملہ میں دو ہی فریق ہو سکتے ہیں ایک وہ جو صلوٰۃ الفاتح کو نص قرآن سے ثابت مانے۔ یہ فریق ملت اسلامیہ سے خارج ہے دوسرا وہ جو یہ مانے کہ صلوٰۃ الفاتح قرآن میں ہے۔ ایسا فریق مذہب تجانیہ سے خارج ہے۔

چوتھا عقیدہ: شیخ احمد تجانی نے کہا :

''بروز قیامت میرے لئے نور کا ایک منبر رکھا جائے گا اور ایک اعلان کرنے والا پکارے گا جس کی آواز تمام اہل محشر سنیں گے کہ اے اہل محشر! یہ وہ تمہارے امام ہیں جن سے تم غیر شعوری طور پر مدد حاصل کرتے ہو۔''یعنی احمد تجانی سے''۔

(الافادۃ الاحمدیہ ص ۴۷ وبغیۃ المستفید ص ۱۷۳)

اس شخص نے یعنی شیخ احمد تجانی نے اپنے کو درجۂ نبوت تک پہنچا دیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی بروز قیامت لوگوں کے خطیب ہوں گے (رواہ الترمذی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

مذکورہ بالا قول میں گویا صراحت ہے کہ نعوذ باللہ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوۃ والسلام شیخ احمد تجانی سے مدد حاصل کیا کرتے تھے، کیونکہ اہل محشر میں وہ بھی شامل ہیں۔ حالانکہ یہ امر محال ہے اور اسی طرح کی بات کوئی مدعی ربوبیت ہی کہہ سکتا ہے۔

پانچواں عقیدہ: شیخ احمد تجانی نے کہا :

''فلاں ولی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت ملاقات کرتے اور آپ کو اشعار کی تعلیم دیتے تھے''۔ (جواہر المعانی ۱۴۵ ج ۲)

بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشعار کی تعلیم دے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ. ہم نے رسول اللہ ﷺ کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ یہ چیز آپ ﷺ کے شایان شان ہے۔ [یٰسٓ ، آیۃ: ۶۹]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ تجانی کی مذکورہ بالا بات سراسر کذب وافترا ہے۔

چھٹا عقیدہ: شیخ احمد تجانی نے جواہر المعانی میں کہا:

''جس نے ہم کو جمعہ یا دوشنبہ کے دن دیکھ لیا وہ بلا حساب وعذاب جنت میں داخل ہوگا''۔

(جواہر المعانی ص ۱۷۰ ج ۲)

اگر چہ ان دونوں دنوں میں ہم کو دیکھنے والا کافر ہی ہو کیونکہ اس کا خاتمہ بہر حال ایمان پر ہو گا۔ (بغیۃ المستفید)

میرے بھائی! ذرا یہ احمقانہ بات اور جرأت وجسارت تو دیکھو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ. [الانعام، آیة ۱۴۴]

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرے تا کہ لوگوں کو بلا علم گمراہ بنائے۔

اس شخص (شیخ احمد تجانی) نے اپنے کو انبیائے کرام علیہم السلام سے بھی افضل قرار دے لیا ہے کیونکہ اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی سال اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ رہے مگر ابو طالب بحالت کفر مرے۔

ابو جہل نے آپ ﷺ کو بہت دیکھا مگر وہ بحالت کفر مرا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا بحالت کفر مرا جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ہمیشہ رہا کرتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ بھی بحالت کفر مرے، ان لوگوں کو انبیائے کرام علیہم السلام کا دیکھنا مفید نہیں ثابت ہوا اور نہ انبیائے کرام کے ساتھ ان کا رہنا نفع بخش ہوا۔

''افادہ احمدیہ ص ۴۰ میں بیان کیا:

''ہمارے اصحاب میں ایک ایسا گروہ ہے کہ پوری امت کے بلند پایہ اولیاء اللہ (اقطاب) جمع ہو جائیں تو ہمارے اس گروہ کے ایک آدمی کے ایک بال کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔''

طائفة من صحبه لو اجتمع

اقطاب امة النبی المتبع

(شرح منیۃ المرید ص ۱۷۲ میں اس مفہوم کے دو اشعار بھی ہیں)

وما وزنوا شعرة من فرد' منها فكيف باللمام المفرد؟

''اس کے اصحاب کا ایک گروہ ایسا ہے کہ اگر امت محمدیہ ﷺ کے تمام اقطاب جمع ہو جائیں۔ تو وہ ایک فرد کے ایک بال کے برابر نہیں ہو سکتے پھر اس یکتا امام کا کیا مقابلہ؟''

میرے بھائی! ذرا اس شنیع قول اور عظیم جرأت کو دیکھو کہ اپنی بدعات کے ماننے والوں کو اس امت کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دے دیا گیا ہے اس طرح کا کام وہی جاہل شخص

کرسکتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام کی قدر و منزلت سے ناآشنا ہو، کیونکہ یہی لوگ تمام لوگوں کے لئے روشن چراغ تھے۔

والله المستعان علی ما یصفون

صوفیا کا مشہور ترین طریقہ، سلسلہ قادریہ

شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف سے منسوب شدہ بعض اشعار ہم یہاں ذکر کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام فرقہ قادریہ کے عقائد سے واقف ہوسکیں نیز قادری لوگوں کی ان بدعات وخرافات اور کفریہ باتوں سے بھی واقف ہوسکیں جن کی یہ لوگ دعوت دیتے ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف سے منسوب شدہ ایک قصیدہ کے کچھ اشعار یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

ضریحی بیت اللہ مَنْ جاءَ زارہ

یھرول لہ یحظی بعز و رفعة

”میری قبر بیت اللہ ہے جو شخص اس کی زیارت کے لئے دوڑ کر آئے گا، وہ عزت و رفعت سے بہرہ ور ہوگا۔“

وسری سر اللہ سار بخلقہ

فلذ بجنابی ان اردت مودتی

”اور میرا بھید سر الٰہی ہے جو ساری مخلوق میں جاری ہے، اس لئے اگر تم کو میری محبت مطلوب ہے تو میری بارگاہ میں پناہ لو۔“

وامری امر اللہ ان قلت کن فیکن

وکل بامر اللہ فاحکم بقدرتی

”اور میرا حکم حکم الٰہی ہے اگر میں لفظ کن کہہ دوں تو وہ ہوجائے گا اور تمام چیز حکم الٰہی سے ہوتی ہے لہٰذا تم میری قدرت کو حَکَمُ مانو۔

واصبحت بالوادی المقدس جالسًا

علیٰ طور سینا قد سموت بخلعتی

''اور میں وادیٔ مقدس میں بیٹھا رہتا ہوں اور طور سینا پر اپنی خلعت کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا ہوں۔''

وطابت لی الاکوان من کل جانب
فصرت لها اهلا بتصحیح نیتی

''پوری کائنات چہار جانب سے میرے لئے خوشگوار ہوگئی، چنانچہ اپنی صحیح نیت کی بنیاد پر میں ان تمام چیزوں کا اہل ہوگیا ہوں۔''

عاینت اسرافیل واللوح والرضاء
وشاهدت انوار الجلال بنظرتی

''میں نے اسرافیل، لوح محفوظ اور رضائے الٰہی اور انوار خداوندی کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔''

وشاهدت ما فوق السمٰوت کلها
کذا العرش والکرسی فی طی قبضتی

''اور آسمانوں کے اوپر کی تمام چیزوں کا میں نے مشاہدہ کیا، اسی طرح عرش وکرسی میرے قبضۂ قدرت میں ہے۔''

وکل بلاد الله ملکی حقیقة
واقطابها من تحت حکمی وطاعتی

''اور اللہ تعالیٰ کے سارے ممالک درحقیقت میری ملکیت ہیں اور تمام اقطاب میرے حکم کے تابع ہیں۔''

وجودی سری فی سرسر الحقیقة
ومرتبتی فاقت علٰی کل رتبة

''میرا وجود حقیقت کے راز میں سرایت کئے ہوئے ہے، اور میرا مرتبہ تمام مرتبوں سے بلند ہے۔''

ومطلع شمس الافق ثم مغیبها
واقطار ارض الله فی حال خطوتی

''اور سورج کے طلوع وغروب ہونے کے مقامات اور اللہ تعالیٰ کی زمین کے تمام گوشوں کو چلنے پھرنے کی حالت میں''

اقــلبهــا فــي راحتــي كــلـعبةٍ
اطوف بها جمعًا عَلٰى طول محنتي

''میں ایک کھلونے کی طرح اپنی ہتھیلی میں الٹتا پلٹتا رہتا ہوں اور ان کو ہمہ وقت گردش دیتا رہتا ہوں۔''

وقــطــب اقــطــاب الــوجــود حــقيــقة
عَــلٰــى سائر الاقطاب عزى و حرمتي

''اور میں درحقیقت وجود کے سارے اقطاب کا قطب ہوں اور سارے اقطاب پر میری عزت وحرمت قائم ہے۔''

تـوسَّل بنا في كل هول وشدَّةٍ　اغيثك
فــي الاشيــاء طــرابهــمتــي

''ہر خوف و دہشت کی حالت میں تم مجھے وسیلہ بناؤ میں اپنی ہمت سے تمام معاملوں میں تمہاری فریادرسی کروں گا۔''

انــا لــمــريدى حــافظ مــا يخــافــه
واحــرســه مــن كــل شــر وفتــنة

''میں اپنے مرید کی حفاظت ہر اس چیز سے کرتا ہوں جس سے وہ ڈرتا ہے اور تمام شر وفتنہ سے اسے بچاتا ہوں۔''

مــريــدى اذامــاكــان شــرقًــا و مغـربًـا
اغثــه اذا مــا صــار فــي اى بــلــدة

''میرا مرید مشرق ومغرب کے جس شہر میں ہو میں اس کی فریادرسی کرتا ہوں''

طبــولــي فــي الســمــاء والارض دقــت
وشــاووس الســعــادة قــد بــدالــي

''آسمان وزمین میں میرے نقارے بج رہے ہیں اور سعادت کے دستے میرے لئے ظہور

پذیر ہو رہے ہیں۔''

انا الحسنٰی والمخدع مقامی
واقدامی علی عنق الرّجال

''میں سراپا بھلائی ہوں اگرچہ میرا قیام کوٹھڑی میں رہتا ہے اور میرے پیر تمام لوگوں کی گردنوں پر ہیں۔

وولانی علی الاقطاب جمعًا
فحکمی نافذ فی کل حال

''مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام بلند پایہ اولیا پر حاکم بنایا ہے اور میرا ہی حکم ہر حال میں نافذ ہوتا ہے۔''

نظرت الی بلاد اللہ جمعًا
کخرد لۃ علی حکم اتصالی

''میں اللہ تعالیٰ کی ساری سرزمین پر نظر رکھتا ہوں اور ساری کائنات ایک رائی کے دانے کی طرح میری ماتحت ہے۔''

فلو القیت سری فوق نار
لماتت وانطفت فی سرحالی

''اگر میں اپنا راز آگ پر ڈال دوں تو وہ بجھ جائے۔''

ولو القیت سر فوق میت
لقام بقدرۃ المَوْلٰی مشی لی

''اور اگر میں اپنا راز کسی مردہ پر ڈال دوں تو وہ قدرت الٰہی سے کھڑا ہو کر چلنے لگے۔''

ولوالقیت سری فی جبال
لدکت واختفت بین الرمال

''اور اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈال دوں تو ریزہ ریزہ ہو جائیں اور تودہ ریگ میں چھپ جائیں۔''

وَلو القیت سری فی بحار
لصار الکل غورًا فی الزوال

''اگر میں اپنا راز سمندروں میں ڈال دوں تو وہ سب فنا ہو کر تہہ نشین ہو جائیں۔''

وما منها شهور او دهور
تمرو تقتضی الّا اتٰی لی

''جتنے مہینے اور زمانے گذرتے ہیں وہ میرے پاس آتے ہیں۔''

وتخبرنی بما یاتی ویجری
وتعلمنی فاقصر عن جدالی

''اور یہ مہینے اور زمانے اپنے احوال مجھے بتاتے ہیں کہ ان مہینوں اور زمانوں میں کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوگا۔''

بلاد الله ملکی تحت حکمی
ووقتی قبل قبلی قد صفالی

''اللہ تعالیٰ کے تمام ممالک میری ملکیت اور میرے حکم کے تابع ہیں اور میرا وقت میری جانب آنے سے پہلے ہی میرے لئے صاف ہو گیا۔''

مریدی لا تخف واشٍ فانی
عزوم قاتل عند القتال

''اے مرے مرید کسی چغل خور سے نہ ڈر اس لئے کہ میں صاحب عزیمت ہوں اور بوقت قتال جنگ کر سکتا ہوں۔''

مریدی لاَ تخف الله ربی
عطانی رفعة نلت المعالی

''میرے مرید خوف زدہ مت رہو، میرے رب نے مجھے بلندی عطا کی ہے۔ اس لئے میں نے ساری بلندیاں حاصل کر لی ہیں۔''

مریدی هم وطب واشطح وغن
وَافعل ما تشاء فالاسم عالی

''میرے مرید تم خوش رہو، بکو اور گاؤ اور جو چاہو کرو کیونکہ میرا نام بلند ہے۔''

وکل ولی لہ قدم وانی
علی قدم النبی بدر الکمال

''ہر ولی کا ایک مقام ہوتا ہے اور میں مقام نبوی کا بدر کمال (چودھویں رات کا چاند) ہوں۔''

انا الجیلی محی الدین اسمی
واعلامی عَلٰی رؤس الجبال

''میرا نام محی الدین جیلانی ہے اور میرے جھنڈے پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہیں۔''

وعبدالقادر المشہور اسمی
وجدی صاحب العین الکمال

''اور میرا مشہور نام عبدالقادر ہے اور میرے دادا صاحب عین کمال ہیں۔''

موصوف شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف منسوب شدہ ایک اور قصیدہ کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

ان الدرۃ البیضاء انا سدرۃ الرضا
تجلت لی الانوار واللہ اعطانی

''میں سفید موتی اور سدرۃ رضا ہوں، میرے لئے انوار کی تجلی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ عطا کیا ہے۔''

وصلت الی العرش المجید بحضرۃ
فنادمنی ربی حقیقا وناجانی

''میں بارگاہ الٰہی میں عرش تک پہنچ چکا ہوں اور میرا رب میرا ہم نشین رہ چکا ہے اور مجھ سے سرگوشی کی ہے۔''

نظرت لعرش اللہ واللوح نظرۃ فلاحت
لی الاملاک والرب سمانی

''میں نے عرش الٰہی اور لوح محفوظ کو ایک نظر دیکھا تو میرے لئے ساری ملکتیں ظاہر ہوگئیں اور رب نے میرا نام رکھا۔''

وتوجنی تاج الوصال بنظرۃ
ومن خلع التشریف والقرب اکسانی

''اس نے مجھے تاج وصال پہنایا اور شرف قربت کا لباس زیب تن کرایا۔''

ولو انني القيت سري بدجلة
لغارت وغيض الماء من سر برهاني

''اور اگر میں اپنا راز دریائے دجلہ میں ڈال دوں تو میرے برہان کے راز کی وجہ سے دریائے دجلہ خشک ہو جائے۔''

ولو انني القيت سري علىٰ لظى
لا خمدت النيران من عظم سلطاني

اور اگر میں اپنا بھید بھڑکتے ہوئے شعلے پر ڈال دوں تو میری عظمت سلطان کے باعث آگ سرد پڑ جائے۔

ولو انني القيت سري بميت
لقام باذن الله حيا و ناداني

''اگر میں اپنا راز کسی مردہ پر ڈال دوں تو وہ حکم الٰہی سے زندہ ہو کر مجھے پکارنے لگے۔''

وقفت على الانجيل حتىٰ شرحته
وفسرت تورٰاة واسطر عبراني

''میں نے انجیل پر کام کرنا شروع کیا تو اس کی شرح لکھ ڈالی اور توریت کی تفسیر کی اور عبرانی زبان میں بھی لکھتا ہوں۔''

كذا السبعة الالواح جمعاً فهمتها
وبينت ايات الزبور و قرآن

''اسی طرح ساتوں الواح کو پوری طرح سمجھتا ہوں اور زبور و قرآن کی آیات کے معانی بیان کرتا ہوں۔''

وفككت رمزًا كانَ عيسىٰ يحلّه
به كان يحي الموت والرمز سرياني

''میں نے وہ راز کھول کر حاصل کر لیا جس کے ذریعہ عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور یہ راز سریانی زبان میں تھا۔''

شیخ عبدالقادر جیلانی کے قصائد میں سے ہم نے تھوڑا سا مواد نقل کیا ہے ہم یہ گمان نہیں رکھتے کہ شیخ موصوف نے ایسی احمقانہ اور کفریہ باتیں کہی ہوں گی جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان کا کہنے والا احمق تھا اور ایسے درجہ پر پہنچنے کا مدعی تھا جس پر انبیاء ومرسلین علیہم السلام بھی نہیں پہنچ سکتے حتیٰ کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔

بعض اشعار میں تو ربوبیت کا دعوٰی بھی پایا جاتا ہے اور بعض میں کہا گیا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا حکم اللہ تعالیٰ کے حکم کے برابر ہے۔

یہاں میں بعض اشعار کے ان معانی کی وضاحت کر رہا ہوں، جن معانی ومضامین پر یہ اشعار مشتمل ہیں۔ پہلے شعر میں شیخ جیلانی کی قبر کو کعبہ مشرفہ کے برابر بتلایا گیا ہے اور جب قبر مذکور کعبہ ہو تو اس کی زیارت ہی نہیں اس کا طواف بھی جائز ہوا اور ذرہ برابر عقل رکھنے والے پر بھی یہ مخفی نہیں کہ کعبہ کے علاوہ دوسری کسی چیز کا طواف کفر صریح ہے اور تین مسجدوں کے علاوہ (بیت اللہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ) کسی اور جگہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا بدعت مذمومہ ہے۔

یہ معلوم ہے کہ قبر نبوی کعبہ کے درجہ میں نہیں پھر کسی غیر کی قبر کا کیا مقام۔ دوسرے شعر میں نعوذ باللہ دعوٰی ربوبیت کیا گیا ہے اور اس کا مصرعہ ثانیہ غیر مفید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اتنا اختیار نہیں دیا کہ وہ کن کہے تو جو چاہے وہ ہو جائے۔

اس منصب کا دعوٰی نہ کسی نبی ورسول اور نہ مقرب فرشتے کے لئے کیا گیا ہے بلکہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام جب کسی ضرورت وشدت میں پڑتے تو اللہ واحد سے مدد طلب کرتے۔

ان تمام قصائد میں اسی طرح کا دعوٰی ربوبیت والوہیت یا فخر ومباہات، خود پسندی اور گھمنڈ کی باتیں موجود ہیں۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ باتیں نعمت الٰہی کی تحدیث ہیں، کیونکہ اللہ ورسول اور شیخ عبدالقادر جیلانی پر ان اشعار کے کہنے والے افترا پرداز شاعر نے جو دعوے کئے ہیں، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے شیخ مذکور کو نہیں نوازا۔

کوئی شک نہیں کہ یہ اشعار صوفیا میں سے زنادقہ کے وضع کردہ ہیں تاکہ یہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اور توحید سے پھیر کر دوسرے عقائد باطلہ میں گرفتار کر دیں اور انہیں پیروں فقیروں کے پھندوں میں پھنسا دیں تاکہ لوگ ان کی تعظیم کریں اور ان کی بابت ایسی عقیدت رکھیں جو صرف

اللہ تعالیٰ کے لئے جائز ہے اور اس کارستانی کا مقصود یہ ہے کہ دنیا میں کچھ ساز و سامان حاصل کر سکیں اور اپنے مریدین کے یہاں ان کی تعظیم و تقدیس ہو سکے اور مرنے کے بعد بھی ان کی توقیر ہوتی رہے تا کہ لوگوں کو جاہلیت کی بت پرستی کی طرف واپس لے جائیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسی بت پرستی کو مٹانے کے لئے کتابیں نازل کیں۔ انبیائے کرام و مرسلین عظام علیہم السلام کو بھیجا اور سلسلۂ جہاد قائم کیا نیز اللہ تعالیٰ نے اس غرض سے کتابیں نازل کیں اور انبیا بھیجے کہ بندے اللہ تعالیٰ توحید کے معتقد ہوں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔

شدائد و مشکلات میں اس کی پناہ ڈھونڈیں' اس کے حکم کی تعمیل کریں اور ممنوعات سے بچیں۔۔ بخدا! یہود و نصاریٰ بھی اس درجے کے کفر تک نہیں پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ایسی باتوں سے عافیت میں رکھے۔ آمین!

بدعتی میلے اور تہوار

بدعتی عیدوں، میلوں اور تہواروں کا بیان شروع کرنے سے پہلے تین باتوں کو بطور تمہید بیان کر دینا میرے لئے مناسب ہے:

① رسالت محمدیہ سے پہلے دنیا کی حالت

② اللہ تعالیٰ کے قول ''اهدنا الصراط المستقيم'' کا معنی و مطلب' کفار کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت اور ان کی مخالفت کا حکم ہے۔

③ متعدد احادیث میں نبی کریم ﷺ یہ پیشین گوئی کہ امت اسلامیہ یہود، نصاریٰ اور مجوس کا طور طریقہ اختیار کر لے گی۔

تمہید اول

بعثت نبوی سے پہلے دنیا کی حالت

اقوام وامم کی تاریخ پر تھوڑی بہت واقفیت رکھنے والے سے بھی یہ مخفی نہیں کہ بعثت نبویہ سے پہلے عرب، فارس، روم، ہندوستان اور چین بلکہ پورا عالم انتہائی ناگفتہ بہ حالت میں تھا۔ عرب، ہندوستان، چین اور اکثر ممالک بت پرست تھے، ظلم پھیلا ہوا تھا، شاہان فارس، اپنے کو بشر سے بلند سمجھتے تھے۔ بنا بریں رعایا پر ظلم وستم ڈھاتے اور انسانیت کی اس قدر تذلیل کرتے کہ اس کے تصور سے کلیجہ پھٹتا ہے، ان کی دینی حالت کی خرابی اس سے بڑھ کر تھی یعنی کہ ان کا مذہب آتش پرستی تھا۔

ظلم ومعاشرتی گراوٹ اور ٹیکسوں نیز تاوانوں کی کثرت کے معاملہ میں روم کا حال اس سے کم خراب نہیں تھا۔ ان کی دینی حالت یہ تھی کہ بزعم خویش اپنے کو مسیحی مذہب پر سمجھتے تھے، لیکن یہ مخفی نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین صحیح پر نہیں تھے بلکہ ان میں بت پرستی داخل ہوگئی تھی۔ کیونکہ وہ اس بات کے معتقد تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور حرام کو حلال نیز حلال کو حرام قرار دے لینے میں وہ اپنے احبار ورہبان (دینی پیشواؤں یعنی علماء ومفتیوں) کے مطیع وفرمانبردار تھے۔

یورپ اور دنیا کے دوسرے ممالک کی حالت فارس وروم، ہندوستان اور عرب سے اچھی نہیں تھی، اس پر مستزاد یہ کہ عربوں کی کوئی سیاسی حکومت نہ تھی جس کے یہ تابع ہوتے جیسا کہ فارس، روم اور ہندوستان میں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب منتشر ومتفرق تھے ان میں کوئی صحیح دین نہیں تھا۔ جو انہیں مربوط ومتحد رکھتا، ان میں بت پرستی پھیلی ہوئی تھی، ہر قبیلہ خود مختار امت کی حیثیت رکھتا تھا اور اپنے پڑوسیوں پر حملہ کر کے قتل وغارت سے فخر محسوس کرتا تھا۔ ان لوگوں میں عادات قبیحہ رائج تھیں، مثلاً شراب نوشی وقمار بازی، بعض لوگوں میں زندہ بچیوں کو دفن کر دینے کا رواج تھا اور جنگ وجدال، لوٹ کھسوٹ بھی پائی جاتی تھی۔

جو احوال امم ہم نے بیان کیے ان سے واضح ہوتا ہے کہ پوری دنیا ایک رسول کی بعثت کی

محتاج تھی جو لوگوں کو اللہ واحد کی عبادت کے لئے بلائے اور شرک و کفر سے انہیں پاک کرے اور سلاطین و رؤسا کے ظلم و ستم دور کرے لوگوں کو عزت بخشے، لوگوں میں عدل و انصاف اور نظام صالح کی ترویج و اشاعت کرے اور ادب و پاکیزہ اخلاق کے ساتھ لوگوں کی تربیت کرے اور اس دین صحیح کی تعلیم دے جو دنیا اور آخرت میں انہیں خوش نصیب بنائے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بندوں کی دادرسی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کی طرف رسول اور رحمت بنا کر بھیجا۔ اس نے اپنے رسول کو اخلاق فاضلہ اور صفات حمیدہ سے آراستہ کیا اور علمی و ظاہری حسی معجزات سے آپ کی تائید کی تاکہ یہ معجزات اور اخلاق و اوصاف آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت اور رسالت کی صحت پر دلیل و برہان کا کام دیں۔

تمہید دوم

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کا معنی

کفار کی مشابہت سے ممانعت اور کفار کی مخالفت کا حکم

اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دے رکھا ہے کہ ہم اس سے اپنی نمازوں کی ہر رکعت میں ''صراط مستقیم'' کی طرف ہدایت طلب کریں۔ اس فرمان خداوندی میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [القصص، آیة:۵۶]

اے رسول ﷺ آپ جس کو چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت دے سکتا ہے۔ [1]

---

[1] ہدایت دو طرح کی ہے۔۔۔ ایک تو منزل مقصود تک پہنچانا ہے اور توفیق عمل دینا۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے دوسری منزل مقصود کا راستہ بتلا دینا اور ہدایت کی باتیں بیان کر دینا۔۔۔ یہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا کام ہے اور ان کے بعد علما بھی یہ کام کرتے ہیں۔۔۔ اس تفصیل سے آیت مذکورہ اور دوسری آیت وانک لتھدی الی صراط مستقیم [سورۃ الشوریٰ آیۃ (۵۲)] (آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں) کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے پہلی آیت میں نبی سے نفی ہدایت کا معنی توفیق دینا اور منزل مقصود تک پہنچانا ہے اور دوسری آیت میں مراد رہبری و رہنمائی ہے۔

''صراط مستقیم'' کا معنی اسلام صحیح ہے جو کمی بیشی سے خالی اور ہر بدعت وخرافات سے پاک ہو۔ یہی راستہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور پسندیدہ چیز تک پہنچانے کا سب سے بہتر ذریعہ ہے۔ یہی وہ راستہ ہے، جس کی بابت ارشاد باری تعالیٰ ہے:

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ. [الفاتحة] وہ راستہ جس پر چلنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے انعام سے نوازا ہے۔

یعنی نبیوں، صدیقین وشہدا اور صالحین کا راستہ یہ سب باہم بہترین رفیق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان '' غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ '' سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کے راستہ پر چلنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے، جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے اور جو گمراہ ہیں۔

''مغضوب علیہم'' سے وہ لوگ مراد ہیں جو حق بات جانتے ہیں اس کے باوجود اس سے انحراف رکھتے ہیں اور ضالین سے مراد وہ لوگ ہیں جو علم سے نابلد ہیں اور ضلالت میں سرگشتہ۔ وہ حق کا راستہ نہیں پا سکتے۔ اس آیت میں مغضوب علیہم ولا الضالین کے درمیان ''لا'' لا کر یہ ثابت کیا ہے کہ یہ غلط راستے دو ہیں ایک یہود کا راستہ (مغضوب علیہم سے مراد یہود ہیں) دوسرا نصاریٰ کا راستہ (الضالین سے مراد نصاریٰ ہیں)

اہل ایمان کا راستہ حق کے علم وعمل پر مشتمل ہے اور یہود عمل نہیں کرتے اور نصاریٰ علم نہیں رکھتے اسی لئے یہود کے لئے غضب اور نصاریٰ کے لئے ضلالت ہے، کیونکہ جو علم رکھے اور عمل نہ کرے وہ مستحق غضب ہے اس کا معاملہ اس کے برعکس ہے جو علم نہ رکھے، نصاریٰ چونکہ کسی قدر معتدل مزاج ہیں لیکن پھر بھی وہ راہ حق تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ حق کے دروازہ سے حق تک پہنچنے کے لئے کوشاں نہیں یعنی دروازہ حق اتباع حق ہے اور وہ اتباع حق کرتے نہیں اس لئے گمراہ ہوئے۔

یہود ونصاریٰ دونوں گمراہ اور مورد غضب ہیں، لیکن یہود کا خصوصی وصف غضب ہے۔ جیسا کہ ان کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ. [المائدہ:۶۰] ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت وغضب ہے۔

اور نصاریٰ کا خصوصی وصف ضلالت ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ○ [المائدۃ، آیۃ:۷۷]

پہلے وہ خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔

امام حماد بن سلمہ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم صحابی سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''غیر المغضوب علیہم'' کا مطلب پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد یہود ہیں اور ''ولا الضالین'' کا مطلب پوچھا تو بتلایا کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں۔

سفیان رحمہ اللہ بن عیینہ نے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس بات کو معنوی طور پر ابن مردویہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (تیسیر العلی القدیر مختصر تفسیر ابن کثیر جلد اول)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ یہود کے کفر کی جڑ یہ ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ وہ حق کا علم رکھتے ہیں مگر حق کی پیروی قول و عمل کے ساتھ نہیں کرتے یا حق کے مطابق ان کا قول تو ہوتا ہے مگر عمل اس کے مطابق نہیں ہوتا اور نصاریٰ کے کفر کی جڑ یہ ہے کہ ان کا عمل بغیر علم کے ہوتا ہے۔ وہ شریعت کے حکم کے بغیر طرح طرح کی عبادتیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہیں جن کا علم نہیں رکھتے۔

اسی بنا پر ہمارے اسلاف مثلاً امام سفیان بن عیینہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ''ہمارے علما میں سے جو بگڑ جائے اس میں یہود کی مشابہت پائی جاتی ہے اور جاہل عابدوں میں سے جو بگڑ جائے وہ نصاریٰ کے مشابہ ہے''۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بہت سے گمراہ علما ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت اور واضح باتیں بدعات و منکرات کی موجودگی میں چھپاتے ہیں چنانچہ وہ نہ ترک بدعت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور نہ سنت پر عمل کا حکم دیتے ہیں اور نہ امر بالمعروف کرتے ہیں اور نہ نہی عن المنکر کرتے ہیں تاکہ عوام اور حکام کے جذبات مجروح نہ ہو جائیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے :

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○ [البقرۃ، آیۃ:۱۵۹]

''بے شک جو لوگ ہماری نازل کردہ روشن آیتوں اور ہدایت کو اس کے بعد چھپاتے ہیں کہ ہم نے انہیں کتاب میں لوگوں کے لئے واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اور تمام لعنت بھیجنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔''

اسی طرح بعض علما اپنے علم کے خلاف کرتے اور جادۂ صواب سے منحرف ارباب سیاست کے ہم رکاب ہو کر چلتے ہیں بلکہ یہ علما اللہ و رسول کی شریعت میں حرام شدہ چیزوں کو ارباب سیاست کے لئے اچھا قرار دے دیا کرتے ہیں۔ اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ یہ علمائے سو حکومت کو خوش کرنے کے لئے لوگوں کی ہمت افزائی گناہ کے کاموں کو کرنے پر کیا کرتے ہیں۔

انہوں نے کافر کمیونزم کی تحسین کر ڈالی اور کتنے لوگوں نے عریانیت' بے پردگی، رقص، بے حیائی اور سود خوری وغیرہ جیسی چیزوں کو خوش آمدید کہا۔ اس قسم کے لوگ ان یہود سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں، جن کی بابت مفسرین نے کہا کہ مغضوب علیہم سے یہی مراد ہیں۔ کیونکہ یہ علم کے ذریعہ گمراہ ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○

جن لوگوں کو تورات دی گئی مگر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا، ان کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کے دفتر ڈھویا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جن لوگوں نے جھٹلایا، ان کی مثال بہت بری ہے اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ہے۔

[الجمعة ، آية: ۵]

امت اسلامیہ کے گمراہ لوگوں میں بہت سے عباد و زہاد لوگ ہیں جو طریق تصوف پر گامزن ہیں، مشائخ صوفیا ان کے لئے مبتدعانہ نمازیں اور اوراد و اذکار ایجاد کئے ہوئے ہیں جن کی موافقت میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی ہے۔

یہ لوگ کتاب و سنت سے اپنی جہالت کے سبب نصاریٰ سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں، غیر صوفی جاہل عباد کا بھی یہی حال ہے ہماری اس کتاب میں صوفیا کی بعض بدعات کا تذکرہ آچکا ہے۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''صراط مستقیم دل کے اندر پائے جانے والے کچھ باطنی امور مثلاً عقائد، ارادوں وغیرہ پر مشتمل ہیں اور کچھ ظاہری امور پر بھی مشتمل ہیں مثلاً اقوال و افعال، افعال و اقوال عبادت سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور کھانے پینے، نکاح، گھر، اجتماع، افتراق، سفر اقامت اور سواری وغیرہ

جیسے فطری امور اور عادات سے بھی تعلق رکھتے ہیں ان ظاہری و باطنی امور کے مابین ربط و مناسبت کا ہونا بھی ضروری ہے، دل کے اندر جو شعوری باتیں اور احوال پائے جاتے ہیں وہ کچھ ظاہری امور کے موجب و مقتضیٰ ہوتے ہیں اور جو ظاہری اعمال سرانجام پاتے ہیں، وہ قلب میں کچھ شعور و احوال کے موجب و باعث ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ حکمت کا مطلب ہے سنت نبویہ۔ یہ سنت دستور و لائحہ عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے۔ حکمت میں سے یہ بات بھی ہے کہ ایسے اعمال و اقوال مشروع کئے جائیں جو مغضوب علیہم اور الضالین کے طور و طریق سے مختلف ہوں اور یہ بات بھی حکمت میں سے ہے کہ ظاہری طور طریق میں یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا حکم دیا جائے گا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بہت سارے لوگوں کو ظاہری امور کی مخالفت میں کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی مگر اس حکم شرعی کے مختلف وجوہ ہو سکتے ہیں۔

① دو مختلف فرقوں کے درمیان ظاہری طور و طریق کے اشتراک سے دونوں میں ایک ایسی مناسبت و مشابہت پیدا ہو جاتی ہے جو اخلاق و اعمال میں موافقت کی طرف لے جاتی ہیں۔

مثلاً اہل علم کا لباس اختیار کرنے والا اپنی طبیعت میں علما کے ساتھ تعلق محسوس کرنے لگتا ہے، جنگ باز فوجیوں کا لباس پہننے والا آدمی اپنے مزاج میں فوجی اخلاق کا احساس کرنے لگتا ہے اور طبیعت بھی اسی کی مقتضی ہوا کرتی ہے اگر کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو دوسری بات ہے۔

② ظاہری طور طریق میں یہود و نصاریٰ کی مخالفت' ان سے ایسی مفارقت و مغایرت کا باعث بنتی ہے جو غضب و ضلالت کے اسباب و دواعی کا خاتمہ کرتی ہے اور اہل ہدایت و اہل رضوان کی طرف میلان و رجحان پیدا کرتی ہے۔

اپنے کامیاب فوجیوں اور ناکام دشمنوں کے مابین اللہ تعالیٰ نے جو فرق قائم کر رکھا ہے اسے ثابت کر دکھاتی ہے۔ دل جس قدر کامل زندگی والا اور صحیح اسلام سے آشنا ہوگا، یعنی کہ ظاہری نام نہاد مسلمان ہونے کے بجائے معنوی اور حقیقی طور پر مسلمان ہوگا اسی قدر وہ ظاہری اور باطنی طور پر یہود و نصاریٰ کی مفارقت اختیار کرنے میں کامل ہوگا نیز وہ یہود و نصاریٰ کے ان اخلاق

سے دوری اختیار کرے گا جو آج کل مسلمانوں میں موجود ہیں۔

③ ظاہری طور وطریق میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ اشتراک ظاہری میل ملاپ اور اختلاط کا باعث ہوتا ہے یہاں تک کہ ہدایت یافتہ اور پسندیدہ افراد اور یہود ونصاریٰ جیسے ''مغضوب علیہم ولا الضالین'' کے درمیان ظاہری تمیز ختم ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بالا امور کے علاوہ بھی متعدد حکیمانہ باتیں ہیں جن کی بنا پر یہود ونصاریٰ سے ظاہری باتوں میں بھی مخالفت کا حکم شریعت میں دیا گیا ہے۔

یہود ونصاریٰ کے ظاہری طور وطریق اگر صرف مباح ہوں تو مذکورہ بالا حکم ہے یعنی ان کی مخالفت ہونی چاہیے اور اگر ان کے طور طریق موجب کفر ہوں تو ان کی مشابہت کفر کا ایک شعبہ ہوگی۔ دریں صورت ان کی موافقت ان کی ضلالت ومعاصی کی موافقت ہوگی یہ ایک اصول ہے اسے سمجھنا مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔

(اقتضاء الصراط المستقیم فی مخالفة اصحاب الجحیم للشیخ الاسلامؒ)

تمہید سوم

امت مسلمہ یہود ونصاریٰ ومجوس کا طریقہ اختیار کرے گی

(احادیث کی روشنی میں)

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① ((لتتبعن سنن من كان قبلكم شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا ذِرَاعًا حَتی لو دخلوا حجر ضب تبعتموهم قلنا یا رسول الله الیهود والنصارىٰ قال فمن؟)) [1]

[1] [بخاری ص/۱۰۳۵، کتاب الاعتصام باب قول النبی ﷺ لتتبعن سنن من كان قبلكم. (حدیث نمبر ۷۳۲۰) مسلم ج ٤/ص ۲۰۵٤، کتاب العلم باب اتباع سنن یهود والنصارىٰ. (حدیث نمبر ۲٦٦۹)]

”تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کی پیروی [1] ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ میں کرو گے حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی ایسا کرو گے۔ ہم نے کہا کہ جن کی پیروی کی جائے گی کیا وہ یہود و نصاریٰ ہیں؟ فرمایا کہ پھر کون؟“

۲ ((عَنْ ابی هریرة مرفوعًا قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعة حَتی تاخذ امتی باخذ القرون قبلها شبرًا بشبرٍ و ذِراعًا بِذِرَاعٍ فقیل یا رسول الله کفارس والروم فقال ومن الناس الا اولٰئِك۔)) [2]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک میری امت اپنے پہلے کی امتوں کی ایک ایک بالشت اور ہاتھ میں پیروی نہ کرنے لگے گی۔ کہا گیا کہ یا رسول اللہ لوگ فارس و روم کی پیروی کرنے لگیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے ان کے علاوہ اور کون مراد ہو سکتا ہے؟“

۳ ((عن ابن عمر مرفوعًا قال لیا تینّ عَلیٰ امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتّٰی ان کان منهم من اتی اُمّه عَلانیة لکان فی امتی من یفعل ذالك۔)) [3]

---

[1] امام نووی نے کہا کہ سنن کے لفظ میں سین اور نون دونوں کو فتحہ (زبر) ہے جس کا معنی طریقہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ اکثر لوگ سین پر فتحہ پڑھتے ہیں اور ابن التین نے کہا کہ ہم سین کو ضمہ (پیش) کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ مہلب نے کہا کہ سین پر فتحہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس طرح پڑھنے سے اس کا معنی ہاتھ و بالشت ہوتا ہے۔ یعنی طور و طریقہ ابن حجر نے کہا کہ آخری لفظ اس مفہوم سے بعید نہیں ہے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ ہاتھ و بالشت اور سوراخ میں داخل ہونا یہ سب تمام امور میں یہود و نصاریٰ کی پیروی کی تمثیل ہے۔ نووی نے بھی اسی طرح کہا ہے نیز یہ کہا کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا واضح معجزہ ہے جو بات آپ نے فرمائی تھی وہ واقع ہوگئی۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ نبی ﷺ نے جن باتوں سے ڈرایا تھا ان میں سے اکثر وقوع میں آ چکی ہیں اور باقی چیزیں بھی عنقریب واقع ہوں گی۔ انتھی

[2] [صحیح بخاری / ص ۱۰۳٤ کتاب الاعتصام باب قول النبیؐ لتتبعن سنن من کان قبلکم (حدیث نمبر ۷۳۱۹)]

[3] [رواه الترمذی کتاب الایمان باب ما جاء فی افتراق هذه الامة / ج ۵، ص۔ ۲٦۱۵ (حدیث نمبر ۲٦٤۱) وقال هذا حدیث حسن غریب وقد رواه محمد بن نصر المروزی فی کتاب السنة بنحوه مختصرًا واسناده حسن)]

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر وہ باتیں گذریں گی جو بنی اسرائیل پر گذریں۔ یہ پیروی قدم بہ قدم ہوگی حتیٰ کہ بنو اسرائیل میں سے اگر کوئی شخص علانیہ اپنی ماں سے زنا کئے ہوئے ہوگا تو میری امت میں بھی اس طرح کا آدمی ہوگا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور محمد بن نصر المروزی نے بھی اسے اختصار کے ساتھ اسی طرح روایت کیا ہے اس کی سند حسن ہے۔“

④ «عن المستورد بن شدادؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قالَ لا تترك هذهِ الامة شيئًا من سنن الاولين حتى تاتيه۔» [1]

”حضرت مستورد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پہلی امتوں کے طور طریق میں کوئی چیز بھی کئے بغیر نہ چھوڑے گی۔“

⑤ «عن حذيفةؓ انه قال لتتبعن امر من كان قبلكم حذو النعل بالنعل لا تخطئون طريقتهم ولا تخطئكم۔»

”حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ اپنے سے پہلے والوں کے امور کی بالضرور قدم بہ قدم پیروی کرو گے نہ تم لوگ ان کے راستے سے ہٹو گے اور نہ وہ تم سے ہٹیں گے۔“

اس حدیث کو ابوبکر آجری نے کتاب السنۃ میں روایت کیا ہے۔

(الايضاح والتبيين لما وقع الاكثرون من مشابهة المشركين للشيخ حمود بن عبدالله التويجرى)

---

[1] [رواه طبرانی مجمع الزوائد ج ۱۷ / ص ۲۶۱، باب فی اتباع سنن من مضی]

کفار کی مشابہت کی ممانعت اور ان کی مخالفت کی بابت قرآن وحدیث سے بعض دلائل

① اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍo [البقرة ، آیة : ۱۲۰]

یہود ونصاریٰ آپ ﷺ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے یہاں تک کہ آپ ﷺ ان کے مذہب کی پیروی کرنے لگیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے ، اگر آپ ﷺ نے یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کی اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم کی باتیں آ گئیں ،تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کا کوئی ذمہ دار اور مددگار نہ ہوگا۔

آپ غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے خبر میں "ملتھم "اور نہی میں "اھواء ھم "کے الفاظ کس طرح استعمال کیے ہیں کیونکہ یہود ونصاریٰ اس وقت تک مسلمانوں سے خوش نہیں ہوسکتے جب تک کہ ان کے مذہب وملت کی مطلقاً پیروی نہ کی جائے اور یہود ونصاریٰ کی خواہشات کی زیادہ اور کم ہر طرح کی پیروی سے ڈانٹا گیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ ان کے دین میں سے کسی بھی بات کی متابعت ان کی خواہشات کی متابعت ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ o وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ شَطْرَهٗ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ . [البقرة، آیۃ:۱۴۹۔۱۵۰]

آپ جہاں بھی جائیں مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں اور یہ حکم آپ کے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کچھ تم لوگ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے۔اور تم جہاں بھی جاؤ مسجد حرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو تم جہاں بھی رہو مسجد حرام کی طرف اپنے رخ کرو تا کہ تمہارے خلاف لوگوں کو حجت نہ مل جائے مگر ان لوگوں کے بات دوسری ہے جنہوں نے ظلم کر رکھا ہے۔

اسلاف میں سے کئی حضرات نے کہا کہ آیت مذکورہ کا معنی یہ ہے کہ تمہارے خلاف یہود کو حجت نہ مل جائے جب کہ تم ان کی موافقت قبلہ کے معاملہ میں کرو یعنی کہ وہ یہ کہنے لگیں کہ مسلمانوں نے قبلہ کے معاملہ میں ہماری موافقت کر رکھی ہے اور عنقریب وہ ہمارے دین کی پیروی کرنے میں ہماری موافقت کرنے لگیں گے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے قبلہ کی مخالفت کا حکم دے کر ان کی حجت کا خاتمہ کر دیا کیونکہ حجت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کو دلیل بنایا جائے خواہ وہ دلیل حق ہو یا باطل۔ اور ''الا الذین ظلموا منهم'' سے مراد کفار قریش ہیں، جو تحویل قبلہ کے موقعہ پر یہ کہنے لگے کہ مسلمان ہمارے قبلہ کی طرف لوٹ آئے اور عنقریب وہ ہمارے دین کی طرف بھی لوٹ آئیں گے۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان کر دیا کہ قبلہ کی تنسیخ وتحویل کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ معاملہ قبلہ میں کافروں کی مخالفت ان کی طمع باطل کو زیادہ سے زیادہ ختم کر سکے گی اور یہ معلوم ہے کہ مقصد مذکور ہر موافقت ومخالفت میں حاصل ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ اگر کفر کی کچھ بھی متابعت کی جائے گی تو جتنی متابعت ہوگی اسی قدر مسلمانوں کے خلاف کفار و یہود کو حجت حاصل ہوگی۔ جیسا کہ معاملہ قبلہ میں یہود کو حجت حاصل ہوئی تھی۔

③ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ. [آل عمران، آية:١٠٥]	(مسلمانو!) تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جو روشن دلائل آنے کے بعد بھی فرقے فرقے ہو گئے اور باہم اختلاف رکھنے لگے۔

مذکورہ بالا آیت میں مسلمانوں کو جن لوگوں کا طور وطریق اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے وہ یہود ونصاریٰ ہیں جو ستر سے بھی زیادہ فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اسی حکم قرآنی کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ بندی و باہم اختلاف کے معاملہ میں ان لوگوں کی پیروی سے روکا اگرچہ بطور پیشین گوئی آپ ﷺ نے یہ صراحت بھی کر دی ہے:

((ستفترق امتی علی ثلاث وسبعین فرقة)) ❶

''میری امت عنقریب تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔''

---

❶ جامع الترمذی ج٥/ص ٢٥/كتاب الايمان باب جاء فی افتراق هذه الامة (حديث نمبر ٢٦٤٠)

یہ قول کہ ''تم فلاں کی طرح مت بنو'' کبھی کبھی لفظی یا معنوی طور پر عام مشابہت کی مخالفت پر دلالت کرتا ہے لیکن اگر عموم پر نہ دلالت کرے تو آیت مذکورہ کا مفہوم بہر حال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہود ونصاریٰ اور کفار کی مخالفت کرنی اور ان کی مشابہت چھوڑنی ایک امر مشروع ہے اور آیت کا مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر ہم ان کی مشابہت اختیار کرنے سے ان امور میں دور رہیں گے جن امور میں ان کی مشابہت اختیار کرنے کا قانون ہمارے لئے بنایا گیا ہے تو جن امور میں ان کی مشابہت سے ہم کو روکا گیا ہے ان امور میں ان کی مشابہت سے بدرجہ اولیٰ زیادہ سے زیادہ دور رہیں گے اور یہ مصلحت بہت جلیل القدر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ○ [الانعام، آیة: ١٦٠]

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے تمہارا ان سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے ان کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ پھر وہ بھی انہیں اس کے انجام سے باخبر کر دے گا جن کو یہ کر رہے ہیں۔

یہ معلوم ہے کہ کفار نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے میں جدا کر دیا اور وہ کئی فرقوں میں بٹے ہوئے رہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں بیان کیا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ○ (البینة، آیة: ۴)

اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) روشن دلائل آنے کے بعد فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے۔

یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. [المائدہ، آیة: ٦٤]

آپ ﷺ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے جو چیز نازل کی گئی ہے، اس سے بہت سارے یہود کی سرکشی اور کفر میں ضرور اضافہ ہو جائے گا اور ہم نے ان کے درمیان بغض وعداوت قیامت تک کے لئے ڈال دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''لست منهم فی شیء'' یہود کی ہر چیز سے نفرت و برات کو مقتضی

ہے اور اگر کوئی غیر یہودی کسی معاملہ میں ان کی متابعت کرتا ہے تو اس معاملہ میں وہ یہودیوں کی طرح ہے کیونکہ ''اَنَا مِنْ هٰذَا'' یا ''هٰذا منّی'' کہنے والے کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ میں اسی نوع کا انسان ہوں یا کہ یہ میری طرح کا آدمی ہے اس لیے کہ شخص نوعیت کے ہی اعتبار سے ایک قرار دیے جا سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے :

بعضکم من بعض۔ ''تمہارا بعض بعض میں سے ہے''

یعنی تمہارا بعض بعض کے نوع سے ہے۔

نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کہ انت منی و انا منک ''یعنی اے علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں'' مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے نوع سے ہیں۔

چنانچہ کسی کہنے والے کا یہ قول لست من هذا في شيء کا مطلب یہ ہے کہ میں اس چیز میں کچھ بھی شریک نہیں ہوں بلکہ میں اس کے جملہ امور سے بری اور بیزار ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو یہود و کفار کے جملہ امور سے بالکل بری و بیزار قرار دیا ہے تو جو شخص رسول اللہ ﷺ کا حقیقی معنوں میں متبع اور اطاعت کیش ہوگا وہ بھی ان یہود و کفار سے اسی طرح بیزار و متنفر ہوگا جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ ان سے بیزار و متنفر تھے اور جو آدمی ان کفار و مشرکین اور یہود کی جس قدر موافقت کرے گا وہ اسی قدر اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کا مرتکب ہوگا۔

لہٰذا دین میں جو دو شخص ہر اعتبار سے مختلف ہوں گے ان میں سے کسی ایک کی مشابہت دوسرے کی مخالفت کو مستلزم ہوگی۔

کفار کی مشابہت کی ممانعت اور ان کی مخالفت کے سلسلے میں وارد شدہ بعض احادیث

صحیح بخاری میں عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ» [1]

---

[1] [احمد، ج ۲/ ص ۵۰/ مسند عبد الله بن عمرؓ. ابو داؤد، ج ۴/ص ۳۱۴/ كتاب اللباس باب في لبس الشهرة (حديث نمبر ۴۰۳۱)]

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی قوم میں سے ہے۔

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

② ((قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُوْدِ۔)) ❶

''انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفید بالوں کا رنگ خضاب کے ذریعہ تبدیل کردو اور یہودیوں کی مشابہت نہ اختیار کرو۔''

بڑھاپے کے بالوں کی سفیدی (جو ہمارے سفید کرنے سے نہیں بلکہ قدرتی طور پر ہوتی ہے) کو باقی رکھنے میں جب ہم کو یہود کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے تو اختیاری چیزوں میں ان کی مشابہت ظاہر ہے کہ بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگی، اسی بنا پر اختیاری چیزوں میں یہود کی مشابہت حرام ہے، اس کے برخلاف غیر اختیاری امور میں حرام نہیں بلکہ وہ مکروہ ہے۔

③ ((عن ابن عمر قال قال رَسول الله صلى الله عليه وسلم خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ أُحْفُوا الشوارب وَاعفوا اللّحى۔)) ❷

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں خوب اچھی طرح تراش ڈالو اور داڑھیوں کو چھوڑے رکھو۔''

مذکورہ بالا حدیث میں مشرکین کی مخالفت کا حکم مطلقاً دیا گیا ہے اور جملہ ثانیہ پہلے جملہ کا بدل ہے۔

④ ((عن شداد بن اوس رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خَالِفُوا الْيَهُوْدَ فَاِنَّهُمْ لَا يُصَلُّوْنَ فِيْ نِعَالِهِمْ وَلَا فِي خِفَافِهِمْ)) ❸

''حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود کی

---

❶ [الترمذی ج ٤/ص ٢٣٢/ كتاب اللباس باب فی الخضاب (حديث نمبر ١٧٥٣) رواه الترمذی وقال حديث حسن صحيح]

❷ [بخاری، ص ١٢٦٠ كتاب اللباس باب تقليم الاظافر (حديث نمبر ٥٨٩٢) مسلم، ج ١/ص ٢٢٢/، كتاب الطهارة باب خصال الفطرة.)باب خصال الفطره حديث نمبر ٢٠٧۔

❸ [(رواه ابو داؤد، ج ١/ص ٤٢٧ كتاب الصلوٰة باب الصلاة فی النعل (حديث نمبر٦٥٢)]

مخالفت کرو کیونکہ وہ لوگ جوتے اور موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے تم جوتے اور موزے پہن کر نماز پڑھو۔''

مذکورہ بالا حدیث میں یہود کی مخالفت کرتے ہوئے مسلمانوں کو جوتے اور موزے پہن کر نماز پڑھنے کو کہا گیا ہے حالانکہ یہود کا جوتے نکال کر نماز پڑھنا اس فرمان خداوندی سے ماخوذ ہے کہ:

فاخلع نعلیک انک بالوادی المقدس طوی. [طٰہٰ، آیۃ:۱۲]

''اے موسیٰ علیہ السلام! آپ جوتے نکال دیجئے کیونکہ آپ طویٰ کی وادی مقدس میں ہیں۔''

⑤ ((عن عمرو بن العاص رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فصل ما بین صیامنا وصیام اهل الکتاب، اکلة السحر ـ))[1]

''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم مسلمان اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔''

یعنی کہ مسلمان سحری کھاتے ہیں اور اہل کتاب نہیں کھاتے۔

مذکورہ بالا حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مسلمانوں کی عبادتوں میں فرق قائم رکھنا شارع کا مقصود ہے اور اس بات کی صراحت امام ابو داؤد کی روایت کردہ اس حدیث میں بھی کی گئی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اسلام دوسرے مذاہب کے بالمقابل غالب رہے گا جب تک کہ روزہ افطار کرنے میں لوگ جلدی کریں گے یعنی کہ سورج ڈوبتے ہی فوراً افطار کرلیں گے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ تاخیر کر کے افطار کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث میں اس بات کی نص ہے کہ دین اسلام کو حاصل ہونے والا جو غلبہ افطار میں جلدی کرنے کے سبب ہوگا اس کا اصل باعث یہود و نصاریٰ کی مخالفت ہے۔

جب یہود و نصاریٰ کی مخالفت غلبہ دین کا سبب ہے اور رسولوں کی بعثت کا مقصود صرف یہ ہے کہ اللہ کا دین دوسرے ادیان پر غالب ہو تو اس سے لازم آیا کہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت بعثت انبیاء کے عظیم ترین مقاصد میں سے ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، ج ۲ / ص ۷۷۱، کتاب الصیام، باب فضل السحور وتاکید استحبابه، حدیث نمبر ۱۰۹۶.

⑥ ((عن ابی ایوب الانصاری رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا تزال امتی بخیر اوقال علی الفطرة مالم يُؤَخِّروا المغرب الی ان تشتبك النجومُ۔)) ❶

''حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت بخیر و عافیت رہے گی یا کہ دین فطرت پر قائم رہے گی جب تک کہ میری امت کے لوگ نماز مغرب کو ستاروں کے روشن ہو جانے تک موخر کر کے پڑھنے نہ لگیں۔''

⑦ ((عن حماد عن ثابت عن انس رضی الله عنه ان الیهود کانو اذا حاضت المرأة فیهم لم یواکلوها ولم یجامعوها فی البیوت فسأ ل اصحاب النبی النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم فانزل الله عزوجل ویسئلونك عن المحیض الیٰ اخر الأیة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اصنعو کل شیء الا النکاح فبلغ ذالك الیهود فقالو ا ما یرید هذا الرجل ان یدع من امرنا شیئاً الا خالفنا فیه فجاء ا سید بن حضیر و عباد بن بشیر فقالا یا رسول الله ، ان الیهود تقول کذا و کذا افلانجا معهن ؟ فتغیر وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی ظننا ان قد وجد علیهما فخرجا فاستقبلهما هدیة من لبن الی النبی صلی الله علیه وسلم فارسل فی آثارهما فسقا هما فَعَرَفَا انه لم یجد علیهما۔)) ❶

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہودیوں کے یہاں جب عورت حائضہ ہوتی تھی تو یہ لوگ نہ اس کے ساتھ کھاتے تھے نہ گھروں میں انہیں اپنے ساتھ رہنے دیتے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرام ﷺ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں مسئلہ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یسئلونك عن المحیض والی آیت نازل کی یعنی کہ بحالت حیض عورتوں سے جماع نہ کرو اس آیت کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وطی کے علاوہ حائضہ عورتوں کے ساتھ سب کچھ کر سکتے ہو۔ یہ خبر جب

---

❶ [ابو داؤد ، ج ۱ /ص ۲۹۱ کتاب الصلاة باب فی وقت المغرب (حدیث نمبر ۴۱۸)]

❷[(رواہ مسلم ، ج ۱ /ص ۲۴۶ ، کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض راس زوجها (حدیث نمبر ۳۰۲)]

یہود کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ یہ شخص (رسول اللہ ﷺ) ہمارے دین کی کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑے گا جس کی مخالفت نہ کرے۔ اس کے بعد حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر انصاری آئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہود ایسی ایسی باتیں کہتے ہیں تو ان کی مخالفت میں ہم حائضہ عورتوں سے جماع بھی کیوں نہ کیا کریں۔ اس بات کو سن کر نبی کریم ﷺ کا چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا حتی کہ ہم حاضرین نے سمجھا کہ آپ ان دونوں پر خفا ہو گئے اتنے میں وہ دونوں چلے گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ آیا آپ ﷺ نے دونوں حضرات کو بلایا اور یہ دودھ انہیں پلایا اس سے ان دونوں نے سمجھا کہ آپ ان پر خفا نہیں ہوئے۔''

مذکورہ بالا حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت یہود کی مخالفت کرنے کا حکم دیا تھا بلکہ عام امور میں آپ ﷺ یہود کی مخالفت ہی کیا کرتے تھے حتی کہ یہود بول اٹھے کہ یہ شخص ہماری ہر بات میں مخالفت ہی کرنا چاہتا ہے۔

⑧ کفار کی مشابہت کے خوف سے ان کے مخصوص اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشہور صحابی حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ایام جاہلیت میں یہ سمجھا کرتا تھا کہ لوگ گمراہی میں مبتلا ہیں اور وہ کسی دین و مذہب پر نہیں ہیں کیونکہ یہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ میں نے سنا کہ مکہ مکرمہ میں ایک آدمی خبریں دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اپنی سواری پر بیٹھ کر میں اس آدمی کے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ رسول اللہ (ﷺ) ہیں اور روپوش رہا کرتے ہیں۔ آپ پر آپ کی قوم کے لوگ جرات سے کام لیتے ہیں، میں آپ سے ملا اور میں نے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نبی ہوں۔ میں نے کہا نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے کہا کہ کن باتوں کا رسول بنا کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ صلہ رحمی اور بت شکنی اور توحید کے ساتھ۔ میں نے کہا کہ آپ ﷺ کے اس مذہب پر کون کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک غلام اور ایک آزاد یعنی کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہما میں نے کہا کہ میں بھی آپ کا متبع بنتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم آج ایسا نہ کر

سکو گے تم میرا اور میری قوم کا حال کیا دیکھ نہیں رہے ہو؟ تم اس وقت اپنے گھر جاؤ۔ تم جب یہ سننا کہ مجھے غلبہ حاصل ہو گیا ہے تو میرے پاس آنا چنانچہ میں اپنے گھر چلا گیا پھر میں نے سنا کہ آپ مدینہ منورہ آ گئے۔ میں آپ کی خبر لیا کرتا تھا اور لوگوں سے پوچھا کرتا تھا، یہاں تک کہ کچھ لوگ مدینہ منورہ سے ہمارے یہاں آئے ان سے میں نے آپ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی طرف لوگ جلدی جلدی مائل ہو رہے ہیں یعنی کہ بکثرت مسلمان ہو رہے ہیں۔ ان کی قوم نے انہیں قتل کرنا چاہا مگر نہ کر سکے۔ چنانچہ میں (عمرو بن عنبسہ) مدینہ آیا اور میں نے آپ کے پاس جا کر پوچھا کہ آپ ﷺ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں تم مجھ سے مکہ مکرمہ میں ملے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ مجھے وہ باتیں بتلا دیجئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھلا رکھی ہیں اور مجھے ان کی واقفیت نہیں ہے۔ آپ مجھے نماز کی بابت بتلائیے۔ آپ نے فرمایا کہ فجر کی نماز پڑھو پھر نماز طلوع آفتاب تک بلکہ آفتاب کے بلند ہونے تک مت پڑھو کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں، تم سورج بلند ہونے پر نماز پڑھو کیونکہ نماز دربار الٰہی میں پیش ہو گی اور اس وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں یہاں تک کہ سایہ نیزے سے کم ہو جائے یعنی دوپہر ہو جائے تو تم نماز سے باز رہو کیونکہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے پھر جب سایہ لوٹ آئے تو تم نماز پڑھو پھر عصر کے وقت عصر کی نماز پڑھو اس کے بعد غروب آفتاب تک نماز سے باز رہو کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ الحدیث (رواہ مسلم فی صحیحہ)

⑨ شریعت نے سمتوں، اوقات اور کیفیات نیز شکل وصورت میں مشابہت کا خاتمہ کیا ہے۔

یہ حدیث مذکورہ بالا عنوان سے تعلق رکھتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لکڑی یا ستون کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے تو اس لکڑی یا ستون کو اپنے داہنے یا بائیں ابرو کی سمت رکھتے تھے بالکل اس کے سامنے نہیں رہتے تھے۔

اسی بنا پر آپ نے ایسی چیزوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی بالکلیہ ممانعت فرمائی ہے، جن کی عبادت کی جاتی ہے خواہ نمازی کا مقصود اس چیز کی عبادت نہ ہو۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے

کسی آدمی کے سامنے سجدہ کرنے سے منع کیا اگرچہ سجدہ کرنے والے کا ارادہ شخص مذکور کو سجدہ کرنا نہ ہو کیونکہ اس میں غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی مشابہت پائی جاتی ہے۔

لہٰذا تم غور کرو کہ شریعت نے سمتوں اور اوقات کے معاملہ میں غیروں کی مشابہت کا کس طرح خاتمہ کیا ہے؟ جس طرح اس قبلہ کی طرف رخ کر کے مسلمانوں کو نماز پڑھنی ممنوع ہے جس کی طرف رخ کر کے غیر مسلم نماز پڑھا کرتے ہیں۔ اسی طرح ایسی چیزوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے جن کی وجہ سے غیر مسلم نماز پڑھتے ہیں، بلکہ اخیر والی بات زیادہ فاسد ہے کیونکہ قبلہ ایک شرعی معاملہ ہے جو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی شریعتوں کے بدلنے سے بدل جایا کرتا ہے۔ لیکن غیر اللہ کے لئے سجدہ وعبادت دین میں ایسی حرام چیز ہے جس کی حرمت پر اللہ تعالیٰ کے سارے رسول متفق ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ○

''جن کو ہم نے آپ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا ہے ان سے آپ پوچھئے کہ کیا ہم نے رحمان (اللہ واحد) کے علاوہ کچھ دوسرے معبود بھی بنا رکھے ہیں جن کی پوجا اور عبادت کی جائے۔'' [الزخرف ، آیۃ: ۴۵]

اگر آپ نے ہماری پیش کردہ مذکورہ بالا تینوں تمہیدیں اور کتاب وسنت سے نقل کردہ دلیلیں پڑھ لیں یا سن لیں جو کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے روکتی ہیں اور ان کی مخالفت کا حکم دیتی ہیں اور آپ نے یہ بات بھی جان لی ہے کہ تمہید دوم میں یہود ونصاریٰ اور ان کے مشابہ علما وعباد کو مغضوب علیہم والضالین بتلایا گیا ہے، اور اگر آپ نے تمہید سوم میں ہماری بیان کردہ ان احادیث کو سمجھ لیا ہے (جن میں نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی کی ہے کہ میری امت عنقریب اپنے پہلے والی امتوں کی پیروی کرے گی تاکہ امت مسلمہ اس طرح کی غلط کاری میں پڑنے سے ہوشیار رہے) تو اب آپ کو حسب ذیل بات بھی جان لینی چاہیے:

امت اسلامیہ کے لوگوں نے کو بشیر ونذیر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈرانے سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جیسا کہ انہوں نے کفار کی مخالفت اور ان کی مشابہت کے سلسلے میں کتاب وسنت کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔ اسی وجہ سے یہ امت یا اس کے اکثر افراد ان خرابیوں میں

پڑ گئے جن کی بابت رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی کی تھی کہ میری امت اپنے پہلے لوگوں کی پیروی قدم بقدم کرے گی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے بہت سارے امور واحوال میں کفار وملاحدہ کی تقلید کر رکھی ہے۔ اگر میں یہ شمار کرنا شروع کر دوں کہ مسلمانوں نے یہود و نصاریٰ اور مجوس کی کتنی باتوں میں مشابہت اختیار کر رکھی ہے تو ایک ضخیم دفتر چاہیے مگر چونکہ میری اس کتاب کا موضوع ''بدعات'' ہے اس لئے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور اب اہل بدعت کے بدعتی میلوں اور عیدوں کا میں ذکر کر رہا ہوں، جن کو ان لوگوں نے غیر مسلموں کی مشابہت میں ایجاد کر رکھا ہے۔

عید میلاد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے دن نصاریٰ مجلس رچاتے ہیں اور اظہار مسرت و فرحت کرتے ہیں، دفاتر و کاروبار بند رکھتے ہیں، ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے اور اپنے دینی شعائر کا مظاہرہ کرتے ہیں، بہت سے جاہل مسلمان اور ارباب اس معاملہ میں نصاریٰ کی تقلید کرتے اور ان کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

اس تہوار کے موقعہ پر بہت سے مسلمانوں کا یہ کام ہے کہ وہ سرکاری دفاتر اور کمپنیوں کو بند رکھتے ہیں اور بعض بڑے بڑے مسلم تاجر بھی اس کی تعظیم واحترام میں یہی کچھ کرتے ہیں، اپنے عیسائی دوستوں کی اس دن زیارت کرتے ہیں، انہیں مبارک باد پیش کرتے ہیں، اگر دور ہوتے ہیں تو تہنیت کے کارڈ بھیجے جاتے ہیں۔ امرا وسلاطین ان حکومتوں کو تہنیتی ٹیلی گرام بھیجتے ہیں جن کو وہ نصرانی المذہب سمجھتے ہیں۔ بعض جاہل مسلمان اس دن روشنی کرتے اور طرح طرح کے کھانوں کی دعوتیں کرتے ہیں۔ اگر نصاریٰ اس طرح کی باتیں کریں تو خیر وہ جانیں مگر مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ اس دن کو اہمیت دیں اور کفر کے شعائر کا مظاہرہ کریں۔ اسی طرح اس دن مبارکباد دینا، دعوت طعام کرنا، ان کے تحفوں کو قبول کرنا اور ان کی زیارت جائز نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس سلسلے میں جو کچھ فرمایا ہے، وہ ملاحظہ ہو۔

عید میلاد مسیح کی مناسبت سے بہت سے لوگ موسم سرما میں ۲۵ دسمبر کو تہوار مناتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، اس دن جتنے غلط کام ہوتے

ہیں مثلاً آگ روشن کرنا، کھانوں کی دعوت، چراغاں وغیرہ سب نصاریٰ کے دین کی باتیں ہیں ان کی کوئی اصل دین اسلام میں نہیں ہے۔ یہی حال فارسیوں کے تہواروں کا ہے۔ مثلاً عید نو روز اور عید مہر جان نیز یہودیوں کے تہوار اور دوسرے کفار، عجمیوں اور دیہاتیوں کے عام تہواروں کا یہی حال ہے، ان کا شرعی حکم یہ ہے کہ ناجائز ہیں۔

جس طرح غیر مسلموں کی مشابہت تہواروں کے معاملہ میں نہیں ہونی چاہیے اسی طرح اس معاملہ میں غیر مسلموں کی مشابہت کرنے والے مسلمان کی مدد نہ کی جائے بلکہ اسے اس سے منع کیا جائے اور جو آدمی ان تہواروں کی مناسبت سے دعوت طعام دے تو ایسی دعوت کا قبول کرنا ضروری نہیں۔ جو آدمی اس طرح کے تہواروں کی مناسبت سے مسلمانوں کو تحفے دے انہیں قبول نہ کیا جائے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس تحفے سے ان کی مشابہت اختیار کرنے میں مدد ملے مثلاً عید میلاد عیسیٰ کے موقع پر شمع کے تحفے، یا نصاریٰ کے روزوں کے اواخر میں چھوٹے جمعرات نامی تہواروں کو انڈوں، دودھ اور بکریوں کے تحائف وغیرہ۔

اسی طرح اس عید کی مناسبت سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ہدیہ بھی نہ دے خصوصاً جبکہ اس سے نصاریٰ کی تقلید و مشابہت کو تقویت ملے اور اس دن وہ لباس اور کھانے بھی مسلمان نہ فروخت کریں جن سے مسلمان نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرنے میں مدد لیتے ہیں، اس لئے کہ ایسا کرنے میں گناہ کے کاموں کی اعانت ہوتی ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم)

عید نو روز

یہ عید ہر سال اول برج حمل میں فصل ربیع کے ابتدائی زمانے میں آتی ہے۔ یہ آتش پرست فارسی مجوسیوں کی عید ہے، ایران میں فارسی لوگ ہمیشہ اس تہوار کو مناتے آئے ہیں، اس دن کا اہتمام اور اس دن خوشی منانا صرف فارسیوں پر موقوف نہیں بلکہ بہت سے مدعیان اسلام بھی یہ کام کرتے ہیں، خصوصاً سلاطین، وزراء، تاجرین، اعیان، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ذمہ دار لوگ اس دن یہ لوگ، خوشی، مسرت، سرور، لطف انگیز مجالس، آرائش زیبائش اور ایک دوسرے کو مبارک باد دینے کا ایسا مظاہرہ کرتے ہیں جو بیان سے باہر ہے، یہاں کی اکثریت کو تم دیکھو گے کہ عید الفطر و عید الاضحیٰ کا اتنا اہتمام نہیں کرتی جتنی اس مجوسی فارسی

عید کا اہتمام کرتی ہے حالانکہ یہ کفر اور آتش پرستوں کا شعار ہے۔ اس عید کی محفلوں میں مسلمانوں کو شریک ہونا جائز نہیں اور نہ فارسیوں کو اس موقع پر پیام مبارک دینا درست ہے۔
لیکن افسوس کہ میں نے کسی سنی یا شیعہ مسلمان کو اس عید پر نکیر کرتے نہ دیکھا نہ سنا اور نہ اس گمراہ عید کے اہتمام کے باطل ہونے کی طرف لوگوں کی رہبری کرتے ہوئے پایا کہ لوگوں کے سامنے یہ بیان کرے کہ یہ تہوار مسلمانوں کا تہوار نہیں ہے بلکہ اسلام صرف دو عیدوں کا قائل ہے، ایک عید الفطر دوسری عید الاضحیٰ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کے یہاں دو دن مقرر ہوتے تھے جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے یعنی کہ عید و تہوار مناتے تھے۔ ان کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ان دونوں تہواروں کے بدلے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے بہتر دو عیدیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ دے دی ہیں۔
لہٰذا ان دونوں شرعی عیدوں کے علاوہ دوسری عیدیں بدعت گمراہی مانی جائیں گی۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ ان دونوں عیدوں کے علاوہ تیسری عید کا اعتقاد رکھے اور اس موقع پر محفل رچائے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دے۔

عید غدیر خم

شیعہ ۱۸ ذی الحجہ کو عید غدیر خم کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس تاریخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر بمقام ''غدیر خم'' خطبہ دیا تھا۔ ان شیعوں کا گمان ہے کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نص جلی'' (واضح فرمان) کے ذریعہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خلافت کا ولی عہد بنایا تھا اور یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے لئے فرش بچھا کر بٹھانے کے بعد کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا:

((من كنت مولاه فعلي مولاه)) ❶

''میں جس کا مولیٰ ہوں اس کے مولیٰ علی بھی ہوں گے۔''

چنانچہ ان شیعوں کا دعویٰ ہے کہ یہ فرمان نبوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ قرار دینے پر ''نص جلی'' ہے اور حضرت ابوبکر و عمر نیز تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق خلافت غصب کر لیا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا وصی بنا کر گئے تھے، یہ لوگ عام صحابہ کو فاسق و کافر کہتے ہیں صرف چند افراد کو اس سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔

---

❶ [العلل المتناهية ج ١ / ص ٢٢٣ ، (حديث نمبر ٣٥٦]

عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے اور بزعم خویش حضرت علیؓ اور اہل بیت سے محبت رکھنے کے سبب یہ لوگ اس دن کا خاص اہتمام کرتے ہیں اور طرح طرح کی فرحت و مسرت ظاہر کرتے ہیں۔ رنگ برنگے کھانے تیار کرتے ہیں۔ دفاتر اور دکانیں بند رکھتے ہیں۔ تقریریں کرتے اور مقالات و محاضرات ماتم کی مجلسوں میں اس طرح پیش کرتے ہیں جن کے بیان سے مصنف کتاب عاجز ہے۔

جس کو ذرہ برابر بھی علم ہے اس پر یہ مخفی نہیں کہ یہ تو ایجاد عید ہے، دین میں اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ سید المرسلین ﷺ کی شریعت میں اس کی کوئی سند ہے، نہ تو قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے نہ حدیث و سنت میں، نہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے نہ اہل بیت مطہرین رضی اللہ عنہم سے۔ کیونکہ ان حضرات نے اس دن عید نہیں منائی نہ اس دن کا اہتمام کیا۔ دین اسلام میں تو صرف دو عیدیں ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

اس عید میں ضلالت و گناہ کی بہت ساری باتیں ہوتی ہیں۔

ایک یہ کہ یہ ایجاد شدہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت جہنم میں لے جانے والی چیز ہے۔

دوسری یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھا جاتا ہے اور ان کی اہانت کی جاتی ہے انہیں گالی دی جاتی اور ان کی تکفیر کی جاتی ہے نیز ان کی طرف جور و ظلم اور غصب و حق تلفی منسوب کی جاتی ہے۔

مسلمان اور کفار میں سے خواص و عوام سبھی لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ سیرت اور ظاہر و باہر دیانت داری و عدالت سے واقف ہیں۔ ان کے اوصاف حمیدہ سے دفاتر بھرے پڑے ہیں اور اس کا اقرار و اعتراف تمام اکابر اور اصاغر چھوٹے بڑے سبھی لوگ کرتے ہیں۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ لوگ ہیں جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں کی ہے۔ [1] ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ثنا خوانی اللہ تعالیٰ کے رسول کریم ﷺ نے بھی کی ہے۔ شیعوں کے

---

(۱) ان آیتوں میں سے ایک آیت یہ ہے:

والذین امنو وھاجرو وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک ھم المومنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم والذین امنو من بعد وھاجروا و جاھدوا معکم فاولئک منکم واولو الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ ان اللہ بکل شیء علیم (الانفال، آیۃ ۷۴-۷۵)

"جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور (باقی اگلے صفحہ پر)

علاوہ تمام مسلم و غیر مسلم عقلمندوں کے اجماع کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صداقت و دیانت، امانت، حق و عدل اور رحمت کی مثال تھے۔

ان صفات کریمہ سے متصف لوگوں کے لئے عقلی و شرعی اور عادت کے اعتبار سے یہ ناممکن ہے کہ وہ اس حق کو چھپاتے جس کا گمان شیعہ لوگ کرتے ہیں یعنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کا حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھا نیز ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بھی محال تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس حق کو ان سے غصب کر لیتے۔

اگر ہم مان لیں کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم خلافت چاہتے تھے تو آخر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کیا ہو گیا جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی موافقت کر بیٹھے؟ کیا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک خلافت کا طالب تھا؟

(گزشتہ سے پیوستہ) دیا اور مدد کی وہ لوگ سچے مومن ہیں ان کے واسطے مغفرت اور باعزت روزی ہے اور جو لوگ ان کے بعد ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت و جہاد بھی تمہارے ساتھ کیا وہ تمہیں میں سے ہیں رشتہ داروں میں سے جنہوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ بعض سے قریب تر ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔"

دوسری آیت یہ ہے:

والسابقون الاولون من المهٰجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنت تجرى تحتها الانهار خلدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم (التوبہ، آیۃ ۱۰۰)

"یعنی مہاجرین و انصار میں سے جو لوگ پہل اور سبقت کرنے والے ہیں اور جنہوں نے ان کی پیروی اچھی طرح سے کی ہے ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور اس نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

تیسری آیت یہ ہے:

ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم (الفتح، آیۃ:۱۰)

بے شک جو لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) آپ سے بیعت کر رہے ہیں، وہ صرف اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔"

نیز اس مضمون کی احادیث سے کتابیں بھری ہوئی ہیں جن میں فضائل و مناقب صحابہ موجود ہیں۔ دین اور کلمہ کی سربلندی کے لئے صحابہ کرام کا جہاد اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال کی قربانی اور ان کی فتوحات وغیرہ جیسی باتیں کسی پر مخفی نہیں مگر اس پر مخفی رہ سکتی ہیں جس کی بصارت کو اللہ تعالیٰ نے اندھا کر دیا ہو۔ یہ ساری چیزیں صحابہ کرامؓ کی فضیلت و قوت ایمانی پر واضح دلیل ہیں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی لکھی ہوئی کتب تاریخ و سیر اس بات پر شاہد ہیں۔

اس قسم کی بات کوئی بھی صاحب عقل نہیں کہہ سکتا جو اپنی کہی ہوئی بات سمجھتا ہو۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی عداوت پر خاش اور کدورت بھی نہ تھی کہ اس طرح کی حرکت کے مرتکب ہوتے جو دین وایمان کے منافی ہے۔ شیعوں کے مذہب کو باطل قرار دینے اور ان کے شکوک وشبہات کو توڑنے کی ذمہ داری علما کرام اس طرح ادا کر چکے ہیں کہ اس کے بعد مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں پر ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اس عید یعنی عید غدیر خم کا بدعت ہونا ظاہر کر دیں۔ اور یہ کہ اس کا تعلق دین اسلام سے نہیں ہے کیونکہ ہماری اس کتاب کا موضوع محدثات وبدعات کا بیان ہے۔

شیعوں کی بدعات اور ضلالتوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ یہ لوگ حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قتل والے دن رات کے وقت محفل رچاتے اور مسرت وخوشی ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۸ ذی الحجہ کو شہید کیے گئے تھے۔ اس دن یہ لوگ خوشی منانے کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے ہیں اور ان کی نہایت قبیح تصویر بناتے ہیں، پھر مرد، عورتیں اور بچے جمع ہو کر اس تصویر پر سنگ باری کرتے ہیں اور قاتل عمر ابو لؤلؤہ مجوسی کی تعظیم کرتے ہیں اور اسے افضل ترین مخلوق شمار کرتے ہیں نیز یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دینے کے سبب سے ابو لؤلؤہ کو اونچا درجہ مل گیا۔ (نعوذ باللہ)

اے صاحب عقل! تم سوچو کہ ان شیعوں نے مہاجر وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد ومعاونت کی۔ خاص طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس زمانے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جبکہ ان کے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی اور آپ کے مذہب اسلام پر نہ تھا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ چھوٹے سے بچے تھے اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما اس زمانے میں آپ کے ساتھ تھے جبکہ کفار کی اذیت آپ پر زیادہ شدید ہو گئی تھی۔ اس زمانے میں مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے اور آپ کے دین کی اشاعت میں مشکلات کھڑی کرنے اور آخر میں آپ کو قتل کر دینے کے سلسلے میں باہم ایک دوسرے کی معاونت ومدد کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کون سی چیز پناہ دیتی تھی جبکہ وہ قریش کی سزائیں سہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے تھے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکمران تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کا تقرب حاصل کرنے

کے لئے کوشاں تھے؟ یا کہ آپ مالدار تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مال کی لالچ رکھتے تھے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر محتاج اور تنہا نہ تھے؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تمام قریش حملے نہیں کر رہے تھے؟ جس وقت حضرت عمر بن خطاب وعبدالرحمٰن بن عوف وعثمان بن عفان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مسلمان ہوئے اس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سی دنیاوی منفعت کی امید رکھتے تھے؟ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سابقہ کفر سے ان کی توبہ قبول کر لے اور انہیں خاتمہ بالخیر کی توفیق دے کر جنت میں داخل کر کے ان پر احسان کرے؟ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ عہد نبوی میں منافق تھے وفات نبوی کے بعد مرتد ہو گئے۔

منافق اظہار اسلام کرتا ہے مگر دل میں کفر کو مخفی رکھتا ہے جبکہ وہ مسلمانوں کے سامنے اپنے آپ کو کمزور پاتا ہے کیا اس وقت حکوت وسطوت کفار کو حاصل نہ تھی؟ پھر وہاں نفاق کی کیا حاجت تھی؟ پھر اگر وہ سب مرتد ہو گئے تھے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر کے لاکھوں آدمیوں کو کیوں داخل اسلام کیا؟ کوئی شک نہیں کہ ان شیعوں کی بات ظلم ہے جس کو انصاف وعدل قبول نہیں کر سکتے۔

بیشک جن خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھی اور موصوف کو ایک خارجی عبدالرحمٰن بن ملزم نے قتل بھی کر دیا وہ شیعوں سے زیادہ عقلمند ہیں، کیونکہ وہ قتل علی رضی اللہ عنہ کے دن خوشی کی مجلس نہیں رچاتے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطا کار وغلط کار ہونے کے معتقد ہیں۔ لیکن ان شیعوں کو نہ عقل ہے نہ دین نہ حیا، اگر ان میں کچھ دین داری اور حیا ہوتی تو اتنے بڑے قبیح کام نہ کرتے کہ یوم غدیر اور قتل عمر رضی اللہ عنہ کے دن خوشی مناتے اور قتل حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے دن ماتم اور مرثیہ خوانی کرتے۔ یہ باتیں محاسن اسلام کو بدنما کر دیتی ہیں اور دشمنان اسلام ہم پر ہنستے ہیں اور بہت سے غیر مسلم لوگوں کو داخل اسلام ہونے میں یہ چیزیں مانع ہوتی ہیں کیونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں اور ان کا دین اسی طرح کے کام کا انہیں حکم دیتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ دین پر شیعوں کا جرم بہت بڑا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو شیعوں کا فاسق قرار دینا اور لعن طعن کرنا قرآن مجید کی ان پچیس آیات کی تکذیب ہے جن میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی گئی ہے اور ان احادیث کی بھی تکذیب ہے جو ان کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور ان کی فضیلت پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کی بھی ان کے طرز عمل سے تکذیب ہوتی ہے۔

یہ لوگ اپنے اس طرز عمل کے سبب حیا، انصاف اور عقل کے دائرہ سے خارج ہو گئے ہیں اور دین اسلام میں دوسروں کے نہ داخل ہونے کے لئے انہوں نے کید و فریب کی گھاٹی کی تشکیل کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ہمیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرے۔ آمین!

خلاصۂ کلام یہ کہ جن دو عیدوں عید الفطر و عید الاضحیٰ کے سلسلے میں ابوداؤد کی روایت میں نص وارد ہے ان کے علاوہ ساری عیدیں ایجاد کردہ بدعت ہیں مثلاً عید العلم، عید الشجر، عید الاسرۃ، عید یوم ولادت پسر، عید میلاد النبی اور عید میلاد اولیاء وغیرہ یہ سب بدعت ہیں اور دین اسلام میں اس حرام قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس سے کفار کی مشابہت لازم آتی ہے۔

عید شم النسیم

''عید شم النسیم'' ان مبتدعانہ عیدوں میں سے ہے جن میں مسلمان مبتلا ہو گئے ہیں اور جو مسلمانوں کے عوام و خواص میں اشاعت پذیر ہیں۔ ان عیدوں میں مسلمان گناہ کے بہت سے کاموں کے مرتکب ہوتے اور یہود و نصاریٰ کی بہت سی عادتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

شیخ علی محفوظ مصری نے اس عید کے سلسلے میں اپنی کتاب ''الابداع فی مضار الابتداع'' میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ قارئین کرام کی خدمت میں ہم پیش کر رہے ہیں۔ شیخ موصوف مصری ہیں انہوں نے اس عید کے موقع پر نصاریٰ کی ذلیل عادات اور طور و طریق کی تقلید کرنے والے مصری جاہلوں، ارباب دولت، اہل سیاست و عہدیداروں کو جو کچھ کرتے دیکھا ہے اس کا انہوں نے مشاہدہ کیا ہے کیونکہ یہ عید مصر میں منائی جاتی ہے۔ لوگ عید شم النسیم میں ادب اور دین کی حدود سے خروج اور بدعات و منکرات کا جس قدر ارتکاب کرتے ہیں، وہ ناقابل بیان ہے۔

عید شم النسیم ایک ایسی عید ہے جس کو بت پرستوں نے بعض ایام کی تقدیس کے سلسلے میں ایجاد کر لیا ہے تاکہ اپنے ان دیوتاؤں کا تقرب حاصل کریں جن کو وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجتے ہیں، یہ عید ہزاروں سال سے جاری ہے اور مصر کے تمام اطراف و جوانب میں منائی جاتی ہے، اس میں چھوٹے بڑے عظیم و حقیر ہر قسم کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ کاش یہ کوئی پسندیدہ طریقہ ہوتا کہ اس کے جاری کرنے والے کو اس پر عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملتا۔ لیکن یہ آداب کے اعتبار سے ضلالت اور اخلاق کے اعتبار سے فساد ہے۔ قدرت کی طرف سے موسم اور اجتماعات

اس لئے بنائے گئے ہیں کہ یہ لوگوں کے درمیان تعارف ومحبت اور منافع کے لین دین اور علوم و معارف کی اشاعت کا ذریعہ بنیں۔ نماز، حج، عیدین جیسی عبادات اسلام میں اسی مقصد کے لئے مشروع ہیں کہ ان میں مختلف طبقات کے لوگ ایک سرزمین میں اکٹھا ہوتے ہیں، ان مواقع پر انہیں نصیحت کرنے والا نصیحت کرتا اور وعظ سناتا ہے، اس لئے حاضرین میں سے ہر ایک اپنے بھائی کے ساتھ ربط وتعلق اور حسن معاملہ اور بقائے محبت کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ تو کیا یہ عید شم النسیم ہمارے ان شرعی اجتماعات میں سے ہے جن سے ہم کوئی خیر ورحمت کا فائدہ حاصل کرتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔ تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ شہروں بلکہ دیہاتوں میں اس دن دیکھو کہ انسانی عظمت کو داغدار کیا جاتا ہے، ایسے گناہ ہوتے ہیں کہ ان سے حیا کا چہرہ شرمندہ ہو جاتا ہے۔ دین کے خلاف ایسی برائیاں ہوتی ہیں جن سے ذوق سلیم مجروح ہوتے اور انسانی سینوں کو انقباض ہوتا ہے۔

ورزش، ہوا خوری، پھولوں کا مشاہدہ وغیرہ ہمیشہ ضرورت زندگی میں سے ہیں۔ صرف اسی عید شم النسیم ہی کے دن نہیں کہ اس میں کھیتیاں اور خلوت کے مقامات فاجروں اور بداخلاق لوگوں سے بھر جاتے ہیں اور فساد وخساست کی باتیں ان جگہوں میں عام ہوتی ہیں یا سارے مقامات فسق وفجور اور معاصی کے بازار اور بے حیائی وپردہ دری کے میدان وچراگاہ ہوتے ہیں۔ تم کسی بھی کھیت یا راستہ سے گذرو گے تو ایسی باتیں دیکھو گے جن سے ہر شریف آدمی شرمسار ہو جائے گا اور ہر زندہ آدمی تکلیف واذیت محسوس کرے گا۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس دن کا نام فجور ونحوست کا دن رکھا جائے۔

تم دیکھو گے کہ اس دن موٹریں اور سواریاں بے لگام لوگوں کو لئے ہوئے تیزی سے دوڑ رہی ہوں ہیں، جوان بوڑھے، مرد، عورتیں اور بچے ایک دوسرے کے ساتھ موجیں لے رہے ہیں، سب کے سب باغات اور دریاؤں کی طرف سیر کر رہے ہیں، پانی کے اوپر کشتیاں نوجوان مردوں عورتوں سے بھری ہیں، لوگ پانی پر عورتوں سے فسق وفجور کر رہے ہیں اور نشہ آور اشیا نیز شرمناک حرکات کرنے میں افراط وزیادتی سے کام لیتے ہیں۔

خشکی تری ہر جگہ بے حیائی اور برائی میں شیطان کے نقوش قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اجتماع کے اچھے پھل ضائع کر چکے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ شر در شر اور وبال در وبال میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایسی باتیں کرتے ہیں جن کے سننے سے کان بند رکھے جاتے ہیں اور گذرنے والوں

سے ایسی قبیح باتیں اور ایسے نازیبا الفاظ کہتے ہیں گویا اس دن ان کے لئے ہر خبیث چیز مباح کر دی گئی ہے اور تمام شرعی وقانونی بندشیں ختم کردی گئی ہیں۔ یہ سب کے سب شیطانی گروہ کے لوگ ہیں اور شیطانی گروہ کے لوگ یقیناً خسارہ میں رہنے والے ہیں۔

جو آدمی اس دن اپنی عزت اور دین کی سلامتی چاہتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے گھر میں چھپا رہے اور اپنے گھر والوں کو اور اس کی علاوہ جو لوگ بھی اس آدمی کے ماتحت ہوں انہیں گھر سے نکلنے سے روک دے تاکہ وہ یہود ونصاریٰ کی ان مراسم اور فاسقوں فاجروں کے ساتھ شریک نہ ہوسکیں اور اللہ تعالیٰ کے احسان ورحمت کے ساتھ کامیاب ہو سکیں۔(ابداع فی مضار الابتداع)

فصل

اسلام میں کفار کی موافقت کی ممانعت اور ان کی مخالفت کا حکم

یہ بیان ہو چکا ہے کہ اسلام میں کفار کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ اس تفصیل سے ان مبتدعانہ عیدوں، میلوں اور تہواروں کی حرمت ثابت ہوتی ہے جن کا ذکر گذر چکا ہے۔ اب اس سلسلے میں آپ کے سامنے مزید دلیل و برہان پیش کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں:

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''عیدوں کے معاملہ میں غیر مسلموں کی موافقت ہمارے لئے دو ناحیہ اور طریقہ سے ناجائز ہیں، ایک طریق عام جو بیان ہو چکا ہے کہ اہل کتاب کی موافقت نہ ہمارے دین میں جائز ہے اور نہ ہمارے اسلاف نے ایسا کیا ہے۔ لہٰذا ان کی موافقت میں بگاڑ ہی بگاڑ ہے اور ترک موافقت میں مصلحت ہی مصلحت ہے۔ حتیٰ کہ ان کی موافقت کسی معاملہ میں اتفاقی طور پر ہو جائے جو ان سے اخذ نہ کیا گیا ہو تو بھی ہمارے لئے قانون یہی ہے کہ ان کی مخالفت کی جائے۔ لہٰذا جو ان کی موافقت کرے گا خواہ اس موافقت سے کوئی خرابی لاحق نہ ہو مگر اس سے وہ مصلحت و بھلائی فوت ہو جائے گی جو ان کی مخالفت میں پوشیدہ ہے اور اگر ان کی موافقت کرنے میں دونوں باتیں جمع ہو جائیں یعنی کہ ترک موافقت سے حاصل ہونے والی مصلحت و بھلائی اور موافقت کرنے سے پیدا شدہ خرابی و بگاڑ تو پھر ان کی موافقت کتنی بری چیز ہوگی؟''

اگر کفار کی موافقت ایجاد شدہ بدعات میں سے ہو تو کوئی شک نہیں کہ ان کی موافقت کم از کم مکروہ ہے کیونکہ بدعات کا کمترین درجہ یہ ہے کہ کم از کم مکروہ ضرور ہیں۔ کفار کی موافقت کی ممانعت اور ان کی مخالفت کے حکم کے سلسلے میں وارد شدہ نصوص میں سے بہت سارے نصوص کفار کی عیدوں میں مشابہت اختیار کرنے کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً یہ فرمان نبوی کہ مَن

تشبہ بقوم فھو منھم اور خالفوا المشرکین کا مفاد یہ ہے کہ کفار کی مطلقاً مشابہت و موافقت نہ کی جائے، نیز جتنی دلیلیں ہم نے یہود و نصاریٰ کا راستہ اختیار کرنے کی ممانعت پر ذکر کی ہیں وہ کفار کی عیدوں کی حرمت پر بھی دلالت کرتی ہیں کیونکہ یہ عیدیں بھی یہود و نصاریٰ کے طور طریق میں داخل ہیں۔

عیدوں کے معاملہ میں کفار کی موافقت خاص ناحیہ طریقہ سے بھی ممنوع ہے، کتاب وسنت، اجماع امت اور قیاس سب سے یہ بات ثابت ہے۔

چنانچہ بہت سے تابعین اور غیر تابعین نے قرآن مجید کی اس آیت کی تاویل وتفسیر میں اسی مفہوم کی بات بیان کی ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ٥ [الفرقان، آیة: ۷۲]

یعنی وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں جو ''زور'' کے پاس نہیں جاتے اور لغو چیز سے شرافت کے ساتھ گذر جاتے ہیں۔

حافظ ابوبکر خلال نے اپنی کتاب ''کتاب الجامع'' میں اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ امام محمد بن سیرین نے کہا کہ آیت مذکورہ میں ''زور'' سے مراد عیسائیوں کا تہوار ''شعانین'' ہے جو عید فصیح سے پہلے منایا جاتا ہے۔

امام مجاہد و ربیع بن انس سے منقول ہے کہ ''زور'' سے مراد مشرکین کی عیدیں، میلے اور تہوار ہیں۔ اس تفسیر کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے مشرکین و کفار اور یہود و نصاریٰ کے تہواروں اور عیدوں میں شریک نہیں ہوتے۔

① حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے مروی ہے:

«قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة ولهم يومان يلعبون فيهما فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما هذان اليومان ؟ قالوا كنا نلعب فيهما في الجاهلية فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَبْدَلَكُمْ بِهِمَا يَوْمَيْنِ خيرًا منهما يَوْمِ الْاَضْحٰى يَوْمَ الْفِطْرِ ـ» [1]

---

[1] (ابو داؤد، ج ۱/ ص ۶۷۵/ کتاب الصلاة باب صلاة العيدين، حديث نمبر ۱۱۳۴. نسائی ج ۳/ ص ۱۷۹ کتاب صلاة العيدين، مسند احمد ج ۳/ ص ۲۵۰ مسند انس بن مالك)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ آئے تو اہل مدینہ کے یہاں دو دن سال میں جاہلی زمانہ سے کھیل کود کے لئے مقرر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر لوگوں نے بتلایا کہ ہم دور جاہلیت میں ان دونوں دنوں میں کھیل کود کرتے تھے' آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں دنوں کے بدلے اللہ تعالیٰ نے تم کو ان سے بہتر دو دن دیے ہیں، ایک عید الفطر دوسرا عید الاضحیٰ۔''

یہ حدیث کفار کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت پر اس طرح دلالت کرتی ہے کہ جاہلیت کے تہوار والے دن ان دونوں دنوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار نہیں رہنے دیا اور نہ انہیں ان کی عادت کے مطابق ان دونوں دنوں میں کھیل کود کرنے دیا بلکہ فرمادیا کہ ان دونوں دنوں کے بجائے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان سے بہتر عید کے دن مقرر کر دیے ہیں اور یہ چیز اس امر کی مقتضی ہے کہ آپ ﷺ نے کفار کی ان دونوں عیدوں کو منانے سے مسلمانوں کو منع کر دیا۔ کیونکہ عبارت مذکورہ عربی قاعدہ کے مطابق یہی معنی ومفہوم رکھتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ○ [الکہف، آیۃ: ۵۰]

تو کیا پھر بھی تم لوگ اس کو اور اس کی ذریت کو مجھے چھوڑ کر دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، ظالموں کے لئے بہت برا بدلہ ہے۔

نیز فرمایا:

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ . [البقرہ، آیۃ: ۵۹]

پھر ظالموں نے بجائے اس کے جو ان کو حکم دیا تھا (کچھ) اور ہی بدل دیا۔

نیز فرمایا:

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ [النساء، آیۃ: ۲]

اور تم لوگ اچھی چیزوں سے بری چیزوں کو مت بدلو۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ بدل اور وہ چیز جس کا چیز مذکور بدل ہوتی ہے ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

لہٰذا یہ فرمان نبوی کہ ''قد بدلکم اللہ بھما یومان خیرا'' اس چیز کا مقتضی یہ ہے کہ جاہلیت کے ان دونوں تہواروں کو اور اسلام کی دونوں عیدوں عید الفطر و عید الاضحیٰ کو ایک ساتھ

مسلمان جمع نہیں کر سکتے کہ جاہلی تہوار بھی منائیں اور عید الفطر و عید الاضحیٰ بھی۔

حدیث مذکور میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول ''ولهم يومان يلعبون فيهما '' اور فرمان نبوی '' ان الله قدا بدلكم بهما يومين خيرا منهما '' میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا تھا کہ جاہلیت کے دونوں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے دو عیدیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ عنایت کی ہیں۔

نیز جاہلیت کی یہ دونوں عیدیں اسلام میں ختم ہو گئیں۔ان کا کوئی نام ونشان عہد نبوی اور زمانۂ خلفائے راشدین میں نہیں رہ گیا تھا۔اگر حدیث مذکور کا مفہوم جاہلی عیدوں کا خاتمہ نہ ہوتا تو اہل اسلام ان دونوں عیدوں کو منایا کرتے کیونکہ عادات بدلا نہیں کرتیں، جب تک کہ انہیں کوئی بدل نہ دے۔خصوصاً اس لئے کہ عورتوں، بچوں اور عام لوگوں کے مزاج اور طبائع اس دن کے شوقین اور مشتاق ہوا کرتے ہیں جس کو عید قرار دے کر کھیل کود کر سکیں۔

((عن ثابت بن الضحاك قال نذر رجل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ينحرا بلا ببوانة فاتى النبى صلى الله عليه وسلم فقالَ انى نذرت ان انحرا بلا ببوانة فقال النبى صلى الله عليه وسلم هل كان فيها وثن من اوثان الجاهلية يعبد ؟ قالو ا لا ـ قالَ فهل كان عيد من اعيادهم ؟ قالوا لا ـ فقال نبى صلى الله عليه وسلم اوف بنذركَ فانه لا وفاء لنذر فى معصية الله و لا فيما لا يملك ابن ادم ـ)) [1]

''حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ صحابی سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے یہ نذر مانی کہ مقام بوانہ میں اونٹ ذبح کرے گا۔اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر پوچھا کہ میں نے یہ نذر مانی ہے کہ بوانہ میں اونٹ ذبح کروں گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایام جاہلیت میں اس جگہ کوئی بت تھا جس کی پرستش ہوتی رہی ہو؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہاں کوئی جاہلی عید (میلہ وتہوار) ہوا کرتا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر ڈالو، کیونکہ صرف وہ نذر نہیں پوری کی جاتی جو اللہ تعالیٰ کی معصیت کے سلسلے میں ہو یا جس کی قدرت انسان نہ رکھتا ہو۔''

---

[1] (سنن ابی داؤد ج ۳/ص ۶۰۷/كتاب الايمان والنذور باب ما يؤمر به من الوفاء بالنذر. حديث نمبر (۳۳۱۲)

مذکورہ بالا حدیث کی اصل بخاری اور مسلم میں موجود ہے اور جس سند سے حدیث مذکور سنن ابی داؤد میں منقول ہے وہ صحیحین کی شرط پر ہے۔اس کے سبھی رواۃ مشہور ثقہ ہیں اور یہ متصل ہے معنعن نہیں ہے یعنی کہ اس کی سند میں کوئی علت قادحہ نہیں اس لئے صحیح و معتبر ہے۔

اس حدیث میں کفار کی عیدوں کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت کی دلیل اس طرح ہے کہ نذر ماننے والے نے یہ نذر مانی تھی کہ مقام مخصوص پر جانور ذبح کرے گا۔اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا مقام مذکور پر کوئی بت تھا جس کی پوجا ہوا کرتی تھی؟ جواب ملا کہ نہیں پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا وہاں کوئی جاہلی عید (میلہ وتہوار) منائی جاتی تھی؟ جواب ملا کہ نہیں۔تب آپ ﷺ نے ایفائے نذر کا حکم دیا اور فرمایا کہ معصیتِ الٰہی کے سلسلے میں نذر پوری کرنا جائز نہیں۔

یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مقام مذکور پر اگر کفار عید منایا کرتے ہوتے یا وہاں کسی بت کی پرستش کرتے ہوتے تو آپ ﷺ اس کے معصیتِ الٰہی کے باعث نذر پوری کرنے سے روک دیتے۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عید کے مقامات یا بتوں کی جگہوں پر جانور ذبح کرنا کئی اسباب سے معصیت الٰہی ہے۔

① فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''اپنی نذر تم پوری کرو، میں حرف فا کے ذریعہ حکم کے وصف کو مؤخر کیا گیا ہے اور یہ چیز اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ وصف ہی حکم کا سبب ہے، چنانچہ یہی ایفائے نذر کا سبب بھی ہے اور نذر کا وجود ان دونوں وصفوں سے خالی ہے لہٰذا دونوں وصف ایفائے عہد سے مانع ہوں گے۔اگر ایفائے نذر سے معصیتِ الٰہی لازم نہ ہوتو نذر کا پورا کرنا جائز ہوگا۔

② رسول اللہ ﷺ نے نذر پوری کرنے کا حکم دینے کے بعد فرمایا کہ معصیتِ الٰہی کے سلسلے میں کوئی نذر پوری نہیں کی جائے گی۔اگر مذکورہ سوال اس لفظ عام کے تحت نہ آئے تو کلام میں ربط ہی نہیں پیدا ہوگا اور مانی گئی نذر اگرچہ بنفسہٖ معصیت نہیں تھی، لیکن آپ ﷺ نے جب نذر ماننے والے سے معصیت الٰہی کی دونوں صورتوں کے متعلق دریافت کرلیا تو اس کو نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔یعنی جس جگہ جانور ذبح کرنے کی حرمت کا موجب نہ ہو وہاں نذر کے طور پر

جانور ذبح کرنا جائز ہوگا۔ آپ نے ایفائے نذر کا حکم اس لئے دیا تھا کہ وہاں حرمت کا کوئی سبب نہ تھا لیکن جہاں حرمت کا سبب موجود تھا وہاں آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔ اس سے ایفائے نذر کی اصل معلوم ہوگئی اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ کونسی جگہ نذر کا پورا کرنا جائز نہیں اور یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ لفظ عام جب کسی سبب پر وارد ہو تو ضروری ہوگا کہ سبب اس کے تحت آئے۔

③ اگر جانور ذبح کرنا عید کی جگہ میں جائز ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نذر ماننے والے کو نذر پوری کرنے کا حکم دیتے، جیسا کہ آپ نے دف بجانے کی نذر ماننے والی عورت کے لئے جائز قرار دیا کہ وہ دف بجا کر اپنی نذر پوری کرے، آپ جائز ہی نہیں قرار دیتے بلکہ ایفائے نذر کو واجب بتاتے۔ اس وقت نذر کی جگہ پر جانور کا ذبح کرنا واجب ہوگا مگر چونکہ عید کے مقام پر جانور ذبح کرنا ممنوع ہے۔ پھر جب یہ معاملہ ہے کہ کفار کے مقام پر مانی ہوئی نذر کا پورا کرنا شریعت میں ممنوع ہے تو پھر ان کی عید منانے کی اجازت کیسے اور کیونکر ہوگی؟

اعتقادی بدعات کی بابت

بعض سوالات اور ان کے جوابات

سوال نمبر ۱۔ ہمارے یہاں ''ہندوستان میں'' اکثر مسجدوں میں جمعہ کے دن نماز فجر کے بعد تمام نمازی جمع ہوتے ہیں اور کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ درود کی مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں اور ان مجالس میں ہونے والی باتوں کو سنتے دیکھتے ہیں، یہ لوگ بلند آواز سے پکار کر کہتے ہیں:

((یا شفیع الوریٰ سلام علیك ویانبی الهدیٰ سلام علیك انك مقصدی وملجای انك مدعا سلام علیك ۔))

''اے ساری مخلوق کی سفارش وشفاعت کرنے والے اور اے نبی ہدایت! آپ پر سلام ہو، آپ ہمارے مقصود و ملجا ہیں اور آپ ہمارے مدعا و مطلوب۔ آپ اپر سلام ہو۔''

یہ لوگ ہمیشہ آپ پر حرف ندا (یا) کے ساتھ سلام و درود پڑھتے ہیں، کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں اور یہ بات رمضان میں ہر روز بعد نماز فجر ہوا کرتی ہے۔

اس فعل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بڑی عبادتوں اور افضل ترین طاعات میں سے ہے۔اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ [الاحزاب ، آیة:۵٦]	بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں ۔اے ایمان والو! تم آپ ﷺ پر درود وسلام اچھی طرح بھیجا کرو۔

نبی کریم ﷺ پر درود کی ترغیب وفضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں:

① «عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال من صلی علی صلوةً واحدةً صلی الله عليه عشرًا ـ» ❶

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت فرمائے گا۔ترمذی کے بعض الفاظ میں یہ روایت اس طرح ہے کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اس کے بدلے اس کے لئے اللہ تعالیٰ دس نیکیاں لکھے گا۔''

② «عن انس بن مالك رضی الله عنه اَنَّ النّبِی صلی الله عليه وسلم قال من ذكرت عنده فليصل علی ومن صلی علی مرة صَلی الله عليه بها عشرًا وفی رواية من صلی علی صلوة واحدة صلی الله عليه عشر صلوٰات ويُحُطُّ عنه بها عشر سيئات ورفعه بها عشر درجات ، رواه احمد والنسائی واللفظ له وابن حبان فی صحيحه والحاكم ولفظه قالَ رسول الله صلی الله عليه وسلم من صلی علی واحدة صلی الله عليه عشر صلوٰت وحط عنه عشر

---

❶ رواه مسلم ج١ /ص٣٠٦ /كتاب الصلاة باب الصلاة علی لبنی بعد التشهد حديث نمبر(٤٠٨) و ابو داؤد والنسائی والترمذی وابن حبان فی صحيحه وفی بعض الفاظ الترمذی من صلّی علی مرةً واحدة كتب الله له بها عشر حسناتٍ ۔

خطیئات۔)) ❶

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس میرا ذکر ہو تو اس کو مجھ پر درود پڑھنا چاہیے، جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں کر دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں کرے گا اور اس کے دس گناہ معاف کر دے گا اور اس کے دس درجات بڑھا دے گا۔ حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر درود پڑھا اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل کرے گا اور اس کی دس خطائیں معاف کر دے گا۔''

③ ((عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما انہ سمع النبیَ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی فانہ من صلی علی صلوۃ صلی اللہ علیہ بہا عشرًا ثم سلوا لی الوسیلۃ فانہا منزلۃ من الجنۃ لا تنبغی الالعبد من عباد اللہ وارجوا ان اکون انا ھو فمن سأل اللہ لی الوسیلۃ حلت لہ الشفاعۃ۔)) ❷

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو تم بھی وہی کلمات کہو جو مؤذن کہے۔ پھر تم مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں کرے گا، اس کے بعد میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مقام وسیلہ کی درخواست کرو۔ کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے صرف ایک ہی بندے کو دیا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ میں ہی وہ بندہ ہوں لہٰذا جو میرے لئے مقام وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لئے میری

---

❶ الصلاۃ علی النبی فی الدعاء وغیرہ۔ مجمع الزوائد ج ۱۰/ص ۱۶۰ تا ۱۶۴/ترغیب الترھیب، ج ۲/ص ۴۹۴

❷ (مسلم ج ۱/ص ۲۸۸/کتاب الصلاۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن وابوداؤد ج ۱/ص ۳۵۹/کتاب الصلاۃ باب ما یقول اذا سمع المؤذن حدیث نمبر (۳۸۴) و ترمذی، ج ۵/ص ۵۸۶/کتاب المناقب باب فضل النبی ﷺ)

شفاعت حلال ہو جائے گی۔"

④((عن الحسن بن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حیثما کنتم فصلوا علی فانّ صلوتکم تبلغنی)) ❶

"حضرت حسن بن علی ص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جہاں بھی رہو مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا پڑھا ہوا درود مجھ پر پہنچتا رہتا ہے۔"

⑤ ((عن اوس بن اوس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إن من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق ادم و فیه قبض ۔ و فیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا من الصلوٰة فیه فان صلوتکم معروضة علی قالوا یا رسول اللہ وَکیف صلوتنا تعرض علیك وقد ارمت یعنی بلیت فقال ان اللہ عزو جل حرّم علی الارض ان تاکل اجسَاد الانبیاء ۔)) ❷

"حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل دن جمعہ ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور فوت ہوئے ، اسی دن صور قیامت پھونکا جائے گا اور اسی دن سب لوگ چیخ سے بیہوش ہوں گے۔لہٰذا اس دن تم درود زیادہ پڑھا کرو، کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں ۔لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے درود آپ ﷺ پر بعد وفات کیسے پیش کئے جاسکیں گے جب کہ آپ گل سڑ جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر یہ حرام کر رکھا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بدن مبارک کو کھائے۔"

⑥ ((عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذهب ربع اللیل قام فقال یاایها الناس اذکروا اللہ جاء ت الراجفة تتبعها الرادفة جاء الموت بما فیه جاء الموت بما فیه قال ابی ابن کعب

❶ (رواه الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن المعجم الکبیر ج۳ / ۸۴)

❷ (رواه احمد ج٤ /ص٨حدیث أوس بن أبی اوس و ابو داؤد ج١ /ص٦٣٥کتاب الصلاة باب فضل یوم الجمعة وابن ماجه ج١ /ص٣٤٥ /کتاب اقامة الصلاة باب فضل الجمعة مجمع: الزوائد ج١٠ (ص١٦٠۔ الصلاة علی النبی ﷺ فی الدعاء وغیره)و ابن حبان فی صحیحه والحاکم و صحّحه)

فقلت یا رسول الله انی اکثر الصلوٰۃ فکم اجعل لك من صلاتی قال ما شئت قال قلت الربع؟ قال ما شئت وان زدت فهو خیرلك فقلت فثلثین؟ قال ما شئت فان زدت فهو خیر لك قلت النصف قال ما شئت وان زدت فهو خیر لك قال اجعل لك صلاتی کلها ؟ قال اذا یکفی همك و یغفر لك ذنبك ،، ❶

''حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب چوتھائی رات گذر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ ہلا دینے والی قیامت آ رہی ہے۔ جس کے بعد دوسری چیز بھی آ رہی ہے، موت اپنے لوازمات کے ساتھ آ رہی ہے، یہ بات آپ نے دو بار دہرائی۔ حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں کثرت سے دعا کرتا ہوں تو آپ پر کتنا درود پڑھا کروں؟ آپ نے فرمایا جتنا چاہو، میں نے کہا کہ اپنی چوتھائی کی دعا میں درود پڑھا کروں آپ نے فرمایا اگر اس سے زیادہ درود پڑھو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ دو تہائی دعا میں درود پڑھا کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر اس سے زیادہ درود پڑھو تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ اپنی آدھی دعا میں درود پڑھا کروں، آپ نے فرمایا اگر چاہو تو اس سے زیادہ پڑھو تو تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ اپنی ساری دعا میں آپ پر درود کے لیے ہی وقف کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا، جب تو تمہارے سارے غم دور ہو جائیں گے اور تمہارے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اے رسول خدا! بتائیے کہ کیا میں اپنی ساری دعا درود ہی میں صرف کر دوں۔ آپ ﷺ نے

---

❶ رواہ احمد والترمذی ج ٤ /ص٦٣٦ کتاب صفة القیامة حدیث نمبر ٢٤٥٧ والحاکم و صححه قال الترمذی حدیث حسن صحیح و روایة لأحمد عنه قال قال رجل یا رسول الله ارأیت ان جعلت صلوتی کلها علیك قال اذا یکفیك الله تبارك و تعالٰی ماهمك من دنیاك وآخرتك و اسناد هذا جید قوله اکثر الصلوٰۃ فکم اجعل لك من صلوتی ؟ معناه اکثر الدعاء فکم اجعل لك من دعائی صلوٰۃ علیك .

فرمایا کہ اگر تم اپنی ساری دعا درود ہی میں صرف کر دو گے تو تمہاری دنیا و آخرت کے سارے غموم و ہموم دور ہو جائیں گے۔ اس حدیث کا حاصل معنی یہ ہے کہ آپ نے درود شریف پڑھنے کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دی اور اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث نیز ان کے علاوہ دوسری بہت ساری احادیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور علما کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ درود پڑھنا واجب ہے یا مستحب ہے؟ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ نماز کے آخری تشہد میں درود پڑھنا واجب ہے مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ واحمد رحمہ اللہ وغیرہ کا یہی مذہب ہے اور ان حضرت کا کہنا ہے کہ نماز کے علاوہ دوسرے تمام اوقات میں سنت ہے اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ پوری عمر میں صرف ایک مرتبہ درود پڑھنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا [الاحزاب، آية:٥٦]

اے ایمان والو! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود وسلام اچھی طرح پڑھو۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ فعل امر اگرچہ وجوب کا مقتضی ہے مگر صرف ایک بار اس کی تعمیل واجب ہوتی ہے اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود واجب ہے اور صحیح جمہور کا مذہب ہے کہ تشہد اخیر میں درود پڑھنا واجب ہے اور باقی دوسرے تمام اوقات میں مستحب ہے۔ خاص طور پر جمعہ کے دن میں اور رات میں۔

لیکن جمعہ کے دن فجر کے وقت لوگوں کا جمع ہونا جیسا کہ سوال کرنے والے نے کہا ہے پھر لوگوں کا کھڑے ہو کر آپ پر درود پڑھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم درود کی مجلسوں میں حاضر و موجود رہا کرتے ہیں تو کوئی شک نہیں یہ بدعات اور ایجاد شدہ چیزوں میں سے ہے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈانٹ کر منع کیا ہے [1] اور آپ نے عرباض بن

---

[1] بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بذریعہ وحی بدعات سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنه ويصيبهم عذاب اليمO (النور، آية: ٦٣)

''جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں خوف زدہ رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر فتنہ یا دردناک عذاب نہ آجائے۔'' (باقی اگلے صفحہ پر)

ساریہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں فرمایا ہے کہ تم میری اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا اور نئی نئی بدعتوں سے بچ کر رہنا کیونکہ ہر ایجاد شدہ نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کے کرنے کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔ (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے وفات دے دی اور آپ ﷺ دار دنیا سے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال کر گئے تو آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔"

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ. آپ ﷺ کو موت آنے والی ہے اور یہ کفار بھی مرنے والے ہیں۔

[الزمر، آیۃ: ۳۰]

(گزشتہ سے پیوستہ) ——————

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا واتقو اللہ ان اللہ شدید العقاب (الحشر)

رسول اکرمؐ تم کو جو چیز دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا

واطیعو اللہ واطیعو الرسول واحذرو فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلغ المبین (المائدہ ۹۲)

اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور ڈرتے رہو اگر تم لوگوں نے روگردانی کی تو بخوبی جان لو کہ ہمارے رسولؐ پر صرف واضح طور پر تبلیغ کی ذمہ داری ہے۔

ان کے علاوہ بہت ساری آیات ہیں جن میں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی مخالفت سے منع کیا گیا ہے اور رسولؐ کی مخالفت میں بدعت وضلالت کی متابعت بھی داخل ہے۔ گویا نعوذ باللہ بدعتی شخص اپنی بدعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی غلطی کی تلافی کرنا چاہتا ہے گویا وہ اپنی زبان حال سے کہتا ہے کہ یہ بدعت جو میں کر رہا ہوں اس میں اجر وثواب اور اطاعت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بتلانے سے قاصر رہے (نعوذ باللہ)۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کی بات سے پاک ہیں۔ آپؐ نے اپنی امت سے ایسی کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی جو انسان کو جنت تک لے جانے والی ہو۔ بلکہ اس طرح کی ہر چیز کا حکم دے دیا ہے اسی طرح جہنم میں لے جانے والی ہر چیز سے بھی منع کر دیا ہے اور فرما دیا ہے کہ میں نے تم کو ایسے واضح راستہ پر چھوڑا ہے جو رات کے بالمقابل دن کی طرح روشن ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ. [ال عمران، آیة ۱۴۴]

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں اگر وہ مرجائیں یا قتل کردیے جائیں تو کیا تم ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔

جب آپ ﷺ کو موت آ گئی تو موت کے بعد آپ ﷺ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ وعظ وذکر کی مجالس میں حاضر ہوتے ہیں۔ مجالس ووعظ میں آپ ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ رکھنا باطل عقیدہ اور کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ اس غلط عقیدہ سے اشارہ ملتا ہے کہ آپ کو موت نہیں آئی، حالانکہ اس سے قرآن مجید کی صریح آیت کی تکذیب ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ. [الزمر، آیة: ۳۰]

آپ ﷺ کو موت آنے والی ہے اور یہ کفار بھی مرنے والے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ. [ل عمران، آیة :۱۸۵]

ہر شخص کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور تم لوگ اپنا اپنا بدلہ قیامت میں پاؤ گے"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ [السجدہ، آیة: ۱۱]

آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ تم کو وہ ملک الموت (فرشتہ موت) وفات دے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

چنانچہ سبھی انبیائے کرام ومرسلین علیہم السلام سلطان موت کے سامنے جھکے اور سب نے موت کا پیالہ اسی طرح پیا جس طرح دوسروں نے پیا لیکن انبیائے کرام علیہم السلام اپنی برزخی زندگی گزار رہے ہیں ان کی زندگی کی کیفیت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شہدا کے بارے میں فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ○ "[ال عمران، آیة : ۱۶۹]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کردیے گئے انہیں تم ہرگز مردہ مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی کھاتے ہیں۔

اور یہ معلوم ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا درجہ شہدا سے کہیں زیادہ بلند ہے، لیکن برزخی زندگی کو دنیاوی زندگی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، برزخ میں انبیاء وشہدا کی زندگی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ لوگ جس طرح دنیا میں کھاتے پیتے، شادی بیاہ کرتے اور دوسرے تمام کام کرتے تھے اسی طرح عالم برزخ میں کرتے ہیں اگر ان کی برزخی زندگی دنیاوی زندگی کی طرح ہوتی تو ان پر ''موت'' کے لفظ کا اطلاق ہی نہ ہوتا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے باپ کی میراث طلب کرنے آئیں اور میراث موت کے بعد ہی ہوا کرتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ جواب دیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان سن رکھا ہے:

((نحن معشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقة ۔)) [1]

''ہم انبیائے کرام کے یہاں میراث نہیں چلتی ہم جو ترکہ چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکدر و ملال بھی ہوا تھا۔

وفات نبوی کے بعد مہاجرین و انصار کے درمیان سقیفۂ بنو ساعدہ میں یہ اختلاف رونما ہوا کہ سب سے پہلے خلیفہ کون بنے؟ پھر سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے جائیں۔ لہٰذا سب نے ان کی خلافت پر بیعت کی لہٰذا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی زندگی کی طرح زندہ و باحیات ہوتے تو لوگ آپ ﷺ کی طرف رجوع کر کے دریافت کرتے کہ آپ ﷺ کے بعد کسے خلیفہ بنایا جائے۔ جنگ جمل وصفین میں صحابہ کرام کے درمیان باہم قتال ہوئے لیکن کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے ان جنگوں کی بابت آپ ﷺ کی طرف رجوع نہیں کیا، اسی طرح بہت سے فقہی مسائل کی بابت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلافات ہوئے ان مسائل میں کتاب و سنت کے نصوص نہیں تھے۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد کیا اور نصوص و علل نصوص کے معانی سے استنباط کر کے فتاویٰ دیے اور فیصلے کیے یہ لوگ قبر نبوی کے پاس نہیں گئے کہ آپ ﷺ سے ان مسائل کے سلسلے میں سوال کریں۔ انبیائے کرام کی موت کا معاملہ بالکل

[1] (البدایة والنهایة ج ۴ ص ۲۰۳)

عام انسانوں کی موت کی طرح ہے اور یہ معاملہ اتنا واضح ہے جسے ہر صاحب عقل جانتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو جب معراج ہوئی اور آپ کو بیت المقدس تک لایا گیا پھر وہاں سے آسمانوں پر پہنچایا گیا تو بیت المقدس میں تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح کو اللہ تعالیٰ نے صورتوں میں متشکل کر دیا۔ ان کو آپ نے اپنی امامت میں نماز پڑھائی۔ اسی طرح آسمانوں میں بھی انبیائے کرام کی ارواح کو متشکل کیا، وہاں ان کے جسم موجود نہیں تھے۔

اس لئے یہ عقیدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، دیکھتے سنتے اور میلاد و نصیحت کی محفلوں میں حاضر ہوتے ہیں بے دلیل و بے بنیاد ہے۔ نہ تو اس پر کتاب و سنت کی کوئی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی عقلی دلیل ہے۔

اس قول میں کہ "یا نبی الھدی سلام علیک" کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ "انک مقصدی و ملجائی" (آپ ﷺ میرے مقصود و ملجا ہیں) کہنا باطل و ضلال ہے۔

یہ قول وفات نبوی کے بعد نبی کریم ﷺ سے فریاد ہے اور میت سے فریاد بے شک و شبہ شرک ہے۔ وہ میت چاہے نبی و رسول ہو یا ولی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ [الاحقاف ، آیۃ:۵'۶]

یعنی اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اسے پکارے جو اس کا جواب قیامت تک نہ دے سکے اور وہ ان کی دعا و پکار سے غافل ہو؟ اور جب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے یعنی قیامت کے دن تو وہ اپنے پکارنے والوں کے دشمن بن جائیں گے اور ان کی عبادت کے منکر ہوں گے۔

چنانچہ حصول نفع یا دفع ضرر مثلاً مریضوں کی شفا یا بچوں کی طلب یا بارش اور اس طرح کی چیزوں کے لئے مُردوں کو پکارنا وہ مردے چاہے انبیاء و مرسلین ہی کیوں نہ ہوں، شرک و کفر ہے کیونکہ اس طرح کی فریاد و طلب عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اور ان کے خاتم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو نیز اپنی تمام کتابوں اور ان کتابوں کے خاتم قرآن مجید کو صرف شرک و بت پرستی کو مٹانے اور خالص توحید کو قائم کرنے

کے لئے بھیجا تھا۔قرآن مجید کی بہت ساری آیات بلکہ مکی سورتوں کی اکثر و بیشتر آیات میں شرک سے منع کیا گیا اور توحید پرستی کا حکم دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ○ [المومنون، آية: ۱۱۷]

جو شخص اللہ تعالیٰ ساتھ کے کسی دوسرے معبود کو پکارے جس پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا، بے شک کافر لوگ کامیاب وبامراد نہیں ہو سکتے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا○ [الكهف، آية: ۱۱۰]

جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے اسے اچھا عمل کرنا چاہیے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیئے۔

مخلوقات اور پوری دنیا کو اللہ تعالیٰ نے صرف اس وجہ سے پیدا کیا ہے کہ اکیلے اسی کی عبادت کی جائے۔اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے، نہ کسی مقرب فرشتے کی نہ کسی نبی مرسل کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ○ [الذٰريات، آية:۵۶،۵۷]

میں نے انسانوں اور جنات کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔ میں ان سے نہ روزی چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو پکارنا شرک ہے جو کبیرہ ترین گناہ ہے، اس کا مرتکب کافر ہے اگر توبہ نہ کرے تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ○ [المائده، آية:۷۲]

جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔اور ظالموں کے لئے مدد کرنے والے نہ ہوں گے۔

انبیائے کرام اور صالحین سے استغاثہ وفریاد یہ ہے کہ مثلاً کہے کہ "یا رسول اللہ میری بیماری سے مجھے شفا دیجئے یا مجھے اولاد دیجئے" یا یہ کہے کہ "المدد یا عبدالقادر جیلانی یا دسوقی یا حسین بن علی، وغیرہ" یا یہ کہ انبیا اور صالحین کے لئے نذر و نیاز مانے یا ان کی قبروں کا طواف کرے یا ان کے لئے جانور ذبح کرے یا نمازیں پڑھے۔ یہ ساری چیزیں شرک اکبر کی قسم سے ہیں جن کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا۔ ہاں توبہ کرنے والے کو بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا:

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَ اِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ٥

یقیناً آپ ﷺ کی طرف اور آپ ﷺ سے پہلے والے لوگوں کی طرف ہم نے یہ وحی بھیجی کہ اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے عمل بے کار ہو جائیں گے اور ضرور بالضرور تم گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ [الزمر، آیة: ٦٥]

اس آیت سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے توحید اور ترک شرک کا حکم دیا تھا نیز اس نے انہیں یہ حکم بھی دیا تھا کہ اپنی اپنی امتوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت میں صرف اللہ پرستی کی دعوت دیں۔ تم اللہ تعالیٰ کے فرمان:

لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ.

اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے سارے اعمال بیکار اور اکارت ہو جائیں گے۔ [الزمر، آیة: ٦٥]

میں غور کرو۔ یہ سخت دھمکی اور وعید ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک اور دوسرے گناہوں سے معصوم تھے۔ یہی حال دوسرے انبیاء ومرسلین علیہم السلام کا بھی تھا، لیکن یہ آیت آپ ﷺ کی امت کو تعلیم دینے کے لئے نازل ہوئی۔ تاکہ لوگ جان لیں کہ غیر اللہ کی عبادت شرک ہے اور شرک کرنے والے کے سارے اعمال بے کار ہیں چاہے وہ بے شمار مسجدیں اور پناہ گاہیں بنوا دے یا چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر ڈالے۔ شرک کرنے والے کا کوئی عمل بروز قیامت کچھ نفع نہ دے گا۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس کا بدلہ دنیا میں اللہ تعالیٰ دے دے۔ لیکن قیامت کی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًاo [الفرقان، آیۃ: ۲۳]

اور ہم متوجہ ہوں گے اس کی طرف جو انہوں نے عمل کر رکھے ہیں پھر ہم ان کے عمل کو بکھرے ہوئے غبار و ذرات کی طرح کر دیں گے۔

سوال نمبر۲۔ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو لوگ کسی کے گھر میں جمع ہوتے ہیں اور پیالہ لایا جاتا ہے جس میں بال ہوتے ہیں۔ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ہیں۔ لوگ بال کے گرد طواف کرتے ہیں اور چیخ پکار کر کہتے ہیں: ''یا نبی الوریٰ سلام علیک''۔ اس فعل کی شرعی حیثیت واضح کیجئے؟

جواب مذکورہ بالا سوال میں سائل نے جو یہ کہا ہے کہ لوگ اکٹھا ہو کر پیالہ میں رکھے ہوئے بال کا طواف یہ سمجھ کر کرتے ہیں کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈاڑھی کے بال ہیں تو یہ جان رکھو (اللہ ہم کو اور تم کو ایسی باتوں کی توفیق دے جن کو پسند کرتا ہے اور جن سے خوش ہوتا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَآ يُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ o [البقرة، آیۃ: ۲۱]

اے لوگو! تم اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

اور ''عبادت'' لغت میں تذلل (خاکساری) کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ ''طریق معبد'' یعنی روندا ہوا چالو راستہ جس پر لوگ روندتے ہوئے بکثرت چلتے ہیں۔ شریعت میں کمال محبت و کمال خاکساری و انکساری و عاجزی کو عبادت کہا جاتا ہے۔ عبادت ہر اس چیز کے لئے ایک جامع لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہو چاہے وہ قولی چیز ہو یا عملی چیز ہو۔ عبادت کی بہت سی اقسام ہیں۔ ان میں سے نماز، روزہ، طواف، قسم، نذر اور استغاثہ و فریاد وغیرہ ہیں۔

چنانچہ کعبہ معظمہ کا طواف ان عبادات میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے نہیں ہونا چاہیے، شارع نے طواف کو حج و عمرہ کا ایک رکن قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ. [الحج، آیۃ: ۲۹]

لوگ قدیم گھر (خانہ کعبہ) کا طواف کریں۔

چوتھے سوال کے جواب میں میں نے ذکر کیا ہے کہ عبادت کی اقسام میں سے کوئی بھی قسم اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے کے لئے جائز نہیں ہے، طواف بھی عبادات میں سے ہے۔ اس لئے

جو شخص خانہ کعبہ کے علاوہ کسی دوسری چیز کا طواف کرے مثلاً کسی نبی یا ولی کی قبر کا طواف کرے اس نے اللہ عظیم کے ساتھ شرک کیا اور دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھایا۔

یہ قول کہ لوگ ایک پیالہ لاتے ہیں جس میں بال رکھے ہوتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کے بال ہیں وہ بناوٹی بات اور ظاہر و واضح جھوٹ ہے۔ یہ بات ثابت نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بال میں سے کوئی چیز کہیں منتقل کی گئی ہے۔ یہ ان اکاذیب میں سے ہے جو دیوانوں اور پاگلوں پر بھی مخفی نہیں۔ اہل عقل کی بات جانے دیجئے اور اگر ہم تسلیم کر لیں کہ یہ بال نبی کریم ﷺ کے ہیں تو بھی ان کا طواف جائز نہیں۔ اگر نبی کریم ﷺ زندہ ہوتے تو بھی آپ کا طواف جائز نہ ہوتا بلکہ آپ کا طواف شرک اکبر ہوتا جس کا مرتکب بغیر توبہ صحیحہ کے معاف نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا ○

بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ دوسرے گناہوں کو جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اس نے یقیناً بہت بڑے گناہ کا افترا کیا۔ [النساء، آیة : ۴۸]

مشرک جہنم میں ہمیشہ رہے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ ○ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّکَ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ○ [هود، آیة: ۱۰۶، ۱۰۷]

تو جو لوگ بد بخت ہیں وہ جہنم میں رہیں گے۔ وہ اس میں چیخیں، چلائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ آسمان و زمین باقی رہیں گے مگر جس قدر آپ کا رب چاہے۔ بے شک آپ ﷺ کا رب جو چاہتا ہے وہ کر ڈالتا ہے۔

سوال مذکور میں منقول شدہ باتیں (ہندوستان کے) اہل بدعات کی خرافات و اکاذیب میں سے ہیں، جن کی ایجاد و اختراع میں یہ (ہندوستانی) بدعت پرست دوسرے مسلمانوں کے بالمقابل منفرد ہیں۔

مذکورہ بالا جھوٹے اجتماع اور بال مذکور کے گرد طواف کا بطلان کسی شخص پر مخفی نہیں رہ سکتا مگر جو اپنے گھر کے گدھے سے بھی زیادہ گزرا ہو اس پر اس فعلِ باطل وعملِ کاذب کا باطل ہونا مخفی ہیں رہ سکتا ہے۔

دین اسلام اور اہل عقل و دانش کی عقل وخرد کے منافی وخلاف مذکورہ بالا عمل مسلمانوں کی پیشانی پر عار کا بدنما داغ ہے اور کافروں کے لئے بہت بڑی دلیل ہے کہ وہ اس طرح کی چیزوں کو دلیل بنا کر دین اسلام کے جمال کو بری شکل وصورت میں پیش کرتے ہیں اور یہودی وصلیبی خفیہ بغض وعداوت کے جذبہ کے تحت اسلام کے خلاف زہر افشانی کرتے ہیں اور اقوام وامم کے سامنے اسلام کا یہ داغ دار لباس ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ کہتے ہیں کہ ذرا دیکھو کہ مسلمان کیا کرتے ہیں؟ ان میں سے کچھ لوگ اولیاء کی قبروں کا طواف کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بال کا طواف کرتے ہیں جن کی بابت یہ گمان رکھتے ہیں کہ ان کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بال ہیں۔ پھر کون سی عقل اس دین کو قبول کرے؟ حالانکہ یہ کافر لوگ اپنے اندر کی گہرائی سے جانتے ہیں کہ دین اسلام اس قسم کی بدعات وخرافات سے بری ہے، لیکن اللہ ان دشمنان اسلام کا برا کرے کہ یہ لوگ جاہل مسلمانوں اور جاہل صوفیوں نیز شیطانی راستوں پر چلنے والوں کے افعال و اعمال کو دین اسلام کے خلاف بطور حربہ استعمال کرتے ہیں۔ ان جہال اور شیطانی راستوں پر چلنے والے بدعتی مسلمانوں نے ایسے طریقے ایجاد کر لئے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ انہوں نے ایسے عقائد فاسدہ گھڑ لئے جو دین اسلام کے منافی ہیں۔ مثلاً عقیدۂ وحدت الوجود جس کا معتقد یہود ونصاریٰ اور مجوس سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔ یہ گمراہ کن عقیدہ ان صوفیا کے نزدیک کمال ولایت اور منتہائے محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا برا کرے یہ کہاں سے برگشتہ کئے جا رہے ہیں؟

سوال نمبر ۳۔ ہندوستان کے مختلف شہروں اور مقامات میں اولیا کی قبروں کے مزار بنے ہوئے ہیں، بہت سے لوگ اپنے اپنے شہروں اور بستیوں سے ان مزاروں اور قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرتے ہیں ان اولیا کے لئے بھیڑ، بکری، گائے اور روپے پیسے کے نذرانے چڑھاتے

ہیں، ان مزاروں پر جانور ذبح کرتے ہیں اور قبروں کا طواف کرتے ہیں، کچھ لوگ اولیا سے بیماری کی شفا طلب کرتے ہیں، کچھ لوگ ان سے اولاد مانگتے ہیں پھر وہاں کچھ دنوں قیام کر کے اپنے گھروں کو لوٹ آتے ہیں۔ ان مزاروں کی زیارت کے لئے سفر اور ان نذر و نیاز، ذبیحوں اور قبروں کے طواف اور اولیا سے سوال وغیرہ کا شرعی حکم کیا ہے۔؟

جواب۔ **الحمد الله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله واصحابه اجمعين**۔ جواب باصواب کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں۔

مذکورہ بالا سوال (یعنی کہ اولیا کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کر کے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا وغیرہ) کے جواب میں اولاً تحقیق طلب بات یہ ہے کہ جس قبر والے کی زیارت کے لئے سفر کیا جاتا ہے وہ فی الواقع اولیاء اللہ میں سے کوئی ولی ہے یا نہیں؟ اولیاء کی بابت ارشاد الٰہی ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ [يونس، آية: ٦٢]	اولیاء اللہ کو کوئی خوف نہیں ہو گا اور نہ وہ غم اٹھائیں گے۔

یہ ممکن نہیں کہ آدمی یہ جان سکے کہ فلاں شخص ولی ہے۔ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جو نگاہوں کی خفیہ خیانت کو جانتا ہے اور ان باتوں کا علم رکھتا ہے جن کو سینے چھپائے رکھتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں کچھ ایسے منافقین تھے جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم نبی کریم (ﷺ) کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ○ [التوبة، آية: ١٠١]	تمہارے ارد گرد دیہاتیوں میں سے نیز اہل مدینہ میں سے منافقین ہیں جو منافقت پر جمے ہوئے ہیں۔ انہیں آپ ﷺ نہیں جانتے مگر ہم انہیں جانتے ہیں۔ عن قریب انہیں ہم دو بار سزا دیں گے پھر وہ عذاب عظیم کی طرف لائے جائیں گے۔

منافقین کی معرفت علم غیب میں سے ہے اور غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُکُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا۝

اللہ تعالیٰ غیب کا علم رکھنے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر جس رسول کو چاہتا ہے اس علم غیب میں سے کچھ بتلا دیتا ہے لہٰذا وہ رسول کے آگے اور پیچھے نگہبانی کرنے والے فرشتے روانہ کر دیتا ہے۔ [الجن، آیة: ۲۶،۲۷]

جب انبیائے کرام و مرسلین علیہم السلام غیب نہیں جانتے تھے تو دوسرے لوگ غیب کیسے جانیں گے؟ چنانچہ مذکورہ بالا آیت اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی غیب دانی کی نفی کرتی ہے مگر اللہ تعالیٰ رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کو بعض غیبی باتوں پر مطلع کر دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا:

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ

لوگ اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر صرف اتنی چیز کا جس کو اللہ تعالیٰ چاہے اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے۔ [البقرة، آیة: ۲۵۵]

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: فَاِنَّهٗ یَسْلُکُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا کی بابت حافظ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول و نبی کی حفاظت کے لئے باری باری آنے والے زیادہ فرشتوں کو مخصوص کر دیتا ہے اور یہ فرشتے نبی و رسول کے ساتھ آگے پیچھے چلا کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ نبی و رسول کے پاس وحیٔ الٰہی بھی نازل ہوا کرتی ہے اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا۝

تاکہ اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان فرشتوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے اور اللہ تعالیٰ ان کی ساری باتوں کا احاطہ رکھتا ہے جو ان کے پاس ہیں اور اس نے ہر چیز کو گن رکھا ہے۔ [الجن، آیة: ۲۸]

ایک تفسیر کے مطابق مذکورہ بالا آیت کا مطلب یہ ہے کہ نبی و رسول کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے آگے پیچھے چلنے والے فرشتوں کو اس لئے مقرر کر رکھا ہے تاکہ نبی کریم کو یہ معلوم ہو

جائے کہ پیغام رسانی کرنے والے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پوری طرح پہنچا دیئے اور حفاظت کرنے والے فرشتوں نے بخوبی ان کی حفاظت کی اور ان کی طرف سے مدافعت کی اور دوسری تفسیر کا بھی احتمال ہے جس کے مطابق آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی حفاظت اپنے فرشتوں کے ذریعہ کرتا ہے تاکہ وہ لوگ رسالت کے فرائض انجام دے سکیں نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی طرف کی ہوئی وحی کی بھی حفاظت کرتا ہے۔

حاصل یہ کہ غیب دانی صرف اللہ واحد کے لئے خاص ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں اپنے نبی کریم ﷺ کی بابت خبر دیتے ہوئے فرمایا:

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ [الاعراف، آیۃ:۱۸۸]	اور اگر میں غیب جانتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے برائی چھوتی بھی نہیں۔ میں صرف ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ایسے لوگوں کو جو ایمان رکھیں۔

اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ . [النمل، آیۃ: ۶۵]	آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں رہنے والے غیب نہیں جانتے صرف اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں ''یعلم'' فعل کا فاعل اللہ جل جلالہ ہے۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے اور آسمانوں اور زمین میں کوئی دوسرا غیب نہیں جانتا چاہے فرشتے ہوں یا انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ لہٰذا یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں قبر میں مدفون فلاں بزرگ اولیاء اللہ میں سے ہیں اگرچہ یہ دعویٰ ثابت نہیں لیکن ہم مسلمان مُردوں کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت و مغفرت طلب کرتے ہیں۔ مگر کسی کا عالم الغیب ہونا کسی طرح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

جو حکایت قبروں کے مجاور لوگ بیان کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کی ایسی ایسی کرامات ہیں۔ فلاں آدمی مریض تھا اس کو بزرگ نے شفا بخشی، فلاں عورت کو حمل نہیں ٹھہرتا تھا مگر فلاں شیخ کی

قبر بر آئی تو حاملہ ہوگئی، فلاں آدمی پریشانی میں مبتلا تھا اس نے بزرگ کو پکارا تو پریشانی دور ہوگئی، اس طرح کی متعدد قبیح کہانیاں بیان کی جاتی ہیں ۔ یہ خانہ ساز من گھڑت کرامات ہیں ، جن کو قبروں کے مجاوروں نے ایجاد کرلیا ہے تا کہ باطل طریقہ سے لوگوں کے مال کھائیں یعنی نذر و نیاز کے نام پر لوگوں سے پیسے وصول کریں کہ یہ اولیا کے لئے نذریں ہیں ،صدقات کے لئے اور اولیا پر اوقاف ہیں، یہ ساری باتیں لوگوں کے مال باطل طریقہ سے کھانے میں داخل ہیں۔

ان کرامات میں سے اکثر مکذوبہ اور جھوٹی ہیں تا کہ عوام کے جذبات اور ان کے اموال سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ان کرامات میں سے جو بعض باتیں صحیح ہیں وہ کبھی کبھی اتفاقی طور پر وقوع پذیر ہو جاتی ہیں۔ مثلاً اتفاق سے کوئی آدمی قبر کے پاس گیا اس نے حضور قلب سے اللہ تعالیٰ سے یا صاحب قبر سے دعا کی۔ یہ ایسا وقت تھا کہ اس کا مرض دور ہونے والا تھا، تقدیر کی موافقت سے بیمار اچھا ہو گیا اور ضرورت بر آئی اور کبھی کبھی شیاطین و جنات لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کرامات اولیا کے پردے میں کچھ کام کر دکھاتے ہیں حتیٰ کہ بعض اہل علم نے کہا کہ جنات کبھی کبھی آدمی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اڑا کر پہنچا دیتے ہیں تا کہ لوگ دھوکا کھا جائیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے لگیں اور کہنے لگیں کہ یہ ولی اللہ ہیں ۔ جو مر چکے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے مگر جن زندہ اشخاص کو لوگ اولیاء اللہ سمجھ بیٹھے ہیں اور ان کی بابت جاہل لوگ عقیدت رکھا کرتے ہیں تو ان کے اعمال کتاب وسنت پر پیش کئے جائیں گے، اگر ان کے اعمال کتاب وسنت کے مطابق ہوں، ٹھیک ہیں ورنہ جو خلاف کتاب وسنت ہوں وہ مردود ہیں اگر چہ وہ سمندر و دریا پر چلیں یا آسمان و زمین کے درمیان پرواز کرتے ہوئے نظر آئیں۔

اس تفصیل سے ہم کو معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنی ولایت و تقدیس کا دعوی رکھتے ہیں مگر جمعہ اور نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے بلکہ چاہتے ہیں کہ عوام ان کے لئے رکوع و سجود کریں یا ان سے نفع وضرر چاہیں وہ دجال و شیاطین ہیں، آخر تم اس شخص کو کیا سمجھتے ہو جو اپنے ناخن اور بال لمبے رکھتا اور نیچے پیشاب کرتا پھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑھتا اور اگر اس کے مریدوں اور عقیدت مندوں سے کہا جائے کہ تمہارے پیر صاحب نماز نہیں پڑھتے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب خانہ کعبہ میں نماز پڑھا کرتے ہیں۔ نیز اس طرح کی بہت سی غلط سلط لغو باتیں ان کے یہاں پائی جاتی ہیں۔

ہماری یہ گفتگو ولایت سے متعلق تھی اور سائل کا ذکر کردہ یہ مسئلہ کہ انبیا اور صالحین کی قبروں کی طرف سفر کیا جائے یا نہیں؟ تو تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور جگہ کے لئے سفر حرام ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے اہل علم قائل ہیں کہ انبیاء و صالحین کی قبروں کی طرف سفر ایسی معصیت ہے کہ اس طرح کے سفر میں نہ نماز قصر کرنی جائز ہے نہ جمع بین الصلاتین جائز ہے۔ اس پر وہ حدیث دلیل ہے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثلاثہ مساجد مسجدی ھذا والمسجد الحرام و المسجد الاقصٰی ـ)) [1]

''تین مسجدوں، مسجد نبوی، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ کی طرف سفر نہ کیا جائے۔'' (صحیح بخاری و مسلم)

جب ''لا'' نافیہ ہو تو نفی کے ساتھ خبر کا مفاد ممانعت ہوا کرتا ہے اور جو لوگ مذکورہ بالا تینوں مسجدوں کے علاوہ کسی اور جگہ کے لئے شد رحال (سفر) کو جائز قرار دیتے ہیں ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ کتاب و سنت کے خلاف ہے اور جو بات کتاب و سنت کے خلاف ہو وہ اپنے کہنے والے پر رد کر دی جائے گی چاہے اس کا علمی درجہ کتنا ہی بلند ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو قرآن وسنت کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ [الاعراف، آیۃ: ۳]

تم اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری جانب نازل کیا گیا ہے تم اس کے علاوہ دوسرے اولیا کی پیروی مت کرو۔ تم بہت کم نصیحت پذیر ہوتے ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ [ال عمران، آیۃ: ۱۳۲]

اور تم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

سائل کا یہ قول کہ لوگ اولیا کے مزاروں پر جانور ذبح کرتے ہیں جن کی زیارت کے لئے

---

[1] (مسلم ج ۲/ص ۱۰۱٤/کتاب الحج باب لاتشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد.
حدیث نمبر (۱۳۹۷) بخاری ص ۲۳۳ کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ

سفر کرتے ہیں تو واضح رہے کہ اس طرح کا ذبیحہ عبادت ہے اور غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے ذبح کیا اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی کیوں نہ ہو تو اس نے شرک کیا اور دین اسلام سے وہ مرتد ہو گیا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی یا اس قسم کے دوسرے بزرگوں کا درجہ ومقام تو بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں کمتر ہے۔ ان کے نام پر ذبح کرنا بھی شرک وکفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ [الكوثر ، آية : ۲]

''اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی ذبح کرو۔''

مطلب یہ کہ غیر اللہ کے لئے نہ نماز پڑھی جائے نہ قربانی کی جائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنَّ صَلاَتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذَالِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی بات کا حکم بھی دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرماں برداری کرنے والا ہوں۔

[الانعام، آية : ۱۶۲، ۱۶۳]

حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ)) ❶

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے۔''

لیکن اولیا کے لئے نذر و نیاز چاہے یہ اولیا زندہ ہوں یا مردہ جائز نہیں کیونکہ نذر و نیاز بھی عبادات میں سے ہے جو غیر اللہ کے لئے جائز ہے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی ولی یا غیر ولی کے لئے ذبح کیا ہوا جانور کھانا جائز نہیں ہے۔ اسے مردار سمجھا جائے گا (بلکہ مردار سے بھی زیادہ سخت حرمت والا) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ .

اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار، خون، گوشت خنزیر اور ان چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے کا نام لیا گیا ہے۔

[النحل ، آية : ۱۱۵]

---

❶ (صحيح مسلم كتاب الاضاحى، ج ۳ / ص ۱۵٦٧ حديث نمبر (۱۹۷۸) مسند احمد ج ۱ / ص ۱۸

اس آیت کے مطابق انبیا، اولیا یا شیاطین کے لئے ذبح کرنا، اور گھر تعمیر کرتے وقت یا شب زفاف منانے سے پہلے عبادت سمجھ کر ذبح کرنا جیسا کہ عوام کرتے ہیں حرام اور شرک اکبر ہے۔ لہٰذا غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز شرک ہے جو تمام اعمال کو رائیگاں اور اکارت کر دیتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کے لئے جو یہ نذر مانتا ہے کہ اس کے مریض کو شفا ہوگئی یا اس کی حاجت بر آئی یا اللہ تعالیٰ نے اسے مال اولاد دیا تو وہ صدقہ کرے گا یا روزہ رکھے گا یا حج اور اس قسم کی دوسری عبادات کرے گا تو یہ نذر دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکریہ کے طور پر ہوتی ہے۔ یہ کام آدمی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کے طور پر کرتا ہے۔ لیکن اگر اس قسم کی طاعات وعبادات آدمی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی غیر کے لئے کرے تو یہ کیونکر جائز ہوگا؟ جو مال، ہدایا وتحائف، ذبیحے اور کھانے پیروں، بزرگوں کی قبروں پر نذر و نیاز پوری کرنے کی نیت سے چڑھائے جاتے ہیں وہ باطل کام ہیں اور ان میں گناہ و معصیت ہے اور ایسی نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے نذر مانی تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اپنی نذر پوری کرے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کسی کی نذر مانی تو وہ معصیت کا کام نہ کرے۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَاتِي ابنُ آدم النَّذرَ بشيءٍ لم يكن قَدَّرتُه ولكن يلقيه النذر الى القدر فَيَستَخرِجَ الله فيوتيني عليه مالم يكن يوتيني عليه من قبل۔)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو بات میں نے آدمی کے لئے مقدر نہیں کی اس کے لئے نذر سے کچھ نہیں ہوتا لیکن نذر مقدر کے تابع ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ آدمی کا کام کرا دیتا ہے۔ اس لئے آدمی نذر کی بنیاد پر مجھے (اللہ کو) وہ چیزیں دے ڈالتا ہے جو پہلے نہیں دیا کرتا تھا۔ یعنی کہ راہ خدا میں خرچ کرتا ہے)''

مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی نفی فرمائی ہے کہ نذر بذات خود نذر ماننے والے کو نفع پہنچاتی ہے یا ضرر دفع کرتی ہے یا قسمت کی کوئی بات بدل سکتی ہے یا جو چیز مقدر ہو چکی ہے اس میں سے کوئی بات ختم کر سکتی ہے۔ لیکن نذر ماننے والے کو جو خیر و بھلائی حاصل ہو

[1] (رواه البخاري ص١٤٠٧ كتاب الأيمان والنذور باب الوفاء بالنذر حديث نمبر (٦٦٩٤)

جاتی ہے وہ درحقیقت نذر ماننے سے پہلے اس کے لیے مقدر ہو چکی ہوتی ہے۔

نذروں میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے وہ یہ کہ فقرا اور مسکینوں پر رحم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ بخیل آدمی کا کچھ مال نذر کے سبب خرچ کرا دیتا ہے جب کہ نذر کے بغیر بخیل شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال نہیں خرچ کرتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ النَّذْرَ لَا يُقَدِّمُ شَيْئًا وَّ لَا يُوَخِّرُوا اِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِالنَّذْرِ مِنَ الْبَخِيلِ)) [1]

''نذر مقدر کی کسی چیز کو نہ آگے کر سکتی ہے نہ پیچھے۔ اس سے صرف بخیل کا کچھ مال ضرور خرچ ہو جاتا ہے۔''

لیکن مسلمان جب اپنے دین حق سے پھر گئے اور نذروں کے اندر موجود شدہ اللہ تعالیٰ کی حکمت سے غافل ہو گئے تو وہ ضلالت کے راستہ پر چل پڑے۔ اور وہ یہ گمان کر بیٹھے کہ نذر کے بعد انہیں جو اچھائی و بھلائی حاصل ہوئی ہے وہ نذر کے صلے اور بدلے میں ہے۔ اس قسم کا گمان اس وقت ہو جایا کرتا ہے جب کہ نذر خالص اللہ تعالیٰ کے لئے اور محض طاعت خداوندی کے سلسلے میں مانی جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی نہیں ہوتی۔ پھر تم اس شخص کے بارے میں کیا سوچو گے جو غیر اللہ کے لئے نذر چڑھاتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جن مُردوں کے لئے نذریں چڑھائی جاتی ہیں وہ تقدیر پلٹ سکتے ہیں اور بندوں کے امور میں تصرف اور چیزوں میں ردوبدل کر سکتے ہیں؟

پہلے زمانے کے جہالت پرست لوگ قبروں میں دفن شدہ مردوں کے لئے نذریں چڑھاتے اور مُردوں کے نام پر اراضی و جائیداد وقف کیا کرتے تھے۔ لیکن ان مُردوں کی زندگی میں ان کے لئے نہ جانور ذبح کرتے تھے نہ ان کے اعمال سے نفع حاصل کرتے تھے۔ یہ قبیح عقیدہ جہالت پرست مسلمانوں میں جہلائے عرب کی پیروی کی بدولت سرایت کر گیا ہے۔

غیر اللہ سے بیماری کی شفا طلبی شرک کی قبیح قسموں میں سے ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے۔ آمین)

شرک مشرک کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم رسید کرتا ہے مگر جو آدمی شرک سے توبہ کر کے مرے اس کی بات دیگر ہے کیونکہ جس چیز کی قدرت مخلوق میں نہیں ہے اس کے لئے کسی مخلوق کو پکارنا

---

[1] (بخاری ص ۱۴۰۷ باب الوفاء بالنذر، حدیث نمبر (۶۶۹۲)

جائز نہیں چاہے وہ مخلوق زندہ ہو یا مر چکا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○ [الاحقاف، آیة:۵'۶]

اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کو پکارتا ہے جو قیامت تک جواب نہیں دے سکتا اور وہ پکارے جانے والے اپنے پکارنے والوں کی پکار سے غافل ہیں اور جب لوگ میدان محشر میں جمع ہوں گے تو یہ معبود ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا انکار کرنے والے لوگ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے حتیٰ کہ سید الاولین والآخرین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی شفا طلبی، روزی یا کسی مشکل و مصیبت سے رہائی و نجات کی درخواست ''شرک اکبر'' ہے۔

مذکورہ بالا مسئلہ پر بحث ہو چکی۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تمام قسم کی عبادات صرف اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں۔ کسی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل کے لئے مناسب نہیں۔ دعا، استغاثہ، مدد طلبی، حلف نذر، قسم، طواف، نماز، توکل، خوف و خشیت اور انابت و توجہ یہ ساری چیزیں عبادت میں داخل ہیں کیونکہ جن اعمال و اقوال کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا اور محبوب رکھتا ہے ان سب کے لئے جامع لفظ ''عبادت'' ہے۔

ہم نے اوپر جن باتوں کا ذکر کیا ہے وہ عبادت کی اکائیاں اور افراد ہیں۔ لیکن طواف خانہ کعبہ ہی کا جائز ہے، کیونکہ ارشاد خداوندی ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ○ [الحج، آیۃ:۲۹] لوگ قدیم گھر (خانہ) کعبہ کا طواف کریں۔

طواف کے مسئلہ پر ہمارا جواب گذر چکا ہے۔

قبروں پر عمارت سازی کا شرعی حکم

سوال کرنے والے نے سوال نمبر ۳ میں قبروں اور قبوں اور گنبدوں کی تعمیر کا جو ذکر کیا ہے تو اس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں حرام قرار دیا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں:

((عن ابی هُریرة رضی الله عنه قال قال رَسول الله صلی الله علیه و سلم لَعَنَةُ

اللّٰہِ عَلَی الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدًا۔)) ❶

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنا لیا۔''

((عن عائشة ام المومنین قَالَتْ قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ لَمْ یَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ فَلَوْلَا ذَالِكَ اَبْرَزَ قَبْرَهٗ غَیْرَ اَنَّهٗ خَشِیَ اَنْ یُّتَّخَذَ مَسْجِدًا۔)) ❷

(صحیح بخاری باب ما جا فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض میں فرمایا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ نہ سکے یعنی مرض الموت میں کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ❸ اگر اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مسجد بنا لی جائے گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا گیا ہوتا۔

((عَنْ عائشة وابن عباسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللہ علیہ و سلم لما حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ جَعَلَ یُلْقِیْ عَلٰی وَجْھِهٖ طرف خَمِیْصَةٍ له فَاذَا اغْتَمَّ کَشَفَھَا عَنْ وَّجْھِهٖ وَھُوَ یَقُوْلُ لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْیَھُوْدِ وَ النَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ

---

❶ (بخاری ص۹۳ کتاب الصلاة باب الصلاة فی البیعة حدیث نمبر (٤٣٤) مسلم ج ۱/ص ۳۷۷ کتاب المساجد ومواضع لصلاة باب النهی عن بناء المساجد علی القبور۔ حدیث نمبر (٥٣٢)

❷ (بخاری ص ۲۷٤ کتاب الجنائز باب قبر النبی حدیث نمبر (١٣٩٠)

❸ حضرت عائشہؓ کا یہ قول واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ کس وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے گھر میں دفن کیا' یعنی ان لوگوں کا سد باب کرنے کے لئے جن سے خطرہ تھا کہ مستقبل میں آپ کی قبر پر مسجد بنا لیں گے۔ دریں صورت دوسروں کے گھروں میں دفن کرنے کے لئے صحابہ کرامؓ کے اس فعل کو حجت نہیں بنایا جا سکتا اور ہماری اس بات کی تائید اس چیز سے ہوتی ہے کہ گھر میں دفن کرنا اصل قاعدہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ سنت و دستور یہ ہے کہ قبرستانوں میں مردے دفن کئے جائیں۔ اسی بنا پر ابن عروہ نے الکواکب الداری ص ۱۸۸/ج ۱ تفسیر ۵۴۸ میں کہا کہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک مُردوں کے (باقی اگلے صفحہ پر)

تقول عائشة يُحَذِّرُ مِثْلَ الَّذِىْ صَنَعُوْا۔[مسلم و والنسائی والدارمی واحمد])) ❶

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات جب ہونے لگی تو آپ اپنے چہرے پر اپنی چادر کا کنارہ ڈال لیا کرتے تھے پھر جب تکلیف زیادہ محسوس کرتے تو چادر کو چہرہ سے ہٹا لیا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہود و نصاریٰ کی طرح انبیا کی قبروں کو مساجد بنانے سے اپنی امت کو ڈرانے اور روکنے کے لئے آپ ﷺ یہ بات فرما رہے تھے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کہا کہ گویا رسول اللہ ﷺ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس مرض میں سفر آخرت کرنے والے ہیں اور آپ کو یہ خوف ہوا کہ گذرے ہوئے نبیوں کی طرح آپ ﷺ

(گزشتہ سے پیوستہ) ---

گھروں میں دفن کرنے سے زیادہ بہتر مسلمانوں کی قبرستانوں میں دفن کرنا ہے۔ کیونکہ اس سے میت کے زندہ ورثہ کو بہت کم ضرر ہو سکتا ہے اور قبرستان آخرت کے مسکن و سکونت گاہوں سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں' اور قبرستانوں میں دفن ہونے کی صورت میں مردوں کے لئے زیادہ دعائیں اور رحم کی درخواستیں ہو سکتی ہیں۔ صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد تابعین ہمیشہ جنگلوں اور بیابانوں میں مُردوں کو دفن کیا کرتے تھے۔

اگر کہا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ آپ کے دو صحابی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کیوں آپ کے گھر میں دفن کئے گئے؟ تو ہمارا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس سلسلے میں کہا ہے کہ ایسا صرف اس لئے کیا گیا کہ آپ کی قبر کو کہیں مسجد نہ بنا لیا جائے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کو مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کیا کرتے تھے اور یہ معلوم ہے کہ فعل نبوی دوسروں کے فعل کے مقابلہ میں زیادہ قابل عمل ہے اور آپ کو گھر میں دفن کرنے کے معاملہ کو صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص مانتے تھے کیونکہ حدیث میں مروی ہے يدفن الانبياء حيث يموتون یعنی انبیا کرام علیہم السلام جہاں فوت ہوں وہیں دفن کئے جائیں اور آپؐ کو گھر میں اس لئے بھی دفن کیا گیا تا کہ راہ گیروں کی بکثرت آمد و رفت سے محفوظ رہیں اور دوسروں کے مقابلہ میں آپ کی قبر کی تمیز ہو سکے (ماخوذ تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد للشیخ الالبانی)

❶ (مسلم ج ۱ / ص ۳۷۷ / کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب النهى عن بناء المساجد على القبور ۔حديث نمبر (۵۳۱) وغيره ۔و النسائی ج ۲ / ص ۴۰ / النهى عن اتخاذ القبور مساجد۔ و الدارمی ج ۱ / ص ۳۶۲ / باب النهى عن اتخاذ القبور مساجد۔)

کی قبر کی تعظیم وتکریم نہ ہونے لگے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے یہود ونصاریٰ پر یہ اشارہ کرتے ہوئے لعنت کی کہ امت اسلامیہ میں سے جولوگ ان کی طرح قبروں کے معاملہ میں عمل کریں گے ان کا عمل مذموم ہوگا۔

((عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ الْبَجَلِی ص اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَن یموت بخمس وھو یَقُوْلُ قَدْ کَانَ لِیْ فِیْکُمْ اِخْوَۃٌ واصدقاءَ وَاِنِّیْ اَبْرَاُ اِلَی اللّٰہِ اَنْ یَّکُوْنَ لِیْ فِیْکُمْ خَلِیْلًا وان اللّٰہَ عَزَّوَ جَلَّ قد اتخذ نی خلیلًا کما اتخذ ابراھِیْمَ خَلِیْلًا وَلَوْ کُنْتَ مُتَّخِذًا مِّنْ اُمَّتِیْ خَلِیْلًالا تخذت اَبَا بَکر خَلِیْلًا اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ ا اَلَافَلَا تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّی اَنْھَاکُمْ عَنْ ذَالِکَ۔)) ❶

”حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے وفات نبوی سے پانچ دن پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم مسلمانوں میں میرے کچھ دینی بھائی اور دوست ہیں، لیکن میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس بات سے برأت ظاہر کرتا ہوں کہ تم میں میرا کوئی خلیل (بڑا گہرا دوست) ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا جیسا کہ اس نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا۔

سنو! تم سے پہلے والے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا کرتے تھے مگر خبردار! تم قبروں کو مساجد مت بنانا یہ بات آپ نے دوبار دہراتے ہوئے فرمایا کہ میں تم کو اس بات سے منع کررہاہوں۔“

مذکورہ بالا حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو مساجد بنانے سے منع فرمایا ہے۔ قبروں کو مساجد بنانے کا معنی یہ ہے کہ قبروں پر یا قبروں کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی جائے جیسا کہ معجم کبیر میں امام طبرانی کی روایت کردہ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا“

---

❶ (رواہ مسلم ج ۱ / ص ۳۷۷ کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب النھی عن بناء المساجد علی القبور، حدیث نمبر (۵۳۲)

((لا تصلوا الی قبر و لا تصلوا علی قبرٍ۔)) ❶

''نہ کسی قبر کی طرف نماز پڑھو نہ کسی قبر کے اوپر نماز پڑھو۔''

قبروں پر نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں قبلہ کے سامنے رکھتے ہوئے نماز پڑھے۔ چونکہ یہود اپنے انبیا کی تعظیم شان کے لئے ان کی قبروں کو سجدے کرتے تھے اور انہیں قبلہ قرار دے کر ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، اس طرح انہوں نے ان قبروں کو بت بنا لیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی اور مسلمانوں کو اس سے ڈرایا اور ہوشیار کیا۔

قبروں کو مسجد بنانے کا مسئلہ

اسلام نے قبروں پر مساجد بنانے کو حرام قرار دیا ہے اور ایسا کرنے سے بہت سختی و شدت کے ساتھ منع کیا ہے۔

قبروں پر مساجد بنانے کو حرام قرار دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس سے میت کے لئے اس درجہ کی تعظیم کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ انسان کو میت سے وہ محبت، تعظیم، خشیت، امید اور تقدس کی عقیدت ہو جائے گی جو اللہ تعالیٰ کے لئے واجب ہے اور آدمی میت کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنے لگے گا کہ اس کے ہاتھ میں نفع و ضرر ہے۔

حالانکہ تعظیم، خشیت، رضا اور تواضع اللہ واحد کے لئے واجب ہے۔ اس لئے کہ وہ رب ہے اور زندہ و خالق اور رزق دینے والا ہے، وہ منع کرنے والا عطا کرنے والا اور دنیا کی ہر موجودہ چیز کا مالک ہے۔ لیکن قبر میں مدفون انسان جس کو آدمی پکارتا ہے اور اس سے سوال کرتا ہے وہ تو ایک مر جانے والا بندہ ہے نہ پیدا کرتا ہے نہ روزی دیتا ہے، نہ چیزیں دیتا ہے نہ منع کر سکتا ہے، نہ عزت دے سکتا ہے، نہ ذلت دے سکتا ہے بلکہ وہ اسی طرح محتاج و فقیر ہے جس طرح اس کو پکارنے والا محتاج و فقیر ہے۔

جو لوگ قبروں پر بنی ہوئی مسجدوں کی طلب و تلاش میں رہا کرتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

---

❶ [المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۳۷۲ / ابن عباس]

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ . [الاعراف، آیة : ۲۹]

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اس بات کا حکم دیا ہے کہ تم لوگ ہر نماز کے وقت اپنے چہرے سیدھے رکھو اور اللہ تعالیٰ کو پکارو اس کے لئے دین کو خالص رکھتے ہوئے۔

یعنی جن اعمال کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ان اعمال میں اللہ تعالیٰ ہم کو استقامت اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ خالص طور پر ہم اسی کی عبادت کریں تا کہ ہماری عبادت رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ احکام کے مطابق ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا○ [الجن، آیة :۱۸]

بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کومت پکارو۔

مذکورہ بالا آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسجد صرف اللہ واحد کی عبادت کے لئے بناؤ، اس میں مردہ مت رکھو کیونکہ اس میں رکھے ہوئے مُردے کی محبت و تعظیم تم کو اللہ واحد کی عبادت سے پھیر دے گی۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو قبروں پر مسجدیں بنانے سے خبردار اور منع کیا ہے اور بتلایا ہے کہ ایسا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملعون ہے، چنانچہ حدیث نبوی میں ہے کہ:

« لَعَنَ اللّٰهُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ۔ » ❶

”اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کا ایک ارشاد یہ ہے کہ:

« شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدًا ۔» ❷

---

❶ (ابو داؤد كتاب الجنائز باب فى زيارة النساء القبور ج۳/۵۵۸۔ حديث نمبر (۳۲۳۶) و الترمذى ج۲/ص۱۳۶/ابواب الصلاة باب ما جاء فى كراهية ان يتخذ على القبر مسجدًا حديث نمبر (۳۲۰) ❷ (احمد و ابن ماجہ)

''بدترین مخلوق اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جن کی زندگی میں قیامت آئے گی اور وہ لوگ بھی بدترین مخلوق ہیں جنہوں نے قبروں کو مسجدیں بنالیا ہے۔''

ہم اس زمانے میں دیکھتے ہیں کہ ہر صاحب قبر اپنے خطہ و علاقہ کے باشندوں کی محبت و عقیدت سے بہرہ ور ہے۔ چنانچہ لوگ اس قبر والے کی قسم کھایا کرتے ہیں اور اپنی بات چیت کے دوران اپنے خطے میں اس کی قبر کے موجود ہونے پر اظہار خوشی کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ صاحب قبر ان سے اذیت و تکلیف رفع کرتا ہے اور انہیں نفع پہنچاتا ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ تمام محلوں اور قبیلوں کے لوگ اپنے اپنے ولی کا یوم ولادت منانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور اپنے اپنے ولی کی محبت کے اظہار و ثبوت میں محفلیں رچانے، شب بیداری کرنے اور آرائش و زیبائش کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ولی کے ساتھ ان کی فرط محبت کا یہ حال ہے کہ وہ اس بات کی حرص رکھتے ہیں کہ ولی کی قسم کھائیں تو سچی قسم کھائیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے میں مذاق اور کذب بیانی میں انہیں خوف و باک نہیں ہوتا۔ [1] اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ [البقرۃ، آیۃ: ۱۶۵]

لوگوں میں ایسے افراد ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو شریک و معبود بنا لیتے ہیں اور ان سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

حقیقت میں یہ افسوس ناک بات ہے کہ قبر پرست لوگ قبروں پر اپنے اخراجات صرف کر دیتے ہیں اور اپنے صدقات ان پر چڑھا دیتے ہیں جس سے یہ لوگ مشقت و پریشان کن خرچ

---

[1] دوسری عالمی جنگ کے دوران فاقہ کشی عام ہوگئی کچھ لوگ صوفیا کے ''طریقۂ خلوتیہ'' کے پیر کے وکیل (ایجنٹ و ذمہ دار) کے پاس گئے طریقۂ خلوتیہ کے مریدین و متبعین کو ''درویش'' کے نام سے شہرت حاصل ہے۔ اس پیر طریقت کے ایجنٹ کے پاس لوگ جب گئے تو وہ فلسطین کے مقام خلیل کی نگرانی کے سلسلے میں مقام خلیل پر مقیم تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ فلسطین کے فاقہ زدہ لوگوں کے لئے کچھ گیہوں ان کے ہاتھ فروخت کر دو۔ مگر اللہ تعالیٰ کی سخت قسمیں دلانے کے باوجود ایجنٹ نے ان کی درخواست رد کر دی اور افسوس کہ انہیں گیہوں حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ قادر مطلق کی قدرت سے آخر لوگوں کی یہ درخواست اس وقت قبول کی گئی جب انہوں نے ایجنٹ کو پیر طریقت کی قسم دلائی۔ اس طرح اس پیر کے مریدوں کی نظر میں پیر صاحب کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور یہ قدر و منزلت درجۂ الوہیت تک جا پہنچی۔

میں پڑ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان اخراجات وصدقات کے جواز پر کوئی دلیل نہیں اتاری ہے۔ یہ لوگ اپنی شہوات کے پیچھے اور شیاطین کی آراستہ کردہ خرافات کے پیچھے بلا دلیل و برہان صرف ہوا پرستی کی بنا پر چل رہے ہیں، اس لئے ان کے یہ کام برے اور خراب ہیں۔

راہ شذوذ والے ان کے یہ طور طریقے دین حق سے ان کے منحرف ہونے کی اور ان کے عقائد کے فاسد ہونے کی دلیل ہیں۔ اگر ان لوگوں سے علم کی نشر واشاعت، منکر و گناہ کے ازالہ و خاتمہ اور مصیبت زدگان کی امداد و معاونت کے لئے مال طلب کیا جائے تو راہ خدا میں خرچ کرنے سے یہ لوگ بخیلی و کنجوسی کرتے ہیں۔

سبحان اللہ ! ان بدنصیبوں کی کتنی کثرت ہے جن کی ساری کوشش دنیاوی زندگی میں برباد ہو رہی ہے، مگر آخرت میں انہیں کوئی حصہ نہیں مل سکے گا؟ (مصرع الشرک)

مذکورہ احادیث قبروں پر مسجدیں بنانے کی حرمت پر واضح طریقہ سے دلالت کرتی ہے اور چاروں فقہی مذاہب اس کے ممنوع ہونے پر متفق ہیں۔ کچھ لوگ اس کے حرام ہونے کی صراحت کرتے ہیں اور بعض لوگ مکروہ ہونے کی صراحت کرتے ہیں اور کراہت سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔

قبروں پر عمارت سازی حرام کیوں نہ ہو، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔ اور لعنت کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم اور دور کر دینا۔ کبیرہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ اس کے ساتھ شریعت کی طرف سے کوئی وعید آئی ہو یا اس کے مرتکب پر لعنت کی گئی ہو یا دنیا میں کوئی شرعی حد اور سزا مقرر کی گئی ہو۔

اس تفصیل سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ قبروں پر تعمیر ہلاکت خیز کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

قبروں پر تعمیر کے بارے میں مختلف فقہی مذاہب کے فتوے

شافعی مذہب میں اس کو کبیرہ گناہ کہا گیا ہے

علامہ ہیتمی رحمہ اللہ نے ''الزواجر عن اقتراف الکبائر'' (۱۲۰/۱) میں کہا ہے کہ ''ترانوے سے لے کر اٹھانوے نمبر والے کبیرہ گناہ علی الترتیب یہ ہیں:

قبروں کو مساجد بنانا، قبروں پر چراغاں کرنا، قبروں کو بتوں کی طرح پوجنا، قبروں کا طواف کرنا، قبروں کو بوسہ دینا اور قبروں کی طرف نماز پڑھنا:

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعیؒ نے اپنی کتاب ''المھذب'' باب الجنائز میں کہا ہے:

''قبروں کو پختہ بنانا، قبر پر عمارت بنانا اور قبر پر لکھنا مکروہ ہے، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے، اس پر تعمیر کرنے، اس پر بیٹھنے (1) یا اس پر لکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم، وابوداؤد وترمذی قالہ الامام النووی فی شرح المھذب)

اس حدیث میں قبر کو پختہ بنانے یا ان پر تعمیر کرنے اور لکھنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ باتیں زیب وزینت ہیں جو قبر کے ساتھ نہیں ہونی چاہییں امام نووی نے شرح المھذب میں اس جملے کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور کو امام مسلم وابوداؤد وترمذی نے نقل کیا ہے مگر اس میں ''یکتب'' کا لفظ نہیں ہے۔

اسی حدیث کی بنیاد پر علامہ ہیتمی رحمہ اللہ نے قبروں پر تعمیر کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ اور یہ کام گناہ کبیرہ کیوں نہ ہو جبکہ اس کے کرنے والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی؟ مذہب شافعی رحمہ اللہ کی تمام کتابوں میں اسی طرح کی بات لکھی ہے اور یہاں کراہت کا لفظ حرام کے لئے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ لوگوں نے اس معاملہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس کا مفاد حرمت ہی ہے۔ کچھ حضرات نے کہا ہے کہ اگر تعمیر عام قبرستان میں ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے مگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث مذکور کے ہوتے ہوئے یہ تاویل باطل ہے۔

قبروں پر تعمیر حنفی مذہب میں مکروہ تحریمی ہے

زیر بحث مسئلہ میں احناف نے شرعی معنی میں کراہت کا مذہب اختیار کیا ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الاثار ص ۴۵ میں لکھا ہے:

---

(1) علامہ ابواسحاق شیرازی کی عبارت میں حدیث مذکور کے لفظ "یقعد" (پہلے حرف ق ہے اس کے بعد ع) کے بجائے یعقد (پہلے حرف عین اس کے بعد ق) لکھا ہوا ہے جو تصحیف اور کاتب کی غلطی ہے صحیح لفظ ''یقعد'' ہے حدیث میں عام کتب مشہورہ مثلاً صحیح مسلم وابوداؤد وترمذی وغیرہ میں اسی طرح ہے۔ یہ بات امام نووی نے شرح مھذب میں بتلادی ہے۔

لَا نَرٰی اَن یُزَادَ عَلٰی مَا خَرَجَ مِنَ الْقَبْرِ وَ نَکْرَہُ ان یُجَصَّصَا وَیُطَیَّنَ اَوْ یُجْعَلَ عِنْدَہُ مَسْجِدًا۔

''ہم جائز نہیں سمجھتے کہ قبر پر کسی چیز کا اضافہ کیا جائے اور اسے پختہ بنانا یا مٹی سے لیپنا یا اس کے قریب مسجد بنانا ہم مکروہ قرار دیتے ہیں۔''

کراہت کا لفظ جب مطلقاً بولا جائے تو احناف کے نزدیک وہ حرمت کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ ان کے یہاں یہ بات معروف و مشہور ہے اس مسئلہ میں ابن مالک نے حرمت کی صراحت کر رکھی ہے۔ ابن عابدین نے حاشیہ درمختار میں بحوالہ کتاب المنح کہا ہے کہ ''قبر پر تعمیر کے جواز کا قائل میں نے کسی کو نہیں دیکھا'' یعنی کہ کوئی بھی حنفی صاحب علم قبر پر تعمیر کے جواز کا قائل نہیں ہے۔ علامہ زیلعی حنفی نے کہا کہ ''قبر پر تعمیر مکروہ ہے''۔

موصوف نے اس بات پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے اور حدیث مذکور سے موصوف کے استدلال سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی لیتے ہیں۔ اسی طرح تمام کتب حنفیہ میں بھی قبروں پر تعمیر کو مکروہ تحریمی کہا گیا ہے۔

قبروں پر تعمیر مالکی مذہب میں حرام ہے

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں کہا :

''ہمارے علما (یعنی علمائے مالکیہ) نے کہا کہ مسلمانوں کے لئے انبیا اور علما کی قبروں کو مسجدیں بنانا حرام ہے۔ (تفسیر القرطبی جلد ۱۰ ص ۳۸)

بہت سے مالکی علما مثلاً شیخ خلیل اور ان کی کتاب المختصر کے شارحین اور حاشیہ نگاروں نے قبروں پر تعمیر کو مکروہ کہا ہے اور سب نے حضرت جابر والی مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کیا ہے۔

جن لوگوں نے اس کام کے لئے مکروہ کا لفظ استعمال کیا ہے گویا ان کی مراد کراہت تحریمی ہے کیونکہ ان کی دلیل بنائی ہوئی حدیث جابر رضی اللہ عنہ کا یہی مفاد و معنی ہے۔

اگر لوگ غیر تحریمی کراہت مراد لیتے ہوں اور عام قبرستانوں اور مخصوص جگہوں کی قبروں میں تفریق کرتے ہوں تو ان کا موقف مردود ہے۔ تمام احادیث خصوصاً حدیث جابر رضی اللہ عنہما اس کی تردید کرتی ہے اور ان کے پاس اس قول پر آدھی دلیل بھی نہیں ہے پوری دلیل تو بہت دور کی بات ہے۔

قبروں پر تعمیر حنبلی مذہب پر حرام ہے

قبروں پر تعمیر حنبلی مذہب میں بھی حرام ہے جیسا کہ شرح المنتہیٰ ص ۳۵۳ وغیرہ میں مذکور ہے، بلکہ بعض حنبلی علما نے صراحت کی ہے کہ قبروں پر بنی ہوئی مسجدوں میں پڑھی ہوئی نماز باطل ہوتی ہے اور ایسی مسجدوں کو منہدم کر دینا واجب ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد ج ۳ ص ۲۲ میں ان فقہی مسائل اور علمی فوائد کے سلسلۂ بیان میں جن پر غزوۂ تبوک مشتمل ہے اس مسجد ضرار کا ذکر کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا اور اسے آپ نے منہدم ونذر آتش کرا دیا تھا۔ مسجد ضرار کا قصہ ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن قیمؒ نے کہا :

''قصۂ مسجد ضرار سے مستنبط ہونے والے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ جن مکانات میں اللہ ورسول کی نافرمانی کی جاتی ہوانہیں منہدم کر دیا جائے اور انہیں جلا دیا جائے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار کو جلانے اور منہدم کرنے کا حکم دیا حالانکہ اس میں نماز پڑھی جاتی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ مسجد مسلمانوں کے لئے ضرر رساں اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے والی اور منافقوں کا ٹھکانا تھی اس لئے اس کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا۔ اسی طرح ہر اس مکان کا ختم کر دینا جس کا یہ حال ہو امام یعنی خلیفہ وسلطان پر واجب ہے یعنی اس مکان کو یا تو منہدم کر دیا جائے یا جلا دیا جائے یا اس کی شکل وصورت بدل دی جائے اور جس مقصد کے لئے وہ تعمیر کیا گیا ہے اس کے بجائے کسی اچھے مقصد میں استعمال کیا جائے۔

جب مسجد ضرار کا یہ حال ہے تو شرکیہ اڈے اور استھان جہاں کے مجاور و پجاری اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شرک کے ان اڈوں میں موجودہ اشخاص کو معبود بنا لینے کی دعوت دیتے ہیں ان کو منہدم کرنا اور جلانا زیادہ ضروری ہے۔

اسی طرح معاصی اور فسق و فجور کے مقامات بھی گرانے اور جلانے کے قابل ہیں۔ مثلاً شراب خانے، شراب فروشوں اور گناہ ومعصیت کرنے والوں کے گھر۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایسی پوری بستی ہی جلوادی تھی جس میں شراب فروخت ہوتی تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رویشد ثقفی کے شراب خانے کو نذر آتش کرا دیا اور اسے

''فویسق'' (فسق و فجور کرنے والا) کے نام سے موسوم کیا، نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اس محل کو بھی جلا دیا جس میں وہ رعایا کے امور سے غافل ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے جمعہ اور نماز با جماعت چھوڑنے والوں کے گھروں کو جلانے کا ارادہ کر لیا تھا مگر بچوں اور عورتوں کے خیال سے نہیں جلایا کیونکہ بچوں اور عورتوں کو جماعت میں حاضر ہونا ضروری نہیں جیسا کہ یہ بات خود رسول اللہ ﷺ نے بتلائی تھی۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی دوسری کتاب ''اغاثته اللهفان'' میں اسی طرح کی بات کہی ہے اور اس سلسلے میں زیادہ طویل بیان سے بھی کام لیا ہے۔ موصوف حافظ ابن قیم نے قبروں اور ان پر تعمیر سے پیدا ہونے والے فتنوں کو بیان کرنے کے لئے کئی فصلیں قائم کی ہیں۔ تم اس کتاب کی طرف مراجعت کرو تا کہ تمہاری پیاس بجھ سکے اور بحکم الٰہی بیماری سے شفا حاصل ہو سکے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ شرح الصدور بتحریم رفع القبور'' میں ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد جن کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں فرمایا صحیح مسلم وغیرہ میں منقول ہے کہ ابو الھیاج اسدی نے کہا کہ مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب نے کہا کہ کیا تم کو میں ایسے کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے نبی کریم ﷺ نے مجھ کو مامور فرمایا تھا؟ آپ ﷺ نے مجھ کو اس کام کے لئے بھیجا تھا کہ کوئی مورتی مٹائے بغیر نہ چھوڑوں اور کوئی اونچی قبر برابر کئے بغیر نہ رہوں۔''

صحیح مسلم میں حضرت ثمامہ بن شفی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ شرعی مقدار سے زیادہ اونچی قبر کو توڑ کر برابر کر دینا قطعی طور پر واجب ولازم ہے۔ قبروں کو مشروع مقدار سے زیادہ بلند کرنا یا ان پر گنبد و مسجدیں بنانا قبروں کو اونچا کرنے کے معنی میں داخل ہے۔ قبروں کی جس بلندی کو ڈھا دینے کا حکم ہے اس میں مقدار شرع سے قبروں کو زیادہ اونچا کرنا' ان پر گنبدوں مسجدوں کی تعمیر شامل ہے جو بلا شک وشبہ ممنوع ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ایسی قبروں کو ڈھا دینے کا حکم حضرت علی بن ابی طالب کو دیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ابو الھیاج اسدی کو بھی اسی کام پر مامور کیا تھا۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے، قبر پر عمارت سازی اور قبر کو روندنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی تخریج کرنے والوں نے صحیح مسلم کے حوالہ سے اس لفظ کا اضافہ بھی حدیث مذکور میں کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر لکھنے سے بھی منع فرمایا۔
(صحیح مسلم، احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان)

امام حاکم نے کہا کہ ''قبر پر لکھنے کی ممانعت والی حدیث شرط مسلم پر صحیح ہے۔ اس حدیث میں قبروں پر تعمیر کی ممانعت صراحت کے ساتھ کی گئی ہے یہ حدیث ان لوگوں پر بھی صادق آتی ہے جو قبر کے چاروں طرف تعمیری کام کر ڈالتے ہیں، اسی طرح بہت سے لوگ مُردوں کی قبروں کو ایک گز بلکہ اس سے بھی زیادہ اونچی کر دیتے ہیں ان کا یہ کام بھی حد ممنوع میں داخل ہے۔

قبر کو فی نفسہ مسجد نہیں بنایا جا سکتا بلکہ قبر کے اوپر ہی مسجد بنا سکتے ہیں یا اس کے اوپر کوئی بھی تعمیری کام کر سکتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں جس چیز کو منع کیا گیا ہے اس سے مراد ایسی چیز ہے جو تعمیر مسجد کے ہم معنی یا قریب المعنی ہو۔ یہ ممانعت لوگوں کے حق میں بھی ہے جو قبر کے اطراف و جوانب کے قریب ہی مسجد بنا ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ گنبدوں، قبوں، مسجدوں اور بڑے بڑے مزاروں میں ہوا کرتا ہے کہ بیچ میں قبر رہتی ہے یا قریب ہی قبر رہا کرتی ہے۔ یہ کام قبر پر مسجد یا تعمیر سازی کے معنی میں ہے اور یہ بات معمولی سمجھ کے آدمی پر بھی مخفی نہیں رہ سکتی۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فلاں شہر پر مسجد بنائی یا فلاں بستی پر بادشاہ نے چہار دیواری بنائی یا فلاں شخص نے فلاں جگہ پر مسجد بنائی حالانکہ عمارت کی چھت صرف شہر و بستی یا جگہ مذکور کے اطراف و جوانب میں ہوتی ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو تمہیں معلوم ہوگیا کہ قبروں کو اونچا کرنا اور ان پر گنبد، مسجدیں اور مزار بنانا ایسا کام ہے جس کے کرنے والے پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے جیسا کہ یہ بات پہلے گذر چکی ہے اور کبھی کبھی آپ ﷺ ایسا کرنے والے کی بابت فرماتے تھے:

((اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا۔)) [1]

''ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہو، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا۔''

مطلب یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے والوں پر یہ بددعا فرمائی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہو، کیونکہ یہ گناہ اس درجے کا ہے کہ اس کے مرتکب کے اوپر اسی طرح کی بددعا

[1] (التمهيد ج ٥ / ص ٤١ مصنف ابن ابی شیبة ج ٢ / ص ٣٧٥ الصلاة عند قبر النبی ﷺ واتیانه)

آپ ﷺ نے فرمائی۔ کبھی آپ ﷺ نے قبروں کو اونچی بنانے سے منع کیا، کبھی ایسی قبروں کو منہدم کرنے کے لئے کسی کو مامورو متعین کیا اور کبھی ایسا کرنے کو یہود و نصارٰی کا فعل قرار دیا۔

کبھی آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِیْ وَثَنًا ـ)) ❶ ''میری قبر کو تم بت اور صنم مت بنانا۔''

کبھی فرمایا:

((لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِیْ عِیْدًا ـ)) ❷

''تم میری قبر کو عید یعنی عرس و میلہ کی چیز مت بنالینا۔''

جیسا کہ بہت سے پرستاران قبر کیا کرتے ہیں۔

جن مُردوں کے یہ قبر پرست لوگ معتقد ہوتے ہیں ان کی قبروں کے لئے اوقات مقرر کر کے خاص اوقات ان کے عرس و میلے کے لئے متعین کر لیتے ہیں ان مقررہ اوقات میں وہ لوگ قبروں کے پاس جمع ہوتے ہیں، اور وہاں مختلف قسم کی نذریں چڑھاتے اور عبادت و قربانی کرتے ہیں۔ وہاں یہ لوگ قیام کرتے ہیں، جیسا کہ ہر آدمی ان ذلیل لوگوں کے افعال سے واقف ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑے ہوئے ہیں، جس نے ان کو پیدا کیا، جو انہیں روزی دیتا ہے جو انہیں موت دے گا اور جو انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ یہ لوگ اس اللہ کو چھوڑ کر اللہ کے بندوں میں سے کسی کو پوجتے ہیں جو مٹی کے نیچے دفن ہے اور یہ قدرت نہیں رکھتا کہ اپنے لئے نفع حاصل کر سکے یا ضرر دفع کر سکے، جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بحکم خداوندی اپنی بابت میں فرمایا:

لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا . میں اپنے لئے کسی نفع و ضرر کی قدرت نہیں رکھتا۔

[الاعراف، آیة :۱۸۸]

غور کیجئے کہ سید البشر اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں اللہ کے برگزیدہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کے حکم سے اپنی بابت یہ فرما دیا کہ میں اپنے لیے کسی نفع و ضرر کی ملکیت نہیں رکھتا۔ اسی طرح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ سے فرمایا:

لا اغنی عنک من اللہ شیا۔

''میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔''

---

❶ [التمهيد، ج۵، ص۴۳] ❷ [مصنف ابن ابی شیبة ج۲، ص ۳۷۵]

جب اپنی بابت اور اپنی خاص رشتہ دار ومحبوب ترین بیٹی کے بارے میں رسول الہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔کا یہ فرمان ہے تو تم تمام دوسرے مردوں کے بارے میں خیال رکھتے ہو جو معصوم انبیا اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسول نہیں تھے؟ بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ اس امت محمد یہ کے اور ملت اسلامیہ کے افراد واشخاص ہیں وہ یقیناً نفع وضرر پہنچانے میں کہیں زیادہ عاجز ہیں۔

یہ مُردے ایسی چیز سے کیوں نہ عاجز ہوں گے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود عاجز تھے اور جس کی خبر آپ نے اللہ تعالیٰ کے بتلانے اور حکم کے مطابق اپنی امت کو دی کہ آپ ﷺ خود اپنی ذات کے لئے نفع وضرر کی قدرت نہیں رکھتے اور اپنے خصوصی رشتہ دار کے کام اللہ تعالیٰ کے بالمقابل بالکل نہیں آسکتے؟

بدعت یوم ولادت

سوال نمبر ۴۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی ولادت کی رات اکثر مسلمان گھروں میں محفل رچاتے اور شیخ مذکور کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں؟ یہ کام ہر سال ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ خواجہ غریب نواز، خواجہ بندہ نواز اور میراں دتا وغیرہم کے نام پر بھی ذبح کرتے ہیں اور ہر سال ماہ رجب میں جعفر صادق کے نام کی مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے یہ کام ہر سال ماہ رجب میں ہوا کرتا ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ سے میں ٹھیک جواب کے لئے مدد مانگتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ اہل علم اور اہل دین بلکہ اہل عقل ودانش میں کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی صاحب عقل شک کرسکتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی، خواجہ غریب نواز، خواجہ بندہ نواز اور اس طرح کے جتنے لوگ عوام کے یہاں اولیاء وصالحین کے نام سے معروف ہیں ان میں سے کسی کے یوم ولادت میں محفل رچانا مثلاً مصر میں بدوی رفاعی، کا یوم ولادت عدن میں شیخ عیدروسی کا یوم ولادت اور یمن میں شیخ زیعلی کا یوم ولادت یہ سب بدعات وضلالت میں سے ہیں۔

محققین اہل علم میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ چیزیں بدعت حسنہ میں سے ہیں، بلکہ جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں۔ ان میں مردوں، عورتوں کا اختلاط، ڈھول وطبلوں کا بجنا، جھنڈوں کا لہرانا اور ایسی فحش وبے حیائی اور گناہ کی باتیں ہوتی ہیں جن سے طبع سلیم کو نفرت ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس طرح کی چیزیں ممنوع ہیں۔ بلکہ اس قسم کی جو محفلیں دین اسلام کے نام پر رچائی جاتی ہیں ان سے اسلام بیزاری ظاہر کرتا ہے۔ بلکہ یہ بات ان مسلمانوں کی پیشانی پر عار کا بدنما داغ ہے، جو اس طرح کی محفلیں قائم کرتے ہیں اور ان پر بدنما داغ ہے جو اس کام پر نکیر نہیں کرتے بلکہ اسے برقرار رہنے دیتے ہیں۔

علما کرام پر واجب ہے کہ ایسے لوگوں پر نکیر کریں اور ان کے ان کاموں کی خرابی وفساد کو واضح کریں جن کو یہ کرتے ہیں کیونکہ یہ کام دین اسلام کے منافی ہیں بلکہ اہل عقل واہل فہم ایسے کاموں کی اجازت نہیں دے سکتے اگر یہ لوگ اپنے اس کام سے توبہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان کے مصداق لعنت کے مستحق ہوں گے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ o اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ o

[البقرة، آية: ۱۵۹، ۱۶۰]

بے شک جو لوگ ہماری نازل کردہ روشن آیات اور ہدایت کو اس کے بعد بھی چھپاتے ہیں کہ ہم نے انہیں کتاب میں لوگوں کے لئے واضح طور پر بیان کر دی ہیں ان پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں، مگر جنہوں نے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی اور واضح طور پر ہماری باتیں بیان کر دیں ان کی توبہ میں قبول کروں گا اور میں توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہوں۔

میں قارئین کرام کے سامنے مزید وضاحت وصراحت کر رہا ہوں تا کہ وہ میرے بیان کو قابل نکیر وعجیب نہ سمجھیں۔

علمائے محققین کا فیصلہ ہے کہ ہر سال بارہویں ربیع الاول کو میلاد النبی کی محفلیں منعقد کرنا ان بدعات میں سے ہے جن سے پختہ کارانِ علم نے خبردار اور منع کیا ہے۔

یوم ولادت وماتم منانے کا رواج سب سے پہلے مصر کے فاطمی حکمرانوں نے ایجاد کیا (فاطمی حکمراں دراصل باطنی روافض تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت الرسول کی نسل سے اپنے کو غلط طور پر قرار دیتے تھے)۔ (مترجم)

عید میلاد النبی کی بدعت ساتویں صدی ہجری میں موصل کے خطہ میں واقع اربل کے بادشاہ مظفر نے ایجاد کی تھی، زمانۂ نبوی سے لے کر شاہ مظفر تک کئی صدیاں گزر گئیں مگر اس طویل زمانہ میں مسلمانوں نے محفل میلاد نہیں رچائی۔ لہٰذا یہ بلاشک وشبہ بدعت ہے جو اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان کے خلاف ہے:

یَآ یُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ○ [الحجرات، آیۃ:۱]

اے ایمان والو! اللہ ورسول سے آگے مت بڑھو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

نیز فرمایا:

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ○ [النور، آیة : ٦٣]

جو لوگ حکم نبوی کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے آگاہ و خوفزدہ رہنا چاہئے کہ کہیں انہیں فتنہ نہ لاحق ہو جائے یا انہیں دردناک عذاب نہ مل جائے۔

میلاد کی محفلیں ان احادیث نبویہ کے بھی خلاف ہیں جن میں بدعات وضلالت سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ بعض احادیث کا تذکرہ سوال نمبر ا کے جواب میں ہو چکا ہے۔ ہم اس میں شک نہیں رکھتے کہ شاہ مظفر نے میلاد النبی کی ایجاد محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جذبہ کے تحت، آپ ﷺ کی شب ولادت کی خوشی ومسرت اور آپ ﷺ کی تعظیم کے اظہار کے غرض سے کی تھی۔ یہاں تک کہ مورخین نے لکھا ہے کہ محفل میلاد کی تیاری شاہ مظفر ہر سال ماہ صفر ہی سے شروع کر دیتا تھا۔

اس محفل کے لئے مکان کی آرائش وزیبائش، خیموں کو نصب کرنا، قندیلوں کو آویزاں کرنا وغیرہ یہ سارے کام شاہ موصوف کراتا تھا۔ اس موقع پر شاہ کے یہاں مختلف بلاد کے لوگ آتے تھے حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ مہمانوں کی خاطر تواضع کے لئے شاہ موصوف پانچ ہزار بھیڑ بکریاں اور دس ہزار مرغیاں ذبح کراتا تھا اور تیس ہزار پلیٹوں میں مٹھائیاں پیش کرتا تھا۔

وہ صوفیا اور اعیان مملکت کی تکریم کرتا تھا اور انہیں لباس فاخرہ پہناتا تھا اور فقرا کو بکثرت خیرات وصدقات دیتا تھا۔

کوئی صاحب عقل اس میں شک نہیں کر سکتا کہ فقرا پر احسان، ان پر مال وزر کا صدقہ، انہیں

کھلانا پلانا اور اہل علم کا اکرام واعزاز ان نیکیوں اور ثواب کے کاموں میں سے ہے جن سے بندہ اپنے آقا اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر سکتا ہے۔

لیکن یہ چیز ولادت نبوی کی رات کے ساتھ مخصوص نہیں ہونی چاہیے بلکہ مسلمان کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے مختلف نواحی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے۔ مثلاً فقرا کی مدد، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے خرچ واخراجات اور مساجد و مدارس کی تعمیر، یتیموں کو ٹھکانا دینا، صلہ رحمی اور اس قسم کے دوسرے اعمال صالحہ جن پر قرآن مجید اور سنت نبویہ نے لوگوں کو ابھارا ہے۔

مثلاً قرآن مجید کا ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ○

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک ایسے دانے کی طرح ہے جس میں سات بالیاں ہوتی ہوں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی کئی گناہ بڑھا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت، والا جاننے والا ہے۔ [البقرة، آية: ۲۶۱]

شاہ مظفر اگرچہ بہت سے اعمال خیر کرتا تھا مگر وہ ایسے علما کو پانے سے محروم نہیں تھا جنہوں نے اس کے سامنے اس بدعت (بدعت میلاد) کی تحسین کی اور اسے مستحسن بدعات میں شمار کیا۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ کوئی بدعت حسنہ نہیں ہو سکتی جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے کہ:

((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) [1]

"ہر بدعت ضلالت وگمراہی ہے۔"

ہم مزید توضیح کے لئے کہتے ہیں کہ جس شاہ مظفر نے محفل میلاد کو ایجاد کیا اس کے طریقے پر چلتے ہوئے اگر کوئی شخص آ کر یہ کہے کہ جب شاہ موصوف نے محفل میلاد ایجاد کی ہے، تو میں محفل بعثت نبوی ایجاد کر رہا ہوں اور میں محفل بعثت نبوی، بعثت نبوی کی رات میں یا دن میں منعقد کیا کروں گا یعنی کہ جس دن غار حرا میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام پہلی بار وحی لے کر آئے تھے، جہاں رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ:

---

[1] (مسلم ج۲/ص۵۹۲ کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة حدیث نمبر (۸۶۷)

﴿اِقْرَأْ﴾ ''آپ پڑھیے۔''

اس پر آپ نے فرمایا تھا:

لست بقاریء ''میں پڑھا نہیں ہوں''

اس موقعہ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو دبوچ لیا تھا۔ یہ بات تین بار ہوئی تھی پھر آخر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو پڑھایا اور آپ نے اسے پڑھا:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ [العلق، آیۃ:۱]

آپ ﷺ اپنے اس رب کے نام سے پڑھیے جس نے انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا۔

اس آیت سے جناب محمد (ﷺ) کی نبوت کا آغاز ہوا اور آپ کی نبوت و رسالت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے باطل قوموں کو بت پرستی والحاد و بے دینی سے پاک کیا۔

لوگوں نے بتوں، پتھروں، آگ، ستاروں، فرشتوں اور انبیا کی پرستش چھوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے معتقد ہو گئے اور دین اسلام سے مشرف ہوئے، تمام جہانوں پر رحمت چھا گئی، اللہ تعالیٰ نے قیصر و کسریٰ اور قبطیوں کے مظالم کا خاتمہ کر دیا عدل و انصاف پھیل گیا، اقوام و قبائل میں تفریق کرنے والے عنصر اور نسلی تفریق کو اللہ تعالیٰ نے مٹایا اور فرمادیا کہ:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ . [الحجرات، آیۃ: ۱۳]

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو قبیلوں اور مختلف قوموں میں تقسیم کر دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو جان پہچان سکو ورنہ کوئی شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی و پرہیزگار ہو۔

دریں صورت بعثت نبوی کے دن یارات میں محفل منعقد کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص یہ کہے کہ میں ہجرت نبوی کے دن محفل منعقد کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ہجرت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے درمیان تفریق قائم کی، مسلمانوں کو اس سے عزت و قوت حاصل ہوئی اور ان کی حکومت قائم ہوگئی۔ لہٰذا ہجرت نبوی کا دن محفل رچائے جانے کا زیادہ مستحق ہے نیز اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ظاہر کرنے کے لئے محفل رچانا بھی زیادہ بہتر ہوگا۔

اگر ایک تیسرا شخص کہے کہ میں جنگ بدر کے سلسلے میں محفل ومجلس قائم کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن دن تھا۔ اس دن حق پرستوں اور باطل پرستوں کے دونوں فریق باہم جنگ آزما ہوئے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر مسلمانوں کو مدد و فتح دی تھی اس لئے اس دن محفل رچانا زیادہ مناسب ہے۔

ایک چوتھا آدمی اگر یہ کہے کہ میں فتح مکہ کے دن یادگار منانے کے لئے محفل منعقد کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس دن لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے اور بت سرنگوں ہو گئے، اللہ تعالیٰ کا دین باعزت اور قوی ہو گیا۔

ایک پانچواں آدمی اگر یہ کہے کہ میں وفات نبوی کے دن محفل منعقد کروں گا اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہوئے تو ہم ان کے جواب میں کیا کہیں گے؟ اور ان لوگوں کے جواب میں وہ حضرات کیا کہیں گے جو میلاد کی مجلسوں کی تحسین کرتے ہیں؟

اگر مذکورہ بالا قسم کی جملہ محفلوں کو جائز قرار دے دیا جائے تو دین مجالس اور عیدوں کا مجموعہ بن کر رہ جائے اور اگر انہیں روکا جائے تو انہیں روکنے والوں کے لئے ان لوگوں کے پاس کوئی حجت و دلیل نہیں جو محفل میلاد کے جواز کے قائل ہیں یہی بات ہے کہ اہل بدعت و اہل ضلالت اپنے اماموں کے یوم ولادت و یوم وفات، یوم شادی و بیاہ اور یوم جنگ وغیرہ مناتے ہیں اس طرح یہ لوگ اپنے اوقات عیدوں اور ماتم میں لگائے ہوئے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام امور کے بدعت ہونے میں دو آدمیوں کو بھی اختلاف نہیں ہو سکتا ان کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ ان بدعتوں کی طرف التفات نہ کرے اور نہ ان پر عمل کرے۔ نہ اہل بدعت کی مجلسوں میں اور نہ ان کی مبتدعانہ محفلوں اور میلوں میں شریک ہو بلکہ مسلمان پر واجب ہے کہ لوگوں کو ان بدعات سے روکے۔ لیکن اگر کوئی لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت، آپ کے اخلاق اور معجزات و شمائل اور اوصاف بتلانا سمجھانا چاہے۔ تو یہ بات ثابت شدہ مستحب چیز ہے۔

ہر مسلمان کو اپنے نبی ﷺ کے اخلاق، آپ کی معطر و خوشبو انگیز سیرت اور محیر العقول معجزات کو جاننا سمجھنا چاہیے تاکہ ان کے ایمان میں اضافہ ہو۔ لیکن یہ چیز کسی خاص مہینے، کسی خاص رات اور کسی خاص و متعین کتاب کے ساتھ مخصوص نہیں ہونی چاہیے، بلکہ جب بھی لوگوں

کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا چیزیں پڑھی اور بیان کی جائیں وہ بہتر اور اچھی ہوں گی۔

یہ کام مستحب ہے جس کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ عقیدۂ اسلام کی تین بنیادیں ہیں۔

① معرفتِ الٰہی ② معرفتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ③ دین اسلام کی معرفت

رسول اللہ ﷺ کے نسب، ولادت، شمائل واوصاف، معجزات، پوری دنیا کی طرف آپ کے رسول ہونے اور خاتم النبیین ومرسلین ہونے کا علم ہر آدمی کے لئے ضروری ہے۔ علما پر لازم ہے کہ وہ عوام کو یہ باتیں بتلائیں تاکہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں چاہے تھوڑی ہی سہی معلومات ومعرفت تو رکھیں۔ زیادہ علم رکھنا علما کا ہی کام ہے۔

جس دن سے شاہ مظفر نے بدعت میلاد ایجاد کی اس کی بابت علما میں دو گروہ پائے جانے لگے بعض نے اس کی تحسین کی اور بعض نے اسے مکروہ قرار دیا۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ میلاد کی رات ناچ باجا اور مردوں، عورتوں اور لڑکوں کا اختلاط اور پرچم کشائی کا کام نیز اس طرح کے دوسرے کام ہوتے ہیں، جو شرم وحیا کے منافی ہونے کے سبب دین اسلام کے بھی خلاف ہیں۔

ان کاموں کو صرف شیطان اور اس کے گروپ کے لوگ ہی جائز کہہ سکتے ہیں۔

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ. [المجادلة، آية : ١٩]	خبردار ہو کہ شیطانی گروہ والے خسارہ اٹھانے والے لوگ ہیں۔

علمائے محققین محفل میلاد النبی پر نکیر کرتے اور اسے بدعات میں شمار کرتے ہیں اور اس کو یہود ونصاریٰ کی مشابہت قرار دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعویٰ اس قسم کی مبتدعانہ محفلوں سے نہیں ثابت ہوسکتا بلکہ یہ دعویٰ رسول اللہ ﷺ کی پیروی، آپ کی روشن سنت کی اتباع اور حدیث کو قول فیصل ماننے سے ثابت ہوسکتا ہے۔

قارئین کرام! آپ اس طرح کی محفلیں رچانے والوں کو اور اس بدعت کی تائید وحمایت کرنے والے بادشاہوں، امرا اور رؤسا کو دیکھیں جو حب نبوی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور عوام کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ ہم بادشاہ اور لیڈر وقائد لوگ مسلمان ہیں، دین اسلام کی عزت کرتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور لوگ

دیکھتے ہیں کہ یہ بادشاہ اور امرا شریعت سے بہت دور رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ باتوں کے علاوہ دوسری باتوں کے مطابق حکومت و فیصلے کرتے ہیں۔

قرآن مجید اور احکام نبویہ کو چھوڑ کر یورپی قوانین درآمد کرتے ہیں اور طاغوتی محکمے اور عدالتیں قائم کرتے ہیں بلکہ غیر اسلامی قوانین کی پابندی اور اسلامی شریعت سے بے اعتنائی نے انہیں اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں یہ لوگ تصرف کرنے لگے ہیں۔

بعض حکمران تعدد ازدواج و طلاق کو حرام قرار دیتے ہیں اور شراب خوری، عصمت فروشی، سودخوری، جوا بازی، بدعہدی، فسق و فجور اور تمام معاصی کو مباح کہتے ہیں۔ کسی نیکی کا یہ لوگ حکم نہیں دیتے بلکہ یہ لوگ نہ قرآن مجید پڑھتے ہیں نہ اس کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور اکثر لوگ خانہ کعبہ کا حج تک نہیں کرتے حتیٰ کہ نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ الغرض اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے یہ لوگ اتنے ہی دور ہیں جتنا عرش سے فرش دور ہے۔

ان شرمناک، تاریک، گمراہ، مبتدعانہ و کفریہ باتوں کے باوجود سادہ لوح لوگوں کے سامنے ملمع سازی کرتے ہیں اور جاہل مسلمانوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ یہ مسلمان ہیں اور رسول سے محبت رکھتے ہیں اور محبت نبوی کے اس جھوٹے دعوی پر اس کے علاوہ کوئی دلیل نہیں کہ یہ لوگ بدعت میلاد کی تائید کرتے اور اس قسم کی محفلوں میں شریک ہوتے یا اپنی نیابت و نمائندگی اور قائم مقامی کرنے والے کسی آدمی کو ان مجلسوں میں بھیج دیا کرتے ہیں۔ ان کے کھوٹے و ناکارہ دین اسلام پر صرف یہی محفل میلاد ایک دلیل ہے۔ کیا اسلام یہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے پسند کیا ہے! جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. [المائدة، آية: ۳]	میں نے آج تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

ان لوگوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، مناسب ہے کہ ہم انہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بشارت دیں کہ:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝ [ال عمران، آية : ۸۵]

جس نے اسلام کے علاوہ دوسرا دین تلاش کیا اس کا وہ دین ہرگز مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

نیز فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ [النساء، آية :۶۵]

آپ کے رب کی قسم! لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کو اپنے باہمی جھگڑوں میں حکم وفیصل نہ مانیں پھر آپ کے کئے ہوئے فیصلے سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں اور آپ کے فیصلوں کو اچھی طرح تسلیم کر لیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝، وَفِيْ اٰية ، فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ [المائده ، آية :۴۵،۴۷]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیزوں کے مطابق حکم نہیں دیتے وہ ظالم ہیں اور دوسری آیت میں ہے کہ ایسے لوگ فاسق ہیں۔

اور تیسری آیت میں ہے کہ وہی لوگ کافر ہیں۔

جب علما اور فقہا و محدثین میں سے محقق حضرات محفل میلاد النبی کو جائز نہیں کہتے کیونکہ محفل میلاد نہ نبی ﷺ نے منعقد کی، نہ صحابہ و تابعین اور ائمہ کرام مثلاً امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور اوزاعی، ابراہیم نخعی، داؤد ظاہری اور تمام علمائے حدیث وفقہ نے یہ کام نہیں کیا۔

نیز اس لئے بھی کہ علماء و محققین نے اسے ناجائز قرار دیا اور اس لئے بھی کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے :

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْٓ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)) [1]

''جس نے ہمارے اس دین اسلام میں ایسی بات ایجاد کی جو اس دین میں سے نہیں تو اس کی یہ بات مردود ہے۔''

[1] (بخاری ص: ۵٤٠ کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا علی اصلح جور فالصلح مردود حدیث نمبر (۲۶۹۷)

حضرت ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب اور بقیہ عشرۂ مبشرہ نیز تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے اور یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی جانیں اور اپنے مال آپ ﷺ پر قربان کردیے۔

اللہ ورسول کی خاطر اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد میں ان لوگوں میں سے بعض نے اپنے بھائی تک کو قتل کرڈالا۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے منافق باپ عبداللہ بن ابی کا سر خدمت نبوی میں لاکر پیش کرنے کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگی۔ یعنی موصوف نے اللہ ورسول کی محبت میں اپنے باپ کو قتل کردینے کا ارادہ کیا۔ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت نبوی رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے سبب اس درجہ کو پہنچی ہوئی تھی کہ:

«لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔» [1]

''کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کے نزدیک اس کے باپ و اولاد اور تمام لوگوں سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔''

اتنی عظیم محبت نبوی کے باوجود جب یہ حضرات عید میلاد النبی نہیں مناتے تھے تو شیخ عبدالقادر جیلانی کا یوم ولادت منانا کیا معنی رکھتا ہے جس کے بارے میں سوال کرنے والے نے مسئلہ دریافت کیا ہے؟

خواجۂ اجمیر، خواجۂ غریب نواز، خواجۂ بندہ نواز اور وہ سارے ایام ولادت جو ہندوستان و پاکستان وغیرہ میں منائے جاتے ہیں مثلاً مصر میں بدوی، دسوقی، رفاعی وغیرہ عام صالحین کے ایام ولادت بدعت وممنوع ہیں۔

کوئی صاحب عقل ان میلادوں کے بدعت وضلالت ہونے میں شک نہیں کرسکتا۔ علمائے محققین میں سے کسی نے بھی ان بدعات کو مستحسن نہیں کہا، بلکہ ان میں ممانعت کی وہ باتیں پائی جاتی ہیں جن کا ذکر ہم پہلے کرچکے ہیں کہ مردوں عورتوں کا باہم اختلاط ہوتا ہے، باجے بجتے ہیں اور پرچم لہرائے جاتے ہیں، ان محفلوں میں بے حیائی اور غلط کاری کی وہ باتیں ہوتی ہیں جن سے

---

[1] (سنن ابن ماجة ج ١ / ص ٢٦ (المقدمة)

ہر سلیم الطبع آدمی نفرت کرتا ہے۔

یہ محفلیں جو دین اسلام کے نام پر قائم کی جاتی ہیں ان سے اسلام بیزار ہے جو لوگ اس قسم کی محفلیں منعقد کرتے ہیں ان کی پیشانی پر یہ محفلیں بدنما داغ دھبہ ہیں۔ علمائے کرام پر واجب ہے کہ دین اسلام کے منافی ان اعمال پر نکیر و تردید کریں۔ علما تو دور کی بات ہین ان چیزوں کو اہل عقل و دانش بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ اگر علما نے ان پر نکیر نہ کی اور پھر اپنی اس کوتاہی سے تائب نہ ہوئے تو وہ اس فرمان الٰہی کے مطابق مستحق لعنت ہوں گے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِمَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○ [البقرہ، آیۃ: ۱۵۹]

جو لوگ ہماری نازل کردہ روشن آیات اور ہدایت کو اس کے بعد بھی چھپاتے ہیں کہ ہم نے انہیں لوگوں کے لئے واضح طور پر بیان کر دیا ہے تو ان پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے رہیں گے۔

ملک فارس سے وارد ہونے والے چند سوالات

مندرجہ ذیل سوالات کی بابت عالی جناب کا کیا ارشاد ہے؟

❶ جب کوئی مر جاتا ہے تو لوگ اس کی قبر تک ڈھول اور دف و طبل بجاتے ہوئے جاتے ہیں اور مرنے کے دن عصر کے وقت حلوہ اور جلیبی لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں تا کہ مرنے والے کا منہ مٹی سے نہ بھرا جائے اور مرنے کے تیسرے دن حجام آ کر میت کے گھر والوں کے بال مونڈ دیتا ہے تا کہ یہ لوگ ہموم و غموم سے نجات پائیں۔

❷ بارش والے دن اگر کوئی مر گیا تو بہت سے جاہلوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس میت کی قبر کھود کر اس کے کفن کا ایک ٹکڑا لے کر جلانے اور اس کی راکھ فضا میں اڑانے یا بعض کے عقیدہ کے مطابق قبر سے میت کو نکال کر اس کے نیچے کی مٹی لے کر فضا میں قبلہ کی طرف اڑا دینے سے یہ تاثیر ہوتی ہے کہ اگر بارش بند ہو گئی ہو تو بارش ہونے لگتی ہے۔

❸ میت کو جہاں غسل دیا گیا ہے وہاں بہت سے لوگ تین دن تک چراغ جلاتے ہیں اور

مالدار لوگ قبروں کو پختہ بنوا دیتے ہیں۔

❹ بہت سے جاہلوں کا عقیدہ ہے کہ جب میت کی تعزیت سنیچر کے دن یا رات میں کی جارہی ہو تو اجنبی لوگوں کو اہل میت کے یہاں تعزیت کے لئے جانا مکروہ ہے۔

❺ لوگوں کے یہاں ایک قسم کی چڑیوں کے بارے میں یہ اعتقاد ہے کہ اگر ان کا کوئی آدمی سفر پر گیا ہو اور وہ لوگ اس قسم کی چڑیوں میں سے کسی کو دیکھ لیں تو سمجھتے ہیں کہ مسافر عنقریب واپس آنے والا ہے یا پھر اس کی طرف سے کوئی پیغام آنے والا ہے۔ وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ سوموار (دوشنبہ) کے دن کپڑے نہ دھوئیں اور نہ رات میں جھاڑو دیں۔

❻ بعض کا عقیدہ ہے کہ جس عورت کا دودھ ختم ہو گیا وہ اگر کسی پرانے کنویں میں تھوڑی دیر سر ڈال کر جھانکے اور اپنے پاؤں اس کنویں میں لٹکائے اور اس کنویں کا تھوڑا سا پانی پیے تو اس کا دودھ جاری ہو جائے گا۔

❼ جس عورت کے ہاں نومولود بچہ پیدا ہو تو وہ ایسی عورت کو جسے حمل نہیں ٹھہرتا اپنے پاس سے کچھ کھانا کپڑا دے وہ حاملہ ہو جائے گی۔ اگر سال دو سال میں حمل نہیں ٹھہرا تو جس عورت نے اسے کھانا کپڑا دیا تھا اسی سے دوبارہ کپڑا لے وہ فوراً حاملہ ہو جائے گی۔

❽ زمانہ حمل میں عورت نے اگر کوئی بوجھل چیز اٹھائی جس کے سبب وہ اپنے پیٹ میں کچھ درد محسوس کرنے لگی تو وہ صالح آدمی کے پاس جائے اور وہ آدمی اس کے پیٹ پر کچھ منتر پڑھے تو وہ فوری طور پر ہر دکھ سے نجات پا جائے گی۔

مذکورہ بالا سوالات کے جوابات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاهُ.

پہلے سوال کا جواب

اس سوال میں قبر تک میت کو لے جاتے وقت جن چیزوں کے کئے جانے کا ذکر ہے یعنی طبلوں کا بجانا، مٹھائیوں کی تقسیم، میت کے گھر والوں کے بالوں کو مونڈنا، یہ ساری باتیں بدعات و ضلالت اور اہل شرک و اہل ضلال کی عادات میں سے ہیں۔ ان کے ثبوت میں کتاب و سنت و

اجماع کی کوئی اصل نہیں اور نہ کسی عالم کا قول ہے جس سے استدلال کیا جا سکے ان جیسی بدعات کے موضوع پر پہلے کلام ہو چکا ہے اس لئے طول جواب کی حاجت نہیں۔

دوسرے سوال کا جواب

اس سوال کا حاصل یہ ہے کہ میت کے سبب بارش رک جاتی ہے اور اس کے سبب بارش ہونے لگتی ہے، حالانکہ یہ وہ شرک اکبر ہے جس کے مرتکب کو توبہ کئے بغیر اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا نفع وضرر پہنچانے اور کسی چیز کو روکنے کی قدرت نہیں رکھتا اگر سارے انسان و جنات مل کر بارش کا ایک قطرہ بھی روکنا چاہیں تو ان کے لئے ممکن نہیں۔ اگر یہ سب تھوڑی سی بارش بھی کرنی چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اسلام سے پہلے دور کے جہلا اس طرح کا عقیدہ رکھتے ہوں گے۔ یہ عقیدہ بہت بڑی جہالت اور خوفناک ضلالت کی نمائندگی کرتا ہے اور با آواز بلند اعلان کرتا ہے کہ اس کا معتقد عقل سے عاری و خالی ہے چہ جائیکہ وہ دائرۂ اسلام و ایمان میں موجود ہو۔

چوپایہ جانور بھی ایسا نہیں سمجھتے، لیکن شرک آدمی کو پست ترین درجہ میں گرا دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ بے زبان جانور سے بھی بری درگت کو پہنچ جاتا ہے۔

توحید کے ثابت اور شرک کے باطل ہونے پر اتنی زیادہ دلیلیں ہیں جن کو مشرک رد نہیں کر سکتے۔ ان میں بہت سی دلیلیں ہماری اس کتاب میں گذر چکی ہیں، انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کے جاہل کو یہ فرمان الٰہی سمجھ لینا کافی ہوگا:

اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ. [یونس، آیۃ: ۱۰۷]	اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو اس کا دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں اور اگر وہ کوئی بھلائی تم کو پہنچانے کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو رد کرنے والا کوئی نہیں۔

''شرک اکبر'' کی طرح اس معیوب عقیدہ میں یہ خرابی بھی پائی جاتی ہے کہ قبر سے نکالنے کے سبب میت کی بے حرمتی ہوتی ہے اور اس سے اسلام کی حرمت پامال ہوتی ہے اور ایسا کرنے والوں اور میت کے اقربا کے درمیان عداوت و دشمنی بھڑک اٹھتی ہے جس کے نتائج ناپسندیدہ

ہوتے ہیں اور انجام اچھا نہیں ہوتا یہ معلوم ہے کہ لوگوں کے درمیان عداوت و کدورت کس طرح باہمی تفرقہ اور نزاع پیدا کرتی ہے۔ اس سے اتحاد کا شیرازہ منتشر ہو جاتا ہے اور تفرقہ و نزاع پیدا ہوتا ہے نیز دوسری کتنی خرابیاں رونما ہوتی ہیں جو اہل عقل و دانش پر پوشیدہ نہیں۔

تیسرے سوال کا جواب

اس سوال میں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ میت کو غسل دینے کی جگہ تین دن تک چراغ جلانا دوسرے یہ کہ مالداروں کی قبروں کا پختہ بنوانا۔ پہلی بات کا جواب ''بدعات جنازہ'' کے تذکرہ میں اور دوسری کا جواب ہندوستانی سوالات کے جوابات میں آ چکا ہے۔

چوتھے سوال کا جواب

سنیچر کی رات یا دن میں اہل میت کی تعزیت کو اجنبی لوگوں کے لئے مکروہ قرار دینا ایسا عقیدہ و عمل ہے جس پر اہل عقل کی بات جانے دیجئے مجنون اور دیوانہ لوگوں کو بھی ہنسی آ جائے گی۔ شاید یہ بدعت یہود اور غالی روافض کی تاثیر سے رواج پذیر ہوئی ہے۔

پانچویں سوال کا جواب

کسی قسم کے پرندوں کو دیکھ کر یہ سمجھنا کہ مسافر عن قریب واپس لوٹے گا یا دوشنبہ کو لوگوں کا کپڑے نہ دھونا اور گھروں میں جھاڑو نہ دینا ایسی جہالت کی باتیں ہیں جن کو بولنا بھی صاحب عقل گوارا نہ کرے گا۔ اس کا عقیدہ رکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا تو دور کی بات ہے۔

چھٹے سوال کا جواب

چھٹے سوال میں لکھی ہوئی باتیں حماقت، ضلالت، کم عقلی، کمزوریٔ ایمان، قلت علم اور کثرت جہالت اقسام میں سے ہیں۔ کیونکہ علم کی قلت اور جہالت کی کثرت و اشاعت انسان کو چوپایہ جانور کی طرح بنا دیتی ہے پھر وہ کسی بھی معاملہ کو سمجھ نہیں پاتا اور نہ وہ یہ جان پاتا ہے کہ اس کے دین میں کون سی چیز واجب ہے اور کون سی غیر واجب ہے اور کس چیز کا عقیدہ رکھنا چاہیے اور کس کا نہیں؟ جہاں میں ایسی عجیب و غریب بدعات حیرت انگیز عادات پائی جاتی ہیں جن کا تصور کوئی عقل مند آدمی نہیں کر سکتا۔

ان باتوں میں سے ایک کا ذکر میرے بعض عمانی بھائیوں نے کیا کہ زنجبار کے اطراف و جوانب میں بعض افریقی جنگلات میں کچھ مادرزاد برہنہ لوگ ملے جو ستر پوشی کے لئے کیلے کے پتوں کا استعمال کرتے ہیں اور کچھ لوگوں نے ایک درخت کے تنے سے ایک آدمی کو باندھ رکھا ہے اور وہ لوگ اس بندھے ہوئے آدمی کو مار بھی رہے تھے۔ جب ان سے مارنے کا سبب پوچھا گیا تو بتلایا کہ ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ جب قحط پڑتا ہے تو ہم اپنے امیر و سردار کو درخت پر باندھ کر مارتے ہیں اور اس وقت تک مارتے رہتے ہیں جب تک کہ بارش نہ ہو۔

اسی طرح بہت سے جاہلوں نے مجھے بتلایا کہ جس آدمی کی ایک یا دو بیویاں مرجائیں اور وہ کسی عورت سے شادی کرلے تو وہ اس عورت کو کسی درخت پر باندھ دیتے ہیں تاکہ ساری نحوست درخت پر نازل ہو اور عورت اس نحوست سے محفوظ رہے۔

کچھ عوام میں یہ حماقت پائی جاتی ہے کہ اس کا بچہ اگر لاغر و کمزور ہے تو سمجھتے ہیں کہ جنات اس بچے کو بدل کرلے گئے ہیں۔ چنانچہ وہ بچے کو ایک کٹھری میں باندھتے ہیں اور دوسری کٹھری میں نمک اور دونوں کو رات میں کچھ مقررہ مدت تک کے لئے کسی قبرستان میں رکھ دیتے ہیں۔ پھر بچے کو وہاں سے واپس اٹھا لاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جنات نے ان کے اصلی بیٹے کو واپس کردیا اور اپنے بچے کو لے گئے۔

الغرض اس طرح کے عوام پر جہالت مسلط ہے اور انسان نما ان جانوروں کی عقلوں سے شیطان کھیل تماشا کررہا ہے۔

ساتویں اور آٹھویں سوالات کے جوابات

یہ دونوں سوالات بھی سابقہ سوالوں کی طرح ہیں ان میں درج شدہ باتوں کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے یہ صرف جہالت اور جہال کی تقلید کی باتیں ہیں۔

یہ چیزیں ماحول اور باپ دادا کے رواج و رسم کی دین اور میراث ہیں، یہ ساری باتیں شیطان کی وحی کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہیں تاکہ لوگوں کے عقائد بگاڑے جائیں اور عقائد صحیحہ کو مٹا کر عقائد فاسدہ پیدا کئے جائیں کیونکہ مشرک اور بدعتی دونوں کے دونوں شیطان کے لئے آسانی سواری بن جاتے ہیں۔ شیطان جس طرح چاہتا ہے ان کے ساتھ کھیل تماشے کرتا ہے۔ بدعتی و

مشرک کے پاس صحیح ایمان اور کامل توحید کو محفوظ رکھنے کا کوئی سامان نہیں ورنہ اسے یقینی طور پر علم ہو سکتا ہے کہ کائنات میں تصرف کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ رکھتا ہے۔ وہی زندگی و موت دیتا ہے اور روزی، ضرر اور نفع وغیرہ وہی پہنچاتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ دے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَمَّنۡ یَّمۡلِکُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَمَنۡ یُّخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَیُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَمَنۡ یُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ اللّٰہُ فَقُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ○

کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟ اور کون زندہ سے مردہ جاندار کو نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے؟ معاملات کو کون انجام دیتا ہے؟ عن قریب لوگ کہیں گے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کرتا ہے ۔ تو آپ کہہ دیجئے کہ پھر بھی تم لوگ نہیں ڈرتے۔ [یونس، آیۃ: ۳۱]

افسوس! کتنے تعجب کی بات ہے کہ توحید پرست آدمی جب عالم اسلام میں پھیلی ہوئی جہالت وضلالت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی باتیں دیکھتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ گویا طوفان نوح آیا ہوا ہے جس میں اکثر لوگ غرقاب ہو گئے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ اس زمانے کا یہ امتیاز ہے کہ مسلمانوں کے یہاں کفری اصول وقوانین اور گمراہ طور طریقے مثلاً اشتراکیت، کمیونزم، بعثیت، قادیانیت، بہائیت اور اس طرح کے دوسرے مذاہب وفرقے رائج ہیں جو تمام مذاہب خصوصاً اسلام کا خاتمہ کرنے کے لئے حقیقت میں قائم کئے گئے ہیں۔

((اَللّٰھُمَّ اھۡدِنَا فِیۡمَنۡ ھَدَیۡتَ وَعَافِنَا فِیۡمَنۡ عَافَیۡتَ وَاھۡدِ عِبَادَکَ اِلَی الصِّرَاطِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ وَوَفِّقۡ عُلَمَاءَ الدِّیۡنِ لِخِدۡمَةِ الدِّیۡنِ الۡقَوِیۡمِ۔))

''اے اللہ! ہم کو ان لوگوں میں ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت دی اور ہمیں عافیت دے ان لوگوں میں جن کو تو نے عافیت دی ہے۔ اور اپنے بندوں کو راہ مستقیم کی طرف رہنمائی فرما اور علمائے دین کو دین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق ارزانی عطا فرما۔''

اس کتاب کا حصہ اول اللہ تعالیٰ کی مدد وتوفیق سے ختم ہوا اس کے بعد دوسرا حصہ آ رہا ہے، جس کا آغاز بدعاتِ عبادات سے ہوتا ہے۔

قسم ثانی

بدعاتِ عبادات

فصل

میں اس کتاب کی پہلی قسم میں بہت سے عقائد بدعیہ کا تذکرہ کر چکا ہوں اب ہم عبادات بدعیہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ اگر چہ عبادات بھی اس بات سے خالی نہیں کہ ان کے واجب یا مستحب ہونے کا عقیدہ رکھا جائے۔ چنانچہ ہم بتوفیق الٰہی اپنی گفتگو شروع کر رہے ہیں۔

بدعاتِ وضو

وضو کے شروع میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھنا مسنون ہے اور وضو کے آخر میں وضو کرنے والے کو یہ پڑھنا سنت ہے:

« اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ـ »[1]

''میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

ترمذی کی روایت میں مندرجہ ذیل دعا کا اضافہ بھی ہے:

« اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ـ »[2]

''اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے اور طہارت اختیار کرنے والوں میں سے بنا دے۔''

ایک روایت میں مذکورہ بالا دعاؤں پر مندرجہ ذیل دعاؤں کا بھی اضافہ ہے:

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبة:ج۱/ص٤، الطهارة ـ مسند احمد: ج۱/ص۱۹ :سند عقبة بن عامر. طبرانی: ج۱/ص۱۸۱ ـ مسلم: ج۱/ص۲۱۰ کتاب الطهارة باب الذکر المستحب عقب الوضوء حدیث نمبر (۲۳٤)

[2] (جامع الترمذی: ج۱/ص۷۸)

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ))[1]

''اے اللہ! تو پاک ہے اور تیری حمد ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع اور توبہ کرتا ہوں۔''

مذکورہ بالا ثابت شدہ دعاؤں کے علاوہ وضو کے دوران جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں وہ ایجاد شدہ بدعت ہیں مثلاً لوگوں کا یہ پڑھنا: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَاءَ طَهُوْرًا وَالْاِسْلَامَ نُوْرًا] اور زبان سے وضو کی نیت کرتے ہوئے کہنا کہ نویت فرض الوضوء۔ اور وہ دعائیں جو ہر عضو کو دھوتے وقت میں پڑھی جاتی ہیں۔ یا وضو کے بعد سورۃ ''انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر'' اور سورہ ''الم نشرح'' وغیرہ پڑھنا۔ (یہ سب بدعت ہیں)۔

اسی طرح مسواک کے وقت اذکار اور ان میں سے کسی کی کوئی اصل نہیں اور نہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں۔

وضو اور مسواک کے وقت وارد شدہ بعض دعاؤں اور تسمیہ کے سلسلے میں احادیث باطلہ

آپ کے سامنے ہم اس وقت بعض ایسی احادیث باطلہ کا ذکر کر رہے ہیں جو وضو، مسواک اور تسمیہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کہنے کے سلسلے میں بطور اذکار وارد ہوئی ہیں۔ یہ احادیث باطل ہیں اور ان میں صحت کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے۔ یہ احادیث باطلہ ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

① ((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةُ اِذَا تَوَضَّاْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاِنَّ حَفَظَتَكَ لَا تَسْتَرِيْحُ تَكْتُبُ لَكَ الْحَسَنَاتِ حَتّٰى تَحْدِثَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوْءِ۔))[2]

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ جب تم وضو کا ارادہ کرو تو ''بسم اللہ والحمد للہ'' پڑھ لیا کرو، ایسا کرنے سے کراماً کاتبین فرشتے تمہاری نیکیاں اس وقت تک

---

[1] (رواہ النسائی عن ابی سعید الخدری) الترمذی ج ۵/ ص ۴۹۴ کتاب الدعوات، باب مایقول إذا قام من المجلس

[2] (ھذا حدیث منکر) تذکرہ الموضوعات ص ۳۱ محمد بن طاھر الفتنی۔

لکھتے رہیں گے جب تک کہ تمہارا وضو نہ ٹوٹ جائے۔"

(یہ حدیث منکر ہے)

② "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَنَسُ اُدْنُ مِنِّیْ اُعَلِّمْکَ مَقَادِیْرَ الْوَضُوْءِ فَدَنَوْتُ فَلَمَّا غَسَلَ یَدَیْہِ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ فَلَمَّا اسْتَنْجٰی قَالَ اَللّٰھُمَّ حَصِّنْ فَرْجِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ فَلَمَّا تَوَضَّا وَاسْتَنْشَقَ قَالَ اَللّٰھُمَّ لَقِّنِیْ حُجَّتِیْ وَلَا تَحْرِمْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃَ ." [1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے قریب آؤ، میں تم کو آداب وضو بتلاؤں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں قریب گیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے وقت کہا "بسم اللہ والحمدللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ" پھر استنجا کرنے کے بعد "اللھم حصن فرجی و یسرلی امری" کہا اور وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈالا تو "اللھم لقنی حجتی ولا تحرمنی رائحۃ الجنۃ" کہا۔

③ "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَتَوَضَّؤُا فِی الْکَنِیْفِ" [2]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پاخانہ میں وضو مت کرو۔"

(یہ حدیث موضوع ہے)

④ "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اسْتَاکَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ مِسْوَاکِیْ رِضَاکَ عَنِّیْ ." [3]

(یہ حدیث موضوع ہے)

"رسول اللہ ﷺ جب مسواک کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے کہ اے اللہ! میری اس مسواک کو اپنی رضامندی کا ذریعہ بنا۔"

⑤ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ بسواک خیر من سبعین

---

[1] تذکرۃ الموضوعات، ص ۳۱، طاھر بن علی الفتنی م ۹۸۶ ھ

[2] تذکرۃ الموضوعات ص۳۲: کشف الخفاء: ج ۲ / ص ۴۸۶، حدیث نمبر ۲۹۸۹.

[3] تذکرۃ الموضوعات، ص ۳۲، کشف الخفاء، ج ۲ / ص ۴۸۶.

صلوة بغير سواك .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسواک کر کے پڑھی ہوئی نماز بغیر مسواک والی نماز سے ستر گناہ زیادہ اچھی ہے۔''

ابن معین نے بیان کیا یہ حدیث باطل ہے۔

⑥ ((قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الوضوء على الوضوء نور .)) ❷

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کی موجودگی میں وضو کرنا نور علی نور (نور ہی نور) ہے۔''

عراقی نے بیان کیا کہ اس حدیث کو میں نے نہیں پایا۔

مذکورہ بالا روایات میں سے تمام کی تمام باطل و غیر ثابت ہیں۔

اذان کے سلسلے میں ایجاد شدہ بدعات کا تذکرہ

بہت سے ممالک میں ایجاد شدہ بدعات میں سے ایک بدعت یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان سے پیشتر اور شب جمعہ میں عشا اور فجر کی اذان سے قبل ''تذکیر'' کے نام سے موسوم کچھ دعائیں، مناجات اور اذکار پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ عبدالرحیم البرعی کا قصیدہ ''یا زائر قبر الحبيب محمد'' الخ پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ اذان سے پہلے مکرر سہ کرر ''سبحان الله والحمدلله ولا اله الا الله'' پڑھتے ہیں۔ ایسا کرنے والوں کی تردید میں شیخ احمد بن مشرف ؒ نے ایک منظوم قصیدہ کہا ہے:

وقد حذر المختار من كل بدعة
وقام بهذا فوق المنابر يخطب

''رسول اللہ ﷺ نے ہر بدعت سے متنبہ کیا ہے اور یہ تنبیہ آپ نے منبروں پر خطبہ دیتے ہوئے فرمائی ہے۔''

فقال عليكم باتباعي وسنتي
فعضوا عليها بالنواجذ وارغبوا

❶ المقاصد الحسنة ص ۲۶۳۔ حديث نمبر ۶۲۵) كشف الخفاء ج ۲/ ص ۳۳/ حديث نمبر (۱۶۰۴) تذكرة الموضوعات ص ۳۱۔

❷ تذكرة الموضوعات ص ۳۱

"آپ نے فرمایا تم پر میری سنت کی اتباع لازم ہے، لہٰذا تم میری سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اس سے رغبت رکھو۔"

وایاکم والابتداع فانه
ضلال وفی نار الجحیم یکبکب

"اور تم ایجاد بدعت سے بچتے رہو کیونکہ یہ گمراہی ہے، جو آدمی کو آتش دوزخ میں اوندھے منہ گرا دیتی ہے۔"

فدوموا علی منهاج سنة احمد
لکی تردوا حوض الرسول وتشربوا

"تم جناب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ہمیشہ گامزن رہو، تاکہ حوض کوثر پر جا کر آب کوثر پی سکو۔"

وکم حدثت بعد الرسول حوادث
یکادلها نور الشریعة یسلب

"وفات نبوی کے بعد کتنے حوادث آئے جو شریعت کے نور کو بجھا دینا چاہتے ہیں۔"

وکم بدعة شنعاء وان بها الوری
وکم سنة مهجورة تتجنب

"اور کتنی بدعات شنیعہ کو لوگوں نے دین قرار دے لیا ہے اور کتنی سنتیں متروک ہیں۔ ان پر عمل نہیں ہوتا۔"

فسل فاعل التذکیر عند اذانه
اهذا هدی ام انت بالدین تلعب

"اذان سے پہلے بدعت تذکیر کرنے والے سے پوچھو، کہ کیا یہی ہدایت کا کام ہے، یا تم دین کے ساتھ کھیل رہے ہو؟"

وهل سن هذا المصطفیٰ فی زمانه
او الخلفاء او بعض من کان یصحب

"کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اس کو سنت قرار دیا ہے یا خلفائے

راشدین یا کسی صحابی نے یا کام کیا ہے؟''

وهل سنه من كان للصحب تابعا
اذا قام للتاذين يوما يثوب

''کیا کسی تابعی نے اذان سے پہلے اس کام کو سنت قرار دیا ہے۔''

وهل قاله النعمان اوقال مالك
به اورواه الشافعي واشيب

''کیا اس کام کو امام ابوحنیفہ یا امام مالک نے بتایا ہے یا امام شافعی اور اشیب نے اسے بیان کیا ہے۔''

وهل قاله سفيان اوكان احمد
اليه اذا نادى المنادي يذهب

''کیا اسے سفیان ثوری نے کہا ہے یا امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے کہ اذان سے قبل یہ کام کیا جائے؟''

اقيموا لنا فيه الدليل فاننا
نميل الى الانصاف والحق نطلب

''اس سلسلے میں تم ہمارے سامنے دلیل لاؤ کیونکہ ہم انصاف کی طرف میلان رکھتے اور حق کے طالب ہیں۔''

فخير الامور السالفات على الهدىٰ
وشر الامور المحدثات فجنبوا

''چنانچہ سب سے بہتر امور اسلاف کے کئے ہوئے کام ہیں جو ہدایت کے مطابق ہیں اور بدترین امور بدعات (جو تباہی کا باعث ہیں) لہٰذا ان سے اجتناب کرو۔''

وما العلم الا من كتاب وسنة
وغير هما جهل صريح مركب

''علم صرف کتاب وسنت کی باتیں ہیں، ان کے علاوہ دوسری باتیں صریح طور پر جہل مرکب ہیں۔''

بعض لوگ اذان کے بعد زور سے: اَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَحَبِيْبَنَا مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ بھی کہا کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں صرف یہ وارد ہے کہ آہستہ سے درود پڑھا جائے اور پھر یہ دعا پڑھی جائے کہ اللهم رب هذه الدعوة التامة الخ اذان گاہوں کے اوپر زور سے مذکورہ بالا کلمات کا کہنا بہرحال بدعت ہے۔

یہ تعجب کی بات ہے کہ علم کی طرف منسوب ہو جانے والے بعض لوگ اس بدعت کو "بدعت حسنہ" کہتے ہیں اور اس بدعت پر نکیر کرنے والوں ہی پر نکیر کرتے ہیں۔

اذان کے کلمہ "اشهد ان محمدا رسول الله" سننے والوں کا ہاتھ کے انگوٹھوں کا چومنا اور اس خیال سے انہیں آنکھوں پر رکھنا کہ ایسا کرنے سے آنکھیں آشوب زدہ نہیں ہوں گی نیز اذان کے بعد آیت الکرسی پڑھنا بدعت ہے۔ اذان کو کھینچ کر یا راگنی کے ساتھ کہنا بدعت ہے۔ پوری ایک جماعت کا ہم آواز ہو کر بیک وقت اذان دینا بدعت ہے۔ فجر سے پہلے اذان گاہوں پر کھڑے ہو کر "یا رب عفوًا بجاه المصطفیٰ کرمًا" کہنا بدعت اور وسیلۂ جاہلیت ہے۔

اسی طرح اذان کے وقت تسبیح خوانی، تلاوت اور اشعار پڑھنا دین میں بدعت ہیں۔ نیز یہ کام سنت نبویہ میں تبدیلی کا باعث ہے۔ طلوع فجر سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو اذان دیا کرتے تھے جس کے بعد سے لے کر ابن ام مکتوم تک روزہ دار کو کھانے پینے کی اجازت تھی وہ عام اذان کی طرح ہوتی تھی البتہ اس میں " الصلوة خير من النوم " نہیں کہا جاتا تھا۔ (صحیح بخاری)

ہم نے اپنی کتاب "مضار الابتداع" میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے فتاوٰی کبریٰ اور دیار مصر کے مفتی شیخ محمد عبدہ کے حوالہ سے جو کچھ لکھا ہے اسے ہم یہاں بھی پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

"علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتاوٰی کبریٰ میں کہا کہ ہمارے اساتذہ اور دوسرے اہل علم سے اذان کے بعد اس کیفیت والے صلوٰۃ وسلام کے بارے میں پوچھا گیا جس کو مؤذن لوگ کیا کرتے ہیں تو سب نے یہ فتوٰی دیا کہ اس طرح کے صلوٰۃ وسلام بدعت ہیں۔ جبکہ اصل درود وسلام سنت ہے اور امام شعرانی نے اپنے استاذ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ جو سلام مؤذن لوگ پڑھا کرتے ہیں وہ زمانۂ نبوی اور خلفائے راشدین میں سے نہیں تھا اس کا رواج مصر کی رافضی حکومت کے زمانہ میں ہوا ہے۔ (السنن والمبتدعات)

ہمارے استاذ شیخ امام محمد عبدہ مفتی مصر سے چند سوالات کیے گئے تھے جن میں مغرب کے

علاوہ پنجگانہ نمازوں کی اذان کے بعد شہرت پذیر صلوٰۃ وسلام کے متعلق بھی سوال کیا گیا تھا تو موصوف مفتی صاحب نے یہ جواب دیا کہ فتاوٰی ثانیہ میں مذکور ہے کہ غیر فریضہ نمازوں کے لئے اذان مشروع نہیں اور اذان کے کلمات پندرہ ہیں جس کے آخر میں ''لا الہ الا اللہ'' ہے اس کے پہلے اور بعد میں جو کلمات کہے جاتے ہیں سب نوایجاد بدعت ہیں۔

یہ بدعت صرف راگنی کے لئے ایجاد کی گئی ہے، اس راگنی کے جواز کا کوئی قائل نہیں جو آدمی اس قسم کی بدعات میں سے کسی بدعت کو حسنہ کہے اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ عبادات میں ایجاد شدہ ہر بدعت بری اور خراب چیز ہے جو اس بدعت کو راگنی نہ کہتا ہو وہ جھوٹا ہے۔

نماز کی بدعات

یہاں ان بدعات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو تکبیر تحریمہ سے پہلے، نماز کے درمیان اور ختم ہونے کے بعد ہوا کرتی ہیں۔

نفلی نمازوں کی نیت کے وقت لوگ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کے ساتھ یہ کہتے ہیں:

((نَوَيْتُ أُصَلِّيْ كَذَا))

''میں اس طرح کی نماز پڑھنے کی نیت کر رہا ہوں۔''

یہ طریق عمل جہالت اور بدعت ہے، اسی طرح فرض عشا کے بعد والی دو رکعت میں سنت پڑھتے وقت لوگ جو یہ کہتے ہیں:

((الشفاعة يا رسول الله))

''یا رسول اللہ ہمارے لئے آپ سفارش کر دیجئے۔''

اور بوقت وتر لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ سبحان الواحد الاحد یہ سب جہالت اور بدعت ہے۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ:

((اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ وُقُوْفَنَا بَيْنَ يَدَيْكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْعَرْضِ عَلَيْكَ۔))

''اے اللہ! اپنے سامنے تو ہمارا قیام اچھا بنا اور حساب کتاب کے دن ہم کو تو رسوا مت کر۔''

یہ بھی بدعت ہے اور لوگوں کا بوقت نیت نماز یہ کہنا کہ ''نیت کرتا ہوں میں اس نماز کی قبلہ کی

طرف منہ کر کے، پڑھوں گا میں چار رکعت، امام یا مقتدی کے حیثیت سے، یہ میری نماز ادا ہے یا قضا، فلاں وقت کی فرض نماز ہے یا کہ سنت۔ یہ ساری کی ساری باتیں ضلالت و بدعت ہیں اور ہر ضلالت جہنم میں لے جانے والی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَا تَّقُوْا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ . [البقرہ۲: ۲۴]

لہٰذا تم لوگ جہنم کی آگ سے بچو، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

مروجہ الفاظ کے ساتھ زبان سے نیت کرنی بدعت ہے اور بوقت نماز یہ کہنا کہ ''میں اللہ پر توکل رکھتا اور نماز پڑھتا ہوں۔'' بدعت ہے، مقتدی کا زور سے اور تشویش پیدا کرتے ہوئے تکبیر تحریمہ باندھنا بدعت ہے۔ تکبیر تحریمہ کو کھینچ کر ادا کرنا جیسا کہ متاخرین میں سے بعض شارحین کتب فقہ یا حاشیہ نگار لوگوں نے کہا ہے بدعت ہے۔ اس طرح کے متاخرین کی بات نا قابل اعتماد ہے۔

''اللہ اکبر'' کو بارہ حرکات تک کھینچنا اور اس وقت نماز کے تمام فرائض و سنن و مستحبات وغیرہ کا مستحضر رکھنا بدعت اور جھوٹا قول ہے یہ گمراہی اور ضلالت آفرینی اور بہتان و فریب ہے۔

امام جس وقت ''ولا الضالین'' کہے اس وقت یہ

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ ۔))

''اے اللہ! مجھے اور میرے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔'' کہنا بدعت ہے۔

بعض حاشیوں میں جو یہ کہا گیا ہے کہ فجر و مغرب کی دو رکعت سنتوں ''الم نشرح'' ''والم ترکیف'' ہمیشہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ بواسیر کی بیماری ختم کر دیتا ہے یا یہ کہ آدمی جس دن ان دونوں سورتوں کو ان نمازوں میں پڑھتا ہے اس دن اسے آشوب چشم نہیں ہو سکتا یا کوئی دکھ درد نہیں پہنچ سکتا۔ یہ سب باطل و خود ساختہ باتیں ہیں ان کی کوئی حقیقت و اصلیت نہیں۔

ان حاشیہ نگاروں کی طرف سے یہ بات لکھ کر اس سنت نبویہ پر عمل کرنے سے روکا گیا ہے جو عین اللہ کی راہ ہے اور اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔

یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر و مغرب کی سنتوں میں پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ''قولوا امنا بااللہ وما انزل الینا'' پوری آیت اور دوسری رکعت میں ''قل یا اھل الکتب تعالوا الی کلمته'' پوری آیت تلاوت فرماتے تھے۔

نیز ان سنتوں میں آپ ﷺ کا ''قل یا ایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد'' پڑھنا

بھی ثابت ہے۔

سورت کی تلاوت سے امام کے فارغ ہونے کے بعد مقتدیوں کا صدق اللہ العظیم کہنا بدعت ہے اور یہ چیز نماز کے اندر ایسی بات داخل کرنے کے ہم معنی ہے جو نماز میں داخل نہیں، بلکہ نماز کے علاوہ بھی تلاوت قرآن کے بعد قول مذکور کا کہنا بدعت ہے پھر نماز کے اندر یہ کیسے بدعت نہ ہوگا؟

سجدہ کی حالت میں پیشانیوں کو زمین پر رگڑنا جہالت و بدعت ہے۔ نماز میں تشہد کے بعد درود پڑھتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ سیدنا کا لفظ کہنا بے اصل ہے یہ بات نبی کریم ﷺ سے منقول ہے نہ صحابہ کرامؓ و تابعین سے۔

اس سلسلے میں صرف ایک حدیث یہ منقول ہے :

((لَا تُسَیِّدُوْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔)) [1]

''نماز میں تم لوگ مجھ کو (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو سیدنا مت کہو۔''

اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو ہمارے موقف پر دلیل بنتی لیکن باعتبار سند یہ حدیث بے اصل ہے اور یہ حدیث غلط ہے۔ صحیح لفظ اس حدیث کا جو مروی ہے وہ ''لَا تُسَوِّدُوْنِیْ '' ہے۔ اگر نماز کے درود میں ''سیدنا'' کہنا مستحب ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر مخفی نہ ہوتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان باتوں کو سب سے زیادہ جانتے تھے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہوں۔

علمائے اصول کا اس میں اختلاف ہے کہ ادب ملحوظ رکھنا زیادہ بہتر ہے یا تعمیل حکم؟ آخرالذکر بات یعنی تعمیل حکم راجح ہے، بلکہ یہی ادب بھی ہے۔

دائیں طرف سلام پھیرتے وقت ''اسئالک الفوز بالجنۃ '' اور بائیں طرف سلام پھیرتے وقت ''اعوذ بک من النار '' کہنا بدعت ہے اور سلام پھیرتے وقت دائیں بائیں ہاتھوں سے اشارے کرنا بھی بدعت ہے۔

ایسا کرنے والوں پر رسول اللہ ﷺ نے نکیر فرمائی تھی اور کہا تھا کہ گویا یہ ہاتھ بدکے ہوئے گھوڑے کی دم ہیں۔ (رواہ النسائی وغیرہ)

---

[1] الاسرار الموفوعة فی الاخبار الموضوعة ص ۳۸۱ / ملا علی قاری

دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے وقت جو کلمہ ثابت ہے وہ "السلام علیکم ورحمت اللہ" ہے۔ سلام کے وقت آپ ﷺ اپنا چہرہ مبارک اتنا موڑتے تھے کہ رخسار مبارک کی چمک نظر آتی تھی۔ (رواہ الخمسۃ وابوداؤد وابن ماجہ)

ابوداؤد وابن ماجہ اور ابن حبان کی روایت میں اس سلام کے ساتھ "وبرکاتہ" کے لفظ کا اضافہ بھی ہے۔ (ملخص از کتاب السنن و المبتدعات)

سلام کے بعد کی بدعات

سلام کے بعد پوری جماعت کا ایک آواز میں استغفار کہنا بدعت ہے۔ سنت یہ ہے کہ ہر آدمی آہستہ سے اپنے جی میں تین بار "استغفر اللہ" کہے۔ استغفار کے بعد پوری جماعت کا "یا ارحم الراحمین ارحمنا" کہنا بدعت ہے۔ فرض وسنت کے درمیان فصل کے بغیر فرض نماز کے فوراً بعد اسی جگہ پر سنت پڑھنا ممنوع ہے۔

صحیح مسلم میں یہ حدیث مروی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز فوراً املا کر نہ پڑھو، دونوں کے درمیان یا تو کوئی بات چیت کر کے فصل کرلو یا اس جگہ سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھو۔"

ممانعت کا ظاہری معنی حرام ہوا کرتا ہے...... نماز فجر کے بعد شرف نبوی میں اضافہ کے خیال سے فاتحہ پڑھنا، اسی طرح ظہر، عصر، مغرب وعشا کے بعد حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے لئے فاتحہ پڑھنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ ایسا کرنے والے کے مرنے پر غسل کے وقت یا منکر نکیر کے سوال کے وقت یہ حضرات میت کے پاس موجود رہیں گے گناہ کی بات اور جھوٹ ہے اور یہ ایسا مسئلہ و دستور ہے جسے دھوکے باز شیطان نے ایجاد کیا ہے۔

کتابوں میں اس حماقت کو لکھنا بہت خراب، کڑوی، بری اور ضرر رساں چیز ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سلام پھیرنے کے بعد سر کے اوپر داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو پھیلا کر گھمانا اور پھیرنا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ چیزیں پڑھنا جن کا رواج ہے بدعت قبیحہ ہے نماز کے بعد ہاتھوں کی انگلیوں کے سروں کو باہم ملا کر آنکھوں پر رکھنا اور اس کے ساتھ ایسی دعاؤں کا پڑھنا جن کے پڑھنے کا رواج ہے شرمناک وخراب قسم کی بدعت ہے۔

سلام کے بعد انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومنا اور انہیں آنکھوں پر ملنا بہت بڑی غفلت اور خطرناک جہالت ہے۔ ایسی باتوں کو چھوڑنا ہی سنت ہے کیونکہ ان کے مسنون ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

مغرب وفجر میں سلام کے بعد فوراً سورہ آل عمران کی ابتدائی تین آیتوں کو پڑھنے کی کوئی اصلیت ہم کو کتب حدیث میں معلوم نہیں ہوسکی۔ اس طرح مغرب وفجر میں سلام کے بعد ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے اوپر درود بھیجنا اور آپ پر نماز والا درود مسنون چھوڑ دینا اور یہ خیال رکھنا کہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ آخرت کی ستر اور دنیا کی تیس حاجات پوری کرتا ہے قطعی طور پر اختراعی بات ہے جس پر کوئی علمی دلیل نہیں۔ اس بات کو شیخ اجھوری نے منظوم کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ومن یصلی بعد ما صلی الغداہ

ومغرباً علی من اللہ اجتباہ

جو شخص نماز فجر اور مغرب پڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے۔''

قبل کلام مائۃ ینالہ

بقدرھا قضاء حاجات لہ

''بات چیت سے قبل سو مرتبہ درود تو اللہ تعالیٰ اسی تعداد میں اس کی حاجات پوری کرے گا۔''

سبعون فی الاخری لہ تدخر

وما بقی بدار دنیا یظفر

''ستر حاجات آخرت میں اس لئے پوری ہوں گی اور بقیہ تیس حاجات دنیا میں پوری کرے گا۔''

یقول اللھم صل مردفا

علیہ مع ترک سلام ذی وفا

''وہ اہل وفا کے سلام کو چھوڑ کر کہتا ہے کہ اے اللہ تو اس پر پے در پے درود بھیج۔''

مذکورہ بالا بات اہل بدعت کی خرافات سے ہے لہٰذا اس سے بچو۔ اور اس نور ہدایت کی پیروی کرو جو محمد ﷺ لے کر آئے ہیں۔ نمازوں کے بعد ''ختم کبیر'' اور ''ختم صغیر'' نامی ورد بدعت ہیں۔ ان کا کوئی نام ونشان حدیث کی مشہور آٹھوں کتابوں ''صحیح بخاری، مسلم ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، موطا، دارمی'' میں نہیں ہے نیز ان دونوں ختم کبیر وصغیر کے لئے لوگوں کا

اجتماع بھی بدعت ہے۔

نماز کے بعد جو اذکار اور دعائیں صحیح بخاری، مسلم، کتب سنن، کتاب الاذکار للنووی، الکلم الطیب والوابل الصیب، حصن حصین اور اس کی شرح تحفۃ الذاکرین للشوکانی کے "ابواب الذکر بعد الصلوٰت" میں منقول ہیں۔ وہ عبادت اور ریاضت میں محنت کرنے والوں کے لئے بہت کافی ہیں۔ لہٰذا نئے قسم کے دوسرے اذکار اور دعائیں ایجاد و اختراع کرنے کی کوئی حاجت نہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ. آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ [المائدہ، آیۃ: ۳]

نیز ارشاد نبوی ہے:

مَا تَرَكْتُ شَيْئًا يُقَرِّبُكُمْ اِلَى اللّٰهِ اِلَّا وَقَدْ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ. اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والی ہر چیز کا میں تم کو حکم دے چکا ہوں۔ [التوسل، ص ۱۲۰]

نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا، نماز فجر کے بعد سب کا جمع ہو کر سات بار "الھم اجرنی من النار" کہنا بدعت ہے۔ سنت یہ ہے کہ ہر آدمی نماز مغرب و فجر کے بعد کلام سے پہلے سات مرتبہ اپنے جی میں آہستہ سے تنہا تنہا پڑھے۔ حدیث میں ہے کہ ایسا کرنے سے آدمی کو جہنم سے نجات ملے گی۔ (احمد، ابوداود، نسائی، بسند صحیح)

"اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِىْ مِنَ النَّارِ" سات مرتبہ پڑھنے کے بعد "وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ بِفَضْلِكَ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ" کہنا جس کو صوفیا کے فرقۂ خلوتیہ نے ایجاد کر رکھا ہے بدعت ہے۔

اے اہل عقل! اللہ سے ڈرو اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پا سکو۔ بدعت سے بچو کیونکہ بدعت ضلالت ہے۔ اگر تم نماز کے بعد مسنون دعاؤں اور اذکار نیز مبتدعانہ دعاؤں اور اذکار کو زیادہ معلوم کرنا چاہتے ہو تو ہماری کتاب "الاذکار والدعوات المشروعۃ فی ادبار الصلوٰت" کی طرف مراجعت کرو۔

(ملحض از کتاب السنن و المبتدعات)

فصل

فرض نمازوں کے بعد کی وہ بدعات جو "السنن والمبتدعات" سے ماخوذ ہیں

پنجگانہ فرض نمازوں کے بعد لوگوں کی ایجاد کردہ بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد امام احادیث میں وارد شدہ بعض دعاؤں کو پڑھنا شروع کرتا ہے پھر وہ "آیۃ الکرسی" کی تلاوت کرتا ہے اس کے بعد فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتا ہے۔

فجر کے بعد امام ایک بار لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتا ہے اور مقتدی لوگ اس کے بعد اسی کلمہ کو دہراتے ہیں۔ یہ کام امام و مقتدی سو مرتبہ یا اس سے زائد بار دہراتے ہیں۔

ظہر و عصر کے بعد یہ کلمہ امام و مقتدی دونوں دس دس بار کہتے ہیں ایک آدمی قرآنی آیت:

اِنَّ اللّٰـهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ [الاحزاب، آیۃ: ۵۶]

پڑھتا ہے جس کے جواب میں امام و مقتدی سبھی لوگ مل کر سو سو بار درود پڑھتے ہیں۔ کچھ لوگ اس سے زیادہ اور کچھ لوگ کم پر اکتفا کرتے ہیں۔ کچھ لوگ عشا کے بعد بھی یہی کام کرتے ہیں۔ کچھ لوگ عصر کے بعد مذکورہ بالا اذکار کے ساتھ دس دس بار:

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ﴾

پڑھتے ہیں۔ پھر امام سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص تین تین بار پڑھتا ہے اور بعض لوگ گیارہ مرتبہ بھی پڑھتے ہیں۔ اور ان سب کا ثواب اپنے اور تمام حاضرین مجلس نیز اپنے طریق تصوف کے مرے ہوئے افراد اور بزرگوں کے نام بخش دیتے ہیں۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں اور ہر نماز کے لئے علیحدہ علیحدہ دعائیں مقرر ہیں جن کو امام پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے جاتے ہیں۔

جس آدمی کو علم کی تھوڑی سی بھی سوجھ بوجھ ہے وہ ان امور کے بدعت ہونے میں شک

نہیں کرسکتا۔

حدیث میں صرف یہ وارد ہے کہ ہر انسان امام ہو یا مقتدی اپنے اپنے طور پر علیحدہ علیحدہ دعائیں پڑھے۔ جو شخص بھی دعا کرنا چاہے اس کے لئے کوئی مانع نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں دعا کرنے کا حکم دے رکھا ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. [الغافر، آیة: ٦٠]
تم لوگ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔

دعا کرنے کی فضیلت میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔ مگر ہم کو مخصوص تعداد والی ان دعاؤں اور اذکار واوراد میں کلام ہے کہ امام دعائیں کرے اور مقتدی آمین کہیں اور پھر فاتحہ پڑھ کر ثواب مردوں کے نام بخشیں۔ یہ سب بدعت کی باتیں ہیں۔ مسلمان پر تمام امور خصوصاً عبادات میں طریق نبوی کی پیروی لازم ہے عبادات کی بنیادی تعلیم شریعت پر قائم ہے۔ رائے و قیاس سے کوئی عبادت ایجاد کرنی درست نہیں بلکہ بدعت ہے۔

عبادت کے دو ارکان ہیں۔ ان دونوں ارکان کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی عبادت قبول نہیں کرے گا۔

ایک اخلاص یعنی کہ ریا کاری وشہرت طلبی اور نام ونمود سے عبادت خالی و پاک ہو کیونکہ حکم الٰہی ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ [البینہ، آیة: ۵]
لوگوں کو صرف اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے دین کو خالص رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا○ [الکھف، آیة: ١١٠]
جو اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہو اسے عمل صالح کرنا چاہیے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیے۔

عبادت کا دوسرا رکن یہ ہے کہ وہ سنت مطہرہ کے مطابق ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۔ [الحشر، آیة :۷] رسول اللہ (ﷺ) تم کو جو حکم دیں اسے مانو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔

شیخ ابن رسلان کا اس سلسلے میں ایک شعر ہے:

ونية والقول ثم العمل
بغير وفق سنة لا تقبل

''جو قول وعمل اور نیت سنت نبویہ کے مطابق نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں ہے۔''

اس قسم کی بدعات کے سلسلے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حرانی نے ایک سوال کے جواب میں جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم آپ کے سامنے یہاں پیش کر رہے ہیں:

سوال: ہر باجماعت نماز کے بعد (امام ومقتدی کا جہر کے ساتھ) آیت الکرسی کا پڑھنا مستحب ہے یا نہیں؟ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا کام کرتے تھے؟ یا آپ ﷺ کون سی دعائیں پڑھا کرتے تھے؟

جواب: الحمد اللہ (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں) نماز ختم ہونے کے بعد آیت الکرسی کے متعلق ایک حدیث مروی ہے جو ضعیف ہے۔ اسی لئے قابل اعتماد کتب حدیث کے مصنفین میں سے کسی نے یہ حدیث اپنی کتاب میں نقل نہیں کی۔

ظاہر ہے کہ اس طرح کی ضعیف روایت سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہو سکتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے اصحاب وخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نماز کے بعد آیت الکرسی یا قرآن مجید کی کوئی دوسری آیت وسورت بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ لہٰذا امام ومقتدی لوگوں کا جہر کے ساتھ آیت الکرسی وغیرہ پڑھنا اور اس پر مداومت کرنا بلاشک وشبہ مکروہ بدعت ہے کیونکہ یہ اسلام کے اندر ایک شعار کی ایجاد ہے۔

یہ چیز اس درجہ کی بدعات میں سے ہے جن کو دوسروں نے ایجاد کر رکھا ہے کہ امام ومقتدی ہمیشہ نماز کے بعد زور سے سورۂ فاتحہ یا سورۂ بقرہ کی آخری آیات یا سورۂ حدید کی ابتدائی آیات یا سورۂ حشر کی آخری آیات پڑھتے ہیں یا پھر یہ کام اس درجہ کی بدعات میں سے ہے کہ فرض نماز کے بعد امام ومقتدی ہمیشہ اجتماعی طور پر دو رکعت نفل پڑھا کرتے ہیں۔

اس قسم کی چیزوں کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اگر امام اپنے جی میں

آہستہ سے آیت الکرسی پڑھے یا کوئی بھی مقتدی پڑھے تو اس میں کچھ خرابی اور حرج نہیں کیونکہ آیت الکرسی کو پڑھنا فی الحقیقت صالح کام ہے اور اس سے شعائر اسلام میں تغیر لازم نہیں آتا۔

اسی طرح اگر کوئی آدمی نماز کے بعد دعاؤں، اذکار یا تلاوت قرآن کا ورد وظیفہ رکھتا ہے تو کوئی حرج نہیں بلکہ کار ثواب ہے۔

نمازوں کے بعد فضائل اعمال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جواذکار اور دعائیں ثابت ہیں ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

((عن المغيرة بن شعبة انه كان يقول دبر كل صلوة لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ، اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد۔)) ❶

"حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شریک نہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو چیز تو دینے والا ہو اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو روکنے والا ہو اسے کوئی دینے والا نہیں، مالدار کو تیرے عذاب سے مالداری کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی۔"

((عن عبدالله بن الزبير انه كان يقول لا اله الا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير لا اله الا الله ولا نعبد الا اياه ، له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن ، لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكفرون ۔)) ❷

"حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی

❶ (صحيح بخاری ج ۲ /ص ۱۷۳ /كتاب الصلاة باب ما يقول الرجل إذا سلم۔ و مسلم ج ۱ /ص ۴۱۵ /كتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب الذكر بعد الصلاة و ابو داؤد ج ۲ /ص ۷۳ /كتاب الصلاة باب ما يقول الرجل إذا سلم ، ونسائی)

❷ (صحيح مسلم ج ۱ /ص ۴۱۵ /كتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب الذكر بعد الصلاة حديث نمبر (۵۹۴)، ابو داؤد كتاب الاذان باب الذكر بعد الصلاة ص ۱۶۸، سنن النسائی ج ۳ /ص ۷۰: التهليل والذكر بعد التسليم)

کی بادشاہت ہے اور اس کے لئے تمام تعریفیں ہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں ساری نعمت وفضیلت اور اچھی تعریف اسی کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہم دین کو اسی کے لئے خالص رکھتے ہیں اگرچہ کافر لوگ اسے ناپسند کریں۔"

((عن ابی هريرة مرفوعًا من سبح دبر كل صلوٰة ثلاثا وثلاثين وحمد الله ثلاثا وثلاثين وكبر الله ثلاثا وثلاثين ثم قال تمام المائة لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك و له الحمد وهو على كل شيء قدير غفرت خطايا ه وان كانت مثل زبد البحر۔)) ❶

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہر فرض نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد اللہ، تینتیس بار اللہ اکبر کہا اور ایک بار **لا اله الله وحده لا شريک له له ملک وله الحمد وهو علی کل شی قدير** کہہ کر سو پورا کر دیا، اس کی ساری خطائیں معاف کر دی جائیں گی اگرچہ اس کی خطائیں کثرت تعداد میں سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔"

صحیحین میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد "سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر" پچیس پچیس بار کہتے تھے اور اس میں "لا الہ الا اللہ" کا بھی اضافہ کر لیتے تھے یہ بھی مروی ہے کہ ان چیزوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس دس بار پڑھتے تھے نیز یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گیارہ گیارہ بار پڑھتے تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر چونتیس بار کہتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عہد نبوت میں فرض نمازوں کا سلام پھیرنے کے بعد با آواز بلند تکبیر یعنی "اللہ اکبر" کہا جاتا تھا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض نمازوں کا ختم ہونا اللہ اکبر کی آواز سے پہچانتا تھا۔ نماز کے بعد منقول شدہ اذکار کے سلسلے میں مروی شدہ احادیث صحیحہ یہی ہیں۔

سوال: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا:

---

❶ (صحيح مسلم ج ۱/ ص ۴۱۸ كتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب الذكر بعد الصلاة۔ حديث نمبر (۵۹۷) (۱۴۶)

ایک شخص کہتا ہے کہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے بتلائے ہوئے اور مشروع قرار دیے ہوئے اذکار واوراد کے علاوہ اپنی طرف سے دوسرے اذکار واوراد ایجاد کئے وہ خطا کار اور غلط کار ہے کیونکہ اگر وہ رسول اللہ ﷺ کو پوری طرح اپنا نبی و پیشوا اور راہبر و رہنما ماننے پر راضی ہوتا تو آپ سے صحیح طور پر منقول شدہ اذکار واوراد پر اکتفا کرتا۔ لہٰذا اس طریق کار سے انحراف کر کے اپنی رائے سے دعائیں اور اذکار واوراد ایجاد نہ کرتا۔ میرے خیال میں ان اختراعی اوراد کی ایجاد جہالت اور شیطان کی آرائش اور سنت کی مخالفت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی اچھی چیز ہم کو بتلائے بغیر نہیں چھوڑی ہے اور آپ نے ہر اچھی چیز ہمارے لئے مشروع کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روکی نہیں تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دنیا و آخرت کی ہر اچھی چیز دے دی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ ﷺ ساری مخلوقات سے زیادہ معزز و بہتر تھے۔

جس آدمی کا یہ نظریہ وخیال ہو اس کا یہ نظریہ وخیال درست ہے یا نہیں؟

جواب امام ابن تیمیہؒ نے مذکورہ بالا سوال کا یہ جواب دیا :

الحمد اللہ کوئی شک نہیں کہ دعائیں اور اذکار افضل ترین عبادتوں میں سے ہیں اور عبادات کا دارومدار شریعت کی تعلیم اور اتباع پر ہے۔ من مانی ایجاد سے عبادتیں جائز نہیں۔ نبی کریم ﷺ کی دعائیں اور اذکار افضل ترین اذکار اور دعائیں ہیں جن کو آدمی تلاش کر کے زیادہ سے زیادہ پڑھ سکتا ہے۔ طریق نبوت پر چلنے والا شخص امان و سلامتی کی راہ پر ہے نیز اسے وہ نتائج و فوائد حاصل ہوں گے جن کی تعبیر انسانی زبان بیان نہیں کر سکتی نہ ان کا کوئی انسان احاطہ کر سکتا ہے۔

اذکار نبویہ کے علاوہ دوسرے اذکار واوراد میں سے بعض تو حرام ہیں، بعض مکروہ ہیں، بعض میں شرک کی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جن کو اکثر لوگ سمجھ نہیں پاتے۔ ایسی دعائیں اور اذکار بہت ہیں جن کی تفصیل طویل ہے۔

کسی کو یہ اختیار نہیں کہ غیر مسنون اذکار اور دعائیں لوگوں کے لئے مشروع کر دے اور انہیں ایسی باقاعدہ عبادت قرار دے دے جس پر لوگ پنجگانہ نمازوں کی طرح ہمیشہ کاربند رہیں۔ بلکہ یہ دین میں بدعت سازی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہیں دی۔ البتہ کوئی آدمی

سنت و دستور قرار دیے بغیر کبھی کبھی اگر اپنے لئے کوئی خاص دعا کر لیا کرے تو اس کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یعنی کہ یہ بدعت و غلط نہیں بشرطیکہ آدمی جو دعا کرے وہ کسی حرام اور غلط بات پر مشتمل نہ ہو۔ مثلاً آدمی کو کوئی ضرورت و حاجت پیش آ گئی ہے۔ اس وقت اس کے دل میں اس ضرورت کی مناسبت سے کچھ دعائیں آ گئیں اور اس نے وہ دعائیں پڑھ لیں تو اس طرح کی دعائیں جو کبھی دستور و عادت بنائے بغیر ہوں ان میں کوئی حرج نہیں مگر غیر شرعی ورد و ذکر کو سنت و معمول قرار دے لینا ممنوع ہے۔

علاوہ ازیں ثابت شدہ شرعی دعاؤں اور اذکار میں مطالب صحیحہ اور مقاصد عالیہ پوری طرح کامل طور پر موجود ہیں اور انہیں چھوڑ کر غیر شرعی ایجاد شدہ اذکار کی طرف صرف جاہل، حد سے تجاوز کرنے والا اور افراط و تفریط میں مبتلا آدمی ہی توجہ دے سکتا ہے۔

سوال: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ نماز کے بعد دعا مانگنی سنت ہے یا نہیں اور عصر کے بعد دعا نہ کرنے والے امام پر جو آدمی نکیر کرے وہ خطا کار ہے یا ٹھیک راستہ پر ہے؟

جواب: مذکورہ بالا سوال کا امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا:

الحمد للہ نماز عصر و فجر کے بعد بعض لوگ جو دعائیں کیا کرتے ہیں تو پنجگانہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم یہ دعائیں نہیں کرتے تھے۔

اسلاف میں سے کسی کا ایسا کرنا منقول نہیں۔ ائمہ کرامؒ میں سے کسی نے بھی اسے مستحب نہیں کہا۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے جو یہ نقل کیا جاتا ہے کہ وہ نمازوں کے بعد دعا کرنے کو مستحب کہتے تھے تو یہ بات امام شافعی کی طرف غلط طور پر منسوب کر دی گئی ہے۔ ان کی کتابوں میں ان کی تحریر کردہ باتوں سے اس بات کی نفی ہوتی ہے۔ اسی طرح امام احمد اور دوسرے ائمہ کرام میں سے کسی نے بھی اس طرح کی دعا کو مستحب نہیں کہا۔

لیکن کچھ حنفی اور حنبلی اور دوسرے لوگوں نے فجر و عصر کے بعد دعا کو مستحب کہا اور اس کا سبب یہ بتلایا کہ ان دونوں فرض نمازوں کے بعد چونکہ کوئی نفلی نماز نہیں اس لئے نفلی نماز کے بدلے دعا

ہی کر لی جائے لیکن ان لوگوں کی اس رائے اور قیاسی بات [1] کے بالمقابل سنت نبویہ کی پیروی زیادہ لائق اتباع ہے۔

سوال: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ہر نماز کے بعد لوگ جو دعائیں کرتے ہیں کیا وہ مکروہ ہیں؟ کیا اسلاف میں سے کسی نے یہ دعائیں کی ہیں؟ ہر نماز کے بعد دعا کرنے والے یہ لوگ ان اذکار کو چھوڑے ہوئے ہیں جن کا پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

ان دونوں چیزوں میں سے افضل کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول شدہ اذکار سے اشتغال یا ہر نماز کے بعد دعائیں مانگنا؟ کیا یہ صحیح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے اور ان ہاتھوں کو چہرے پر مل لیا کرتے تھے؟

جواب امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا سوال کا یہ جواب دیا:

الحمد للہ رب العالمین فرض نمازوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز منقول ہے وہ معروف و معلوم ذکر الٰہی ہے۔ مثلاً وہ اذکار جو کتب صحاح، سنن، مسانید وغیرہ میں موجود ہیں جیسے یہ حدیث کہ نماز سے فارغ ہو کر پلٹنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین بار ''استغفر اللہ'' کہتے تھے۔ ''اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام'' کہا کرتے تھے۔ [2]

[1] دین رائے و قیاس کی چیز نہیں بلکہ دین دو ارکان پر قائم ہے (۱) عمل میں اخلاص (۲) قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے احکام کی پیروی' اور ان دونوں کی منع کردہ چیزوں سے دست کشی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ فجر و عصر کے بعد دعا کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔ صرف یہ مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی دعا قبولیت سے زیادہ قریب ہے تو آپ نے فرمایا رات میں کی ہوئی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعائیں قبولیت سے زیادہ قریب ہوتی ہیں۔ یہ فرمان نبوی تمام پنجگانہ نمازوں کو شامل ہے خواہ بعد میں نفلی نمازیں شروع ہوں یا نہ ہوں' اہل علم کا اس معاملہ میں اختلاف ہے کہ حدیث مذکورہ میں پنجگانہ نمازوں کے بعد دعاؤں کو جو مقبول ہونے سے قریب تر کہا گیا ہے تو اس سے آپ کی مراد کیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ نماز کے آخر میں نماز ختم ہونے سے پہلے درود کے بعد اور سلام پھیرنے سے پہلے کا درمیانی وقت دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہے اور یہی راجح بھی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد کا وقت مراد ہے۔ یہ دوسرا قول اگرچہ مرجوح ہے مگر سلام کے بعد بھی ہر نماز کے بعد دعا کرنے میں کوئی خرابی نہیں۔ مگر ہر آدمی کو اپنے اپنے طور پر علیحدہ علیحدہ دعا کرنی چاہیے اس طرح نہیں کہ امام دعا کرے اور مقتدی لوگ اس کی دعا پر آمین کہتے جائیں۔ (یا اس انتظار میں بیٹھے رہیں کہ امام دعا مانگے تو اٹھ کر جائیں' یہ بدعت ہے)

[2] (صحيح مسلم ج ١ / ص ٤١٤ / كتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب الذكر بعد الصلاة حديث نمبر (١٣٥ تا ١٣٦) ، نسائي ج ٣ / ص ٦٩ / الذكر بعد الاستغفار، ابن ماجه ج ١ / ص ٢٩٨ / كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها باب ما يقال بعد التسليم)

آپ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

((لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ لَا شَـرِيْكَ لَهٗ ،لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَـىْءٍ قَـدِيْرٌ ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَ لَا مُعْطِىَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدِّ ..)) ❶

’’اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جس چیز کو تو دینے والا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس کو تو روک دے اسے کوئی دینے والا نہیں اور مالدار کو اس کی مالداری تیرے عذاب سے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی۔‘‘

نیز آپ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ بھی پڑھتے تھے۔

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ، لَاحَـوْلَ وَلَا قُـوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ۔)) ❷

’’اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی طاقت وقوت نہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے لئے نعمت وفضل اور بہترین تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہیں اگرچہ کافروں کو ناپسند ہے۔‘‘

صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ عہد نبوی میں فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہا جاتا تھا۔ اور اسی سے لوگ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز ختم ہوگئی۔

نیز صحیح حدیث میں یہ بھی روایت ہے کہ جو شخص ہر نماز فرض کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ

---

❶ (مسلم ج ۱ / ص ۴۱۵ / كتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب الذكر بعد الصلاة حديث نمبر (۵۹۳)، بخاری ص ۱۶۸ كتاب الاذان باب الذكر بعد الصلاة، جامع الترمذی ج ۲ / ص ۹۷ / ابواب الصلاة باب ما يقول إذا سلم من الصلاة)

❷ (صحيح مسلم وابوداؤد وغيره) حوالہ گزر چکا ہے گزشتہ صفحوں پر

تینتیس بار الحمد اللہ تینتیس بار اللہ اکبر اور ایک مرتبہ یہ دعا:

«لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ» ❶

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

پڑھ کر سو مرتبہ پوری کر دے اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اگر چہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ ''سبحان اللہ'' ''والحمد للہ واللہ اکبر'' میں سے ہر ایک کو تینتیس تینتیس مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر کئے گئے متعدد سوالات کے جوابات اس طرح دیے ہیں اور تمام جوابات میں قدر مشترک کے طور پر موصوف نے فرمایا کہ امام ومقتدی کا ایک ساتھ اجتماعی طور پر دعا کرنا بدعت ہے۔ اس کا رواج عہد نبوی میں نہیں تھا۔ بلکہ آپ کی دعا نماز کے آخر میں ہوا کرتی تھی کیونکہ نمازی اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے۔ اگر ''سرگوشی'' کی حالت میں دعا ہو تو مناسب ہوگا اور مناجات وخطاب الٰہی ختم ہونے کے بعد دعا مناسب نہیں کہی جاسکتی۔ نماز کے بعد جو چیز مسنون ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول شدہ تہلیل (لا الٰہ الا اللہ کہنا) تحمید (الحمد للہ کہنا) اور تکبیر (اللہ اکبر کہنا) ہے۔

(فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ۔ مرتبہ شیخ عبدالرحمٰن بن قاسم جلد ۲۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا باتیں فرمائی ہیں۔ میں اس سے قدرے اختلاف کر کے کہتا ہوں کہ فرض نماز ختم ہونے کے بعد امام ومقتدی اور منفرد سب کو علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے طور پر دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ دعا عبادت کا مغز اور گودا ہے اور دعا کی فضیلت میں بہت سی آیات واحادیث وارد ہیں اور نماز کے بعد دعا کرنے والے پر نکیر نہیں کی جاسکتی۔ لیکن جیسا کہ کئی مرتبہ گزر چکا ہے کہ ہم کو اس طرح کی دعا میں کلام ہے جو بہت سارے لوگ کرتے ہیں کہ امام دعا کرتا ہے اور مقتدی لوگ آمین کہتے ہیں۔ ہر فرض کے لئے مخصوص دعائیں ہوتی ہیں

---

❶ (مسلم ج ۱/ص ۴۱۴/کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ حدیث نمبر (۵۹۳)

جن میں سے اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ یہ کیفیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر منقول دعاؤں کا التزام بدعات میں سے ہے۔ دعا فی نفسہٖ جائز ہے حتیٰ کہ وہ دعا بھی جو مأثور نہ ہو مگر اس کی کیفیت وصورت بدعت ہوسکتی ہے۔

دعاؤں اور اذکار بلکہ تمام عبادات میں اتباع سنت اولیٰ وافضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہمارا راہبر ورہنما اور پیشوا بنایا ہے آپ کا یہ فرمان ہمارے لئے حجت ہے۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بہترین نمونہ ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں۔ [الاحزاب، آیۃ: ۲۱]

ایک جگہ بیک وقت دو تین جماعتوں کی نماز بدعت ہے

اس سے ایک دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے

علامہ مفتی شیخ علیش مالکی مصری سے یہ سوال کیا گیا:

ایک ایسی جگہ جہاں باقاعدہ پانچ وقت نمازیں ہوتی ہوں یا صرف کبھی کبھی وہاں نماز پڑھ لی جاتی ہو ایسی جگہ بیک وقت دو یا اس سے زیادہ تین چار جماعتوں کی نماز کا اس طرح پڑھنا کہ ہر جماعت الگ الگ ایک ساتھ اقامت کہے، ہر جماعت ایک ساتھ تکبیر تحریمہ کہے، یا ایک آدھ رکعت آگے پیچھے، ایک جماعت دوسری جماعت کے بالمقابل پڑھے، ایک جماعت کے لوگ دوسری جماعت کے امام کی قرأت سنیں، ایک جماعت کے لوگ رکوع کر رہے ہیں تو دوسری جماعت کے لوگ سجدہ میں ہیں اور کسی جماعت کے لوگ تشہد میں ہیں تو کسی جماعت کے لوگ قومہ میں۔

کبھی کبھی دو صفیں باہم مل جاتی ہیں اور دونوں کے امام ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اس طرح ایک ہی صف میں دو امام ہوتے ہیں۔ ایک صف کے امام کی آواز دوسری صف کے امام

کی آواز سے گڈمڈ ہو جایا کرتی ہے۔ ایک امام کے رکوع کی تکبیر سے دوسری جماعت کے امام کی قرأت میں اشتباہ پیدا ہو جایا کرتا ہے تو کیا اس طرح کی نماز بدعات شنیعہ اور خوفناک قسم کی اختراعی باتوں میں سے ہے جن پر اہل علم اور حکام کو نکیر کرنا اور ان کے نام ونشان مٹانے کی کوشش کرنا واجب ہے یا نہیں؟ بعض علما اور عوام میں جو یہ عادت جاری ہو گئی ہے کیا یہ بات جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: شیخ موصوف نے مذکورہ بالا سوال کا یہ جواب دیا:

جی ہاں! اس طرح کی نماز بدعات شنیعہ وقبیحہ اور خوفناک قسم کی ایجادات واختراعات میں سے ہے۔ سب سے پہلے اس طرح کی چیز چھٹی صدی ہجری میں ظہور پذیر ہوئی۔ اس سے پہلے یہ بدعت نہیں تھی۔ اس کی حرمت پر تمام لوگوں کا اجماع ہے۔ جیسا کہ ائمہ کرام کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے کیونکہ یہ چیز اس مقصد اور غرض وغایت کے منافی ہے جو نماز با جماعت کی مشروعیت میں شارع نے ملحوظ رکھی ہے۔ یعنی کہ با جماعت کی مشروعیت کا مقصود، مومنوں کے قلوب کا ملاپ اور ان کے اندر الفت پیدا کرنا ہے اور یہ مقصد بھی ہے کہ ایک مومن کی برکت دوسرے مومن کو حاصل ہو سکے۔

اسی مقصد کے تحت نماز جمعہ، نماز عیدین اور میدان عرفات میں قیام مشروع کیا گیا ہے۔ لیکن بیک وقت ایک جگہ کئی جماعتوں کے نماز پڑھنے سے خرابی وگڑبڑ پیدا ہو گی حالانکہ نماز کلمۂ توحید کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے اور اس طرز عمل سے اسلام کے اتنے بڑے رکن کے ساتھ کھیل تماشا ہو گا اور یہ کھیل تماشا اس فرمان الٰہی کے خلاف ہے:

وَمَن يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝ [الحج، آیة: ۳۲]	جو لوگ اللہ تعالیٰ کے شعائر (نشانات وعلامات) کی تعظیم کریں تو ان کا یہ طرز عمل دلوں کے تقوی میں سے ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى . [البقرہ، آیة: ۲۳۸]	تمام نمازوں کی تم لوگ حفاظت کرو خصوصاً درمیانی نماز کی محافظت زیادہ کرو۔

ارشاد نبوی ہے:

« صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ » ❶

''تم لوگ مجھے جس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھو اسی طرح خود بھی نماز پڑھو۔''

آپ کا دوسرا ارشاد ہے :

« اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي الصَّلٰوةِ ۔» ❷

''نماز کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو!'' یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔

آپ کا تیسرا ارشاد ہے :

« أَتِمُّوا الصُّفُوْفَ ۔» ❸

''نماز میں صفوں کو مکمل کرو۔''

آپ کا چوتھا ارشاد ہے :

« وَأَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ۔» ❹

''اگلی صف کو مکمل کرو۔''

آپ کا پانچواں ارشاد یہ ہے :

« إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ ۔» ❺

''جب نماز کی اقامت ہونے لگے تو فرض نماز کے علاوہ دوسری نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔''

اور مؤطا میں یہ حدیث مذکور ہے :

''عن عبدالله بن بحينة سمع قوم الاقامة فقاموا يصلون فخرج اليهم رسول الله عليه وسلم فقال اصلا تان معًا ؟ وذلك في الصبح في الركعتين اللتين

---

❶ (صحيح بخاری كتاب الاذان باب الاذان للمسافرين اذا كانوا جماعة ص ١٠٤ حديث نمبر (٦٣١)

❷ (بخاری و مسلم)

❸ (صحيح مسلم ج ١ /ص ٣٢٤۔ كتاب الصلاة باب تسوية الصفوف واقامتها حديث نمبر (٤٣٤)

❹ (سنن ابی داؤد ج ١ /ص ١٣١۔ كتاب الصلاة باب تسوية الصفوف)

❺ (صحيح مسلم ج ١ /ص ٤٩٣۔ كتاب صلاة المسافرين وقصرها باب كراهية الشروع في نافلة بعد...... حديث نمبر (٧١٠))

قبل الصبح۔)) ❶

''حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے اقامت سنی اور کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا ایک ہی ساتھ دو نمازیں ہوں گی؟ (یہ کلمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دومرتبہ دہرایا) یہ واقعہ فجر کے وقت پیش آیا تھا یہ لوگ فجر کی پہلی دو رکعت سنت پڑھنے لگے تھے۔''

جب جہاد اور جنگی صف آرائی و تلوار آزمائی کے وقت مقررہ طریقہ پر صرف ایک ہی جماعت کے ساتھ بیک وقت نماز پڑھنے کا قانون ہے، اس موقع پر بھی بیک وقت متعدد جماعتوں کو نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تو گنجائش واختیار کی صورت میں بھلا کئی جماعتوں کا بیک وقت نماز پڑھنا کیونکر مشروع ہوسکتا ہے؟ قرآنی آیت ہے:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ○	پس بے شک ان کی نگاہیں اندھی نہیں ہیں بلکہ ان کے سینوں میں جو دل ہیں درحقیقت وہ اندھے ہوچکے ہیں۔ [الحج، آية :٤٦]

اللہ تعالیٰ نے اس مسجد ضرار کو منہدم کرنے کا حکم دے دیا تھا جو مسلمانوں میں تفریق کے لئے بنائی گئی تھی۔ پھر وہ ایک ہی جگہ ایک ہی نماز کو پڑھنے میں مسلمانوں کے درمیان تفریق کی اجازت کیونکر دے سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْجَفَاءُ كُلُّ الْجَفَاءِ وَالْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِىَ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالصَّلٰوةِ وَيَدْعُوْا بِالْفَلَاحِ فَلَا يُجِيْبُهُ ـ)) ❷

''یہ پورا اجڈ پن اور کفر ونفاق ہے کہ آدمی نماز کے لئے اللہ تعالیٰ کے پکارنے والے منادی و مؤذن کی اذان سنے اور فلاح کے لئے اسے بلاتے ہوئے بھی سنے مگر اس کی آواز پر لبیک کہہ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے حاضر نہ ہو۔''

آپ کا دوسرا ارشاد ہے:

((حَسْبُ الْمُؤْمِنِ مِنَ الشَّقَاءِ وَالْخَيْبَةِ اَنْ يَّسْمَعَ الْمُؤَذِّنَ يَثُوِّبُ بِالصَّلٰوة

❶ (صحیح بخاری و مسلم و مؤطا وغیرہ)

❷ (مسند احمد ج٣/ ٤٣٩/ سھل عن ابیه۔)

فَلَا یُجِیْبُهٗ ۔)) ❶

''مومن کی بدبختی و ناکامی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ مؤذن کی اذان سنے مگر نماز پڑھنے کے لئے نہ آئے۔

جب اذان سے غفلت برتنے والے کا یہ حال ہے تو نماز سے متصل اقامت کی آواز سن کر اس سے غفلت برتنے والے کا کیا حال ہوگا۔ جب کہ اقامت کا سننے والا شخص مسجد ہی میں موجود ہو؟ جب ایک ہی جگہ بیک وقت دو اقامتیں یا اس سے زیادہ ہوں گی تو ہر اقامت کو سن کر نماز میں حاضر ہونا کیونکر ممکن ہوگا؟

((عن عرفجة بن ضريح الا شجعي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ستكون بعدى هنات هنات فمن رأيتموه فارق الجماعة او يريد تفريق امة محمد وهم جميع فا قتلوه كائنا من كان۔)) ❷

''حضرت عرفجہ بن ضریح اشجعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کچھ خراب واقعات عنقریب نمودار ہوں گے جس کو تم جماعت سے علیحدگی اختیار کرتے دیکھو یا یہ دیکھو کہ وہ امت محمدیہ کے اتحاد میں تفریق کا ارادہ رکھتا ہے تو تم اسے قتل کر ڈالو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔''

((عَنْ حذيفةؓ قَالَ قَالَ رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقبل الله لصاحب بدعة صوما ولا صلوة ولا صدقة ولا حجًا ولا عمرة ولا جهادًا ولا صرفًا ولا عدلا يخرج من الا سلام كما تخرج الشعرة من العجين۔)) ❸

'حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بدعتی آدمی کا نہ روزہ قبول کرے گا نہ نماز، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ کوئی خرچ نہ بدلہ، نہ جہاد۔ بدعتی آدمی اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح بال گندھے ہوئے آٹے سے نکل

---

❶ (رواه الطبراني بسند ضعيف مجمع الزوائد ج٢ / ص٤٢، باب التشديد فى الترك الجماعة)

❷ (مسلم ج٣ / ص١٤٧٩، كتاب الامارة باب حكم من فرق امر المسلمين وهو مجتمع حديث نمبر (١٨٥٢)، ابو داؤد ج٥ / ص١٢٠، كتاب السنة باب فى قتال الخوارج، احمد ج٥ / ص٢٤، حديث عرفجة بن اسعد رضى الله عنه)

❸ (ابن ماجه بسند ضعيف، المقدمة ١٩ باب اجتناب البدع والجدل حديث نمبر ٤٩)

جایا کرتا ہے کہ اس میں آ ٹا کا شائبہ بھی نہیں ہوتا'

((عن ابن عباس رفعه ابی الله ان یقبل عمل صاحب بدعة حتی یدع بدعته۔)) ❶

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے انکار کر دیا ہے کہ کسی بدعت پرست کا عمل قبول کرے حتیٰ کہ وہ اپنی بدعت پرستی ترک کر دے۔''

((عن ابن مسعودؓ قال قال رسول الله ﷺ لعلکم تدرکون اقوامًا یصلون الصلوٰة بغیر وقتها فاذا ادرکتموهم فصلوا فی بیوتکم للوقت الذی تعرفون ثم صلوا معهم واجعلوها سبحة ونحوه عن عبادة وابی ذر۔)) ❷

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ تم کو ایسے لوگ ملیں جو بے وقت نماز پڑھا کریں گے اگر تم ان لوگوں کو پاؤ تو تم نمازوں کو وقت پر اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو پھر وہ لوگ یہ نمازیں پڑھیں تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لینا ان کے ساتھ پڑھی ہوئی نمازوں کو نفل سمجھ لینا (اس معنی کی روایت حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ وابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے)''

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی جماعتوں کے ساتھ نماز پڑھنے اور اصل جماعت سے پیچھے رہ جانے کی اجازت نہیں دی۔ لہٰذا علما، حکام اور مسلمانوں کو جماعتی پیمانے پر بیک وقت ایک جگہ متعدد جماعتوں کے ساتھ نماز پڑھنے پر نکیر کرنا اور اس طرح کے طرز عمل کے نام ونشان کو مٹانا لازم ہے۔

عوام الناس اور چند علما اگر اس طرز عمل کو عادت بنالیں تو اس سے یہ غلط کام جائز نہیں ہو جائے گا۔

زیر بحث مسئلے میں شیخ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن الحباب سعدی مالکی اور شیخ امام ابوابراہیم اسحاق غسانی مالکی نے کتاب لکھی ہے اور اس موضوع پر دونوں حضرات نے مفصل اور مدلل بحث کر کے آنے والے لوگوں کے لئے کافی کام کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دونوں

❶ (ابن ماجه بسند ضعيف) حذیفہ والی حدیث کے حوالہ میں بھی ہے۔

❷ (التمهيد لابن عبد البر، ج۸/ص۵۷/ مسند احمد ج۱/ص۳۷۹/مسند عبد الله بن مسعودؓ

حضرات کو بہترین جزا دے...... آمین!

پھر شیخ علیش نے ان لوگوں پر طویل تشنیع وتنقید کی ہے جو فرض نماز میں شامل ہونے کے بجائے نفلی نماز میں یا کسی بات چیت میں اس بنا پر مشغول رہتے ہیں کہ دوسری جماعت ہوگی تو ہم نماز پڑھیں گے۔

موصوف شیخ علیش نے فرمایا کہ اس طرح کی بات فقہا میں سے ہے نہ کسی نے کہی ہے نہ کی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ماہ رمضان میں نماز مغرب وعشا کے لئے ایک ہی وقت میں اقامت کہنے کو فقہا میں سے کسی نے مستحسن نہیں کہا بلکہ جس عالم سے بھی یہ بات پوچھی گئی اس نے اسے قبیح ومذموم قرار دیا اور کچھ فقہا علما نے تو پوچھنے سے پہلے ہی اس بات پر نکیر وتنقید کی۔

شیخ علیش نے مزید کہا کہ شیخ ابراہیم غسانی نے فرمایا ہے کہ کئی اماموں کی اقتدا میں ایک جگہ متفرق جماعتوں کا اس طرح ہونا کہ ایک امام سجدہ میں ہے تو دوسرا رکوع میں ہے، اور تیسرا ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہہ رہا ہے ایسا معاملہ ہے جس کا کوئی ذکر کسی امام نے نہیں کیا۔ اور وفات نبوی کے بعد کسی ایسے شخص نے یہ کام نہیں کیا جو صحیح العقیدہ ہو، فاسد العقیدہ نہ ہو، نہ کسی نے اس طرح کا کام کسی سفر میں کیا نہ حضر میں کیا، نہ جہاد فی سبیل اللہ کے موقعہ پر تیغ آزمائی اور صفوں کی تنگی کے وقت کیا۔ اس کا کوئی نام ونشان گزرے ہوئے لوگوں میں نہیں ملتا پھر یہ کام کیونکر کیا جاسکتا ہے؟

جمال الدین بن ظہیرہ مکی نے کہا کہ اس طرز عمل کی خرابی وقباحت ہر اس شخص کے سامنے ظاہر ہے جسے رشد وہدایت کی توفیق حاصل ہے اور عصبیت نے جسے گمراہ نہیں کر دیا ہے۔ اس کام کے ممنوع ہونے پر سنت نبویہ کی دلیلیں اتنی زیادہ ہیں جو محتاج بیان نہیں۔ ان دلیلوں کا احاطہ وحصر نہیں ہوسکتا۔

موصوف شیخ جمال الدین نے مزید کہا کہ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ فعل ان بدعات میں سے ہے جن پر نکیر وتنقید واجب ہے اور اس بدعت کا نام ونشان مٹانے اور اس دستور وطریق کو دور کرنے اور ایک ہی امام کی اقتدا میں سبھی لوگوں کو نماز پڑھنے کی کوشش محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کرنی لازم ہے اور اس بدعت کو مٹانے کے لئے جو بھی کمر بستہ ہوا سے بہت ثواب اور زیادہ سے زیادہ خیر وبھلائی حاصل ہوگی۔

علامہ حطاب نے کہا کہ ''ان ائمہ کرام کی کہی ہوئی بات ظاہر وواضح ہے۔ اس میں کوئی شک

نہیں اور کسی عقل مند کو اس میں شک نہیں ہو سکتا کیونکہ فعل مذکور سے شارع کا وہ مقصود ختم ہو جاتا ہے جسے نماز با جماعت کو مشروع قرار دینے میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یعنی کہ مسلمانوں کا اجتماع ہو اور ایک مسلمان کی برکت دوسرے مسلمان کو حاصل ہو سکے اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا نہ ہو۔

شارع نے ضرورت شدیدہ مثلاً دشمنان دین کے خلاف قتال کے وقت بھی دو اماموں کی اقتدا میں مختلف جماعتوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی بلکہ ایک ہی امام کی اقتدا میں فوجیوں کے دو گروپ کر کے یکے بعد دیگرے ایک ایک گروپ کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ جماعت میں تفرقہ پیدا کرنے کی غرض سے قائم شدہ مسجد ضرار کو گرا دینے کا حکم شریعت نے دیا۔

بعض شیوخ فرماتے ہیں کہ بیک وقت کئی جماعتوں کے ساتھ لوگوں کا نماز پڑھنا مسجد ضرار بنانے والوں کے طریق کے مشابہ ہے۔ قاضی ابو الولید بن رشد نے کہا کہ ایک ہی جگہ دو مختلف جماعتوں کا بیک وقت علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا اس فرمان الٰہی کے سبب جائز نہیں ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	اور جن لوگوں نے یہ ''مسجد ضرار'' مسلمانوں کے درمیان تفریق وضرر رسانی اور کفر کے لئے بنائی وہ مجرم ومنافق ہیں۔

[التوبة، آية: ۱۰۷]

پھر امام منذری نے ترغیب وترہیب میں بدعات ونو ایجاد باتوں کی وعید کے سلسلے میں احادیث نقل کی ہیں۔ ان احادیث میں سے ایک حدیث حضرت عرباض رضی اللہ عنہ بن ساریہ کی روایت کردہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَاَنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔)) [1]

''اور یہ کہ تم میں سے جو لوگ زندہ رہیں گے وہ عنقریب بہت زیادہ اختلاف دیکھیں گے۔ لہٰذا تم میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، میری اور خلفا کی سنت کو

---

[1] (ابو داؤد ج ۵/ص ۱۳/کتاب السنة باب فی لزوم السنة، الترمذی ج ۵/ص ٤٤/کتاب العلم باب ما جاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدعة)

مضبوطی سے تھامے رکھو اور نو ایجاد امور سے بچتے رہو، کیونکہ ہر قسم کی بدعت ضلالت و گمراہی ہے۔"

((عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من رغب عن سنتي فليس مني۔)) ❶

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری سنت سے بے رغبتی اور اعراض کرے وہ میرے طریق پر نہیں ہے۔"

((عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم ابى الله ان يقبل عمل صاحب بدعة حتّٰى يدع بدعته۔)) ❷

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بدعتی آدمی کا عمل قبول کرنے سے انکار کردیا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت ترک کردے۔"

اسی طرح مسلم کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

یہی بات بدیہی اور متواتر طور پر معلوم ہے کہ پنجگانہ نمازوں میں سنت نبویہ وسنت خلفائے راشدین یہ تھی کہ ایک ہی جماعت سے نماز پڑھی جائے۔ لہٰذا متعدد جماعتوں والی نماز بدعت قبیحہ اور خوفناک ضلالت ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں یہ حدیث نبوی مروی ہے کہ "جو شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کرے جو دین سے نہیں وہ مردود ہے" واللہ اعلم انتھی (اصلاح المساجد، علامہ جمال الدین قاسمی)

بعض لوگ ایک بدعت یہ بھی کرتے ہیں کہ کوئی بڑا سا فرش مسجد میں بچھا لیتے ہیں جو پوری ایک جماعت کو نماز پڑھنے کے لئے اگرچہ کافی ہوسکتا ہے مگر اس پر صرف بچھانے والا ایک آدمی ہی نماز پڑھتا ہے۔

یہ کام بھی جائز نہیں کیونکہ مسلمانوں میں مسجد مشترک ہے ایسی مشترک زمین کو صرف ایک

❶ (صحیح البخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح ص ۱۱۰۰ و مسلم کتاب النکاح باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه۔ج ۲ / ص ۱۰۲۰)

❷ (ابن ماجه المقدة ص۱۹ باب اجتناب البدع والجدل حدیث نمبر ۴۹۔)

آدمی اپنے تصرف میں رکھے تو یہ غصب کے معنی میں ہے۔ خصوصاً جبکہ جمعہ اور عیدین کے موقع پر کثرت ازدحام کے سبب جگہ تنگ ہو رہی ہو۔ اس عمل پر خطرہ ہے کہ حدیث مذکور میں وہ وعید نہ منطبق ہو جائے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے :

((مَنْ غَصَبَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ طَوَّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ)) ❶

''جس نے ایک بالشت زمین غصب کی اسے اللہ تعالیٰ کی ساتوں طبق زمین اسی مقدار بھر گلے میں پہنا دے گا۔

علاوہ ازیں ایسے طرز عمل پر اس آدمی کو آمادہ کرنے والی کتنی حرام چیزیں بھی ہوا کرتی ہیں مثلاً تکبر، گھمنڈ، خود پسندی، اور دوسرے لوگوں کی تحقیر وغیرہ۔

بعض لوگ ایک بدعت اور غلط بات یہ کرتے ہیں کہ جب وہ مسجد میں آتے ہیں تو جس جگہ بیٹھنے کی انہیں عادت ہوتی ہے یا جس جگہ نماز پڑھنے کی طرف ان کا میلان ہوتا ہے وہاں اگر کوئی دوسرا آدمی موجود ہو تو وہ خود یا اس کے خدام وغلام اس دوسرے آدمی کو اس جگہ سے ہٹا دیتے ہیں۔ یہ چیز حرام و ناجائز ہے، کیونکہ پہلے آنے کے سبب وہ آدمی اس جگہ کا حقدار ہو گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے ہٹا کر وہاں خود نہ بیٹھ جائے۔ (صحیح بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ اگر ان کے واسطے کوئی آدمی کھڑے ہو کر جگہ خالی کر دیتا تھا تو وہ اس جگہ نہیں بیٹھتے تھے۔

مسجد کے اندر کیے جانے والے غلط کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ مسجد میں پانی کی خرید و فروخت کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت کو منع فرمایا ہے اور ہم کو حکم دیا ہے کہ مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے کسی کو دیکھو تو بد دعا دو:

---

❶ (بخاری و مسلم: صحیح البخاری :ص ۵۳۳، کتاب بدء الخلق ۔باب ما جاء فی سبع ارضین حدیث نمبر (۳۱۹۸) مسند احمد ج ۱ / ص ۱۸۸ ۔الترغیب والترهیب ج ۳ / ص ۱۵ الی ۱۷۔ الترهیب من غصب الارض وغیرها۔)

((لَا اَرْبَحَ اللّٰہُ تِجَارَتَکَ ۔)) ❶
''اللہ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے۔''

بسا اوقات پانی کو بیچنے کا کاروبار اذان کے بعد تک جاری رہتا ہے بلکہ خطیب کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد بھی یہ کام ہوتا رہتا ہے حالانکہ یہ کام حرام ہے جس پر نکیر واجب ہے۔

ساتھ ہی ساتھ پانی کی بیع وشرا ایک مختلف فیہ چیز ہے کہ اسے بیچنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر بہشتی مسجد میں وہ پانی لوگوں کو بطور عطیہ دے رہا ہو جو اس کے پاس ہے تو جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ لوگوں کے کندھوں کو پھلانگتا ہوا نہ چلتا ہو اور یہ کہ وہ اپنے دونوں پاؤں سے مسجد کو ملوث وگندہ نہ کرتا ہو کیونکہ عام طور پر بہشتی ننگے پاؤں جوتا پہنے بغیر رہا کرتا ہے اور اس کے پاؤں میلے کچیلے اور نجس و ناپاک رہا کرتے ہیں۔

نیز بہشتی کا لوگوں کو پانی دینا اسی صورت میں مباح ہے کہ اپنا پانی لوگوں کے کپڑوں کے اوپر نہ ٹپکاتا پھرتا ہو اور سبیل کا پانی کہہ کر زور زور سے آواز نہ دیتا ہو۔ نیز یہ کہ بہشتی اپنے کھڑے ہونے کی جگہ کو بھگو نہ دیتا ہو جس سے اس جگہ نماز نہ پڑھی جا سکے اور یہ کہ وہ اپنے ساتھ ناقوس (سنکھ) مسجد میں نہ بجائے اگر ان شرطوں کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو اس کا پانی دینا ممنوع ہے۔ واللہ اعلم۔

مسجد کے اندر افعالِ ممنوعہ میں سے ایک یہ ہے کہ مسجد میں آدمی سوال کرے۔ یہ کام مکروہ ہے۔ اگر سوال کرنے والا لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر چلتا ہو یا اسے پیسے دینے والے لوگ دوسروں کی گردنیں پھلانگ کے آتے ہوں تو کسی طرح جائز نہیں۔

یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ مسجد میں لوگوں کی گردنوں کو پھاند کر چلنا پھرنا حرام ہے۔ جو آدمی اس کام کو روک سکتا ہو اور نکیر پر قدرت رکھتا ہو اسے اس کا روکنا اور اس سے منع کرنا ضروری ہے۔ اس سوال کے ساتھ کبھی کبھی غیر صحیح تلاوت اور احادیثِ موضوعہ، آثارِ مکذوبہ اور قصائصِ باطلہ کا ذکر و تذکرہ بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں نکیر کی تاکید بڑھ جاتی ہے اور سکوت و خاموشی سے گناہ زیادہ ہوگا۔ کیونکہ لوگوں کے سامنے اس طرح کے کام پر سکوت و خاموشی سے اس سائل اور عوام الناس کو یہ وہم اور غلط فہمی ہوگی کہ یہ کام جائز ہے پھر دوسرے لوگوں کو بھی اس طرح کے کام کی جرأت و جسارت ہوگی۔ نیز اس سے عوام میں اس سائل کو کچھ

---

❶ (مجمع الزوائد ج ۲ /ص ۲۵، کتاب الصلاۃ باب فیمن نشد ضالۃ فی المسجد۔)

دینے کی رغبت وعادت پیدا ہوگی۔

بعض علمائے احناف نے کہا کہ جس شخص نے اس طرح کے سائل کو مسجد کے اندر ایک پیسہ بھی دے دیا تو اس پر اتنا گناہ ہوگا کہ اگر وہ شخص مسجد سے باہر چالیس پیسہ صدقہ کر دے تو بھی اس گناہ کا کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ شیخ ظہیر الدین نے اپنے فتاوی میں یہ بات نقل کی ہے۔

اگر سائل کو دینے والا کوئی ایسا شخص ہے جس کی عوام الناس متابعت وپیروی کیا کرتے ہیں یا اس کے دینے سے عوام کو یہ وہم ہوتا ہے کہ اسے دینا جائز ہے تو اس کا دینا زیادہ باعث گناہ ہے۔ کیونکہ اس غلط کام سے دوسروں کو ترغیب ہوئی اور اس غلط کام میں اس کی مدد شامل ہوئی۔

مزید برآں اس پر نکیر کرنے سے خاموشی کا گناہ الگ مرتب ہوگا۔ واللہ اعلم۔

غلط کاموں میں سے یہ بھی ہے کہ مسجد کی چٹائیاں اور فانوس لوگوں کے یہاں دعوتوں اور خوشی کے مواقع پر بطور عاریت دیے جائیں یہ چیز جائز نہیں، بلکہ ایک مسجد کے ان سامانوں کو دوسری مسجد کے لئے عاریت دینا بھی جائز نہیں۔ پھر اس طرح کی دعوتوں اور خوشیوں کی عاریت دینا کیونکر جائز ہوگا؟

عام طور سے چٹائیاں کچھ کٹے پھٹے اور ٹوٹے پھوٹے بغیر واپس نہیں آتیں اگر چہ وہ نجس ہونے سے محفوظ بھی رہیں۔ یہاں تک کہ مجھے باوثوق لوگوں نے خبر دی ہے کہ لوگ مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) اور اس کے ''صخرہ'' (سلیمانی چٹان) پر وقف شدہ فرش اور بچھانے کی چیزیں لے جا کر اپنے گھروں میں بچھا لیا کرتے ہیں اور ان پر ایسے کام کرتے ہیں جو جائز نہیں۔ پھر انہیں گندہ ونجس کر دینے کے بعد مسجد کو واپس کر دیتے ہیں اور ان کی جگہ پر دوسرے زیادہ اچھے فرش لے جا کر اپنے گھر استعمال کرتے ہیں یا گرمی کے موسم والے فرش واپس کر کے سردی کے موسم والے فرش لے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ کوئی بھی فرش وبچھونا ان کی گندگی سے محفوظ نہیں رہتا، وہ ان فرشوں کو بے وقعت وبے وقار بھی بنائے رکھتے ہیں۔ نمازی لوگ آکر ان فرشوں اور بچھونوں پر نماز پڑھتے ہیں انہیں پتہ نہیں رہتا کہ یہ گندے اور نجس ہیں۔ لا حول ولا قوة الا بالله۔

مسجد کے اندر ہونے والے غلط کاموں میں سے ایک کام مسجد کے اندر دنیاوی بات چیت کے لئے لوگوں کا بیٹھنا بھی ہے۔ یہ کام بدعت ہے کیونکہ مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز وعلم کی نشر واشاعت نیز اس طرح کے دوسرے امور کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اس قسم کے کاموں کے

لئے ہی ہمارے اسلاف مسجدوں میں جمع ہوتے تھے نہ کہ احوال دنیا سے تعلق رکھنے والی باتوں کے لئے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((سَيَكُونُ فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُمْ فِيْ مساجِدِهِمْ لَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ۔)) [1]

''آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو مسجدوں میں گپ شپ اور باتیں کریں گے...... اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کی کوئی حاجت نہیں ہوگی۔''

شیخ ابو بکر طرطوش نے اپنی کتاب میں بیان کیا کہ:

مسجد کے اندر عجمی زبانوں میں گفتگو کرنی مکروہ ہے اور جو آدمی اچھی عربی بول سکتا ہو اسے غیر عربی میں گفتگو کرنی اور بھی زیادہ مکروہ ہے اور مسجد کے اندر سونے چاندی کے فانوس آویزاں کرنا بھی مکروہ اور غلط ہے یہ بدعت وحرام ہے کیونکہ سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال حرام ہے۔ باب کعبہ پر جو چاندی ہے اس کے بارے میں صحیح ترین قول وفتویٰ یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔

مسجد کے اندر ہونے والے غلط کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ بہت سے جاہل لوگوں کو عادت ہے کہ جب خطیب الحمد اللہ کہتا ہے خصوصاً جب یہ کلمہ خطیب دوسرے خطبہ میں کہتا ہے تو لوگ اپنے ہاتھ چومتے ہیں پھر ہاتھوں کو اپنے سروں پر رکھ لیا کرتے ہیں حتیٰ کہ بسا اوقات ان کے ہاتھ چومنے کی آواز مسجد کے باہر سنی جاسکتی ہے۔ یہ بدعقلی اور قبیح بدعت کی چیز ہے۔

شریعت میں اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ سلف صالحین میں سے کسی نے یہ کام نہیں کیا اور نہ کسی ایسے شخص نے کیا جس کی بات قابل قبول ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا اس پر نکیر ہونی چاہیے اور یہ بتلانا چاہیے کہ یہ بدعت ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں۔

مسجد کے اندر ہونے والے غلط کاموں میں سے ایک کام بہت سے جاہلوں کی گمراہی اور معاصی پر انہیں جری بنانے اور گناہوں کو معمولی سمجھنے کا سبب ہے۔ وہ یہ کہ کچھ واعظ لوگ ہیں جو لوگوں کے سامنے عفوورحمت الٰہی کا پہلو غالب کر کے پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وسیع ہونے کے سلسلے میں جو باتیں وارد ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے عفو وکرم اور مہربانی کی باتوں کو یہ لوگ

---

[1] (صحيح ابن حبان ج ١٥ / ص ١٦٣ / كتاب التاريخ ذكر الاخبار بأن من أمارة آخر الزمان اشتغال الناس بحديث الدنيا في مساجدهم) مجمع الزوائد، ج ٢ / ص ٢٤

بیان کرتے ہیں اور بسا اوقات اس سلسلے میں احادیث باطلہ، غیر صحیح حکایات، بے اصل خرافات وغیرہ بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور خوف دلانے والی باتوں سے اعراض کرتے ہیں، اور خوف خدا رکھنے والے انبیا وغیر انبیا کے احوال کا ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شدت، اس کی سزا کے درد و دکھ اور حساب کتاب کی باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

لوگوں کے دلوں میں گناہ کی بھاری خرابیوں کو بھی بیان نہیں کرتے ان افراد کے قصے نہیں سناتے جو گناہوں کو کمتر سمجھنے کے سبب ہلاک وتباہ ہوئے اور نہ ان کی حکایات سناتے جو گناہوں کو کمتر سمجھنے کے سبب ہلاک وتباہ ہوئے اور نہ ان کی حکایات سناتے ہیں جو غلط کاموں کے سبب جہنم رسید ہوئے۔ کیونکہ یہ واعظین جانتے ہیں کہ اگر عوام پر سختی کی گئی انہیں سخت باتیں سنائی گئیں اور خوف کا پہلوان کے سامنے غالب کر کے پیش کیا گیا تو اکثر لوگ ان واعظین سے متنفر ہو جائیں گے ان کی مجلس وعظ چھوڑ دیں گے۔ انہیں عطیات اور مالی امداد دینے سے دست کشی کر لیں گے۔

یہ واعظین جانتے ہیں کہ جاہل لوگ ان کی مجلس میں اسی بنا پر آتے ہیں کہ انہیں یہ واعظ آسانیاں دیتے ہیں، ان کے مزاج کے موافق مسائل بتلاتے ہیں ان کی امیدیں آسان بنا دیتے ہیں اور ان کے اعمال کو ان کے لئے خوش کن بتلاتے ہیں اور یہ ثابت کر دکھاتے ہیں کہ وہ نجات اور بڑی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں خواہ وہ کچھ بھی کرتے رہیں۔ اس طرح کے واعظوں کے ان افعال پر جو شخص نکیر کی قدرت رکھتا ہو اس پر نکیر کرنا واجب ہے۔ کیونکہ ان واعظوں نے دین میں جتنا بگاڑ و فساد کھڑا کر رکھا ہے اس کی برابری کوئی دوسرا فساد و بگاڑ نہیں کر سکتا۔

یہ واعظین گمراہ کرنے میں ابلیس اور دجال کے جانشین اور بھائی ہیں۔ یہ لوگ مومنوں کے دشمن اور امت محمدیہ کو دھوکا دینے والے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اقوال و افعال سے فتنہ و ہلاکت کی دعوت دے رہے ہیں، یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی محنت و کارکردگی دنیاوی زندگی کو سنوارنے میں ضائع ہو رہی ہے جبکہ وہ سمجھتے ہیں کہ کوئی اچھا کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ ہم اپنے لئے اور ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت و توفیق کی دعا کرتے ہیں۔ آمین!

بعض غلط کام یہ ہیں کہ کچھ جاہل لوگ جمعہ کے دن فجر کی پہلی رکعت میں سورہ الم سجدہ کی کچھ آیات اور دوسری میں باقی ماندہ آیات پڑھتے ہیں یا سجدۂ تلاوت والی کوئی آیت پڑھتے ہیں یہ ساری باتیں بدعات شنیعہ و قبیحہ میں سے ہیں۔ ان پر نکیر و تنقید واجب ہے۔

امام نووی نے اس بدعت پر اپنی کتاب روضہ، شرح مہذب، الاذکار، التبیان وغیرہ میں تنبیہ کی ہے۔ ہم نے جن علما کا زمانہ پایا ہے ان میں سے بعض لوگ ایسا کرنے والوں کی نمازوں کو باطل قرار دیتے اور اس کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ سنت صرف یہ ہے کہ جمعہ کے روز فجر کی پہلی رکعت میں پوری سورہ الم السجدہ تلاوت کی جائے اور دوسری میں ''ھل اتی علی الانسان'' پوری سورت پڑھی جائے۔ الم السجدہ کی تلاوت جمعہ کی پہلی رکعت میں سجدہ کے سبب سے نہیں ہے بلکہ یہ چیز صرف ضمنی طور پر ہے۔ واللہ اعلم۔

مسجد میں ہونے والے غلط کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ اکثر مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ مسبوق آدمی (جس نمازی کی امام کے ساتھ ایک رکعت یا اس سے زیادہ چھوٹ گئی ہو) اس وقت اپنی پوری نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے، جب امام سلام کا لفظ کہنا شروع کرتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ لفظ سلام شروع کرتے ہی امام کی اقتدا ختم ہو گئی۔ حالانکہ مسئلہ اس طرح نہیں ہے بلکہ پہلا سلام پورا ہونے سے پہلے مسبوق کا کھڑا ہونا جائز نہیں اگر جان بوجھ کر عمداً سلام پورا ہونے سے پہلے مسبوق کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

اور سنت یہ ہے کہ امام دونوں سلام سے فارغ ہو چکے تو مسبوق اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو۔ لہٰذا جو شخص کسی کو اس کے خلاف عمل کرتے ہوئے دیکھے اسے اس پر نکیر کرنا اور اس کی نماز باطل ہونے کی خبر دینا ضروری ہے۔

کسی شرعی سبب کے بغیر نماز کے بعد دو سجدے کرنے کی بدعت

امام ابوشامہ نے اپنی کتاب ''الباعث فی عدہ الوجوہ المخالفۃ فی بدعۃ صلوۃ الرغائب'' میں کہا۔

''صلوۃ الرغائب میں پانچویں صورت خرابی کی یہ ہے کہ اس نماز سے فارغ ہونے کے بعد کئے جانے والے دو سجدے مکروہ ہیں کیونکہ ان سجدوں کا کوئی سبب نہیں سوائے نماز یا سجدہ سہو و سجدہ تلاوت کے کسی دوسرے سجدے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے سلسلے میں کوئی شرعی حکم وارد نہیں ہوا۔

سجدۂ شکر کے معاملہ میں اختلاف ہے اسے امام شافعی نے مستحب کہا اور امام احمد نے فرمایا کہ سجدۂ شکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام اسحاق و ابوثور نے اسے سنت کہا مگر امام

ابراہیم نخعی نے اسے مکروہ و بدعت کہا ہے۔

امام مالک و ابو حنیفہ نے بھی اسے مکروہ قرار دیا ہے پھر امام ابو شامہ نے اپنی بات کہی کہ میں پہلے قول یعنی امام شافعی کے قول کا قائل ہوں کہ سجدۂ شکر مستحب ہے کیونکہ یہ بات نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، علی ابن طالب اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ امام الحرمین اور امام غزالی نے کہا کہ شیخ ابو محمد جوینی ان لوگوں پر سخت نکیر کرتے تھے جو بلا سبب سجدہ کرتے تھے۔

امام الحرمین اور امام غزالی نے شیخ جوینی کے قول مذکور کو برقرار رکھا۔ اس کی تردید نہیں کی۔ کتاب التتمہ کے مصنف امام المتولی نے کہا کہ ''بعض لوگوں میں یہ عادت پائی جاتی ہے کہ نماز کے بعد سجدہ ریز ہو کر دعائیں کرتے ہیں حالانکہ اس سجدہ کی کوئی اصلیت نہیں ہے اور نہ یہ نبی کریم ﷺ سے منقول ہے نہ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے۔''

''بعض الناس'' (بعض لوگوں) کے لفظ سے مصنف ''التتمہ'' کی مراد شاید وہ لوگ ہیں جو اس معاملہ میں مشہور صوفی محمد بن علی ترمذی حکیم کے پیرو ہیں۔ کیونکہ حکیم موصوف ہر نماز کے ختم ہونے کے بعد دو سجدوں کو مستحب مانتے ہیں تاکہ ''قلبی سہو'' سے نماز میں واقع شدہ خلل رفع ہو جائے۔ اس لئے کہ نماز میں خواہ لحظہ ولمحہ بھر کے لئے سہی عام طور پر ہر آدمی کو غفلت ہو ہی جاتی ہے اور غالب طور پر سہو شیطان کی طرف سے ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا اس کی تلافی ایسی تدبیر سے ہونی چاہیے کہ شیطان قریب بھی نہ آسکے اور وہ تدبیر سجدہ ہی ہے کیونکہ فرمان نبوی ہے کہ جب انسان سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہے۔ [1]

ابن عربی نے یہ بات حکیم ترمذی سے ''فتوحات مکیہ'' میں نقل کی ہے اور اسے بیان کر کے

---

[1] یہ حدیث صحیح ہے۔ اس امام مسلم، ابن ماجہ اور احمد بن حنبل نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان اس سے الگ ہو کر روتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے میری بربادی کہ انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا لہٰذا وہ جنت کا مستحق بن گیا اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ میرے لئے آتش دوزخ ہے اس حدیث کو مروزی نے بھی بیان کیا ہے۔ (زوائد الزہد)۔ اس حدیث کی ایک شاہد حدیث جو ابن مسعودؓ پر موقوف ہے جسے طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے لیکن اس حدیث کے رواۃ ثقہ ہیں۔

برقرار رکھا ہے لیکن چونکہ نماز اتباع شریعت کے مطابق ہونی چاہیے اس لئے ائمہ کرام نے اسے بدعت قرار دیا ہے۔ (اصلاح المساجد من البدع والعوائد)

اپنے تقلیدی مذہب کے مخالف امام کی اقتدا میں تراویح پڑھنے والوں کا وتر کے لئے الگ ہو جانا

مسجدوں کے اندر ماہ رمضان میں تراویح پڑھانے والے امام کی اقتدا میں پوری تراویح پڑھنے کی عادت نمازیوں میں پائی جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ امام نمازیوں کے تقلیدی مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کا پیرو ہوتا ہے تو جن مقتدیوں کا مذہب امام سے مختلف ہوتا ہے وہ وتر پڑھنے کے لئے الگ ہو جاتے ہیں اور اپنے کسی ہم مذہب آدمی کو امام بنا کر اس کے پیچھے وتر پڑھتے ہیں۔ البتہ اس امام کے ہم مذہب مقتدی اسی کی امامت میں اپنے وتر پورے کرتے ہیں۔

نمازیوں میں اس طریق کار کی اصل وجہ یہ ہے کہ احناف ایک ہی سلام سے تین رکعت وتر پڑھنے کے قائل ہیں جب کہ شوافع دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر کر فصل کرتے اور تیسری رکعت دوسری تحریمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اسی فقہی اختلاف کی بنا پر تقلیدی عصبیت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنے مقلدانہ موقف و مذہب کی حفاظت وحمایت کی خاطر ایک فقہی مذہب کے مقلدین دوسرے فقہی مذہب کے امام کی امامت میں وتر کی نماز نہیں پڑھتے۔ یہ لوگ تقلیدی مذہب کی پیروی کی بنا پر وتر کے اس معاملہ میں یہ نہیں دیکھتے کہ احادیث صحیحہ اور آثار حسنہ اس سلسلے میں کس طور وطریق کو صحیح وصواب بتلاتے ہیں۔ [1]

---

[1] ایک سلام اور دو تشہد وقعدہ کے ساتھ وتر کی نماز کی تائید صحیح احادیث سے نہیں ہوتی' بلکہ اس کی تائید میں صرف ایک ضعیف روایت ہے جو احادیث صحیحہ وصریحہ کے خلاف ہے۔ ان احادیث صحیحہ میں صراحت ہے کہ اگر ایک سلام کے ساتھ وتر پڑھی جائے تو پہلا قعدہ نہ کیا جائے صرف آخر میں قعدہ کر کے تشہد پڑھ کر سلام پھیرا جائے' یا پھر دو رکعت پڑھ کر اگر قعدہ کیا جائے تو سلام پھیر کر دوسری تحریمہ کے ساتھ ایک رکعت اور پڑھی جائے۔ اگر مزید تفصیل درکار ہو تو ہمارے رسالۂ سابقہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے باوجود ہم اس ثابت شدہ طریق وتر کے خلاف مذہب رکھنے والے امام کے پیچھے ہی وتر پڑھنے کا موقف رکھتے ہیں کیونکہ اختلاف شر ہے' جیسا کہ حضرت ابن مسعود اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے۔ از مصنف

یہ لوگ یہ بھی نہیں سمجھتے سوچتے کہ جماعت میں اس طرح کی تقسیم وتفریق سے کتنی مخالفت و ناپسندیدگی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کو چھوڑیئے کہ اس طرز عمل سے بعض چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں تشویش پیدا ہوتی ہے اور قرأت وغیرہ کے معاملہ میں ایک امام کی آواز پر دوسرے امام کی آواز بلند ہو جاتی ہے۔ نیز اس طرح کی دوسری کئی باتیں ہوتی ہیں جو نماز باجماعت کے بنیادی مقصد، جماعت کی مشروعیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طور وطریق کے منافی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام ؓ وتر پڑھنے کے لئے جماعت کی تقسیم اور اس میں تفریق نہیں کرتے تھے، بلکہ یہ لوگ تفریق وتقسیم کو بدترین خرابیوں میں سے سمجھتے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے تراویح باجماعت ایک امام کی اقتدا میں اسی لئے قائم کرائی کہ متفرق طور پر الگ الگ تراویح پڑھنے کے بجائے سب لوگ ایک ساتھ تراویح پڑھیں تاکہ لوگوں میں میل ملاپ اور جماعتی مزاج پیدا ہو۔

رمضان المبارک کی راتوں میں تراویح اور نفلی نمازوں کی مشروعیت کے سلسلے میں محدثین کرام نے مختلف ومتعدد روایات نقل کر رکھی ہیں۔

حاصل مقصد یہ ہے کہ میرے خیال میں کسی مسجد کے امام کے ساتھ تراویح پڑھنے والے کو چاہیے کہ پوری نماز آخر تک اسی امام کی اقتدا میں مکمل کرے اور اس سے الگ ہو کر وتر وغیرہ نہ پڑھے۔

بسا اوقات میں نے یہ بات اپنے عام درس میں بیان کی ہے اور اپنے دلائل کی وضاحت کی ہے۔

اولاً: علمائے اصول نے یہ بیان کر دیا ہے کہ عام آدمی کا کوئی مخصوص مذہب نہیں۔ جب وہ مسجد میں جائے تو اس مسجد کے امام کی اقتداء کرے اور اسی رنگ میں رنگ جائے۔ بلکہ میں نے محققین شوافع میں سے اپنے ایک استاد کو دیکھا کہ وہ فجر کی نماز حنفی امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے اور امام مذکور کی موافقت میں فجر والا قنوت ترک کر دیتے تھے اور وہ سجدۂ سہو شوافع کے تقاضا کے باوجود نہیں کرتے تھے اور موصوف مجھ سے فرماتے تھے کہ جس کو میں نے امام بنا لیا اور اس کی امامت پر راضی ہو گیا عبادت میں اس کی مخالفت کو میں خلاف ادب سمجھتا ہوں۔ جب کہ وہ امام اپنے اختیار کردہ طریق عبادت میں صحیح وحسن سند والی منقول شدہ دلیلوں پر اعتماد کرتا ہے۔ [1] یہ

[1] میں کہتا ہوں کہ میرے استاد مذکور نے یہ بات اپنے نقطۂ نظر اور معلومات کے مطابق کہی ہے۔ ورنہ موصوف کی یہ بات مطلقاً غیر صحیح ہے۔ فقہی مذاہب کے دلائل کا دقیق تقابل کر کے فقہ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ وتر کے معاملہ میں حنفی نقطۂ نظر سنت کے خلاف یا تو پر قیاس قائم ہے یا سنت صحیحہ کے خلاف ایک ضعیف روایت پر' اور اس طرح کی چیز کو دلیل بنانا یا ماننا صحیح نہیں۔۔۔۔ از مصنف

دانش مندی وفقاہت نہیں ہے کہ میں اپنے امام کی مخالفت کروں اور جو وہ کرے اس کے خلاف عمل کروں۔

اللہ تعالیٰ میرے اس استاذ پر رحم فرمائے یہ کتنے سمجھدار اور اچھے طریق والے تھے۔!

ثانیاً: میں بھی اس بات کا معترف نہیں تھا کہ وتر میں حنفی کو شافعی امام کی اقتداء اور اس کی موافقت کرنی جائز ہے، لیکن علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے شرح کنز الدقائق میں ابوبکر رازی سے یہ نقل کیا ہے کہ حنفی آدمی کو ایسے امام کی اقتدا وتر میں جائز ہے جو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے۔

یہ حنفی مقتدی اس امام کے ساتھ باقی تیسری رکعت بھی پڑھے، کیونکہ اس کا امام وتر کی دوسری رکعت پر سلام پھیرنے کے باوجود اپنی وتر سے فارغ نہیں ہوا ہے بلکہ اس کی ایک رکعت وتر ابھی باقی ہے اور یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور کہا گیا ہے کہ امام نے اگر دو رکعت پر سلام پھیر دیا ہے تو مقتدی تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو کر اپنی وتر تنہا پوری کر لے۔ انتھی کلام الزیلعیؒ۔

علامہ زیلعی کے مذکورہ بالا بیان میں اس بات کی دلیل ہے کہ حنفی آدمی اگر شافعی امام کو وتر کی امامت کرتے ہوئے پائے تو اس کو الگ وتر پڑھنے کی حاجت نہیں بلکہ چاہیے کہ وہ شافعی امام کی اقتدا میں وتر پڑھے۔ یہی بات شافعی المذہب مقتدیوں کی بابت بھی کہی جاسکتی ہے جب کہ وتر کی نماز میں حنفی امام امامت کر رہا ہو۔ شوافع سے کہا جائے کہ شافعی فقہانے وتر کی آخری رکعت کو پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر درمیان میں سلام پھیرے بغیر بھی پڑھنے کو جائز کہا ہے جیسا کہ انہوں نے دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرنے کے بعد تیسری رکعت کو دوسری تحریمہ کے ساتھ پڑھنے کو جائز بتلایا ہے۔ دریں صورت شوافع ہی کے قاعدوں کے مطابق حنفی امام کے پیچھے شافعی لوگ نماز وتر پڑھ سکتے ہیں اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

البتہ ان میں سے متعصب آدمی کو اشکال ہوسکتا ہے کہ حنفی امام رکوع سے پہلے قنوت پڑھتا ہے جب کہ شافعی اس کا قائل نہیں بلکہ وہ رکوع کے بعد قنوت کا قائل ہے۔ اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ رکوع سے پہلے قیام کی حالت میں شافعی لوگ بھی قراءت کے قائل ہیں اس لئے رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھ سکتے ہیں۔

یہ جواب تقلیدی مذہب کے قاعدہ سے ہے ورنہ قطعی اور فیصلہ کن جواب یہ ہے کہ حنفی طریق

وتر کا ثبوت ''اثر'' [1] سے موجود ہے لہٰذا اس صورت میں نزاع کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

ثالثاً: وتر کی متعدد کیفیات حدیث کی اہم کتابوں میں مروی ومنقول ہیں جن کا خلاصہ میں نے اپنی کتاب ''الاوراد الماثورۃ'' میں ذکر کر دیا ہے۔

یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات وتر پڑھتے تھے ان میں آخری رکعت الگ تحریمہ وسلام سے پڑھتے تھے ایک ہی تشہد وسلام سے آپ ﷺ تین رکعت وتر بھی پڑھتے تھے۔ ہاں ایک رکعت الگ تحریمہ کے ساتھ پڑھنے والی روایات زیادہ صحیح ہیں۔ لیکن یہ روایات دوسری کیفیت والی وتر سے متعلق احادیث کے منافی نہیں۔

عبادت گزار واطاعت شعار فقیہ پر ضروری ہے کہ تمام روایات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طور وطریق میں بصیرت رکھے اور اس کو یہ جاننا ضروری ہے کہ مختلف فقہی مذاہب کے اماموں کا اختلاف لوگوں کے لیے باعث رحمت ہے، ان اماموں کی دلیلیں واضح ہیں، رات میں پڑھی جانے والی نفلی نمازیں کئی طریقہ سے مروی ہیں۔ یہ بات تہجد گزار لوگوں کی سہولت اور وسعت کے لئے شریعت میں درج ہے کسی ایک امام کا ان مختلف طرق وکیفیات میں سے کسی خاص طریق وتر کا اختیار کرنا اس بنا پر ہے کہ اس کی نظر واجتہاد میں وہی طریقہ زیادہ راجح ہے۔ مگر وہ دوسری احادیث صحیحہ سے مروی شدہ طریق کو بھی تسلیم کرتا ہے اس بات کی دلیل یہ ہے کہ فروعی امور میں باہم اختلاف کے باوجود ائمہ کرام ایک دوسرے کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ ان کا باہمی اختلاف اجتہادی تھا۔ طاعات میں جھگڑے لڑائی والا اختلاف یہ لوگ نہیں رکھتے تھے۔

حاصل کلام یہ کہ نمازی کو مسجدوں کے اماموں کی اقتدا مطلقاً کرنی چاہیے اور ان کے خلاف صرف ایسے متعصب لوگوں کا عمل ہے جو عبادت کے راز سے واقف نہیں اور شریعت سازی کی حکمتوں کو نہیں سمجھتے۔

---

[1] لفظ ''اثر'' سے مصنف کی مراد اگر حدیث ہے اور اس سے مصنف کا اگر یہ مقصد ہے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام نہ پھیرے اور تشہد پڑھ کر تیسری رکعت پوری کرنے کا ثبوت کسی حدیث میں ہے تو یہ بات اس سے پہلے گزر چکی ہے کہ اس معنیٰ ومفہوم کی حدیث ثابت نہیں' البتہ اگر یہ مراد ہے کہ رکوع سے پہلے قنوت کا ثبوت حدیث میں ہے تو یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے بلکہ اس کے خلاف وتر میں دوسری بات ثابت نہیں۔ ہاں رکوع کے بعد قنوت صرف قنوت نازلہ میں ثابت ہے۔ (علامہ ناصر الدین البانی)

اللہ تعالیٰ ہم کو حق بات جاننے سمجھنے کی توفیق دے اور ہدایت ورشد سے بہرہ ور کرے۔ آمین! (اصلاح المساجد من البدع والعوائد)

مسجدوں کو آراستہ وپیراستہ کرنے کی بدعت

امام ابوداؤد نے یہ حدیث روایت کی ہے:

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصَارٰى ۔)) [1]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تم لوگ ضرور بالضرور مسجدوں کو یہود ونصاریٰ کی طرح مزین اور آراستہ وپیراستہ کروگے۔''

یہ حدیث صحیح اور موقوف ہے یعنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بلکہ حضرت ابن عباس صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مگر یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ یعنی کہ فرمان نبوی کے حکم میں یہ حدیث ہے۔

امام بخاری سے یہ روایت ہے :

((اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اَكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ وَاِيَّاكَ اَنْ تُحَمِّرَ اَوْ تُصَفِّرَ ۔))

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو بنانے کا حکم دیا اور بنانے والے سے کہا کہ لوگوں کو بارش سے محفوظ کردو مگر اسے سرخ یا زرد رنگ میں رنگنے سے بچاؤ۔''

فاضل نے بیان کیا کہ جس طبقہ کے لوگوں میں مسجدوں کی دیواریں اور گنبد ومنارے اونچے بنانے، انہیں مزین وآراستہ کرنے اور ان کی آرائش وزیبائش نیز ساز وسامان کے لئے ڈھیر کے ڈھیر روپے پیسے اور سرمایہ خرچ کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کے واسطے حد سے بڑھ کر مقابلہ ہو رہا ہے۔ ان خرچ کرنے والے لوگوں سے اس زمانہ میں کون اہل بصیرت حضرات ہیں جو جرأت وجسارت کر کے یہ کہیں کہ آپ لوگ مسجدیں نہیں بنا رہے ہیں بلکہ عوام کو بدعات کے جال اور پھندے میں پھنسانے کے لئے محل تعمیر کرا رہے ہیں اور آپ لوگ اپنے مال دین کو

---

[1] (سنن ابو داؤد ج ۱/ ص ۳۱۰، کتاب الصلاة باب فی بناء المسجد حدیث نمبر (۴۴۸)

ظاہری شکل وصورت والی عبادت میں بدلنے کے لیے خرچ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ان تمام گزشتہ قوموں کا حال ہوا جنھوں نے عقیدہ وایمان کے حسن و جمال کے بجائے عبادت گاہوں کی دیواروں کے حسن و جمال کی طرف توجہ دی، اور ایمانی روشنی کے بجائے عمارتوں کی شان وشوکت میں وہ لوگ پھنس کر رہ گئے ہیں۔

یہاں تک کہ انہوں نے شعائر دین کو دعوتوں کی مجلسوں اور دستر خوانوں کے اجتماعات سے زیادہ قریب ومشابہ بنا دیا ہے۔ کیونکہ لوگوں کے اذہان وخیالات میں نقش ونگار، آرائش وزیبائش اور انوکھے قسم کے منبروں اور روشن دانوں۔ کے پردوں پر نظر ڈالنے سے جو چیزیں بھلی معلوم ہوں ان سے لطف اندوز ہونے کا شدید جذبہ پایا جاتا ہے۔

حالانکہ مسجدوں میں اجتماعات کا مقصود صرف یہ ہے کہ مادی دنیا کی غفلت آفرینیوں سے عقل و دماغ کو پاک رکھا جائے اور خاکی مظاہر ونمائشی چیزوں کی فتنہ سامانیوں سے ذہن کو الگ کیا جائے اور میل ملاپ والے اس اجتماع کی بدولت روح، رحمت الٰہی کے دروازہ تک پہنچ سکے اور خالص عبودیت وروحانیت کے دائرہ میں رہے تاکہ وہ عالم قدس کے نور سے منور ہو کر اپنی دنیا میں واپس آئے جس کی بدولت جہاد پر ثابت قدم رہے اور صراط مستقیم پر قائم رہے اور دنیا کے فتنوں نیز پھسلنے کے مقامات سے محفوظ رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس دنیاوی زندگی میں اپنا فریضہ انجام دے چکے تو اپنی حاصل کی ہوئی قوت کے ساتھ اپنے عالم روحانی کی طرف راہ ترقی طے کر سکے اور فیض الٰہی کے باغات میں داخل ہو سکے جو اس کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ (اصلاح المساجد من البدع والعوائد)

مسجد میں قاری کے لئے کرسی، قرأت کے سبب خلل اندازی اور قرآن سے دنیا طلبی کی بدعت

۱۳۲۱ھ میں مصر اور اسکندریہ کے زمانۂ سفر میں میں نے یہ بری بدعت دیکھی کہ اذان و اقامت کے درمیانی وقفہ میں کوئی حافظ قرآن ایک گز یا اس سے زیادہ اونچی، چوڑی سی کرسی پر بیٹھ کر بلند آواز کے ساتھ قرآن مجید کی دس آیات کی تلاوت کرتا ہے جس سے سنتیں پڑھنے والوں کو ایسا خلل ہوتا ہے کہ نماز کی ادائیگی ممکن نہیں رہتی۔ پھر میں نے دیکھا کہ امام ابن الحاج نے اپنی

کتاب المدخل میں اس غلط کام پر تنبیہ کی ہے۔ چنانچہ موصوف نے فرمایا کہ ''غلط کاموں میں سے ایک کام یہ ہے کہ لوگ جامع مسجد میں ایک بڑی سی کرسی ہمیشہ رکھتے ہیں۔ اس کرسی پر قرآن مجید رکھا ہوتا ہے تا کہ لوگ اسے پڑھیں۔ حالانکہ دو وجوہ سے یہ کام بلاضرورت و بے سبب ہے۔ ایک یہ کہ اس کرسی کے رکھنے سے مسجد کی اچھی خاصی جگہ پھنس کر رہ جاتی ہے، حالانکہ مسجد نمازیوں کے واسطے نماز پڑھنے کے لئے وقف ہے۔ دوسرے یہ کہ لوگ جب مسجد کے اندر جمع ہو کر نماز کے منتظر ہوتے ہیں۔ نیز کوئی نفلی نماز پڑھتا ہے، کوئی تلاوت کرتا ہے اور کوئی ذکر وفکر میں مشغول ہے تو بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا ان کاموں میں خلل ڈالتا ہے اور انہیں بند کرا دیتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے اندر بلند آواز سے قرأت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَجْهَرُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ بِالْقُرْآنِ ـ)) [1]

''یعنی قرأت قرآن میں کوئی آدمی کسی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے۔''

یہ حدیث صحیح ہے اور اس مسئلہ میں یہ نص ہے۔

اسی طرح کی بات دمشق میں بھی پائی جاتی ہے کہ امامت سے پہلے تین بار سورہ اخلاص (قل هو الله احد) پڑھی جاتی ہے اس کا مقصود لوگوں کو یہ بتلانا ہوتا ہے کہ اب نماز جلد شروع ہونے والی ہے۔ یہ بدعت ہے اس کی کوئی اصلیت وحقیقت نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی ضرورت ہے۔

میں نے متن خلیل کے حواشی میں پڑھا ہے: ''مسجد کے اندر بلند آواز کے ساتھ جو آدمی قرأت کرے اسے مسجد سے اٹھا دینا چاہیے اگر وہ اپنی اس حرکت پر قائم رہتا ہے تو اسے مسجد سے نکال دینا چاہیے ورنہ اسے یہ حکم دیا جائے کہ یا تو مسجد میں مطلقاً خاموش رہے یا آہستہ آہستہ قرآن مجید پڑھے۔ اہل علم نے کہا کہ اس طرح کا کام کرنے والوں کا مقصد عام طور پر دنیا طلبی ہوتی ہے۔

(اصلاح المساجد من البدع والعوائد)

[1] (المعجم الكبير للطبراني ج ١٢ / ص ٤٢٨، (صدقة بن يسار عن ابن عمر مسند احمد ج ٢ / ص ٢٦ مسند عبدالله بن عمر ص)

مسجد میں گیت شعر و شاعری اور محفل سماع کی بدعت

امام عارف ابن الحاج قدس سرہ نے اپنی کتاب ''المدخل'' کی بحث سماع میں فرمایا:

''مسجدوں کے اندر بعض لوگوں کا سماع (قوالی، شعر و شاعری اور گانا وغیرہ سننے) میں مشغول رہنا سخت ترین غلط کاریوں میں سے ہے۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ اسلاف کرام رحمۃ اللہ علیہم مسجدوں کی توقیر کرتے تھے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ لوگ مسجد میں اونچی آواز کو بھی مکروہ قرار دیتے تھے چاہے وہ ذکر الٰہی ہی کیوں نہ ہو۔''

نبی کریم ﷺ نے مسجد میں زور سے قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس قبیل سے وارد شدہ وہ حدیث بھی ہے جس میں مسجد کے اندر گم شدہ چیز کی تلاش بلند آواز کے ساتھ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا۔)) [1]

''جو آدمی کسی شخص کو مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرتے ہوئے دیکھے تو اس پر یہ بددعا کرے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری یہ چیز واپس نہ لائے کیونکہ مسجدیں اس مقصد کے لئے نہیں بنائی گئیں۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں علامہ قرطبیؒ سے نقل کیا ہے:

''خیر و صلاح کی طرف منسوب شدہ بہت سے لوگوں پر شہوانی خیالات غالب ہیں، حتیٰ کہ ان میں سے بہت سارے لوگوں سے بچوں اور دیوانوں کے افعال سرزد ہوتے ہیں۔

یہ لوگ خاص انداز میں ٹانگوں اور پاؤں کو حرکت دے کر اور مگن و مست ہو کر مسلسل قسم قسم کی چال چل کر رقص کرتے اور ناچتے ہیں۔

ان میں سے کچھ لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ وہ ان اعمال و حرکات کو کار ثواب اور اعمال صالحہ قرار دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے بہت اونچے قسم کے نتائج و ثمرات

---

[1] (صحيح مسلم ج ١ / ص ٣٩٧ / كتاب المساجد و مواضع الصلاة باب النهى عن نشد الضالة في المسجد. حديث نمبر (٥٦٨)

حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن از روئے تحقیق یہ خرافاتی لوگوں کی بات ہے۔"

حافظ سیوطی کی بات "الامر بالاتباع والنہی عن الابتداع" میں بھی مذکورہ بالا بات اس طرح لکھی ہوئی ہے:

ایجاد شدہ بدعات میں سے مسجدوں کے اندر رقص وسرود اور چنگ ورباب نیز دف جیسے آلات طرب کا بجانا بھی داخل ہے۔ جو لوگ مسجدوں میں اس طرح کے کام کریں وہ گمراہ بدعتی ہیں۔ ایسے لوگ زدوکوب کیے جانے اور مسجدوں سے باہر کیے جانے کے لائق ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ ایسی چیز کی اہانت کرتے ہیں جس کی تعظیم کا حکم اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ .

اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے کہ ان گھروں (مسجدوں) کا ادب واحترام کیا جائے اور ان میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ [النور، آیۃ: ۳۶]

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان گھروں یعنی مسجدوں میں کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے۔ حافظ سیوطی کے الفاظ ختم ہوئے۔ (اصلاح المساجد من البدع والعوائد)

اللہ تعالیٰ کے لئے مستعمل شدہ لفظ جلالت کو بدل کر ذکر الٰہی کرنے والوں کی بدعت

امام، عارف کبیر، سید محمد وفا بن ناصر الدین قرانی نے اپنی کتاب "الادلة القاطعة فی الرد علی والمطاوعة" کے صفحہ اول میں تحریر کیا ہے:

"مولائے کریم اللہ تعالیٰ ہم پر اور سارے مسلمانوں پر لطف ومہربانی فرمائے۔ اور اس خود ساختہ ذکر الٰہی واطاعت گزاری پر نکیر اور ردوقدح سب سے بڑی طاعت گزاریوں اور عظیم ترین نیکیوں میں سے ہے۔ کیونکہ یہ بہت سی بدعات اور غلط کاریوں پر مشتمل ہے۔ ان بدعات وغلط کاریوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہ خود ساختہ ذکر واطاعت گزاری کرنے والے اپنے قیام وقعود، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور سونے کی حالت میں اپنے

پیچھے امرد لڑکوں (وہ لڑکے جن کو ابھی مونچھ ڈاڑھی نہ آئی ہو) کو لگائے رکھتے ہیں۔
خصوصاً یہ کام اس لئے قابل نکیر اور لائق ردوقدح ہے کہ اسلاف میں سے کسی سے یہ منقول نہیں۔ امرد لڑکا جب کہ وہ خوبصورت ہو تو اس کو ساتھ رکھنے سے اس پر نظر پڑنا اور اسے دیکھنا لازم ہے حالانکہ علما خوبصورت امرد لڑکوں کو دیکھنا حرام یا مکروہ کہتے ہیں بشرطیکہ شہوت کے ساتھ اس پر نظر نہ ڈالی جائے۔ لیکن اگر شہوت کے ساتھ ان پر نظر ڈالی جائے تو علما بالاتفاق اسے حرام کہتے ہیں۔

ان لوگوں کی قابل نکیر غلط کاریوں میں سے دوسری چیز یہ ہے کہ یہ لوگ جب اپنے مریدین ومعتقدین کے یہاں دورہ پر نکلتے ہیں اور اس دورہ وگشت کو یہ لوگ ''سیارہ'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں تو یہ لوگ اپنے جن مریدین کے یہاں ٹھہرتے ہیں انہیں شام یا دوپہر کو کھانا کھلانے کی زحمت دیتے ہیں اور یہ چیز لوگوں کا ناحق مال کھالینے کے معنی میں داخل ہے۔ جو لوگ دین کے نام پر دنیاوی فائدہ اٹھاتے اور کھاتے پیتے ہیں ان کے اس طریق عمل کی قباحت معلوم ہے۔''

امام حاکم کی روایت کردہ حدیث نبوی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کو بذریعہ پیشہ تلاش کرو۔ اسے حاصل کرنے کے لئے دین کو ذریعہ مت بناؤ۔ کیونکہ دین اللہ تعالیٰ کے لئے خالص رہنا چاہیے، جو شخص دین کے ذریعہ دنیا کمائے اس کے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔

ان لوگوں کی قابل نکیر غلط کاریوں میں سے تیسری چیز یہ ہے کہ ان کے ذکر وفکر کے موقعہ پر رقص وسرود اور تالیوں کے بجائے دوسری بدعات ہوتی رہتی ہیں۔ حالانکہ اس طرح کے کام گائے اور بچھڑوں کی پرستش کرنے والوں کا شعار ہے۔ اس کی صراحت بہت سے علما نے کی ہے، ان حضرات نے ان کے طریق کار کے باطل ہونے کا فتوی دیا ہے اور ان کے خلاف نظم ونثر کے ذریعے سخت حملے (یعنی ردوقدح) کیئے ہیں۔ اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو میں ان کے خلاف صادر ہونے والے علما کے فتاوٰی میں سے کچھ فتاوے نقل کرتا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی بصیرت میں روشنی بخشی ہے، انہیں ان غلط کاریوں کے سمجھنے کے لئے علما کے فتاوٰی کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر وصواب کی توفیق دینے والا ہے۔

ان لوگوں کی قابل نکیر غلط کاریوں میں سے چوتھی چیز یہ ہے کہ ذکر وفکر کرتے وقت یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کو بدل دیتے ہیں کوئی شخص ''اموہ ۔۔۔ اموہ'' کہتا ہے کوئی ''انوہ

۔۔۔۔انوہ'' کہتا ہے کوئی ''ان ۔۔۔۔۔ان'' کہتا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ، جیسا کہ انہیں دیکھ کر معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح کی جملہ حرکات کو ذکر الٰہی نہیں کہا جا سکتا اور یہ یقینی وقطعی بات ہے کہ اس کام میں کوئی ثواب نہیں۔

عارف باللہ سیدی زین الدین مرصفی کی کتاب " الا سئلة والا جوبة " میں مذکور ہے کہ موصوف شیخ مرصفی سے پوچھا گیا کہ کیا ذکر الٰہی کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کئے جانے والے الفاظ کا واضح المعنی ہونا ضروری ہے؟ موصوف نے جواب دیا کہ ہاں! حاضر دماغ (صحیح الدماغ) کے لئے ضروری ہے کہ واضح المعنی لفظ کا ورد کرے۔ البتہ حالت استغراق'' مراد دماغ صحیح نہ رہ گیا ہو'' میں ضروری نہیں ہے۔ جب آدمی اپنے قابو واختیار میں نہ رہ گیا ہو تو اس کے لئے کوئی حرج نہیں یعنی کہ وہ معذور ہے۔ واللہ اعلم۔ (اصلاح المساجد من البدع والعوائد)

ایک عالم شاعر نے اپنے منظوم قصیدہ میں کہا:

ومن شروط الذكر ان لا يسقطا

بعض حروف الاسم او يفرطا

''ذکر الٰہی کی شرطوں میں سے ہے کہ جان بوجھ کر اسم الٰہی کے حروف میں سے کسی حرف کو کم یا زیادہ نہ کیا جائے۔''

في البعض من مناسك الشريعة

عمدا فتلك بدعة شنيعة

''شریعت کی عبادتوں میں سے کسی میں عمداً کمی بیشی نہ کی جائے کیونکہ یہ بدعت شنیعہ ہے۔''

والرقص والصراخ والتصفيق

عمدًا بذكر الله لا يليق

''اور ذکر الٰہی کے وقت جان بوجھ کر رقص وسرود، چیخ پکار کرنا، اور تالی بجانا مناسب نہیں۔''

وانما المطلوب في الاذكار

الذكر بالخشوع والوقار

''اذکار واوراد میں مطلوب ہے کہ خشوع اور وقار کے ساتھ ذکر الٰہی کیا جائے۔''

فواجب تنزیہ ذکر اللہ

علی اللبیب الذاکر الاواھی

''دردمند، دانش مند ذکر الٰہی کرنے والے پر ضروری ہے کہ وہ ذکر الٰہی کو پاک وصاف رکھے۔''

عن کل ما یفعلہ اھل البدع

ویقتدی بفعل ارباب الورع

''ہر کام سے جس کو اہل بدعت کرتے ہیں اور وہ تقویٰ شعار لوگوں کے فعل کی پیروی کرے۔''

فقد راینا فرقۃ ان ذکروا

ابتدعوا وربما قد کفروا

''بے شک ہم نے ایسا فرقہ دیکھا ہے جو ذکر الٰہی کرتے ہوئے مبتدعانہ کام کرتا ہے اور کبھی وہ کفر بھی کر ڈالتا ہے۔''

وصنعوا فی الذکر صنعًا منکرًا

صعبًا فجاھدھم جھادًا اکبرًا

''اس فرقہ کے لوگوں نے ذکر الٰہی کے نام سے بہت پیچیدہ غلط کام کیا، ان سے بہت زیادہ جہاد کرو۔''

خلوا من اسم اللہ حرف الھاء

فالحدوا فی اعظم الاسماء

''یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نام کے اخیر سے ھاء کو حذف کر دیتے ہیں اس طرح یہ اللہ تعالیٰ کے عظیم ترین ناموں کو بگاڑ دیتے ہیں۔''

لقد اتوا واللہ شیا ادا

تخر منہ الشامخات ھدا

''بخدا! انہوں نے ایسا ہلاکت خیز کام کیا ہے جس سے بلند و مستحکم پہاڑ چور چور ہو سکتے ہیں۔''

قد غیروا اسم اللہ جل وعلا

وزعموا نیل المراتب العلا

''یہ لوگ عزوجل کے نام میں تغیر کر کے اس زعم باطل میں ہیں کہ اونچے درجات حاصل

کرلیں گے۔''

من کان فی نیل الکمال راجیا

وعن شریعة الرسول نائیًا

''جو شخص کمال حاصل کرنے کا طلب گار ہو اور شریعت نبوی کی پابندی سے دور ہو۔''

فانه ملبس مفتونٌ

وعقله مخبل مجنونٌ

''تو وہ فریب وفتنہ میں مبتلا ہے اور اس کا دماغ خراب ہے وہ پاگل ہے۔''

هذا محال لا یصح ابدًا

لان سید الوریٰ باب الهدیٰ

''پابندی شریعت کے بغیر حصول کمال محال ہے یہ بات کبھی صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ سید الخلائق (محمد ﷺ) ہدایت کے دروازہ ہیں۔''

اذ رایت رجلا یطیر

او فوق ماء البحر قد یسیر

''تم جب کسی آدمی کو فضا میں پرواز کرتے ہوئے یا سمندر کے پانی کے اوپر چلتے ہوئے دیکھو۔''

ولم یقف عند حدود الشرع

فانه مستدرج وبدعی

''اور وہ حدود شریعت کا پابند نہیں تو جان لو کہ وہ جادوگر اور بدعتی ہے۔''

والفرق بین الافک والصواب

یعرف بالسنة والکتاب

''افتراء پردازی اور حق وثواب کتاب وسنت کے ذریعہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔''

والشرع میزان الامور کلها

وشاهد لفرعها واصلها

''اور شریعت تمام امور دین کے لئے میزان ہے اور جملہ فروع واصول کے صحیح وغلط ہونے کی شہادت دینے والی ہے۔''

اقامت نماز کے الفاظ میں لفظ ''سیدنا'' کے اضافہ کی بدعت

اپنے سفر بیت المقدس کے زمانہ میں میں نے دیکھا کہ ایک آدمی نماز کی اقامت کہتا ہے اور کبھی کبھی نائب امام کی حیثیت سے امامت بھی کرا دیتا ہے۔ یہ شخص دوران اقامت اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہتے وقت ''محمد رسول اللہ'' سے پہلے ''سیدنا'' کا لفظ بڑھا دیتا تھا۔ میں نے اس سے نماز کے بعد کہا کہ تم اقامت میں یہ لفظ کیوں بڑھاتے ہو جب کہ یہ مشروع نہیں ہے؟

اس شخص نے مجھے یہ جواب دیا کہ اس مسئلہ میں بیت المقدس اور یافا کے علما کے درمیان نزاع پیدا ہوا تھا، مطلب یہ کہ کسی بدعتی نے اس لفظ کے اضافہ کی بدعت ایجاد کی تو اس پر اعتراض ہوا اور باہم نزاع کھڑا ہو گیا۔

کوئی کہتا تھا کہ اذان و اقامت کے سلسلے میں جو الفاظ شریعت میں وارد ہوئے ہیں انہیں پر اکتفا کرنا چاہیے، ان پر اضافہ نہیں ہونا چاہیے، کوئی کہتا تھا کہ ذکر نبوی کے وقت لفظ ''سیدنا'' کا اضافہ مستحب ہے۔ پھر نزاع نے شدت اختیار کی اور آپس میں مراسلت و نام و پیام کا سلسلہ جاری ہوا اور معاملہ حد سے آگے بڑھنے لگا۔

اب ہم قطع نزاع کے لئے ان لوگوں کی پیروی میں یہ لفظ یعنی ''محمد ارسول اللہ'' سے پہلے ''سیدنا'' کہا کرتے ہیں۔ جو اس کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

میں نے کہا ارے بھائی صاحب! اذان و اقامت کے الفاظ شریعت کے منقول شدہ الفاظ ہیں۔ ان کی پابندی ہوتی ہے اور ان کے مطابق عبادت ہوتی ہے۔ یہ الفاظ حدیث کی مختلف کتابوں میں تواتر کے ساتھ سلف سے لے کر خلف تک منقول ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

اس لفظ کے اضافہ کا مستحب ہونا نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نہ کسی تابعیؒ سے۔۔۔ بلکہ فقہائے امت اور ان کے متبعین میں سے بھی کسی نے یہ بات نہیں کہی۔ ان فقہا کی کتابیں تمہارے سامنے موجود ہیں، جن کی تقلید کا تم دعوی رکھتے ہو اور کہتے ہو کہ ہم ان کی مخالفت نہیں کرتے مگر ان فقہا میں سے کسی نے اسے مستحب نہیں کہا۔۔۔ پھر یہ بدعت کیوں ایجاد کر لی ہے؟ یہ تعظیم نبوی نہیں کہ شرعی عبارتوں میں ایسے الفاظ بڑھا لئے جائیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون نہیں قرار دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین نے انہیں مستحب نہیں بتلایا۔

ہر موقعہ کے لئے الگ الگ بات ہوتی ہے۔ اس کے برعکس یہ ثابت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو ''سیدنا وابن سیدنا'' کہہ کر مخاطب کیا تو آپ ﷺ نے اسے منع کر دیا۔

امام نسائی نے جید سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

((إِنَّ نَاسًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَا خَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا وَ سَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا فَقَالَ يَاأَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا بِقَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ أَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُولُهُ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِي اللّٰهُ عَزَّوَ جَلَّ ۔)) ❶

''کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا کہ، اے ہم میں سے سب سے اچھے آدمی! اور سب سے اچھے آدمی کے بیٹے اور اے ہمارے سید اور سید کے بیٹے! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا لوگو! مناسب بات کہا کرو، شیطان تم کو ہرگز گمراہ نہ کرنے پائے میں محمد اللہ کا بندہ اور رسول ہوں میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ مجھے میرے اس درجے سے اونچا درجہ دو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشا ہے۔''

امام ابوداؤد نے جید سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

((اِنْطَلَقْتُ فِي وَفْدِ بَنِي عَامِرٍ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا أَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ السَّيِّدُ اللّٰهُ تبارَكَ وَ تَعَالَى ۔)) ❷

''میں بنو عامر کے وفد کے ساتھ خدمت نبوی میں آیا اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے کہا آپ ہمارے سید ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''سید'' تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔''

باوجودیکہ رسول اللہ ﷺ کے لئے لفظ ''سید'' بولنے سے کوئی چیز مانع نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے نواسے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی بابت فرمایا:

((إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَسَيُصْلِحُ اللّٰهُ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۔)) ❸

''میرا یہ لڑکا ''سید'' ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے

---

❶ (مسند احمد ج ۳/ ص ۱۵۳، حدیث نمبر ۲۴۱ تا ۲۴۹/ مسند انس بن مالکؓ)

❷ (سنن ابی داؤد ج ۵/ ص ۱۵۴ کتاب الادب باب کراهية التمادح حديث نمبر (۴۸۰۶)

❸ (کنز العمال ج ۱۲/ ص ۶۶۴/ حدیث نمبر (۳۷۶۹۱)

درمیان عن قریب صلح کرادے گا۔"

اسی طرح حدیث میں یہ بھی وارد ہے:

﴿اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ وَلَا فَخرَ.﴾ ❶

"میں تمام اولاد آدم کا "سید" ہوں، مگر مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔"

لیکن ہماری گفتگو اس معاملہ میں ہے کہ بشمول اذان و اقامت تمام عبادات کے الفاظ میں کمی وبیشی جائز نہیں ہے اور یہ دعوٰی مردود ہے کہ اس لفظ کے بڑھا دینے سے تعظیم نبوی ہوتی ہے کیونکہ تعظیم نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ہوتی ہے مخالفت سے آپ کی تعظیم نہیں ہوسکتی۔ (اصلاح المساجد من البدع والعوائد) ❷

ورد معلوم اور گیتوں کو مؤذنوں کا زور سے پڑھنا بدعت ہے

مسجدوں کے اندر چیخ وپکار اور شور وشغب ممنوع ہے، کیونکہ ادب کا تقاضا ہے کہ مسجدوں میں آواز پست رکھی جائے۔ اس سے بھی زیادہ قباحت کی بات یہ ہے کہ دمشق کی مشہور جامع مسجد میں جمعہ اور دوشنبہ کی راتوں میں یا ہر رات میں بلند آواز کے ساتھ گیت گائے جاتے اور اشعار و قصائد پڑھے جاتے ہیں۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ.

مشروع اذان میں اضافہ اور اذان میں نغمہ سرائی کی بدعت

حنبلی فقہ کی کتاب "شرح العمدۃ" میں ہے:

"اذان سے پہلے مؤذن کا قرآنی آیت قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح اگر اذان کے بعد اذان سے متصل ذکر اذکار پڑھے تو بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ ایجاد شدہ نئی چیز یعنی بدعت ہے اور اقامت سے پہلے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ یا اس طرح کی دوسری چیزیں کہنی بھی مکروہ ہیں۔

کتب حنابلہ میں سے الاقناع اور شرح الاقناع میں یہ بھی ہے:

فجر سے پہلے منارہ میں اذان کے علاوہ تسبیح خوانی، نغمہ سرائی، بلند آواز کے ساتھ دعا اور اس

---

❶ مسلم: ج ٤ / کتاب الفضائل، باب نسب النبیؐ، حدیث نمبر ١٧٨٢، کنزالعمال، ج ١١، ص ٤٣٤، حدیث نمبر، ٣٢٠٤٠ ❷ (کنزالعمال، ج ١١ / ص ٤٣٤ / حدیث نمبر (٣٢٠٤٠)

طرح کی دوسری چیزیں مسنون نہیں ہیں۔ علما میں سے کسی نے ان باتوں کو مستحب نہیں کہا بلکہ یہ منجملہ بدعات مکروہ ہیں۔ کیونکہ ان کا وجود نہ عہد نبوی ﷺ میں تھا نہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں اور نہ ان کا تعلق صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں پائے جانے والے کسی اصل سے ہے۔ لہٰذا کسی کے لئے جائز نہیں کہ ان باتوں کے کرنے کا حکم دے یا نہ کرنے والے پر نکیر کرے۔ اس طرح کے کام کرنے والے کھانا دیے جانے کے مستحق نہیں، کیونکہ اس سے بدعت کی مدد ہوگی۔ اگر وقف کرنے والے نے اپنی وقف کردہ جائیداد کی آمدنی خرچ کرنے کے لئے اس طرح کے آدمی کی شرط لگائی تھی کہ اس قسم کے ممنوع و مکروہ کام کرے تو اس پر یہ آمدنی خرچ کی جائے گی تو اس شرط پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ شرط خلاف سنت ہے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں کہا:

''میں نے بعض ایسا آدمی دیکھا جو بہت رات کو منارہ پر کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت کرتا اور بلند آواز سے کوئی سورہ پڑھتا ہے۔ وہ اپنے اس طرز عمل سے لوگوں کو سونے سے روک دیتا ہے اور تہجد گزار لوگوں کی قرآن خوانی میں خلل اندازی کرتا ہے۔ اس طرح کے سارے کام برے اور خراب ہیں۔''

امام ابن الحاج ؒ نے کتاب المدخل میں کہا:

''رات میں مؤذنوں نے تسبیح خوانی کی جو بدعت ایجاد کر رکھی ہے اس سے انہیں روکا جائے۔ اگرچہ خفیہ و علانیہ ذکر الٰہی اچھی چیز ہے مگر جن مواقع پر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر و اذکار نہیں کیا اور جن اوقات میں کوئی ذکر معین مقرر نہیں کیا ان مواقع و اوقات میں اذکار معینہ نہیں ہونا چاہیے۔ موصوف ابن الحاج نے مزید فرمایا کہ اذان تو صرف لوگوں کو اوقات نماز بتلانے کے لیے مشروع کی گئی ہے۔''

اس کے علاوہ مذکور بالا چیزیں مشروعیت اذان کی ضد ہیں۔

(اصلاح المساجد من البدع والعوائد)

ماہ صفر کے آخری بدھ کی رات کو آیات سلام لکھنے کی بدعت

بہت سے عوام ماہ صفر کے آخری بدھ کو مغرب و عشا کے درمیان بعض مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں اور ایک ایسے کاتب کے پاس حلقہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں جو انہیں انبیائے کرام علیہم

الصلوٰۃ والسلام کے اوپر سلام والی سات آیتوں کو لکھ دیا کرتا ہے۔ مثلاً یہ آیت

سَلٰمٌ عَلٰی نُوحٍ فِی الْعٰلَمِینَ وغیرہ

پھر یہ لوگ کاغذ پانی پینے کے برتنوں میں رکھ دیا کرتے ہیں اور ان برتنوں کا پانی پیتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس وقت ان آیات کو لکھنے میں کوئی خوشگوار قسم کا راز پوشیدہ ہے۔ پھر یہ لوگ یہ کاغذ بطور ہدیہ وتحفہ لے کر اپنے گھر واپس جاتے ہیں۔

پتہ نہیں ان لوگوں میں یہ عادت کہاں سے آ گئی ہے جس کا کوئی وجود اسلاف میں نہیں تھا۔ یہ بات صرف تعویذ وگنڈہ کرنے والے پیروں فقیروں کے یہاں پائی جاتی ہے۔

یہ ایک واضح بات ہے کہ یہ عقیدہ واعتبار مذکورہ رات کو منحوس سمجھنے اور اسے فال کی رات ماننے پر لوگوں کو آمادہ کرے گا۔ حالانکہ مسلمان فال جیسی چیزوں سے بیزار و بری رہا کرتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ نے کہا کہ دمشق کے عوام بھی اسی طرح بدھ کے روز مریض کی عیادت کو منحوس اور فال بد کی بات سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہاں بدھ کے دن عوام وخواص اور رشتہ داروں کے لئے عیادت مریض ممکن نہیں۔ بظاہر ان لوگوں کی دلیل یہ حدیث ہے:

((یَوْمُ الْاَرْبِعَاءِ یَوْمُ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٌّ۔)) [1]

''بدھ کا دن باقی وبرقرار رہنے والا منحوس دن ہے۔''

امام صاغانی وابن الجوزی نے کہا کہ مذکورہ بالا حدیث موضوع ہے۔ امام سخاوی نے کہا کہ ''بدھ کے دن کی فضیلت وقدح میں متعدد احادیث مروی ہیں مگر سب کی سب واہیات (ضعیف وساقط الاعتبار) ہیں۔''

لوگوں میں رائج شدہ خرافات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جس نے بدھ کے روز کسی مریض کی عیادت کی تو جمعرات کو وہ اس مریض کی زیارت کرے گا۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ بدھ کے دن اگر مریض کی عیادت کی جائے گی تو وہ مریض اس کے بعد دوسرے دن جمعرات کو مر جائے گا جس کی زیارت جمعرات کو قبرستان میں ہوگی۔

---

[1] (الفوائد ص٤٣٨ باب فضائل الامكنة والأزمنة: المقاصد الحسنة ص٤٧٩ / حديث نمبر (١٣٥٤) أسنى المطالب، ص٢٦٧

﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ اَنْ نَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ .﴾

''اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں کہ ہم جاہلوں میں سے بن جائیں۔''

فال سے متعلق احادیث کا ذکر ہو چکا ہے ان کی طرف مراجعت کی جائے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ایام ولیالی کے بارے میں ایک مسئلہ مذکور ہے کہ مثال کے طور پر اگر یہ کہا جائے کہ بدھ، جمعرات یا سنیچر کے دن سفر کرنا مکروہ ہے یا ان ایام میں کپڑوں کی کانٹ چھانٹ یا، کپڑوں کی سلائی سوت کی کتائی یا اس قسم کے کاموں کا کرنا مکروہ ہے۔ یا فلاح تاریخوں کی راتوں میں وطی و جماع مکروہ ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے پیدا ہونے والے بچوں کے لیے خوف وخطر لگا رہتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث صورت مسئلہ کا جواب امام ابن تیمیہ نے یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد...... سوال میں مذکورہ عقیدہ وخیال باطل و بے اصل ہے۔ بلکہ آدمی جب استخارہ کر کے کوئی مباح کام کرے تو جس وقت بھی کرنا آسان ہو قطعی طور پر وہ کام کر سکتا ہے کسی دن بھی کپڑے کی کانٹ چھانٹ یا سلائی اور سوت کی کتائی یا کوئی بھی کام مکروہ نہیں ہے۔

اور کسی بھی تاریخ میں چاہے دن ہو یا رات وطی و جماع مکروہ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدفالی سے منع فرمایا ہے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ:

((عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِي قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مِنَّا قَوْمًا يَأْتُوْنَ الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَأْتُوْهُمْ قَالَ مِنَّا قَوْمٌ يَتَطَيَّرُوْنَ قَالَ وَذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ اَحَدُكُمْ مِنْ نَفْسِهٖ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ۔)) ❶

''حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس آتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ کاہنوں کے پاس مت جاؤ۔ معاویہ نے کہا کہ ہم میں سے کچھ لوگ فال لیا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو بعض لوگ اپنے جی میں محسوس کرتے ہیں مگر اس کی وجہ سے کوئی کام کرنے سے تمہیں ہرگز باز نہیں رہنا چاہیے۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان وارشاد یہ ہے کہ جس کام کا آدمی نے عزم کر رکھا ہے اس کام کو بدفالی کے سبب کرنے سے باز نہیں آنا چاہیے تو رات اور دن میں کسی کو منحوس سمجھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ لیکن جمعرات و سنیچر اور دوشنبہ کو سفر کرنا مستحب ہے۔ مگر تمام ایام میں سے کسی دن سفر یا کسی

❶ (صحیح بخاری و مسلم)

کام سے روکا نہیں گیا ہے۔ البتہ جمعہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ اگر سفر کے سبب نماز جمعہ فوت ہونے کا خطرہ ہو تو اس دن جمعہ سے پہلے سفر کرنے سے کچھ لوگ منع کرتے ہیں اور کچھ علمائے کرام جائز بتلاتے ہیں لیکن کاروبار اور جماع و وطی تو کبھی اور کسی دن بھی مکروہ و ممنوع نہیں۔ واللہ اعلم۔

مجھ کو اپنے بعض استاذ الاساتذہ کے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ بدھ کے روز اپنے گھر والوں کو اپنے گھر کا دروازہ کھولنے کا حکم دیتے تھے تاکہ لوگ ان کی عیادت کرنے آسکیں اور راستہ سے گزرنے والوں کو عیادت کے لئے بلانے کو کہتے تھے۔ موصوف کا مقصد یہ تھا کہ یہ مروجہ بدعت ختم ہو جائے۔ (اصلاح المساجد من البدع والعوائد)

مسجد میں بلند آواز سے ذکر واذکار وغیرہ کرنے کی بدعت

امام ابن الحاج نے کہا:

''خطبہ وغیرہ کی حالت میں جو لوگ مسجد میں آواز بلند کریں انہیں اس سے منع کرنا چاہیے کیونکہ مسجد میں آواز بلند کرنا بدعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِينَكُمْ وَ خُصُومَاتِكُمْ وَبَيْعَكُمْ وَشِرَاءَكُمْ وَ سَلَّ سُيُوفِكُمْ وَرَفْعَ أَصْوَاتِكُمْ وَإِقَامَةَ حُدُودِكُمْ وَجَمِّرُوهَا أَيَّامَ جُمُعِكُمْ۔)) [1]

''اپنی مسجدوں کو بچوں، پاگلوں، مقدمات، جھگڑوں، بیع و شرا کرنے اور حدیں قائم کرنے سے بچاؤ اور جمعہ کے دن ان مسجدوں میں خوشبو کی دھونی دیا کرو۔

امام ابن الحاج نے یہ بھی کہا:

مسجد میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد یا دوسرے اوقات میں اجتماعی طور پر ذکر و اذکار کرنے والوں کو منع کرنا چاہیے کیونکہ یہ بات ان چیزوں میں سے ہے جن کے سبب خلل ہوتا ہے اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ۔)) [2] ''ضرر رسانی اور ضرر اٹھانا شریعت میں نہیں ہے۔''

---

[1] (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۵ کتاب الصلاۃ باب فی کرامۃ المساجد۔ المعجم الکبیر ج ۸ / ص ۱۵۶ / حدیث نمبر ۷۶۰۱۔

[2] (سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۷۸۴، کتاب الاحکام باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ۔ مسند احمد ج ۱ / ص ۳۱۳، مسند عبد اللہ بن عباسؓ۔ مجمع الزوائد ج ۴ / ص ۱۱۰ کتاب البیوع باب لا ضرر ولا ضرار۔

لہٰذا جو بھی چیز خلل انداز ہو اس سے روکنا چاہیے کیونکہ یہ بھی ضرر رسانی میں داخل ہے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے فتاوی میں کہا کہ علامہ زرکشی نے بیان کیا:

''تلبیہ کے علاوہ تمام اذکار میں سنت یہ ہے کہ انہیں آہستہ آہستہ پڑھا جائے اور کہا جائے۔ علامہ اذرعی نے کہا کہ جن احادیث میں بلند آواز سے ذکر کا تذکرہ ہے انہیں امام شافعیؒ نے اس معنی پر محمول کیا ہے کہ تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کی غرض سے سیکھنے سکھانے کے لئے مسجد میں زور سے اذکار و اوراد پڑھے پڑھائے جاسکتے ہیں۔

عبادت نامی کتاب میں مذکور ہے کہ ذکر اور دعا آہستہ آہستہ پڑھنا مسنون ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد امام ذکر اور دعا مومنوں کو تعلیم دینے کی غرض سے زور زور سے پڑھے۔ لیکن جب لوگ ذکر و دعا سیکھ جائیں تو سب لوگ آہستہ آہستہ پڑھیں۔

جامع کبیر میں امام ابن المبارک سے عبید اللہ بن ابی جعفر کی سند کے ساتھ مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت کا قبول کرنے والا اور مسجدوں کو اچھی طرح آباد رکھنے والا کون ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا جو شخص مسجد میں بلند آواز سے نہ بولے اور بے حیائی کی بات نہ کرے۔

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

((قَالَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأَيْتُمُوْهُ يُنْشِدُ شِعْرًا فِي الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا فَضَّ اللّٰهُ فَاكَ ثَلَاثًا مرات، مَنْ رَأَيْتُمُوْهُ يُنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَا وَجَدَ تَهَا ثَلَاثًا مرات، وَمَنْ رَأَيْتُمُوْهُ يَبِيْعُ اَوْ يَبْتَاعُ فَقُوْلُوْا لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ ـ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسے تم مسجد میں شعر و شاعری کرتے دیکھو اس سے تین مرتبہ کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا منہ پھاڑ ڈالے۔ اور جس کو تم مسجدوں میں گم شدہ چیز تلاش کرتے دیکھو اس سے تین بار کہو کہ خدا کرے تم یہ چیز نہ پا سکو اور جس کو تم مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے۔''

---

❶ (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ج٥/ص١٥٢، حديث نمبر (٢١٣١) المعجم الكبير حديث نمبر (١٤٥٤) مجمع الزوائد ج٢/ص٢٥ باب فيمن ينشد ضالة فى المسجد.

مسجدوں میں لحن کے ساتھ قصیدے اور مخصوص قافیوں والے غیر موزوں اشعار تکلیف دہ چیخ و پکار اور خوفناک شور وغل کے ساتھ گانے اور پڑھنے والے لوگ آخر کس برتاؤ اور سلوک کے مستحق ہیں۔ جب کہ مذکورہ بالا قسم کے لوگوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بددعا کر رکھی ہے کہ اگر ان کے اوپر بددعا کرنے کا حکم واجب نہیں تو مستحب ضرور ہے۔ جب اہم ضرورت کے تحت آواز بلند کرنے والوں پر بددعا کا حکم ہے یعنی گمشدہ چیزوں کی تلاش ایک اہم ضرورت ہوتی ہے تو جو لوگ بلاضرورت مسجدوں میں آوازیں بلند کرتے ہیں بلکہ نمازیوں کو جن کی آواز سے خلل وضرر ہوتا ہے، ان کا کیا حال ہوگا؟

امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کی :

((عن السائب بن یزید قال كنت نائما فی المسجد فَحَصَبَنِیْ رجل فاذا عمر بن الخطاب ، فقال اذهب فاتینی بهذین فَجِئتُهٗ بهما فقال من انتما ؟ قالا من اهل الطائف ؟ قال لو كنتما من اهل البدر لا وجعتكما ترفعان اصواتكما فی مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم ـ)) ❶

''سائب بن یزید نے کہا کہ میں مسجد میں سویا ہوا تھا کہ مجھے ایک آدمی نے کنکری ماری۔ میں نے اٹھ کر دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں دونوں کو لایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ دونوں نے کہا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے ہوتے تو میں تم کو تکلیف دہ سزا دیتا۔ تم لوگ مسجد نبوی میں زور زور سے باتیں کرتے ہو۔''

صاحب عقل کو سوچنا چاہیے کہ مسجد میں بلند آواز سے بولنے والوں کو دردناک زدوکوب کے ذریعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تادیب وسزا دینی چاہی۔ پھر دونوں کو سزا سے باز رکھنے سے موصوف عمر رضی اللہ عنہ کے عدل وانصاف کو بھی دیکھو کہ شرعی حکم سے دونوں کی ناواقفیت وجہالت کو موصوف نے ان کا عذر قرار دیا۔ کیونکہ یہ دونوں علم اور فقہ والے شہروں کے باشندے نہیں تھے۔ اس لئے آداب مسجد سے ناواقف تھے۔ امام مالک وبیہقی نے سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب

❶ (اصلاح المساجد من البدع والعوائد ص ۱۱۱ رفع الصوت فی المسجد بذکر اوغیرہ.)

سے یہ روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب نے مسجد کے ایک کنارے ایک کشادہ سی کھلی جگہ بنا دی تھی۔ اس جگہ کا نام موصوف حضرت عمرؓ نے ''اَلْبُطَیْحَاءُ'' رکھ دیا تھا۔۔۔۔اور موصوف فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی زور سے بات کرنا چاہے یا شعر و شاعری کا ارادہ رکھے وہ مسجد سے نکل کر اسی ''البطیحاء'' میں جائے اور اپنا کام کرے۔ (اصلاح المساجد من البدع والعوائد)

سال کی پہلی اور آخری رات میں مخصوص دعا کی بدعت

عوام الناس سال کی پہلی اور آخری رات میں بعض مسجدوں کے اماموں سے مخصوص دعائیں پڑھنے کا تقاضا کرتے ہیں، حالانکہ ایجاد شدہ اختراعی دعا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور تابعین سے منقول نہیں۔

کتب مسانید میں سے کسی کتاب میں اس طرح کی کوئی دعا مروی نہیں بلکہ موضوع احادیث پر مشتمل کسی کتاب میں بھی یہ دعا منقول نہیں ہے۔ یہ دعا بعض خود ساختہ پیروں فقیروں کی ایجادات سے ہے۔

زیادہ انوکھی اور عجیب وغریب بات یہ ہے کہ بعض خطیبوں نے یہ دعا اپنے نوٹ کئے ہوئے خطبوں کے دفتر میں لکھ چھوڑی ہے۔ اس بلند درجہ کے بعض طفیلی خطیب اگر یہ دفتر پا جاتے ہیں تو اس دعا کو پڑھنے کی ترغیب دینے کے سلسلے میں دفتر مذکور میں تحریر شدہ عبارت کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔ گویا کہ یہ دعا صحیح بخاری وصحیح مسلم دونوں میں موجود ہے یا ان میں سے کسی ایک میں مذکور ہے۔

اس دعا کے سلسلے میں اس کے ایجاد کرنے والے نے اللہ ورسول پر جو افترا پردازیاں کی ہیں ان میں سے عظیم ترین افترا پردازی کی بات یہ ہے کہ اس نے کہا کہ جو شخص یہ دعا پڑھے گا اس کے بارے میں شیطان کہتا ہے کہ ہم نے تو اسے بہکانے میں سال بھر محنت ومشقت کی مگر اس نے دم بھر میں یہ دعا پڑھ کر ہماری ساری محنت ضائع وباطل کر دی۔۔۔۔اللہ اس دعا کے ایجاد کرنے والے کو وہ سزا دے جس کا وہ مستحق ہے۔

افسوس! ان خطبات میں یہ کتنی خطرناک بات لکھی ہوئی ہے؟ معصیت پر جری بنانے کا یہ کتنا بڑا ہتھیار ہے اور اس دھوکے بازی کا پھل کتنا کڑوا ہے؟

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ سیکھنے والے لوگ اس کو قبول کر لیتے اور مان لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ دعا ہے اور دعا اچھی چیز ہے۔ لیکن یہ لوگ امام ابوشامہ کی نقل کردہ امام عز بن عبدالسلام کے اس فرمان سے غافل ہیں کہ ''خیر قرار دی ہوئی کسی چیز پر اسی وقت عمل ہونا چاہیے جس کو رسول اللہ ﷺ نے خیر قرار دیا ہو اور جس کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ یہ مکذوب بات ہے تو وہ مشروعیت کی حد سے خارج ہے۔ (اصلاح المساجد من البدع والعوائد)

فضلائے ہند کے بعض سوالات کے جوابات

سوال نمبر ا: ہر فرض نماز کے بعد امام دعا کرتا ہے اور مقتدی لوگ آمین کہتے ہیں امام بلند آواز سے کہتا ہے ''الفاتحۃ'' اس پر سارے حاضرین تین مرتبہ سورۂ فاتحہ، تین بار سورۂ اخلاص اور تین مرتبہ درود پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد سب لوگ سنت پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔

اس طرز عمل کے بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ سے میں صحیح جواب دینے کی مدد مانگتا ہوں۔

دعا شریعت میں مطلوب اور مسنون چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ٥ [البقرة، آیة : ۱۸۶]

جب آپ ﷺ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میں ان سے قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب کہ وہ مجھ سے دعا کرتا ہے، لہٰذا لوگ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت پائیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ . [المومن، آیة : ۶۰]

تم لوگ مجھ سے دعا کرو تو میں قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرتابی واستکبار کرتے ہیں وہ سب کے سب جہنم میں عنقریب داخل ہوں گے۔

فَاعْبُدِاللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ o اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ. تم لوگ اللہ سے دعا کرو۔۔۔۔اس کے لئے دین کو خالص بنا کر۔۔۔۔آگاہ رہو کہ اللہ ہی کا دین خالص ہے۔ [الزمر، آیۃ: ۲،۳]

دعا کے مسنون اور مطلوبِ شرع ہونے کے سلسلے میں بہت ساری احادیث موجود ہیں ان میں سے بعض ملاحظہ ہوں:

« عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا دَعَانِیْ۔» ❶

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اپنے ساتھ بندے کے خیال وگمان کے پاس رہتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ رہتا ہوں۔"

« عن النعمان بن بشیر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قَالَ: الدعاء هو العبادة ثم قرأ وقال ربكم ادعونی استجب لكم ان الذین یستكبرون عن عبادتی سید خلون جهنم داخرین۔» ❷

"حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا "عبادت" ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا مانگو تو میں قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے اعراض کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے۔"

❶(بخاری كتاب التوحيد باب قول الله تعالىٰ (ويحذركم الله نفسه) حديث نمبر (۷۴۰۵) ص۱۵۵۱، مسلم ج۴ /ص۲۰۶۷، كتاب الذكر والدعاء والتوبة باب فضل الذكر والدعاء والتقرب الى الله تعالىٰ، ترمذی ج۴، كتاب الزهد باب ما جاء فی حسن الظن بالله حديث نمبر (۲۳۸۸)، نسائی، ابن ماجه)

❷(سنن ابی داؤد ج۲ /۱۶۱ كتاب الصلاة باب الدعاء حديث نمبر (۱۴۷۹)، جامع الترمذی ج۵ /ص۴۵۶ كتاب الدعاء باب ما جاء فی فضل الدعاء، سنن ابن ماجه ج۲ /۱۲۵۸ كتاب الدعاء باب فضل الدعاء، ابن حبان، حاكم قال الحاكم صحيح الاسناد)

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّسْتَجِيْبَ اللّٰهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ فَلْيُكْثِرْ مِنَ الدُّعَاءِ فِی الرَّخَاءِ ۔)) ❶

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو یہ بات اچھی لگتی ہو کہ پریشانیوں میں اس کی دعا قبول ہو تو اسے آسانی کے زمانہ میں بکثرت دعا کرتے رہنا چاہیے۔''

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَیْءٌ اَكْرَمَ عَلَی اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ فِی الرَّخَاءِ ۔)) ❷

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسانی کے زمانہ میں دعا سے زیادہ کوئی چیز مکرم و باعزت نہیں۔''

((عن انس بن مالك رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول قال الله تعالیٰ يا ابن ادم انك ما دعوتنی ورجوتنی غفرت لك علیٰ ما كان فِيْكَ ولا ابالی ۔)) ❸

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم کے لڑکے، جب تک تم دعا کرتے رہو گے اور مجھ سے امید قائم رکھو گے، تب تک میں تم کو معاف کرنے میں کوئی پروا نہیں کروں گا۔''

---

❶ جامع الترمذی ج٥كتاب الدعاء باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة.حديث نمبر (۳۳۸۲، حاكم ،قال الحاكم صحيح الاسناد)

❷(ترمذی ج٥/ص٤٥٥ كتاب الدعوات باب ما جاء فی فضل الدعاء.حديث نمبر (۳۳۷۰)، ابن ماجه ج۲/ ۱۲۵۸كتاب الدعاء باب فضل الدعاء حديث نمبر (۳۸۲۹)، ابن حبان ج۳/ ۱۵۲كتاب الرقائق حديث نمبر (۸۷۰)، حاكم كتاب الدعاء ج۱/ ٤۹۰، قال الحاكم صحيح الاسناد)

❸(جامع الترمذی ج٥/ص٥٤٨كتاب الدعوات باب فی فضل التوبة والاستغفار....حديث نمبر(۳٥٤۰)و قال حديث حسن غريب: سنن الدارمی ج۲/ص۳۲۲. باب اذا تقرب العبد الی الله.مسند احمد ج٥/ ۱۷۲(مسند ابی ذرؓ)

((عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما على الارض مسلم يدعوا الله بدعوة الا آتاه الله تعالىٰ اياها او صرف عنه من السوء مثلها مالم يدع بِمَأْثَمٍ او قطيعة رحم فقال رجل من القوم اذا نكثر قال (الله اكثر.)) ❶

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روئے زمین کا جو مسلمان کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ پاک اس کا سوال پورا کرتا ہے۔ پھر اس سے کوئی برائی دفع کر دیتا ہے جو اس دعا اور سوال جیسی ہو بشرطیکہ کسی گناہ یا قطع رحم کے لئے دعا نہ کی گئی ہو۔ یہ فرمان نبوی سن کر لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا تب ہم بہت دعا کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ بہت زیادہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔''

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ اللہ واحد کی عبادت کرنے کے معنی میں بھی دعا کا لفظ بولا جاتا ہے اور دنیاوی حاجات میں سے کوئی حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے یا جہنم سے نجات کا سوال کیا جائے تو اس سوال اور مانگنے کو بھی دعا کہتے ہیں اور اس قسم کا کوئی سوال اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے سے جائز نہیں۔ اگرچہ جس سے سوال کیا جائے وہ نبی اور رسول ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن زندہ آدمی سے ایسی چیز کا سوال جائز ہے، جس کی وہ قدرت رکھتا ہے۔ مثلاً دنیاوی ضرورتوں میں سے کسی کام میں آدمی سے مدد دینے کا سوال کیا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور قبطی کے قصے میں بیان کیا:

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ . [القصص، آية: ۱۵]	حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کے گروہ کے آدمی نے اس شخص کے خلاف فریاد کی جو ان کے دشمن کے گروہ میں سے تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے گھونسا مارا، جس سے اس کا خاتمہ ہوگیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھ سے یہ شیطانی کام سرزد ہوگیا ہے۔

اس آیت میں مذکور ہے کہ اسرائیلی آدمی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسے معاملہ میں

---

❶ (ترمذي ج ٥/ص ٥٦٦/كتاب الدعوات باب في انتظار الفرج حديث نمبر (٣٥٧٣)، حاكم، قال الحاكم صحيح الاسناد)

فریاد کی تھی اور مدد مانگی تھی جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام قدرت رکھتے تھے، یعنی کہ قبطی کے خلاف جھگڑے میں مدد۔ یہ کسی میت سے فریاد اور سوال نہیں ہے کہ بدعتی لوگ اس کو مخلوق سے سوال اور فریاد کے جواز پر دلیل بنالیں۔

سوال میں جو یہ کہا گیا ہے کہ فرض نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد امام دعا کرتا ہے اور مقتدی لوگ آمین کہتے ہیں اور تین بار سورۂ فاتحہ، تین بار سورۂ اخلاص اور تین بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاتا ہے تو یہ بات نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے، نہ ائمہ معتبرین میں سے کسی سے ثابت ہے کہ انہوں نے نماز کے بعد دعا کی اور مقتدی لوگوں نے آمین آمین کہی۔ لیکن اگر کوئی انفرادی طور پر نماز کے بعد دعا کرے تو اچھا ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مقبولیت سے قریب تر کون سی دعا ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا رات میں کی جانے والی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا۔

بعض علما نے اس حدیث کا مطلب یہ بتلایا کہ نماز کے بعد دعا کا معنی یہ ہے کہ نمازی آخری قعدہ میں سلام پھیرنے سے پہلے دعا کرے اس لئے کہ اس وقت نمازی اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوتا ہے اور اس سے سرگوشی کرتا ہے اور اس موقع کی دعا اسی لائق ہوتی ہے کہ اللہ قبول کرے۔ ورنہ سلام پھیر کر مڑ جانے کے بعد والی دعا پر حدیث مذکور منطبق نہیں ہوتی۔ لیکن بعض علما نے کہا کہ یہ حدیث سلام کے بعد والی دعا پر بھی منطبق ہوتی ہے جیسا کہ سلام سے پہلے تشہد کے آخر میں کی جانے والی دعا پر منطبق ہوتی ہے۔

آخری قول اچھا ہے یعنی کہ سلام کے بعد اور پہلے کی جانے والی دعائیں مقبولیت کے زیادہ قریب ہوتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ سائل نے سوال مذکور میں دعا کی جو کیفیت بیان کی ہے کہ امام مقتدی ایک ساتھ مل کر دعا کرتے ہیں وہ ثابت نہیں ہے۔ لیکن کسی دن اگر کسی وجہ وسبب کی بنا پر ایسا کرے مثلاً مقتدیوں کی تعلیم کی غرض سے یا دشمنان اسلام کے خلاف بددعا کی غرض سے تو اس میں کوئی حرج و خرابی نہیں۔ مگر اس کو ہمیشہ کے لئے عادت نہ بنایا جائے اگر دشمنان اسلام کے خلاف دعا کی جائے تو اسے نماز میں کرنا زیادہ بہتر ہے۔

البتہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ بات اختیار کر رکھی ہے کہ امام اتنے دنوں تک دعاوذکر زور زور سے پڑھے کہ مقتدی لوگ سیکھ جائیں جب مقتدی لوگ سیکھ جائیں تو آہستہ سے دعا پڑھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ نہیں کہا کہ میری اختیار کردہ بات اللہ ورسول کا فرمان وارشاد ہے۔ بلکہ انہوں نے صرف یہ کہا ہے کہ یہ میری اپنی اختیار کردہ ہے۔ لہٰذا اگر ہم شافعی کی بات پر عمل کریں تو چند دن یا ایک آدھ ہفتہ امام کو بلند آواز سے دعاوذکر کرنے کی اجازت ہے تاکہ مقتدی لوگ سیکھ جائیں۔ مگر یہ طریقہ عام طور پر رائج و جاری ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے شوافع کا معمول یہ ہے کہ نماز کے بعد امام بلند آواز سے دعا کرتا اور مقتدی لوگ آمین کہتے ہیں اس طرز عمل کو سالہا سال گزر چکے ہیں اور کئی کئی پشتیں بیت گئیں ہیں لیکن ان کی جگہ پر آنے والی ان کی اولاد میں سے اکثر لوگ دعا کا معنی ومطلب تک نہیں سمجھ سکے۔ کلمات دعا کا سیکھنا تو دور کی بات ہے۔ صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ کسی کسی دن امام مقتدیوں کے سامنے درس وتدریس کے طور پر دعاؤں کی تعلیم دے اور نماز، طہارت کے احکام سکھائے اور نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں منقول ہیں انہیں بتلائے، اس طریق کار سے سامعین کو پورا فائدہ ہوگا۔ امام سامعین کی سمجھ بوجھ کے مطابق خطاب کرے اور ان کے سامنے ذکر ودعا اور ان سے قریب ہونے والے فوائد ومنافع کو واضح طور پر بیان کرے۔

ان ساری باتوں کے بعد مکرر عرض کرتا ہوں کہ ہمارے لئے جائز نہیں کہ لوگوں یا کسی شیخ و پیر اور امام کی عادتوں کی پیروی کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ .

اپنے رب کو اپنے جی میں گڑگڑا کر اور ڈرتے ہوئے یاد کرو، زور سے اللہ تعالیٰ کو مت پکارو۔ [الاعراف، آیۃ: ۲۰۵]

اور دعا کی بابت ارشاد الٰہی ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

تم اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے آہستہ آہستہ دعا مانگو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ [الاعراف، آیۃ: ۵۵]

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا، جو حد سے تجاوز کر کے ایسی چیزوں کے لئے دعا کرتے ہیں جو انہیں مناسب نہیں یا یہ کہ زور سے کرتے اور چیختے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم جب کسی وادی پر چڑھتے تو زور سے تکبیرو تہلیل کہتے تھے۔اس پر آپ ؐ نے فرمایا کہ اپنے اوپر نرمی سے کام لو۔تم کسی بہرے اور غیر حاضر کو تو نہیں پکار رہے۔

سوال نمبر۲: آپ کیا فرماتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں جو نمازوں کے بعد خصوصاً نماز جمعہ کے بعد اور رمضان کی راتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب اپنے آباء واجداد اور ماؤں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اولیا اور صالحین مثلاً شیخ عبدالقادر جیلانی کو بخش دیتے ہیں؟ کبھی کبھی سورہ فاتحہ تنہا ایک آدمی پڑھتا ہے اور کبھی امام پڑھتا ہے۔ جب امام نمازوں کے بعد تین تین بار یا دس دس بار سورۂ فاتحہ واخلاص پڑھ کر فارغ ہوتا ہے تو وہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اور مقتدی لوگ آمین، آمین کہتے ہیں۔امام دعا میں یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! ہماری پڑھی ہوئی سورتوں کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو پہنچادے یا ہمارے اس کام کو شرف نبوی میں اضافہ کا سبب بنادے۔ پھر وہ اولیا اور اپنے سلسلۂ طریقت کے پیروں میں سے ہر ایک کا نام لے کر اور اپنے آباء واجداد اور اقربا کا ذکر کر کے کہتا ہے کہ ان سب کو ہماری پڑھی ہوئی سورتوں کا ثواب ملے---کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے اس طرح فاتحہ اور قرآن مجید کی دوسری سورتیں پڑھیں۔اور ثواب مُردوں کو پہنچایا؟ خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولیا صالحین اور مردہ آباء واجداد سب کو پڑھی ہوئی سورتوں کا ثواب پہنچانے کا ثبوت ہے؟ یہاں پر ایک سوال اور ہے کہ بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کی قبر پر خیمہ نصب کر دیتے ہیں اور وہاں پر قاریوں کو بلاتے ہیں۔

یہ لوگ قبر پر سات دن یا دس دن اور بعض لوگ تین دن، بعض چالیس دن تک تلاوت قرآن مجید کرتے ہیں، بعض لوگ میت کے گھر مجلس لگا کر تلاوت قرآن کرتے ہیں اور کچھ لوگ خیمے لگا کر وہاں قاریوں کو لاتے اور قرآن خوانی کراتے ہیں اور میت کو ثواب پہنچاتے ہیں ---کیا یہ بات نبی علیہ الصلوۃ والسلام یا صحابہ رضی اللہ عنہم یا ائمہ کرامؒ سے مستند طور پر منقول ہے؟ کیونکہ یہ کام بہت سے اطراف عالم میں خصوصاً ہندوستان، پاکستان، مصر وایران میں رائج ہے۔

میں امید رکھتا ہوں کہ اس سوال کا جواب دیں گے اور آپ کو جواب دینے کا اجر وثواب ملے گا۔

الجواب: الحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام علی اشرف الانبياء والمرسلين وعلی اٰله اصحابه اجمعين اما بعد: یہ سوال اور اس طرح کے دوسرے سوالات مجھ سے بکثرت پوچھے گئے ہیں۔ سوال کے اندر مذکور مسائل کے بارے میں میرے اور بعض اہل علم کے درمیان مباحثہ ہوا۔ جیسا کہ پہلے بھی ان مسائل کے متعلق علما کے درمیان مباحثہ ہوتے رہے۔ اور ان مسائل کا تذکرہ اہل علم نے تفسیر کی کتابوں اور کتب حدیث کی شرحوں میں کیا ہے۔ یہ مسائل اللہ ورسول سے بہر حال ثابت نہیں، اور نہ یہ ثابت ہے کہ اس طرح کا کام صحابہ وتابعین رحمہم اللہ نے کیا یا اسے کرنے کا حکم دیا ہے۔ البتہ بعد کے اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ قرآن خوانی بلکہ تمام اعمال صالحہ کا ثواب مُردوں کو پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ اسے جائز مانتے اور کچھ لوگ منع کرتے ہیں۔ البتہ جو لوگ منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جن اعمال صالحہ کا ثواب مُردوں کو پہنچانے کا ثبوت نص یعنی کتاب وسنت سے ہے ان کا پہنچانا جائز ہے۔

تقریباً چار سال پہلے مجھ سے بعض فضلائے ہند نے مطالبہ کیا کہ میں شیخ محمد بن احمد بن محمد عبدالسلام مصنف کتاب ''السنن والمبتدعات'' کے رسالہ ''اهداء الثواب للاموات'' پر کچھ لکھوں۔ اس موقع پر میں نے جو کچھ لکھا تھا اسے میں سائل کی خدمت میں یہاں نقل کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں اس جگہ مفسرین اور معتبر علما کی کچھ مزید باتیں بھی پیش کروں گا۔

کتاب وسنت کی خوشبو سے جو لوگ آشنا ہیں ان سب کو یہ بات معلوم ہے کہ اللہ، رسول، صحابہ اور معتبر اماموں سے یہ منقول نہیں کہ زندہ یا مردہ کو قرآن خوانی کا ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔

جو لوگ قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو پہنچانے اور قبر پر قرآن خوانی کو جائز کہتے ہیں وہ کوئی واضح دلیل نہیں رکھتے۔ انہوں نے گزرے ہوئے بعض فقہا کے اس قول کو حجت بنا لیا ہے کہ نیکی والے ''کل'' کام کا ثواب مُردوں کو پہنچایا جا سکتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ لفظ کل عموم پر دلالت کرتا ہے۔ بعد کے لوگوں نے اس فتوی کا دائرہ وسیع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے دین میں انہوں نے ایسی چیز داخل کر دی جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی تھی۔

ان لوگوں نے میت کی طرف سے حج بدل پر قیاس کر کے یا ان علما کے مذہب پر قیاس کر کے جو میت کی طرف سے روزہ رکھنے کے قائل ہیں، مثلاً امام شافعیؒ کے قول قدیم کے مطابق

اور امام احمد بن حنبلؒ کے اس قول کے مطابق کہ نذر کا روزہ مردہ کی طرف سے رکھ سکتے ہیں، یہ کہا کہ قرآن خوانی کا ثواب مُردوں کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ بعد میں آنے والے لوگوں نے اپنے اس موقف پر کسی شیخ، کسی عالم یا کسی حاشیہ کی بات کو دلیل بنایا۔ یہ لوگ بھول گئے ہیں یا انہوں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا کہ دلیل و حجت صرف قرآن مجید میں ہے یا پھر ایسی حدیث وسنت میں ہے جو صحیح یا حسن سند سے مروی ہو۔ لیکن علما چاہے بہت بڑے فاضل اور علم کے اونچے درجے پر فائز ہوں، ان کی صرف وہی بات قابل قبول ہوگی جو موافق کتاب وسنت ہو۔۔۔۔ پھر بھی انہوں نے اپنی معلومات واجتہاد کے مطابق جو صحیح یا غلط مسائل بیان کیے ہیں انہیں ان کا اجر وثواب ملے گا۔ صحیح مسائل بتلانے پر انہیں دہرا اجر ملے گا اور جن مسائل میں غلطی سرزد ہوگئی ان میں صرف ایک اجر ملے گا۔ مگر جن مسائل میں ان سے غلطی صادر ہوگئی ہے ان میں ان کی تقلید جائز نہیں ہے۔ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ جس نے یہ قاعدہ کلیہ بنا رکھا ہے کہ نیکی کے ''کل'' کام کا ثواب مُردوں کو پہنچایا جا سکتا ہے اس سے غلطی ہوئی ہے چاہے اس قاعدہ کا بنانے والا علمائے کبار ہی میں سے کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ قبروں پر قرآن خوانی یا قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو پہنچانا اور اس طرح کے دوسرے کام کار ثواب سمجھ کر کیے جاتے ہیں اور یہ چیز عبادت ہے اور عبادت کا عبادت ہونا صرف شریعت کے بتلانے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ ہم صرف اسی چیز کو جائز، مستحب یا واجب کہہ سکتے ہیں جس کو اللہ ورسول نے جائز ومستحب اور واجب کیا ہو۔

چونکہ حدیث صحیح میں میت کی طرف سے حج بدل منقول ہے۔ اسی طرح روزے کا مسئلہ بھی ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج بدل کر سکتے ہیں اور روزہ رکھ سکتے ہیں مگر جس کا ثبوت حدیث میں نہیں ہے۔ مثلاً نماز، قرآن خوانی مجلس سوگ وتعزیت اور تیجہ، چالیسواں وغیرہ جیسی ایجاد شدہ باتیں انہیں ہم نہیں مانتے۔ یہ جائز نہیں کہ اس طرح کی ایجاد شدہ باتیں کوئی آدمی کبھی کرے، اور بلا استثنا عموم پر دلالت کرنے والے لفظ ''کل'' پر بہت سی باتیں وارد ہوتی ہیں۔

علما میں سے بعض عالم اچھی نیت کے باوجود یا غفلت کے سبب اس طرح کی کوئی غلطی کر بیٹھتے ہیں اور بعد میں آنے والے کچھ لوگ جو تفاسیر، احادیث اور علمائے سلف کے اقوال کی طرف مراجعت نہیں کرتے وہ اس طرح کے غلط اقوال کو قاعدہ کلیہ بنا ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ بعض علمائے کبار نے بدعت کی پانچ قسمیں قرار دے رکھی ہیں۔

❶ واجب ❷ مستحب ❸ حسنہ ❹ سیئہ ❺ حرام

انہوں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اس تقسیم کا کیا نتیجہ نکلے گا کہ بدعتوں کی تحسین ہونے لگی لگے اور ضلالتوں کی اشاعت ہوگی۔ چنانچہ بعد والوں نے اس قول کو حجت بنالیا اور اپنی کتابوں کو گمراہی کی باتوں اور بدعات کی تحسین سے بھر دیا۔ انہیں باتوں میں سے زیر بحث قرآن خوانی کا مسئلہ بھی ہے، عہد نبوی اور زمانہ صحابہ میں بہت سے لوگ مرے۔ تمام صحابہ وتابعین کی موت ہوئی مگر یہ منقول نہیں کہ کسی نے کسی کے لئے قرآن خوانی کی اور قبر پر، یا کسی مسجد میں، یا کسی مجلس میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھ کر ثواب مُردوں کو پہنچایا ہو۔

تعجب ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی طرف سے منسوب کرتے ہیں وہ بھی مذکورہ بالا قسم کے ایصال ثواب کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ جلیل القدر امام اس طرح کے ایصال ثواب کو جائز کہنے والے بعد میں آنے والے لوگوں کے اعتراف کے مطابق ایصال ثواب کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔

تفسیر خازن وتفسیر ابن کثیر اور ان کے علاوہ تمام مشروع حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں یہ صراحت ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ وشافعی رحمہ اللہ مذکورہ ایصال ثواب کے قائل نہیں تھے، اس کے باوجود ان کی تقلید کا دعوی کرنے والے متاخر لوگ کتاب وسنت اور صحابہ کے اقوال وافعال میں سے کسی ایک دلیل کے بغیر ایصال ثواب کو جائز مانتے ہیں اور دلیل ہماری ذکر کردہ وہ بات پیش کرتے ہیں جس کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

یہ لوگ جب اس قسم کی کسی بات کی تائید کرنے پر آتے ہیں تو اپنے آپ کو مجتہدین کے منصب پر لا کھڑا کرتے ہیں اور بعض آیات کے خودساختہ مفہوم اور احادیث ضعیفہ کو دلیل بنا لیتے ہیں مگر جب انہیں تقلید پرستی چھوڑ کر کتاب وسنت کی دعوت دی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ کتاب و سنت کو سمجھنے سے ہم قاصر ہیں اس لئے ہم صرف تقلید پرستی سے ہی کام چلا سکتے ہیں۔ ہمارے لئے اجتہاد جائز نہیں کیونکہ دروازۂ اجتہاد سینکڑوں سالوں سے بند ہے۔

ہم اپنی مذکورہ بالا بات کی تائید میں بعض مفسرین اور ہدایت یافتہ علما کی باتیں سائل کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں قرآنی آیتیں:

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰیo وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰیo	انسان کے لئے صرف اس کی جزا ملے گی، جو اس نے سعی اور کمائی کی ہے، اس کی سعی و کمائی کا نتیجہ عنقریب ظاہر ہوگا۔

[النجم، آیۃ: ٤٠]

کے تحت لکھا ہے جس طرح کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کے گناہ کا بوجھ آخرت میں نہیں اٹھائے گا اس طرح کوئی آدمی کسی دوسرے کے کار خیر کا ثواب بھی نہیں پائے گا۔

اس آیت کریمہ سے امام شافعیؒ اور ان کے متبعین نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ مُردوں کو قرآن خوانی کا ثواب نہیں پہنچتا، کیونکہ قرآن خوانی ان کا اپنا فعل و عمل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو اپنی امت کے لئے مستحب قرار نہیں دیا۔ نہ آپ نے امت کو اس کی ترغیب دی نہ آپ نے صراحت یا اشارہ سے اس کی طرف رہنمائی فرمائی۔ کسی صحابی سے بھی یہ بات منقول نہیں۔ اگر یہ کام مستحسن ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم سے پہلے اسے کرتے۔

ثواب کے کام صرف نصوص پر منحصر ہوتے ہیں۔ اس معاملہ میں کسی قسم کے قیاس و رائے سے کام نہیں چل سکتا، البتہ دعا اور صدقہ کے ثواب کا مُردوں کو پہنچنا متفق علیہ ہے اور اس پر شارع کی نص موجود ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْا لَهٗ اَوْ صَدَقَةٌ جَارِیَةٌ مِنْ بَعْدِهٖ اَوْ عِلْمٌ یُنْتَفَعُ بِهٖ۔»[1]

''جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا فائدہ اس کو پہنچتا رہتا ہے، ایک صالح بیٹا جو اس کے لئے دعا کرتا رہے، دوسرا صدقۂ جاریہ، تیسرا علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے۔''

اس حدیث میں مذکور تینوں چیزیں دراصل مرنے والے کے اپنے کام ہیں جیسا کہ دوسری

---

[1] (ارواء الغلیل ج٦/ ص٢٨ کتاب الوقف حدیث نمبر ١٥٨٠) أبو داؤد ص٤١٩ کتاب الوصایا حدیث نمبر (٢٨٨٠) صحیح المسلم ج٣/ص١٢٥٥ کتاب الوصیة باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته۔ حدیث نمبر (١٦٣١) جامع الترمذی ج٣/ص٦٦٠ کتاب الاحکام باب فی الوقف حدیث نمبر (١٣٧٦)

حدیث میں ہے:

((إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَإِنَّ وَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ)) ❶

''سب سے پاکیزہ چیز جو آدمی کھاتا ہے وہ اپنی کمائی ہے۔ اور آدمی کا لڑکا اس کی کمائی میں سے ہے۔''

صدقۂ جاریہ مثلاً وقف کی ہوئیں اور اس قسم کی دوسری چیزیں بھی آدمی کے اپنے اعمال میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ.

بے شک ہم مردوں کو دوبارہ زندہ کریں گے اور ہم اس کو لکھتے رہتے ہیں جو لوگوں نے کر رکھے ہیں نیز لوگوں کے نشانات بھی ہم لکھتے جاتے ہیں۔ [یٰس، آیۃ: ۱۲]

اور آدمی جس علم کی اشاعت لوگوں کے درمیان کرتا ہے اور لوگ اس علم کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ علم بھی درحقیقت آدمی کے اپنے کاموں میں سے ہے۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے:

((مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنِ اتَّبَعَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا ـ)) ❷

''جس نے کسی ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دی تو جو لوگ اس کی پیروی کریں گے ان سب کے برابر دعوت دینے والے کو ثواب ملے گا اور پیروی کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔'' [مختصر تفسیر ابن کثیر]

---

❶ (ابن حبان ج ۱۰ / ص ۷۲. کتاب الرضاع. إباحة اخذ المرء من مال ولده حديث نمبر (۴۲۵۹) سنن ابی داؤد ج ۳ / ص ۸۰۰. کتاب البيوع والإجارات باب فی الرجل ياكل من مال ولده. حديث نمبر (۳۵۲۸) جامع الترمذی ج ۳ / ص ۶۳۹. کتاب الاحكام باب ما جاء أن الوالد يأخذ من مال ولده. حديث نمبر (۱۳۵۸)

❷ (صحيح المسلم ج ۴ / ص ۲۰۶۰. کتاب العلم باب من سن سنة حسنة او سيئة... حديث نمبر (۲۶۷۴) سنن ابی داود ج ۵ / ص ۱۵. کتاب السنة باب لزوم السنة حديث نمبر (۴۶۰۹) جامع الترمذی ج ۵ / ص ۴۳. کتاب العلم باب ما جاء فيمن دعا الى هدى حديث نمبر (۲۶۷۴) مختصر تفسير ابن كثير)

تفسیر خازن میں کہا:

جب آدمی اس حال میں مر جائے کہ اس پر روزہ فرض تھا اور وہ رکھ نہیں سکا تو اس کی طرف سے دوسرے لوگوں کے روزہ رکھنے کے جواز میں علما کا اختلاف ہے اور راجح بات یہ ہے کہ مردہ کی طرف سے روزہ رکھنا جائز ہے، کیونکہ اس کے جواز کے ثبوت میں احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مردہ کو نہیں پہنچتا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے ایک جماعت کا کہنا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مردہ کو پہنچ جاتا ہے۔

یہی بات امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہی ہے، لیکن نمازوں اور دوسری نفلی عبادتوں کا ثواب امام شافعی اور جمہور اہل علم کے نزدیک نہیں پہنچتا مگر امام احمدؒ نے کہا کہ سب چیزوں کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے۔ واللہ اعلم ۔ تفسیر مراغی میں قرآنی آیت:

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ انسان کو صرف اپنے کئے ہوئے عمل کا ثواب و بدلہ ملے گا۔ [النجم، آیۃ: ۴۰]

کے تحت لکھا ہے: ''جس طرح آدمی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اسی طرح اسے اپنے عمل کے علاوہ دوسرے کے عمل کا بدلہ و ثواب نہیں ملے گا۔''

اسی فرمان الٰہی سے امام مالکؒ و شافعیؒ اور ان کے متبعین نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ مُردوں کو قرآن خوانی کا ثواب پہنچانا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن خوانی مردوں کے کسب و عمل میں سے نہیں ہے۔ یہی حال تمام بدنی عبادتوں مثلاً نماز، حج، تلاوت وغیرہ کا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے اسے مستحب قرار نہیں دیا نہ لوگوں کو ایسا کرنے کی ترغیب دی اور نہ صراحت یا اشارہ سے لوگوں کی اس طرف رہبری کی۔

نہ یہ بات کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اگر یہ چیز اچھی ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی طرف ہم سے پہلے سبقت کرتے۔ البتہ صدقہ کا ثواب میت کو پہنچے گا اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو یہ حدیث روایت کی ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، مگر تین چیزوں کا سلسلہ باقی رہتا ہے، صالح لڑکا جو اس کے لئے دعا کرتا رہے صدقۂ جاریہ اور وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے۔''

اس حدیث میں مذکورہ بالا تینوں چیزیں درحقیقت آدمی کے اپنے فعل و عمل میں سے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ سب سے پاکیزہ جو چیز آدمی کھاتا ہے وہ اپنی کمائی ہے اور لڑکا آدمی کی اپنی کمائی ہے۔ اسی طرح صدقۂ جاریہ جیسے وقف وغیرہ یہ بھی آدمی کے اپنے اعمال خیر میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم ان کے سارے کئے ہوئے اعمال لکھ رہے ہیں۔'' (سورہ یٰسٓ)

اور آدمی جس علم کو لوگوں میں پھیلاتا ہے اور اس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے کہ لوگ اس علم کے مقتضیٰ پر عمل کرتے ہیں وہ بھی آدمی کے اپنے کئے ہوئے کاموں میں سے ہے۔

صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی تو جتنے لوگ اس دعوت کے مطابق عمل کریں گے، ان سب کا ثوابِ داعی کو ملے گا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

امام احمد بن حنبلؒ اور علما کی ایک جماعت کا جو یہ مذہب ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے وہ مذہب اس شرط کے ساتھ ہے کہ قرآن خوانی معاوضہ اور اجرت دے کر نہ کرائی جائے۔ لیکن اگر قرآن خوانی معاوضہ و اجرت دے کر کرائی جائے جیسا کہ آج کل لوگ کرتے ہیں کہ قبروں یا دوسری جگہوں پر مُردوں کے لئے قرآن خوانی ''حفاظ قرآن'' کو معاوضہ دے کر کراتے ہیں تو ایسی قرآنی خوانی کا ثواب مُردوں کو نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ قرآن خوانی پر معاوضہ لینا حرام ہے اگرچہ قرآن کی تعلیم و تدریس پر معاوضہ حرام نہیں ہے۔

اس موضوع پر طویل کلام کے بعد علامہ سید رشید رضا نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے :

''یہ مسئلہ ان تعبدی امور میں سے ہے جن میں نصوصِ کتاب و سنت اور سلف صالحین کے طبقہ اول یعنی صحابہ کرام کے عمل کی پابندی کرنی چاہیے اور ہم کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کے نصوص صریحہ اور احادیث کا صحیحہ کا یہ طے شدہ قاعدہ و ضابطہ ہے کہ لوگوں کو آخرت میں صرف اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا [الانفطار ، آیۃ : ۱۹] قیامت کے روز کوئی دوسرے کے لئے کچھ کرنے کی قدرت نہیں رکھے گا۔

نیز فرمایا:

وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا . [لقمان ، آية : ۳۳]	اس دن (یعنی قیامت کے دن) سے ڈرو جس میں کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہیں آ سکے گا ، نہ بیٹا باپ کے کچھ کام آئے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے حکم سے اپنے خاندان کے قریب ترین لوگوں کو یہ بات پہنچائی:

﴿اِعْمَلُوْا لَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا﴾

''تم لوگ عمل کرو، میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔''

یہ بات آپ نے اپنے چچا، پھوپھی اور اپنی بیٹی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہی تھی۔ بے شک شریعت کا یہ طے شدہ ضابطہ ہے کہ آخرت میں نجات کا دارومدار ایمان، عمل صالح اور عمل کرنے والے کے اپنے اعمال کے ثواب پر ہے۔ الخ

اس کی تفصیل بہت سی آیات کی تذکیر اور احادیث نبویہ کی روشنی میں گزر چکی ہے اور یہ باتیں بنیادی عقائد اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبریں ہیں۔ ان میں نسخ واقع نہیں ہو سکتا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ زندہ اور مردہ مومنوں کے حق میں نماز جنازہ اور دوسرے مواقع پر دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دعا بھی عبادت ہے، اس کے کرنے والوں کو اس کا ثواب ملے گا، چاہے یہ دعا قبول ہو یا نہ ہو۔۔۔ اور یہ بات شرعی اور عقلی دونوں اعتبار سے محال و ناممکن ہے کہ ہر دعا قبول ہو جائے کیونکہ بہت ساری دعائیں باہم ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں۔ ایک آدمی ایک چیز پانے کی دعا کرتا ہے، دوسرا یہ دعا کرتا ہے کہ اس آدمی کو وہ چیز نہ ملے۔ نیز یہ معاملہ بھی ہے کہ ہر دعا کے مقبول ہونے سے لازم آتا ہے۔ فاسق و مجرم کو سزا نہ مل سکے کیونکہ فسق و فجور کرنے والا زانی یا شرابی یہ دعا کرے گا کہ اس پر حد زنا یا حد شراب نافذ نہ ہو۔ لیکن اگر ایسا ہو جائے کہ کوئی آدمی کسی کے لئے نماز یا غیر نماز میں رحمت و مغفرت کی دعا نہ کرے تو بھی ٹھیک نہیں۔ اس طرح بہت سے نصوص شریعت معطل ہو جائیں گے یا وہ صادق نہ آئیں گے۔

جو آدمی یہ ارادہ رکھے کہ ہدایت کی پیروی کرے اور دین کو ہوائے نفس کے تابع بنانے سے بچے اسے نصوص صحیحہ کے پاس آ کر رک جانا چاہیے اور سلف صالحین کی سیرت کی پیروی کرنی

چاہیے اور بعض متاخرین کی ان قیاسی باتوں سے اعراض کرنا چاہیے جن سے بدعات کی ترویج ہوتی ہے۔ اگر شیطان تمہارے لئے یہ بات مزین وآراستہ کردے کہ تم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین سے زیادہ دین پر عمل کرنے والے بن سکتے ہو اور ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو سکتے ہو تو فرائض اور متفق علیہ فضائل والی عبادتوں اور ثابت شدہ صحیح طاعات کے معاملہ میں اپنے نفس سے محاسبہ کرو کہ تم ان امور کو کہاں تک پوری طرح انجام دے رہے ہو۔ ان امور میں اختلاف بھی نہیں ہے۔ اگر کسی میں اختلاف ہے تو وہ کمزور قسم کا ہے۔

اگر تم کو نظر آئے خواہ خود پسندی وغرور ہی سے یہ نظر آئے کہ آپ نے فرائض اور متفق علیہ فضائل اور اس قسم کے ثابت شدہ امور کی انجام دہی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین میں سے کسی ایک کا آدھا یا چوتھائی عمل بھی کرلیا ہے، اور اس سے زیادہ ذوق عبادت کی طرف آپ کا نفس مائل نہ ہو تو اسے معذور سمجھو، یہ بہت مستبعد بات ہے، کہ کسی کو یہ دعویٰ ہو کہ عمل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین میں سے کسی کے برابر ہوگیا۔ ہاں یہ دعویٰ کوئی فریب خوردہ اور بہت جاہل آدمی کرسکتا ہے، یا ایسا شخص کرسکتا ہے جس کو جنون لاحق ہوگیا ہو۔ بدعات کو عبادت قرار دینے والے اکثر لوگ فرائض کی ادائیگی یا سنتوں کی ہمیشہ پابندی میں قاصر وکوتاہ ہوتے ہیں اور ان میں سے کتنے لوگ فواحش ومنکرات پر ہٹ دھرمی سے قائم رہتے ہیں۔ مثلاً مقبروں پر جن باتوں کو انجام دینے کے یہ عادی ہوگئے ہیں ان کا یہ بہت التزام کرتے ہیں اور مقبروں، مزاروں پر عرس اور میلے لگاتے ہیں جہاں لوگ رخت سفر باندھ کر جاتے ہیں اور وہاں مرد، عورتیں بچے جمع ہوتے ہیں، خصوصاً عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں میں اور ماہ رجب میں پہلے جمعہ کو یہ لوگ قبروں پر جمع ہوتے ہیں اور قبروں پر جانور ذبح کرتے اور طرح طرح کے کھانے پکاتے ہیں۔ پھر یہ لوگ کھاتے پیتے، پیشاب، پائخانے کرتے اور شوروغل مچاتے ہیں۔ اور وہاں پر ان کے سامنے قرآن خوانی ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لئے نابینا حفاظ اجرت ومعاوضہ پر لائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ لوگ بہت سارے کام کرتے ہیں، جب قرآن خوانی اور ذکر واذکار میں یہ لوگ بہت سی قابل نکیر بدعات کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہاں مکروہ یا حرام امور میں بہت ساری چیزوں کو مباح سمجھ کر کرتے ہیں تو ان کے تمام ظاہری وباطنی افعال کے بارے میں بھلا کیا کہا جاسکتا ہے؟

مقبروں پر ان اجتماعات اور محفلوں کی ممانعت کے سلسلے میں اگر سنن کی تین کتابوں میں صحیح

سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی صرف یہ مرفوع حدیث ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ ۔)) ❶

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی خواتین پر اور قبروں کے اوپر مسجدیں تعمیر کرنے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت بھیجے۔''

تو یہ حدیث اس طرح کے اجتماعات اور محافل سے باز رکھنے کے لئے کافی ہوتی ۔ لیکن بدعت پرستوں کے یہاں یہ ساری غلط باتیں دینی شعائر اور یقینی آیات کے درجہ میں مانی جانے لگی ہیں ۔ ان کے لئے جائدادیں وغیرہ وقف کر کے رجسٹرڈ کی جاتی ہیں اور شریعت سے جاہل قاضی لوگ اوقاف کے صحیح ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں ۔ اور اوقاف کی آمدنی سے گمراہ شدہ اور گمراہ کن مدعیان علم وعرفان کھاتے پیتے ہیں ۔

حالانکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے علمائے سلف کبھی کبھار بعض سنتوں کو ترک کر دیتے تھے ، کہ ان کا التزام کرنے کے سبب عوام الناس ان سنتوں کو فرائض اور واجبات میں سے نہ سمجھ بیٹھیں ۔

یہ کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اسلاف اتباع نبوی میں کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضائل کی بعض باتیں بالا التزام ہمیشہ اس لئے نہیں کرتے تھے کہ کہیں فضائل و مستحبات والی چیزیں فرض نہ ہو جائیں ۔۔۔۔ لیکن ان کے بعد بعض نالائق و ناخلف جانشین ہوئے جو فرائض کی انجام دہی میں قاصر و کوتاہ ہیں اور سنن وشعائر دین کو چھوڑے ہوئے ہیں مگر ان بدعات کو ہمیشہ التزام کے ساتھ کرتے ہیں ۔۔۔۔ یہاں تک کہ یہ لوگ ان بدعات کی خاطر عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور جمعہ کو بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں ۔ **ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم**

میرا خیال ہے کہ سوال میں مذکورہ باتوں کا کافی وشافی جواب ہو گیا ہے کیونکہ سوال مذکور تین مسائل پر مشتمل ہے ۔

---

❶ (سنن النسائی ج ٤ / ص ٩٤ ۔کتاب الجنائز التغليظ فی اتخاذ السرج على القبور ۔ سنن الترمذی ج ٢ / ص ١٣٦ ۔ابواب الصلاة باب ما جاء فی كراهية ان يتخذ على القبر مسجدا ۔حدیث نمبر (٣٢٠) ۔ سنن ابی داود ج ٣ / ص ٥٥٨ ۔کتاب الجنائز باب فی زيارة النساء القبور حدیث نمبر (٣٢٣٦) ۔

❶ مُردوں کے لئے ایصال ثواب

❷ سورۂ فاتحہ واخلاص کو پڑھنا (یہ چیز دراصل پہلے مسئلہ کی ایک شاخ اور فرع ہے)

❸ میت کی قبر پر سات دن یا دس دن یا اس سے کچھ کم وبیش قرآن خوانی کرنا۔

ان تینوں مسائل پر ہمارا جواب پوری طرح ہو چکا ہے اور اس میں کافی ووافی افادہ کی باتیں پیش کردی گئیں ہیں۔ یعنی ایصال ثواب کی تائید قرآن مجید سے یا کسی صحیح وحسن حدیث سے یا اور کسی صحابی، تابعی یا ہدایت یافتہ امام کے قول وفعل سے نہیں ہوتی۔ دریں صورت ایصال ثواب بدعت ہے، چاہے نماز پنجگانہ کے بعد کیا جائے یا گھروں میں ماتم وتعزیت کی مجلس منعقد کرکے یا قبروں پر قاریوں اور حفاظ قرآن کو مقرر کرکے قرآن خوانی کرائی جائے۔ ان تمام حالات میں شرعی مسئلہ یکساں ہے کہ یہ ساری صورتیں بدعت ہیں۔

میں قارئین کرام کو یہ بات بتادینا چاہتا ہوں کہ روح نبوی کو ایصال ثواب کرنے والا کام دوسری بدعت ہے۔ جس کو اہل بدعت نے بدعات مذکورہ میں بڑھالیا ہے اور ان کا یہ کہنا بھی بدعت ہے کہ کامل کے کمال میں اضافہ ہوا کرتا ہے یعنی کہ روح نبوی کو ایصال ثواب کرنے سے ان کے دعوی کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے کمال میں اضافہ ہوگا۔۔۔۔ اس سلسلے میں ہمارے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ عبادت جملہ عبادتوں کی طرح شریعت کے بتلانے پر موقوف ہے مسلمانوں کو کوئی ایسی عبادت نہیں کرنی چاہیے جو کتاب وسنت میں منقول نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے مقام عظیم پر اس قسم کی بدعات کے ذریعہ جسارت وجرأت نہیں کرنی چاہیے، اس سلسلے میں ان اہل بدعت کی پیش کردہ دلیل اگر قابل تسلیم ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ کام ضرور کرتے کیونکہ ان اہل بدعت کے مقابلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں زیادہ محبت رکھتے تھے۔

اسی طرح قارئین کرام کو یہ بھی بتادینا چاہتا ہوں کہ قرآن خوانی کے ایصال ثواب کو جائز کہنے والے متاخرین مالکیہ، حنفیہ اور حنابلہ قبر پر قرآن خوانی کو جائز نہیں کہتے۔ قبر پر قرآن خوانی کے قائل صرف کچھ متاخرین شافعیہ ہیں۔ لیکن ان کے خلاف گزشتہ دلیلیں قائم ہیں اور ان لوگوں کا جو یہ شبہ ہے کہ قبر پر قرآن خوانی سے رحمت نازل ہوتی ہے، جس سے میت کو نفع ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کئی مرتبہ یہ کہہ چکے ہیں کہ دین میں کسی قیاس ورائے اور فکر ونظر کے ذریعہ

بدعت ایجاد کرنا جائز نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ مردہ سنتا ہے تو قرآن خوانی کے وقت وہ گناہوں سے روکنے والی آیات بھی ضرور سنے۔ مثلاً قول الٰہی ہے :

لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی. [الاسراء، آیۃ :۳۲] زنا کاری کے قریب مت جاؤ۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ . [المائدہ، آیۃ:۹۰] بے شک شراب، جوا بازی، بت اور پانسے کے تیر نجس اور شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہوسکو۔

اسی طرح نماز، زکوۃ اور اس طرح کے دوسرے واجبات کے تارکین اور محرمات کے مرتکبین کو قرآن مجید میں وعید اور دھمکی دی گئی ہے اور اعمال صالحہ کی ترغیب دی گئی ہے اور ہوسکتا ہے کہ میت سے ان تمام امور میں یا کم از کم بعض امور میں کوتاہی سرزد ہوئی ہو۔ تو وہ ان آیات کو سن کر اذیت محسوس کرے گا، اور اس کو ضرر ہوگا۔ ہماری ان باتوں پر غور فرمایئے، مجھے امید ہے کہ ان نفع بخش جوابات سے اللہ تعالیٰ قارئین کرام، سامعین اور جملہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے گا۔

[الاجوبۃ الجلیہ عن الاسئلہ الھند یہ مصنف ہذا کی دوسری کتاب]

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه وعلی اله واصحابه و التابعین

فصل

جمعہ کے دن اور رات میں ایجاد شدہ بدعات کا بیان

ا۔ جمعہ کی رات میں خاص طور پر کوئی نماز پڑھنا یا جمعہ کے دن خصوصی طور پر روزہ رکھنا بدعت ہے۔

کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَخُصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ وَلَا تَخُصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَصُوْمُهُ اَحَدُكُمْ۔)) [1]

(لَايَصُوْمُ أَحَدُكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ اِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ اَوْبَعْدَهُ)

''دوسری راتوں کے بالمقابل جمعہ کی رات میں مخصوص طور پر تم لوگ کوئی نفلی نماز مت پڑھو اور نہ جمعہ کے دن دوسرے ایام کے مقابلہ میں خصوصی روزہ رکھو مگر کوئی آدمی اگر ایسا روزہ رکھا کرتا ہو جو جمعہ ہی کے دن پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں۔''

۲۔ جس حدیث میں یہ مروی ہے کہ شب جمعہ کی نماز مغرب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قل یا ایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے اور عشاء کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون پڑھتے تھے تو اس بارے میں امام عراقی نے فرمایا کہ یہ حدیث نہ مرسل سند سے صحیح ہے نہ متصل سند سے۔

۳۔ جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ''جو آدمی جمعہ کے دن جامعہ مسجد میں داخل ہو کر چار رکعت نماز پڑھے بغیر نہ بیٹھے اور ان چار رکعتوں میں دوسو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانا خواب میں دیکھے گا یا اگر وہ خواب میں نہ دیکھے گا تو دوسرا کوئی اس کے حق میں خواب مذکور دیکھے گا۔''

اس حدیث کی بابت امام عراقی نے کہا کہ بہت غریب ہے۔ اور شارح احیاء العلوم نے امام دار قطنی سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

۴۔ جمعہ کی راتوں میں بعض مسجدوں اور گھروں میں صوفیا اور فقرا کا ''اہ۔۔۔ اہ اللہ۔۔۔ اہ یا ھو'' یا

---

[1] (صحیح المسلم ج ۲ / ص ۸۰۱۔ کتاب الصیام باب کراھیۃ صیام یوم الجمعۃ منفرداً۔ حدیث نمبر (۱۱۴۳) صحیح البخاری ص ۳۹۲۔ کتاب الصوم باب صوم یوم الجمعۃ حدیث نمبر (۱۹۸۵)

اس قسم کے کلمات کہتے ہوئے رقص و ناچ کے لئے جمع ہونا بدعات اور گمراہی کے کاموں میں سے ہے بلکہ یہ اللہ کے دین کے شعار کو منہدم کرنے کے ہم معنی ہے۔

۵۔ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے بعض لوگوں کا کسی ولی یا عالم کی طرف منسوب مسجد مثلاً مسجد حسین، مسجد شافعی، مسجد زینب یا مسجد شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ میں مقبرہ کی تعظیم کے ارادہ سے جانا مشرکانہ بدعت میں سے ہے، اس وجہ سے کہ صحیح مسلم میں یہ فرمان نبوی ہے:

((أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ۔))[1]

"سنو! تم سے پہلے والے لوگ اپنے انبیا کی قبروں کو مسجدیں بنالیا کرتے تھے۔ خبردار! میں تم کو ایسا کرنے سے منع کرتا ہوں۔"

۶۔ بعض اماموں کا نماز جمعہ میں سورۂ جمعہ و منافقون کے صرف بعض حصوں کی قرأت و تلاوت پر اکتفا کرنا سنت کے خلاف اور تقصیر نیز بدعت ہے۔

۷۔ بعض حاضرین مسجد کا دو خطبوں کے درمیان نماز پڑھنے کے لئے اٹھ کھڑا ہونا بھاری جہالت اور قبیح بدعت ہے۔

پہلے سے مسجد میں بیٹھے ہوئے آدمی کے لئے دو خطبوں کے درمیان نماز پڑھنے کے حرام ہونے پر سارے فقہی مذاہب متفق ہیں، البتہ جو آدمی مسجد میں اس وقت داخل ہو کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو آنے والا دو رکعت پڑھے بغیر نہ بیٹھے، کیونکہ یہ بات حدیث نبوی سے ثابت ہے۔

۸۔ ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ پانچ مرتبہ مندرجہ ذیل دونوں اشعار کا یہ عقیدہ رکھتے ہوئے پڑھنا کہ جو لوگ ہمیشہ ایسا کریں گے انہیں اللہ تعالیٰ اسلام پر مرنے کی توفیق دے گا، باطل قانون اور بری بدعت نیز مضحکہ خیز حماقت ہے اس سے عقول سلیمہ کو کوفت اور کبیدگی ہوتی ہے۔ دونوں اشعار یہ ہیں۔

اِلٰهِي لَسْتُ لِلْفِرْدَوْسِ اَهْلًا

وَلَا اَقْوٰى عَلٰى نَارِ الْجَحِيْمِ

"اے اللہ! میں فردوس کے لائق نہیں ہوں اور نہ جہنم کی آگ کو برداشت کرنے کی مجھے

---

[1] (صحیح المسلم ج ۱ / ص ۳۷۸. کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب النهى عن بناء المساجد على القبور حديث نمبر (۵۳۲)

طاقت نہیں ہے۔"

فَهَبْ لِيْ تَوْبَةً وَاغْفِرْ ذُنُوْبِيْ
فَاِنَّكَ غَافِرُ الذَّنْبِ الْعَظِيْمِ

"تو مجھے توبہ کی توفیق دے اور میرے گناہوں کو معاف فرما، کیونکہ تو بڑے بڑے گناہوں کا معاف کرنے والا ہے۔"

مذکورہ اشعار کو یہ لوگ امام شعرانی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ فقہائے شافعیہ میں سے کچھ متاخرین نے ان اشعار کو پڑھنے کی تحسین کی ہے مگر کوئی شک نہیں کہ اس بات کو باقی رکھنا اور اس سلسلے میں مذکورہ بالا عقیدہ رکھنا مقام تباہی ہے اور جہل کی بنا پر ہے۔ پتہ نہیں کہ کس دلیل کی بنا پر! حاشیہ نگاروں اور شارحین کتب نے مذکورہ بالا بات گھڑ لی اور اس کو سنت و مستحب قرار دے ڈالا؟

کوئی شک نہیں کہ مسنون، مستحب اور مندوب وہی چیز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جبکہ مذکورہ بالا بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونا بہت دور کی بات ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کی اس تحسین سے تم ہوشیار وخبردار رہنا، یہ کام ظن پرستی ہے، اللہ تعالیٰ نے ظن پرستی کی بنا پر مشرکین کی مذمت کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ○ [النجم، آیۃ: ۲۸]

یہ (مشرکین) صرف ظن کی پیروی کر رہے ہیں اور بے شک ظن حق کے بالمقابل کسی کام کا نہیں۔

۹۔ نماز جمعہ کے بعد دونوں پاؤں موڑنے سے پہلے سات، سات مرتبہ سورہ معوذتین اور فاتحہ کا پڑھنا جیسا کہ شوافع نے ابوالاسعد قشیری کی روایت کردہ ایک حدیث کو دلیل بنا کر کہا ہے بدعت ہے، کیونکہ یہ حدیث بہت ہی زیادہ ضعیف ہے۔ تم احادیث صحیحہ پر کاربند رہو، کیونکہ احادیث صحیحہ بہت زیادہ ہیں۔

۱۰۔ بعد نماز جمعہ ایک ہزار مرتبہ سورہ "قل ھو اللہ احد" پڑھنے کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر تو ہمیشہ ہونا چاہیے، لیکن بے اصل اور غیر ثابت شدہ قیود کے ساتھ نہیں۔ اس سلسلے میں ایک روایت یوم جمعہ کی قید کے بغیر مروی ہے کہ جس نے ایک ہزار مرتبہ سورہ قل ھو اللہ پڑھی اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے خرید لیا۔۔۔ لیکن یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی سند میں مجاشع نامی راوی کذاب ہے اور حجاج بن میمون بصری ساقط الاعتبار ہے۔

۱۱۔ جمعہ کی نماز کے بعد "شخیر دنخیر" کا ورد کرنے کے لئے صوفیا کا اکٹھا ہونا گناہ وضلال ہے۔ اللہ

تعالیٰ کے اسمائے حسنی میں یہ بڑا الحاد اور ردو بدل ہے۔

۱۲۔ منبروں پر جمعہ کے روز پردے لٹکانا اور خطیب کو بوسہ دینا جب کہ وہ خطبہ دے کر منبر سے اترے قبیح قسم کی بدعت ہے۔

۱۳۔ جمعہ کے دن مسجد میں گداگری مذموم چیز ہے۔

((اَلْجُمُعَةُ حَجُّ الْمَسَاكِيْنَ ـ))

''جمعہ مسکینوں کا حج ہے''

والی جو حدیث روایت کی جاتی ہے وہ ضعیف ہے۔ اس حدیث کو جامع الصغیر میں ضعیف قرار دیا گیا ہے اور یہ حدیث:

((اَلْجُمُعَةُ لِمَنْ سَبَقَ ـ))

''جمعہ ان کے لئے جو سب سے پہلے آئیں''

مطلقاً کلام نبوت سے نہیں ہے۔

۱۴۔ جمعہ کے پہلے خطبہ کے شروع میں خطیبوں کا ہمیشہ کوئی ایک حدیث مثلاً

((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهُ ـ)) ❶

''گناہ سے توبہ کر لینے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔''

پڑھنا بے اصل ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

۱۵۔ عید کے دونوں خطبوں کو تکبیر کے ساتھ شروع کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت نہیں۔ (ملخص از کتاب ''السنن والمبتدعات'')

۱۶۔ صفوں کے مکمل ہونے اور جگہ خالی نہ ہونے کی صورت میں جمعہ کے دن جمعہ کے وقت لوگوں کی گردنیں پھاند کر آگے جانا ممنوع ہے۔

اس حدیث نبوی کا ذکر آ چکا ہے کہ لوگوں کی گردنیں پھاند کر آگے بڑھنے والے سے خطبہ جمعہ کے دوران نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

❶ (مجمع الزوائد ج ۱۰ / ص ۲۰۰۔ کتاب التوبة باب التائب من الذنب کمن لاذنب۔ سنن ابن ماجة ج ۲ / ص ۱۴۲۰۔ کتاب الزهد باب ذکر التوبة حدیث نمبر (۴۲۵۰)

((اِجْلِسْ فَقَدْ اٰذَیْتَ زَادَ احمد اٰنَیْتَ)) ❶

''تم بیٹھ جاؤ تم نے لوگوں کو اذیت پہنچائی، اور امام احمد کی روایت میں اتنا مزید ہے کہ تم ثواب حاصل کرنے میں پیچھے رہ گئے۔''

١٧۔ نماز جمعہ سے امام کے فارغ ہونے کے بعد نمازیوں کے سامنے سے گزرنا بھی ممنوع امور میں سے ہے۔ یہ بات اور اس سے پہلے مذکورہ بات عوام الناس سے بہت سرزد ہوتی ہے۔

لوگوں کو اس طرز عمل سے ان احادیث کا ذکر کر کے ڈرانا اور روکنا چاہیے:

((قَالَ قَالَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُ الْمَآرُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ مَاذَا عَلَیْہِ لَکَانَ اَنْ یَّقِفَ اَرْبَعِیْنَ خَیْرًا لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّمُرَّ بَیْنَ یَدَیْہِ قَالَ الرَّاوِیُ قَالَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا اَوْ اربَعِیْنَ شَھْرًا اَوْ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ۔)) ❷

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والا اگر یہ جان لے کہ اس پر کتنا گناہ ہوتا ہے تو وہ ''چالیس'' دن تک کھڑا رہنا گزرنے سے بہتر سمجھے گا۔ راوی نے کہا کہ مجھے یہ پتا نہیں کہ چالیس سے کیا مراد ہے چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ (مطلب یہ کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا بہت بھاری گناہ اور باعث عذاب ہے)''

١٨۔ اقربا یا اولیا یا سلسلۂ تصوف کے مشائخ طریقت کے لئے فاتحہ خوانی مثلاً یہ کہنا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کے لئے یا آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے، سیدی احمد البدوی کے لئے یا شیخ دسوقی جیلانی، نقشبندی، رفاعی کے لئے یا ہمارے آباؤ اجداد اور مشائخ اقربا کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

---

❶ (سنن ابی داود ج ١ /ص ٦٦٨. کتاب الصلاۃ باب تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ حدیث نمبر (١١١٨). سنن ابن ماجۃ ج ١ /ص ٣٥٤. کتاب إقامۃ الصلاۃ.... باب ما جاء فی النھی عن تخطی الناس یوم الجمعۃ حدیث نمبر (١١١٥). مسند احمد ج ٤ /ص ١١٨ تا ١٩٠. (سند عبداللہ بن یسر)

❷ (بخاری ص ١٠٧ کتاب الصلاۃ باب إثم المار بین یدی المصلی. حدیث نمبر (٥١٠). صحیح المسلم ج ١ /ص ٣٦٣. کتاب الصلاۃ باب منع المار بین یدی المصلی حدیث نمبر (٥٠٧). سنن ابی داود ج ١ /ص ٤٤٩. کتاب الصلاۃ باب ما ینھی عنہ من المرور.... حدیث نمبر (٧٠١)

پھر امام تین تین بار سورۂ فاتحہ واخلاص یا گیارہ، گیارہ باران دونوں سورتوں کو پڑھے اور مقتدی لوگ امام کی پیروی کرتے ہوئے ان سورتوں کو اسی طرح پڑھیں۔

کوئی صاحب عقل اس میں شک نہیں کرسکتا کہ یہ فعل وعمل بدعت و باطل ہے چاہے نماز جمعہ کے بعد کیا جائے یا پنجگانہ نمازوں کے بعد۔

۱۹۔ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو بحالت خطبہ "حفائظ" کے نام سے جو کاغذات لکھے جاتے ہیں وہ بھی ممنوع ہے۔

۲۰۔ بعض عوام اور خطیب لوگ خطبۂ جمعہ کے دوران یا بعد نماز جمعہ دھاگہ میں متعدد گرہیں لگاتے ہیں۔ اور یہ خیال وعقیدہ رکھتے ہیں کہ ان گرہوں کے ذریعہ وہ بخار و حرارت کو باندھ رہے ہیں اور اس تدبیر سے بخار زدہ کا بخار ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ بخار زدہ آدمی کو حکم دیا جاتا ہے کہ گرہ لگائے ہوئے اس دھاگا کو اپنے بازو میں باندھ لے یا گلے میں لٹکائے، یہ طریق بدعت وممنوع ہے۔

جمعہ کے دن کی بدعات میں سے یہ بھی ہے کہ جس وقت لوگ سنن ونوافل پڑھ رہے ہوتے ہیں اس وقت گانے کے انداز سے بلند آواز سے سورہ کہف پڑھی جاتی ہے۔ اس وقت کچھ لوگ ذکر الٰہی اور تلاوت وتدبر میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس پر مزید تماشا یہ کہ مسجد وقرات قرآن کی عظمت کا لحاظ رکھے بغیر قاری کے لحن وسرود پر عوام الناس صدائے تحسین بلند کرتے رہتے ہیں۔ یہ ساری باتیں مذموم ہیں اور کسی طرح بھی جائز نہیں۔

اولاً اس لئے یہ باتیں ناجائز ہیں کہ عبادت گزار لوگوں کی عبادت میں خلل اندازی ہوتی ہے اور یہ بات بالاجماع حرام ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

((اِعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَسَمِعَهُمْ يَجْهَرُوْنَ بِالْقِرَاءَةِ فَكَشَفَ السِّتْرَ وَقَالَ أَلَا إِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ لِرَبِّهِ فَلَا يُؤْذِيَنَّ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّلَا يَرْفَعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الْقِرَاءَةِ۔)) [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو زور سے قرأت کرتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ نے پردہ ہٹا کر فرمایا کہ سنو! آگاہ رہو کہ تم میں سے ہر آدمی

---

[1] (ابوداؤد ج ۲ / ص ۸۳ کتاب الصلاۃ باب رفع الصوت بالقراءۃ فی صلاۃ اللیل حدیث نمبر (۱۳۳۲)

اپنے رب سے سرگوشی کر رہا ہے لہٰذا کوئی کسی کو زور زور سے پڑھ کر اذیت نہ پہنچائے اور کوئی کسی سے زیادہ بلند آواز سے نہ پڑھے۔

ثانیاً ایسا کرنے سے مسجد کے اندر آواز اونچی ہوتی ہے اور مسجد میں آواز بلند کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

امام مالکؒ نے مؤطا میں روایت کی ہے :

((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خَرَجَ عَلَی النَّاسِ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ وَقَدْعَلَتْ اَصْوَاتُھُمْ بِالْقِرَاءَۃِ فَقَالَ اِنَّ الْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ فَلْیَنْظُرْ بِمَا یُنَاجِیْہِ بِہٖ وَلَا یَجْھَرْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الْقُرْاٰنِ ۔))[1]

''نبی کریم ﷺ لوگوں پر برآمد ہوئے اس حال میں کہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور قرأت کرنے میں لوگوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ نمازی اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے۔ لہٰذا اسے اس پر نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کس طریقے سے اللہ سے سرگوشی کر رہا ہے اور کوئی آدمی قرآن پڑھنے میں کسی پر آواز بلند نہ کرے۔

ثالثاً یہ طرز عمل زمانہ نبوی ﷺ، زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے زمانہ اسلاف کے طور و طریقہ کے خلاف ہے اور یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ذکر و اذکار اور قرآن خوانی کرتے وقت خصوصاً مسجدوں میں آواز بلند کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور اگر اس کے ساتھ خلل اندازی بھی ہو تو اس کے حرام ہونے میں شک نہیں ہو سکتا۔

علامہ ابن عماد شافعی نے کہا کہ ''بلند آواز سے ایسی قرآن خوانی حرام ہے جس سے نمازی کو خلل و تشویش ہو۔''

قرۃ العین اور اس کی شرح فتح المعین لزین الدین ملیباری میں یہ صراحت ہے:

''اگر نمازی یا سونے والے کو اذیت پہنچتی ہو تو سورۂ کہف یا دوسری سورتوں کا بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے''۔۔۔۔امام نووی نے اپنی کتابوں میں اس کی تصریح کر رکھی ہے۔

۲۲۔ جمعہ کے دن دوسری اذان کے بعد ''الترقیۃ'' نامی عمل بدعت و ممنوع ہے۔ بعض مقامات پر

---

[1] (مؤطا امام مالك ج ۱ / ص ۸۰ كتاب الصلاة باب العمل فى القرأة حديث نمبر (۲۹)۔مسند احمد ج ٤ / ۳٤٤ /۔مجمع الزوائد ج ۲ / ۲٦٥ كتاب الصلاة باب الجهر بالقرآن وكيف يقرأ.

''الترقیۃ'' اذان سے پہلے کیا جاتا ہے۔''الترقیۃ'' ان لوگوں کی اصطلاح میں وقتِ مذکور میں یہ قرآنی آیت پڑھتے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ [الاحزاب، آیۃ:۵۶]	بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی درود وسلام بھیجو۔

بلند آواز سے حسب ذیل کلمات یا احادیث کو اس موقع پر پڑھنا بھی بدعت ہے۔

((مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ ، جَمْعَ الْحَاضِرِيْنَ وَرَدَ فِي الْخَيْرِ اَنَّ الْجُمُعَةَ حَجُّ الْفُقَرَآءِ وَعِيْدُ الْمَسَاكِيْنَ))

اور یہ حدیث:

((إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ اَنْصِتْ فَقَدْ لَغَوْتَ۔))[1]

وغیرہ مذکورہ بالا کلمات یا احادیث کو بلند آواز سے لوگوں کے سامنے جمعہ کے وقت کہنا بدعت ہے۔

۲۳۔ جمعہ کے روز ''التذکیر'' نامی عمل بھی بدعت ہے۔''التذکیر'' ان لوگوں کی اصطلاح میں جمعہ کے دن یا رات میں منارہ پر چڑھ کر مؤذن کا بعض اذکار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا لوگوں کو یہ بتلانے کے لئے کہ آج کی رات جمعہ کی رات یا آج کا دن جمعہ کا دن ہے تاکہ لوگ جمعہ کی تیاری کریں۔

۲۴۔ بدعات میں سے بعض مؤذنوں کی ایجاد کردہ یہ بات بھی ہے کہ کچھ شہروں میں امام جب مسجد میں خطبہ دینے کے لئے منبر کا ارادہ کرتے ہوئے لوگوں کے سامنے آتا ہے تو مؤذن لوگ کھڑے ہو کر مکرر سہ کرر بار بار بلند آواز سے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتے ہیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک امام منبر پر نہ پہنچ جائے۔

مذکورہ بالا بات بدعت ہے۔اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا جلیل القدر عبادتوں میں سے ہے،لیکن اس کیفیت کے ساتھ درود پڑھنا مروی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] (سنن ابی داود ج ۱/ص ۶۶۵۔کتاب الصلاۃ باب الکلام والامام یخطب حدیث نمبر(۱۱۱۲)۔صحیح مسلم ج۲/ ۵۸۳۔کتاب الجمعۃ باب فی الانصات یوم الجمعۃ فی الخطبۃ۔حدیث نمبر(۸۵۱)۔سنن ابن ماجۃ ج۱/ص۳۵۲۔کتاب اقامۃ الصلاۃ باب ماجاء فی الاستماع للخطبۃ والانصات لھا۔حدیث نمبر(۱۱۱۰)

جب منبر پر بیٹھنے کا ارادہ کرتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا نہیں کرتے تھے۔

۲۵۔ امام نووی نے کتاب الروضۃ میں کہا کہ :

خطبہ کے سلسلے میں جاہلوں کی ایجاد کردہ چند بدعات مکروہ ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۲۶۔ دوسرے خطبہ کے وقت امام کا ادھر ادھر داہنے بائیں منہ پھیرنا۔

۲۷۔ منبر پر چڑھتے وقت پہلے زینہ پر ٹھوکر مارنا یا اسے کھٹکھٹانا۔

۲۸۔ منبر پر جب امام چڑھنے لگے تو اس کے بیٹھنے سے پہلے دعا کرنا۔ بسا اوقات لوگ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اس وقت میں کی ہوئی دعا مقبول ہوتی ہے۔ یہ جہالت کی بات ہے۔ مقبولیت دعا کی گھڑی منبر پر بیٹھ جانے کے بعد ہے۔

۲۹۔ امراء کے لئے خطبۂ جمعہ میں دعا کرنا اور اوصاف امرا بیان کرنے میں مبالغہ آرائی غلط کام ہے۔

کتاب المذہب کے مصنف اور ان کے علاوہ دوسرے اہل علم نے امرا کے لئے خطبۂ جمعہ میں دعا کرنے کو اصلاً مکروہ کہا ہے مگر ہمارا اختیار کردہ قول یہ ہے کہ اگر توصیف امرا میں مبالغہ آرائی نہ کی جائے تو ان کے حق میں دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۰۔ جمعہ کے دوسرے خطبہ کو جلدی سے ختم کر دینے میں مبالغہ کرنا غلط کام ہے۔

۳۱۔ امام ابوشامہ نے ایک مزید بات یہ کہی کہ ''خطیب کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے وقت اور لوگوں کو خطاب کے دوران یہ کہتے وقت کہ میں تم کو فلاں فلاں کام کرنے کا حکم دیتا ہوں اور فلاں، باتوں سے روکتا ہوں، دائیں اور بائیں طرف جسم کو گھمانا پھرانا غلط کاموں میں سے ہے۔

۳۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے وقت خطیب کو تکلف کر کے عام عبادت سے زیادہ بلند آواز نکالنا غلط کام ہے۔ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ دوران خطبہ خطیب کو درود پڑھنے کے ساتھ اعضا کو حرکت دیتے رہنا چاہیے تو یہ جہالت ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام دعا ہے اور عام سنت یہ ہے کہ تمام دعاؤں کو آہستہ آہستہ پڑھنا چاہئے زور اور جہر سے نہیں۔

۳۳۔ جمعہ کے روز ترک سفر کو عبادت سمجھنا غلط بات ہے۔

کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب ''المصنف'' میں صالح بن کیسان سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ صحابی جمعہ کے روز اپنے کسی سفر پر نکلے اور انہوں نے نماز جمعہ کا انتظار نہیں

کیا۔ اس روایت کی سند "جید" ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ مانع سفر نہیں روایت کی سند صحیح ہے۔ البتہ جس حدیث میں یہ منقول ہے کہ "جو آدمی بروز جمعہ بعد نماز فجر سفر کرے اس پر کاتبین کرام (فرشتے) بددعا کرتے ہیں۔" یہ حدیث ضعیف ہے۔ ❶

۳۴۔ بعض لوگ جمعہ کے دن یا جمعہ کے علاوہ دوسرے ایام میں مسجد جانے سے پہلے اپنے بیٹھنے کے لئے فرش بچھوا لیتے ہیں ان کا یہ کام غلط ہے۔

۳۵۔ جمعہ کے دن کئی آدمیوں کی جماعت کا مل کر اذان دینا جیسا کہ بعض شہروں اور مقامات پر کیا جاتا ہے غلط کام ہے۔

۳۶۔ صالح آدمی کو لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جانے کی اس لئے اجازت دینا کہ اس سے برکت حاصل ہوگی، غلط بات ہے۔

۳۷۔ جمعہ کی نماز کے لئے یا دوسری نمازوں کے لئے عمامہ باندھنے کی تخصیص غلط کام ہے۔

شیخ ناصر الدین البانی نے فرمایا کہ "عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت میں وارد شدہ روایات میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔"

۳۸۔ منبر کو تین درجوں اور زینوں سے زیادہ رکھنا بدعت وغلط کام ہے۔ ❷

۳۹۔ منبر کے نیچے کھڑے ہو کر امام کا دعا کرنا غلط کام ہے۔

۴۰۔ خطیب کے منبر پر چڑھتے وقت یا اس سے پہلے نبی کریم ﷺ کی مدح میں شعر خوانی غلط کام ہے۔

۴۱۔ منبر پر خطیب کی ہر ضرب کے وقت مؤذن حضرات کا رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا غلط ہے۔

۴۲۔ امام کے ساتھ منبر پر صدر المؤذنین کا چڑھنا اگرچہ وہ امام سے نیچے درجہ پر بیٹھے غلط کام ہے۔

نیز مؤذن کا منبر پر بیٹھ کر آمین اللھم آمین اللھم صل کہنا غلط کام ہے۔

۴۳۔ دونوں خطبوں کے درمیان وقفہ کے وقت تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا بدعت ہے۔

۴۴۔ خطبہ کے دوران دعا کرتے ہوئے خطیب کا ہاتھ اٹھانا بدعت ہے۔

۴۵۔ خطیب کی دعا پر آمین کہنے کے لئے لوگوں کا ہاتھ اٹھانا بدعت ہے۔

---

❶ جمعہ کے روز جواز سفر کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ جمعہ کا وقت نہ ہو گیا ہو لیکن اگر زوال آفتاب ہو اور جمعہ کا وقت ہو چکا ہو تو سفر شروع کرنے کے حرام ہونے میں توقف نہیں ہونا چاہیے۔

❷ جو یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے پندرہ زینوں اور درجوں کا منبر بنایا وہ ثابت اور صحیح نہیں ہے۔ از مصنف

۴۶۔ جمعہ کی نماز کے بعد لوگوں کا یہ کہنا بدعت ہے:

﴿تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنكُمْ .﴾

''اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری نمازیں قبول کرلے۔''

۴۷۔ جو بچہ چل نہیں پاتا اور سرین کے بل گھسٹتا ہوا چلتا ہے اس کے دونوں پاؤں کے انگوٹھوں کو ایک دھاگا سے باندھ کر بعض عورتیں جمعہ کے دن مسجد کے دروازے پر کھڑی ہو جاتی ہیں اور مسجد سے نکلنے والے سب سے پہلے شخص سے کہتی ہیں کہ بچے کے انگوٹھوں میں لگی ہوئی گرہ کو کھول دو اور یہ گمان وخیال رکھتی ہیں کہ یہ کاروائی کرنے سے دو ہفتہ بعد بچہ پاؤں کے بل چلنے لگے گا۔ یہ بدعت اور غلط کام ہے۔

۴۸۔ جمعہ کے روز بعض لوگ مسجد کے دروازہ پر پانی سے بھرا ہوا پیالہ لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں تاکہ مسجد سے نکلنے والے لوگ یکے بعد دیگرے اس پانی میں تھوک دیں جس سے برکت وشفا حاصل ہونے کا اعتقاد رکھا جاتا ہے، یہ اعتقاد وعمل بدعت اور غلط ہے۔ (الاجوبۃ النافعۃ)

۴۹۔ بعض مسجدوں اور جامع مسجدوں میں مؤذن لوگوں کی عادت ہے کہ نماز جمعہ کے بعد اور دوسری نمازوں کے بعد یہ قرآنی آیت تلاوت کرتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا○ [الاحزاب، آیۃ:۵۶]	بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر دعائے رحمت و درود بھیجتے ہیں۔ لہٰذا اے ایمان والو! تم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجو۔

اس کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں، یہ کام بدعت ہے۔

۵۰۔ جمعہ کے دن امام کا ''فاعلم انہ'' پڑھنا اور مقتدیوں کا اس کے جواب میں دس مرتبہ یا بعض جگہ سو مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنا بدعت ہے۔

۵۱۔ یہ بات بھی بدعات میں سے ہے کہ نماز جمعہ کے لئے اقامت ہونے سے پہلے صحابہ کرام کے لئے رضی اللہ عنہم وغیرہ والی دعا پڑھنے اور سلطان کے لئے دعا کرنے کے وقت مؤذن لوگ کھڑے ہو جائیں اور سب مل کر اقامت کہیں۔ خصوصاً یہ صورت عمل اور بھی خراب ہے کہ ہر آدمی کی زبان سے اقامت کا ہر لفظ نکلے، سنت یہ ہے کہ ایک آدمی اقامت کہے اور کھڑے ہو کر اقامت کہے، لیکن اس وقت کھڑا ہونا چاہیے جب کہ اقامت کہنی ہو، اور اقامت اسے کہنا چاہیے جس نے اذان دی ہو،

اور اسے بوقت اقامت قبلہ رو ہونا چاہیے۔ اور حی علی الصلاۃ کہتے وقت اپنا چہرہ دائیں طرف اور حی علی الفلاح کہتے وقت بائیں طرف چہرہ گھمانا چاہیے۔ پورا جسم نہیں گھمانا چاہیے صرف چہرہ ہی گھمانا چاہیے اور اقامت کہتے وقت چلنا نہیں چاہیے۔

۵۲۔ یہ بھی جمعہ کے دن کی بدعات میں سے ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان خطیب کے بیٹھنے کے وقت بعض مؤذن لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور خطیب وسامعین کے لئے نفع وفائدہ پہنچانے کی دعا کرتے ہیں۔

فصل

جمعہ کے روز کی بدعتوں میں سے ایک بہت زیادہ قبیح اور شنیع بدعت ہے جو آدمی کو (نعوذ باللہ) کفر تک کھینچ کر پہنچا دیتی ہے وہ یہ کہ نماز جمعہ کے بعد احتیاطاً ظہر کی نماز پڑھی جائے۔ ❶

---

❶ یہ ''بدعت ضالہ'' بہت سے ممالک' شہروں اور مقامات میں رائج ہے۔ عمان کے بعض شہروں میں اور یمن کے بہت سے شہروں میں اسی طرح جہاں تک میں جانتا ہوں شام اور فارس کے بہت سے شہروں میں یہ بدعت قبیحہ مروج ہے۔ یہ بدعت متاخرین شافعیہ نے ایک واہیات اور کمزور شبہ کی بنا پر ایجاد کر لی۔

کبھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ نماز جمعہ میں چالیس نمازیوں کی تعداد ناقص ہے۔ اس لئے اگر اتنی تعداد میں حاضرین نماز جمعہ میں رہیں تو خطبہ دے کر نماز جمعہ پڑھ تو لی جائے مگر اس کے بعد ظہر کی نماز بھی پڑھی جائے۔ اور یہ بات امام شافعی کے قواعد واصول کا ساتھ نہیں دیتی۔ کیونکہ نماز جمعہ کے واجب اور صحیح ہونے کے شرائط میں سے ایک شرط مذہب شافعی میں یہ ہے کہ جمعہ کے نمازیوں کی تعداد چالیس ہو۔ اگر نماز جمعہ کے واجب ہونے اور صحیح ہونے کی تمام شرائط موجود نہ ہوں اور انہیں شرطوں میں سے چالیس مقامی آزاد مردوں کی حاضری بھی ہے۔ تو نماز جمعہ واجب نہیں۔ اور ان شرطوں کے بغیر نماز جمعہ صحیح بھی نہیں ہوگی۔ شافعی مذہب یہی ہے اور حنابلہ بھی یہی بات کہتے ہیں۔

شافعی مذہب کا ایک قول یہ ہے کہ چار یا بارہ نمازیوں سے بھی نماز جمعہ صحیح ہو جائے گی۔ بعض حنابلہ بھی یہی بات کہتے ہیں اور امام مالکؒ کا فرمان بھی یہی ہے۔ دلیل کے اعتبار سے یہی بات راجح وصحیح ہے۔ جب مذہب امام شافعی میں چالیس نمازیوں سے نماز جمعہ صحیح ہوتی ہے تو شافعیہ کا یہ کہنا کہ چالیس کی تعداد ناقص ہے اس لئے نماز جمعہ اگرچہ پڑھی جائے گی مگر وہ چونکہ صحیح نہیں لہٰذا احتیاطاً بعد میں ظہر بھی پڑھ لی جائے۔ امام شافعیؒ کے فرمان کی خلاف ورزی ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

(گزشتہ سے پیوستہ)

متاخرین شافعی کبھی یہ بھی کہتے ہیں کہ ہماری پڑھی ہوئی نماز جمعہ دوسروں کی نماز جمعہ سے پہلے ختم ہو جاتی ہے اس لئے ہم احتیاطًا ظہر پڑھتے ہیں۔ کبھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ حاضرین جمعہ سب کے سب یا ان میں سے اکثر لوگ عوام ہوتے ہیں خطبہ کا معنی ومفہوم نہیں سمجھ پاتے اس لئے نماز جمعہ صحیح نہیں ہوتی۔ لہٰذا نماز جمعہ کے بعد ظہر بھی پڑھنی چاہیے مگر یہ بات علما میں سے کسی نے بھی نہیں کہی ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ نماز جمعہ کے لئے اگرچہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے چالیس کی شرط لگائی ہے لیکن ان کی دلیل کمزور ہے اس عدد کی تحدید کے سلسلے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

اس لئے جس قول کی بنیاد ضعیف ہو اس پر قیاس کر کے اخذ کیا ہوا قول ضعیف سے ضعیف تر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے دین میں رائے وقیاس سے کوئی عبادت ایجاد کرنی جائز نہیں۔

بہت سے شہروں میں بہت سارے علما کی موجودگی میں اس فعل کا پایا جانا یا بعض لوگوں کا اس کی ترغیب دینا حجت ودلیل نہیں۔ حجت ودلیل اللہ ورسول کا فرمان ہے لوگوں کی رائے حجت نہیں۔

میں نے اس موضوع پر مفصل بحث اپنی کتاب ''الجمعۃ ومکانتھا فی الدین'' میں کی ہے۔ اس کی طرف مراجعت کرو۔

فصل

عبادات کی بدعات

ایک رکعت میں پوری سورہ انعام پڑھنے کی بدعت

امام ابوشامہ نے کہا کہ:

"باجماعت تراویحِ رمضان کے معاملہ میں لوگوں کی ایجاد کردہ بدعات میں سے ایک بدعت یہ ہے کہ ساتویں رمضان کی رات میں تراویح کی آخری رکعت میں خصوصیت کے ساتھ پوری سورۂ انعام پڑھتے ہیں۔ یہ بدعت مسجدوں کے بعض جاہل اماموں نے ایجاد کی ہے اور اس کے لئے ایک ایسی بے اصل حدیث کو دلیل بنایا ہے جو ان کے ایجاد کردہ اس مسئلہ پر دلالت بھی نہیں کرتی۔

یہ حدیث موقوف سند کے ساتھ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ۔۔۔۔ اور بعض مفسرین نے اس کو تاریک سند کے ساتھ سورۂ انعام کی فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے، یہ مرفوع حدیث ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

((عن ابی معاذ عن ابی عصمة عن زيد العمي و كل هؤلاء ضعفاء عن ابی نضرة عن ابن عباس عن ابی بن كعب رضی الله عنهم عن النّبی صلى الله عليه وسلم قال نزلت سورة الانعام جملة واحدة يشيعها سبعون الف ملك لهم زجل بالتسبيح و التحميد ۔))[1]

"ابومعاذ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوعصمہ سے روایت کی اور ابوعصمہ نے زید عمی سے روایت کی (اور یہ تینوں کے تینوں راوی ضعیف ہیں) زید عمی نے ابونضرۃ سے اور ابونضرۃ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور ابن عباس نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ انعام پوری طرح بیک وقت نازل ہوئی اور اس کے نزول کے وقت اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے آئے تھے جو تسبیح وتحمید خوانی کرتے ہوئے

---

[1] (مجمع الزوائد ج۷/ص۲۰۔ کتاب التفسیر (سورۃ الأنعام)

گنگنا رہے تھے۔"

مذکورہ بالا حدیث کو سن کر عوام الناس نمازیوں میں سے کچھ لوگ دھوکا کھا گئے، حدیث مذکور کی تخریج احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی نے اپنی تفسیر میں کی ہے اور ثعلبی موصوف کی تفسیر میں بہت ساری ضعیف احادیث مندرج ہیں۔

ثعلبی نے سورۂ برأت (اس کو سورہ توبہ بھی کہا جاتا ہے) کی تفسیر کے شروع میں سورۂ انعام کے متعلق روایت ابی ابن کعب کے معارض سورۂ برأت کی فضیلت میں زیادہ مبالغہ والی دوسری روایت نقل کی ہے۔

چنانچہ موصوف ثعلبی نے اپنی ذکر کردہ سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْقُرْاٰنُ اِلَّا اٰيَةً اٰيَةً وَّحَرْفًا حَرْفًا مَا خِلَا سُوْرَةِ بَرَاءَةٌ وَ سورة قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَاِنَّهُمَا نَزَلَتَا عَلَيَّ وَمعهما سَبْعُوْنَ الفِ صَفٍّ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ۔))

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر پورا قرآن دو سورتوں سورۂ براۃ و قل ھو اللہ احد کو چھوڑ کر ایک ایک آیت اور ایک ایک حرف کر کے قسط وار نازل ہوا ہے۔ یہ دونوں سورتیں مجھ پر نازل ہوئیں تو ان کے ساتھ فرشتوں کی ستر ہزار صفیں موجود تھیں۔"

ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا روایت کی بنا پر رمضان المبارک کی تاریخ مذکور والی تراویح کی آخری رکعت میں سورۂ انعام کے بجائے سورۂ برأت (سورۂ توبہ) و قل ھو اللہ احد کا پڑھنا زیادہ بہتر و افضل ہے۔ پھر اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ سورۂ انعام بیک وقت نازل نہیں ہوئی۔

اس صورت میں یہ دونوں روایات باہم متعارض ہیں اور الزام کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ دونوں روایات میں سے سورۂ برأت کی فضیلت سے تعلق رکھنے والی روایت زیادہ قابل ترجیح ہے۔ کیونکہ اس کی تعریف میں مبالغہ زیادہ پایا جاتا ہے ورنہ درحقیقت ہمارے نزدیک دونوں ہی روایات باطل ہیں۔ واللہ اعلم۔

لیکن اگر بالفرض سورۂ انعام سے متعلق روایت صحیح ہو تو بھی یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ ایک رکعت میں اس سورۃ کا پڑھنا مستحب ہے بلکہ یہ سورت تمام سورتوں میں سے ایک ہے۔ لہٰذا جو

بات تمام سورتوں میں جو بات مستحب ہے وہی اس میں بھی ہے۔ افضل یہ ہے کہ نماز یا غیر نماز میں کے علاوہ جس سورت کو پڑھنا شروع کیا جائے اسے پورا پڑھ کر ختم کیا جائے درمیان میں نہ چھوڑ دیا جائے۔ سلف کی عادت یہی تھی۔ اسی بنا پر منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب میں پوری سورۂ اعراف پڑھی اگرچہ مغرب کی دو رکعتوں میں آپ ﷺ نے اسے پڑھا تھا مگر اس نماز میں سورہ مذکورہ کو آپ ﷺ نے پورا ختم کیا کیونکہ ایک نماز کی متعدد رکعات کی قرأت کو ایک قرأت کا درجہ حاصل ہے۔

اسی معنی ومفہوم کی ایک حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو دیہاتی حضرت معاذ بن جبل کے پیچھے نماز پڑھنے سے منحرف ہو گیا تھا، اس کا سبب یہ تھا کہ اس نے دیکھا کہ حضرت معاذ نے سورۂ بقرہ کو نماز میں پڑھنا شروع کر دیا ہے، اس سے وہ سمجھ گیا کہ سورۂ بقرہ ختم کئے بغیر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رکوع نہیں کریں گے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل کا شکوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اس پر حضرت معاذ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عشا کی نماز میں قصار مفصل کی سورتوں (سورہ بروج سے تا ختم قرآن) میں سے کوئی سورہ پڑھا کرو تا کہ مقتدیوں پر تطویل گراں ہوئے بغیر سورہ ختم ہو جائے۔ اور رکعت پوری ہو جائے۔

جب یہ بات ثابت ہے تو ہم کہیں گے کہ تراویح کی ایک رکعت میں پوری سورۂ انعام پڑھ ڈالنے کا جو رواج ہے وہ بدعت ہے۔ صرف اسی ایک اعتبار سے یہ بدعت نہیں ہے کہ ایک رکعت میں اتنی لمبی سورہ پڑھنے کا التزام مخصوص تاریخ کی مخصوص رکعت میں کیا جا رہا ہے بلکہ اس کی کئی وجوہات ہیں۔

① دوسری سورتوں کو چھوڑ کر صرف اسی ایک سورت کی رکعت مذکورہ میں معین تاریخ کے ساتھ تخصیص، جس سے یہ وہم قائم ہوتا ہے کہ رکعت مذکورہ میں اسی سورت کا التزام کے ساتھ پڑھنا سنت ہے، اور دوسری سورتوں کا پڑھنا خلاف سنت ہے۔

② دوسری نمازوں کو چھوڑ کر صرف نماز تراویح میں سورۂ انعام کو خصوصیت کے ساتھ پڑھنا وہ بھی تراویح کی دوسری رکعات کو چھوڑ کر صرف آخری رکعت میں پڑھنا شریعت محمدیہ ﷺ میں نہیں ہے۔

③ ایسا کرنے سے مقتدیوں پر تطویل کی گرانی ہوتی ہے۔ خاص طور پر ایسے لوگوں کو یہ طویل رکعت زیادہ گراں ہو گی جو لوگوں کی اس عادت سے ناواقف ہوں کہ فلاں تاریخ کی فلاں رکعت میں پوری سورۂ انعام پڑھی جاتی ہے۔

اس صورت میں مقتدی اس رکعت میں پھنس کر اضطراب وقلق کا شکار ہو جائے گا اور ایسی عبادت کو نا پسند کرنے لگے گا۔

④ اس طرز عمل سے سنت کی مخالفت ہوتی ہے کیونکہ سنت یہ ہے کہ پہلی رکعت کے بالمقابل دوسری رکعت کی قرأت مختصر اور کم ہو حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر کی دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے آدھی قرأت کے ساتھ پڑھتے تھے لیکن بدعت مذکورہ کے ایجاد کنندہ نے اس معاملہ کو الٹ دیا چنانچہ اس بدعت کے عادی لوگ پہلی رکعت میں سورہ مائدہ کی صرف آخری دو آیتیں پڑھتے ہیں اور دوسری رکعت میں پوری سورۂ انعام پڑھتے ہیں بلکہ تراویح کی انیس رکعتوں میں یہ لوگ سورہ مائدہ کا نصف حزب پڑھتے ہیں جب کہ آخری اور بیسویں رکعت میں ڈیڑھ حزب پڑھ ڈالتے ہیں اور اس طرز عمل میں شریعت کی مخالفت اور بدعت موجود ہے اور بھلائی کی توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے ـــ کچھ لوگوں نے یہ بدعت اختیار کر لی ہے کہ نماز تراویح جس رات میں ختم ہوتی ہے اس دن قرآن مجید میں واقع شدہ سجدۂ تلاوت والی آیات کو یکجا کر کے پڑھتے ہیں اور تمام آیات کو پڑھ کر مقتدی لوگ اور امام سجدۂ تلاوت کرتے ہیں، کچھ دوسرے لوگوں نے یہ بدعت ایجاد کر رکھی ہے کہ تراویح کی آخری رکعت میں سورۃ الناس پڑھنے کے بعد قرآن مجید میں واقع شدہ ان تمام آیات کی قرأت کرتے ہیں جن میں دعائیں مذکور ہیں۔ اس کے نتیجہ میں دوسری رکعت کو پہلی رکعت کے بالمقابل اسی طرح زیادہ طویل کر دیتے ہیں جس طرح آخری رکعت میں سورہ انعام پڑھ کر اسے طویل بنا دیتے ہیں۔

اسی طرح کچھ لوگ چند آیات ''آیات الحرمین'' کے نام سے موسوم کئے ہوئے ہیں۔ وہ ان آیات کو خصوصیت کے ساتھ پڑھتے ہیں حالانکہ اس کی بھی کوئی دلیل نہیں۔ لہٰذا یہ جان لینا چاہیے کہ یہ ساری باتیں بدعت ہیں اور شریعت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان باتوں سے صرف یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ شریعت کی باتیں ہیں، مگر درحقیقت یہ شریعت کی باتیں نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہر چیز کی توفیق ہے۔ (کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث للشیخ الامام شہاب الدین ابی محمد عبدالرحمٰن بن اسماعیل المعروف بابی شامۃ المتوفی ۶۶۵ھ)

سال کے مختلف مہینوں کی بدعات

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

''ہندوستان کے شہر حیدرآباد میں اکثر مسلمان شب معراج اور پندرہویں شعبان کی رات میں شب بیداری اور رات جگا کرتے ہیں۔

شب معراج میں مقررین اور واعظین مسجدوں میں وعظ وتقریر کرتے ہیں اور عام مسلمان جمع ہوکر واعظوں کی تقریریں سنتے ہیں۔ بعض لوگ ''صلوۃ العمر'' نامی نماز پڑھتے ہیں اس میں سو یا دوسو رکعات نماز پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ رات بھر نوافل پڑھتے ہیں۔

بعض لوگ باجماعت ''صلوۃ التسبیح'' پڑھتے ہیں کچھ لوگ بغداد کی طرف منہ کرکے ''صلوۃ الغوث'' پڑھتے ہیں، اور شیخ عبدالقادر جیلانی سے مدد ومعاونت طلب کرنے کے لئے چار تکبیریں کہتے ہیں۔ یہ نماز شیخ عبدالقادر جیلانی کے لئے خاص ہے۔

وعظ وتقریر ختم ہونے کے بعد اختتام مجلس کے وقت یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درودو سلام پڑھتے ہیں، درود وسلام ایسے الفاظ کے ساتھ پڑھتے ہیں جن میں سے بعض شرکیہ عقائد پر مشتمل ہوتے ہیں اور وہ لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان محفلوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوتے ہیں۔ اس لئے جو لوگ ان محفلوں میں موجود ہوتے ہیں آپ کے استقبال کے لئے قیام کرتے ہیں۔

یہ لوگ پندرہ شعبان کا روزہ رکھتے ہیں اور رات کو واعظ ومرشد لوگ سورہ دخان کی یہ آیت تلاوت کرتے ہیں:

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ ۚ ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں نازل کیا ہے۔ [الدخان، آیۃ:۲]

اور اس کی یہ تفسیر بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں واقع شدہ لفظ ''لیلۃ مبارکۃ'' ''مبارک رات'' سے مراد پندرہویں شعبان المعظم کی رات ہے۔

اس رات کو یہ لوگ شب بیداری کرتے ہیں اور مسجد میں اکٹھا ہوتے ہیں، رات بھر نوافل پڑھتے ہیں، اکثر لوگ اس رات میں زیارت قبور کرتے اور قبروں پر کھانے پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مردے اس رات کو اکٹھا ہوتے ہیں اور پیش کردہ کھانوں کو کھاتے ہیں۔

واعظ لوگ اس رات میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں:

((قُوْمُوْا لَیْلَهَا وَصُوْمُوْا نَهَارَهَا ۔))

''اس رات میں نوافل پڑھو اور دن میں روزہ رکھو۔''

چنانچہ اکثر لوگ پندرہ شعبان کا روزہ رکھتے ہیں، اس دن یہ لوگ ''عیدالاموات'' (مُردوں کی عید یا مُردوں کا میلہ) مناتے ہیں اور اس دن نئے کپڑے زیب تن کرتے ہیں۔

دریں صورت ہم کو بتایا جائے کہ ان دونوں راتوں (شب معراج اور پندرہ شعبان کی رات) کے بارے میں اللہ و رسول کے کیا احکام و فرامین ہیں؟

جواب اللہ تعالیٰ سے میں ٹھیک اور درست جواب دینے کے لئے مدد مانگتا ہوں۔ سائل نے مندرجہ بالا سوالات میں جو باتیں ذکر کی ہیں وہ لوگ شب معراج اور پندرہویں شعبان کی رات مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں اور وعظ و تقریریں ہوتی ہیں۔

صلوٰۃ العمر، صلوٰۃ التسبیح اور صلوٰۃ الغوث وغیرہ پڑھی جاتی ہیں اور ان کے علاوہ بھی جو دوسری باتیں سوال میں مذکور ہیں تو ان کے جواب میں عرض کرتا ہوں۔ توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اسی کے ہاتھ میں تحقیق کی زمام کار ہے۔

معراج نبوی کی بابت قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○

وہ اللہ پاک ہے جو اپنے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راتوں رات مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد بیت المقدس تک لے گیا جس کے چاروں اطراف کو ہم نے بابرکت بنا رکھا ہے تاکہ ہم اپنے اس بندہ کو اپنی آیات دکھلا دیں، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا ''دیکھنے والا ہے۔

[الاسراء، آیۃ: ۱]

بیت المقدس سے لے کر بلند آسمانوں اور اس مقام تک جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوح محفوظ پر لکھنے والے قلم کی تحریر کی آواز سنی وہاں تک معراج میں آپ ﷺ کا جانا بخاری، مسلم وغیرہ کی بہت سی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس بات کی طرف قرآن مجید نے سورۃ النجم میں مندرجہ ذیل قول کے ذریعہ ارشاد کیا ہے:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى آپ کو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مضبوط قویٰ والے نے تعلیم دی۔ [النجم ۵۳:۵]

یعنی محمد ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم دی۔ اس آیت کے بعد والی آیات میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ [النجم، آیۃ:۱۳،۱۸]

یقیناً آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا، جس کے پاس جنۃ الماویٰ ہے، یہ اس وقت کی بات ہے کہ سدرۃ کو وہ چیز ڈھانپ رہی تھی، جو اسے ڈھانپ رہی تھی اس وقت نگاہ نہ ہٹی نہ حد سے آگے بڑھی۔ یقیناً انہوں نے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب کی بڑی بڑی آیات دیکھیں۔

ان آیات کا حاصل معنی یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل وصورت میں صرف دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ روئے زمین پر کوہ حرا اور مکہ مکرمہ کے درمیان اور دوسری مرتبہ معراج کے موقعہ پر "سدرۃ المنتہیٰ" کے پاس۔

اس صورت میں اسراء کا منکر اللہ رب العزت کے ساتھ کفر کرنے والا ہے اور معراج کا منکر فاسق و بدعتی ہے۔ یہ بات معراج کے ثبوت کے اعتبار سے ہے کہ جو بات قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کا انکار کرنا حرام ہے۔

لیکن شب معراج کو نمازوں، اذکار، دعاؤں گریہ وزاری اور صلوٰۃ العمر وغیرہ جیسی چیزوں کے ذریعہ زندہ رکھنا یعنی اس رات کو شب بیداری کرنا نو ایجاد بدعت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین اور اتباع تابعین وائمہ صالحین سے ایسا ثابت نہیں ہے اور یہ بات کسی نے نہیں کہی یہاں تک کہ متاخرین میں سے بھی کسی نے نہیں کہی۔

وعظ وتقریروں کا ہونا مستحب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ [الذاریات، آیۃ:۵۵]

اور آپ وعظ ونصیحت کریں کیونکہ اس سے مومنوں کو نفع ہوتا ہے۔

لیکن وعظ ونصیحت شب معراج کی قید کے ساتھ نہیں ہونی چاہیے، تہجد گزاری اور اللہ تعالیٰ سے

آہ وزاری کے ذریعہ رات کو زندہ رکھنا ہمیشہ اور ہر رات کو مسنون ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ٥

اور آپ رات میں تہجد پڑھئے۔ یہ آپ کے لئے نفلی حکم ہے، عنقریب آپ کے لئے نفلی حکم ہے، عنقریب آپ ﷺ کا رب آپ کو مقام محمود عنایت کرے گا۔ [الاسراء، آیۃ: ۷۹]

بے شک اللہ تعالیٰ نے رات میں نفلی نمازیں پڑھنے والے تہجد گزار لوگوں کی مدح وتعریف اپنے مندرجہ ذیل فرمان میں کی ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥

ان مومنوں کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ خوف وامید کی بنا پر اپنے رب سے دعا کرتے ہیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرتے ہیں۔ [السجدۃ، آیۃ: ۱۶]

لیکن کسی عبادت کے ساتھ کسی رات کو مخصوص کر دینا بدعت ہے۔ البتہ اس سے لیلۃ القدر (شب قدر) مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو تمام راتوں پر فضیلت بخشی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود فرمایا:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ٥ وَمَاۤ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ٥ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ٥ [القدر، آیۃ: ۱،۳]

بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا۔ آپ ﷺ کو کیا پتا کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔

سائل نے جو یہ کہا کہ شب معراج و پندرہ شعبان کی رات میں لوگ صلوٰۃ العمر نامی نماز سو رکعت یا دو سو رکعت پڑھتے ہیں تو یہ بڑی، بڑی ضلالتوں اور گمراہیوں میں سے ایک عظیم ضلالت و گمراہی ہے۔ یہ بات کبھی کسی نے نہیں کہی۔ نہ علما میں سے کسی نے یہ بات کہی نہ عوام میں سے۔ یہ بات ہم نے ہندوستان کے عوام کے علاوہ کسی اور سے نہیں سنی۔

البتہ صلوٰۃ التسبیح کو کچھ علما نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے مروی حدیث کی بنا پر مستحب کہا ہے۔ مگر کچھ دوسرے علما نے اسے بدعت بتایا ہے اور اس سلسلے میں وارد شدہ حدیث

عباس رضی اللہ عنہ کو حافظ ابن الجوزیؒ نے موضوع کہا ہے۔ اور جو اہل علم صلوٰۃ التسبیح کو حدیث عباس رضی اللہ عنہ کی بنا پر مستحب کہتے ہیں وہ بھی کسی خاص رات کے ساتھ اس کو مخصوص و مقید نہیں قرار دیتے۔

لیکن حیدر آباد ہند میں جو لوگ ''صلوٰۃ الغوث'' پڑھا کرتے ہیں اور نماز مذکور سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ نماز شیخ عبدالقادر کی نماز ہے اور لوگ یہ نماز بغداد کی طرف منہ کرکے پڑھتے ہیں تو یہ قبیح بدعت اور شدید کفر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے رکوع کرنا بھی کفر ہے اور نماز پڑھنی رکوع سے بڑی چیز ہے۔

کعبہ کے علاوہ نماز میں کسی دوسری طرف رخ کرنا بلاشک وشبہ کفر ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانی یا کسی بھی بزرگ وصالح حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی استغاثہ وفریاد کرنا شرک وضلالت ہے۔

سابقہ جوابات میں استغاثہ سے متعلق سوال پر گفتگو ہو چکی ہے۔ اسی طرح لوگوں کی رچائی ہوئی محفلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے کا عقیدہ بھی شرک وکفر ہے۔

معراج کے دن روزہ رکھنے کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معتبر طریق پر ایک حرف بھی ثابت نہیں اور سلف میں سے بھی کسی نے نہیں کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معجزہ کے طور پر معراج کے ثبوت کا علم ہونے کے باوجود کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے، کہ کس مہینے اور کس تاریخ میں معراج ہوئی؟ لیکن صدیوں سے لوگوں میں مشہور ہے کہ معراج ستائیسویں رجب کو ہوئی تھی، اسی کو امام نووی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے مگر دلیل سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

دریں صورت صدیوں سے لے کر آج تک علما کی کثرت کی تحقیق و بحث کے باوجود شب معراج کا تعین جب نہیں ہو سکا تو کسی تاریخ کو شب معراج فرض کرکے اس میں یہ محفل آرائی اور شیطان کی سکھلائی اور املا کرائی ہوئی بدعات کو انجام دینا کیونکر جائز ہے؟ مسلمانوں کو اتنا عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے بلند آسمانوں تک راتوں رات لے گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی بڑی خصوصیت سے نوازا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی ورسول کو نہیں نوازا تھا۔

مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ سنت مطہرہ کی پیروی کرے اور تمام عبادات ومعاملات میں اسی کو فیصل اور حکم مانے۔ لیکن افسوس کہ کتاب وسنت پر عمل کو چھوڑ کر آدمی میلاد، معراج اور ہجرت کی

محفلوں کو سجاتا ہے۔اور ان محفلوں کے دنوں اور راتوں میں تازہ دم اور سرگرم عمل رہتا ہے اور یہ کام کر کے وہ سمجھتا ہے کہ گویا اس نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے واجب احکام ادا کر دیے۔

نیز یہ کہ وہ صرف اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہے، اس کا یہ طرز عمل شریعت کی میزان اور عمل دونوں کے نزدیک نا قابل قبول ہے۔لہٰذا مسلمان پر یہ ضروری ہے کہ وہ مغز اور گودا لیں اور چھلکے چھوڑ دیں۔سیدھے راستہ کا دکھلانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

پندرہ شعبان کی رات کی فضیلت میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے۔پندرہ شعبان کے دن روزہ اور رات میں نوافل پڑھنے کی فضیلت میں ایک ضعیف سند کے ساتھ سنن ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے یہ ضعیف حدیث مروی ہے :

«عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها وصوموا نهارها فان اللہ تعالیٰ ینزل فیها لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا مستغفر فأ غفرله الا مسترزق فارزقه الا مبتلی فاعا فیه ألا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر ـ» ❶

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پندرہ شعبان کے دن میں روزہ رکھو اور رات میں نوافل پڑھو، اللہ تعالیٰ اس دن غروب آفتاب ہونے پر آسمان دنیا کی طرف اتر کر فرماتا ہے کہ سنو! کوئی استغفار کرنے والا ہو تو میں اسے معاف کر دوں گا، کوئی روزی مانگنے والا ہو تو میں اسے روزی دوں گا، کوئی بیمار ہو تو میں اسے عافیت دوں گا اور میں فلاں فلاں درخواست کرنے والوں کی درخواست قبول کروں گا یہ سلسلہ طلوع فجر تک جاری رہتا ہے۔“

پندرہ شعبان کی رات کی فضیلت میں دوسری متعدد احادیث ہیں جن کے صحیح وضعیف ہونے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔اکثر لوگوں نے اس سلسلے کی ساری روایات کو ضعیف کہا ہے مگر حافظ ابن حبان نے بعض کو صحیح کہا ہے اور رات کو نوافل پڑھنے کے سلسلے میں کوئی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور نہ آپ کے صحابہ سے کچھ ثابت ہے۔

فقہائے شام کے کچھ تبعین سے اس سلسلے میں بعض روایات ثابت ہیں، اور کعب احبار سے

---

❶ (ضعیف الجامع الصغیر وزیادته ج ۱/ ص ۲۲۲: حدیث نمبر (۷۵۲)۔ الاحادیث الضعیفة والموضوعة حدیث نمبر (۲۱۳۲)

مروی ہے :

((ان اللہ تعالیٰ یبعث لیلۃ النصف من شعبان جبرئیل علیہ السلام الی الجنۃ فیامرھا ان تتزین ویقول ان اللہ تعالیٰ قد اعتق فی لیلتك ھذہ عدد نجوم السمآء وعدد ایام الدنیا ولیالیھا وعدد ورق الشجر وزنۃ الجبال وعدد الرمال۔))

”بے شک اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجتا ہے وہ جنت کو حکم دیتے ہیں کہ آراستہ ہو جائے، اور اس سے کہتے ہیں کہ آج کی رات اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے تاروں، دنیا کے دنوں اور راتوں، درختوں کے پتوں، پہاڑوں کے اوزان اور بالوریت کے ذروں کی تعداد بھر گنہگار آدمیوں کو جہنم سے آزاد کیا ہے۔“

مندرجہ بالا کلام کے اندر جو کمزوری وضعف ہے وہ مخفی و پوشیدہ نہیں۔ اس میں پائی جانے والی علامات دروغ ظاہر و واضح ہیں، جو صرف اسی شخص پر مخفی رہ سکتی ہیں جو حواس باختہ ہو چکا ہو اور ہوش و گوش کھو چکا ہو۔

اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جس کعب احبار سے قول مذکور مروی ہے وہ نبی نہیں انہوں نے اپنے بیان کردہ اس قول کی تائید میں قرآن مجید اور سنت صحیحہ کی کوئی چیز نہیں پیش کی۔ میرے خیال میں کعب احبار کی طرف اس قول کا انتساب صحیح نہیں اور اگر بالفرض ان کی طرف اس کا انتساب صحیح ہو تو یہ حجت و دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وضع کردہ بناوٹی اور جعلی حدیث کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ چھوٹے سے معمولی عمل پر بہت زیادہ نیکی وثواب کا مرتب ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔

عبادتوں میں سے کسی بھی عبادت پر اس طرح کا اجر بلکہ اس کا عشر عشیر بھی کتاب وسنت میں منقول نہیں، ان عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے۔ نہ اس کے بارے میں اس طرح کی بات مروی ہے نہ فضائل حج کے بارے میں۔ حج کی فضیلت میں سب سے بڑی چیز یہ مروی ہے کہ حاجی کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ ایسا بے گناہ ہو جاتا ہے جیسا کہ اپنے پیدا ہونے کے دن وہ بے گناہ تھا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے :

((مَنْ حَجَّ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ)) [1]

---

[1] (صحیح المسلم ج ۲ / ص ۹۸۳۔کتاب الحج باب فضل الحج والعمرۃ ویوم عرفۃ حدیث نمبر (۱۳۵۰)۔مسند احمد ج ۲ / ص ۶۶۹ / (مسند ابی ھریرۃ)

”جس نے حج کیا اور اس میں کوئی بے حیائی و فسق و فجور نہیں کیا تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسا کہ اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔“

بعض احادیث میں وارد ہے کہ عرفات کے میدان میں قیام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ لیکن کسی عبادت کے بدلہ میں اس طرح کی بات منقول نہیں کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ آسمانوں کے ستاروں، ایام ولیالی، درختوں کے پتوں اور ریت و بالو کے ذرات کی تعداد میں لوگوں کو آزاد کر دیتا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ جھوٹ بات ہے اور اس کا گھڑنے والا شاید عقل وحیا دونوں سے محروم ہو چکا تھا۔ یا یہ کہ اس نے مسلمانوں اور دین اسلام کو بگاڑنے کے لئے یہ روایت وضع کی کہ اتنے زیادہ اجر عظیم کا لالچ دے کر انہیں پندرہ شعبان کو شب بیداری پر آمادہ کیا جائے اور ابھارا جائے اور وہ ایک رات میں کچھ دعائیں، اذکار اور نمازیں پڑھ کر سمجھ بیٹھیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اتنے بڑے اجر و ثواب سے نوازے گا۔ لہٰذا وہ مہلک جرائم و معاصی اور حرام کام کرنے میں نڈر ہو جائیں گے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس رات کی عبادت پر اعتماد و بھروسہ کر کے لوگ فرائض اسلام، نماز و روزہ وغیرہ ترک کرنے اور ممنوع چیزوں کا ارتکاب کرنے لگیں گے۔

وضاع و کذاب لوگوں نے اس رات کے اتنے فضائل گھڑ لئے جن میں سے ایک حرف بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں نہ صحابہ و تابعین اور ائمہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ مگر جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ بعض فقہائے شام نماز و دعا میں یہ رات گزارتے تھے لیکن وہ مذکورہ بالا عقیدہ شب مذکور کے بارے میں نہیں رکھتے تھے، نہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے جو کعب احبار کی طرف منسوب ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ کعب احبار علمائے یہود میں سے تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے زمانۂ خلافت میں مسلمان ہوئے۔ ان کے پاس بہت سی یہودی و اسرائیلی خرافات و لغویات موجود تھیں وہ گزشتہ قوموں خصوصاً بنی اسرائیل کی باتیں بیان کیا کرتے تھے اور بعض لوگ ان کی بیان کردہ باتیں یاد کرتے اور سنتے تھے۔

لہٰذا کعب احبار اور انہیں کی طرح وھب بن منبہ کی بیان کردہ اسرائیلی روایات بعض آیات کی تفسیر کے تحت کتب تفسیر میں شامل ہو گئیں۔ ان اسرائیلیات میں بعض باتیں عقل و دانش سے مناسبت نہیں رکھتیں اور ان سے انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت مخدوش ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ

السلام کے سلسلے میں اسرائیلی روایات پر مشتمل قصے سے ان کی عظمت وعصمت مجروح ہوتی ہے۔

ہم اس میں شک نہیں رکھتے کہ یہود نے اپنے دین اور کتاب تورات میں تحریف کر دی ہے۔ ان کے بیانات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا مگر ان کی جو باتیں قرآن مجید اور سنت نبویہ کے مطابق ہوں وہ مقبول ہیں۔ یہود کا سب سے بڑا مقصد اسلام کے خلاف جنگ اور اسلام کو ختم کرنا ہے۔ اگر وہ اسلام کا خاتمہ ہتھیاروں سے نہ کر سکیں تو فتنے پھیلا کر، دسیسہ کاریاں کر کے اور احادیث کو گھڑ کر نیز اس طرح کے دوسرے حربوں سے یہ لوگ مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ ابن سبا یہودی کی دعوت وتحریک، اس کی فتنہ سامانی اور مسلمانوں میں فرقہ بندی پیدا کرنے کی جدوجہد ایسی چیزیں جو کسی پر مخفی نہیں۔

اسی آخری زمانے میں مستشرقین اور عیسائیت کا پرچار کرنے والے لوگ نمودار ہوئے۔ ان میں بہت سے لوگ یہودی ہیں۔ ان لوگوں نے اس خسیس دور میں اپنے کندھوں پر اسلام کے خلاف جنگ کی ذمہ داری سنبھال رکھی ہے اور یہ لوگ زہریلے افکار ونظریات، گمراہ اصول ومبادی اور کفریہ عقائد پھیلا رہے ہیں تاکہ دین اسلام کو کمزور کر دیں اور جن عقائد پر اسلام قائم ہے انہیں متزلزل بنا دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں کے عقیدۂ صحیحہ وایمان میں خامی وکمزوری ہے وہ لوگ ان لوگوں سے متاثر ہو گئے اور ان کے متبع شاگرد بن کر ان لوگوں کے افکار ونظریات مسلمانوں میں تحریر وتالیف مقالات کی اشاعت ومحاضرات کے ذریعہ رائج وشائع کر رہے ہیں۔

الغرض اسلام اپنے کمینے وخسیس دشمنوں یہود، مستشرقین اور عیسائی مشنریوں کی وجہ سے مصیبت وآزمائش میں ہے۔ یہ مصیبت بعض نام ونہاد اہل اسلام سے بھی ہے جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں حالانکہ وہ اسلام سے اس سے کہیں زیادہ دور ہیں جتنا کہ آسمان زمین سے دور ہے۔

یہ کہنا کہ پندرہ شعبان کی رات کو روزیاں اور عمریں مقرر وتقسیم ہوتی ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا جاتا ہے:

إِنَّـا أَنـزَلْنَـاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۝ فِيهَـا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ [دخان، آیۃ:۳]

ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں اتارا ہے ہم لوگوں کو ڈرانے والے ہیں، اسی مبارک رات میں ہر محکم معاملہ طے پاتا ہے۔

اگرچہ حضرت عکرمہ تابعیؒ اور بعض مفسرین سے یہ ضرور مروی ہے کہ اس آیت میں مذکور مبارک رات سے مراد پندرہ شعبان کی رات ہے مگر جمہور کا قول یہ ہے کہ شب مذکور سے مراد شب

قدر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ○ [القدر، آیۃ:۱] ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔

اور مسلمانوں کا اس بات پر اجماع کہ قرآن مجید ماہ رمضان میں نازل ہوا اور لیلۃ القدر اسی ماہ رمضان کی ایک رات ہے کسی دوسرے مہینے میں لیلۃ القدر نہیں ہوسکتی۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں کہا :

''سورہ دخان میں مذکورہ 'لیلۃ مبارکہ'' (مبارک رات) سے جو لوگ پندرہ شعبان کی رات مراد لیتے ہیں وہ صحیح معنی کی تعیین سے بہت دور چلے گئے کیونکہ قرآن مجید کی یہ نص ہے کہ یہ مبارک رات رمضان المبارک میں ہوتی ہے۔

اِنَّـآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (سورۃ الدخان رقم، آیۃ:۱،۳) میں ''ہ'' کی ضمیر کا مرجع کتاب مبین یعنی قرآن مجید ہے۔اور فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ سے مراد یہ ہے کہ شب قدر میں لوح محفوظ سے کاتبین کرام احکام خداوندی کے پاس وہ فرامین الٰہی آتے ہیں جو سال بھر کے امور، روزی مال ودولت، عمر اور دوسری باتوں سے متعلق ہوتے ہیں۔

علامہ نسفیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

''ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں نازل کیا ہے۔''

اس آیت میں مبارک رات سے مراد شب قدر ہے یا پندرہ شعبان کی رات۔ جمہور اہل علم پہلے قول کے قائل ہیں یعنی کہ اس رات سے مراد شب قدر ہے کیونکہ اس رات تعیین دوسری آیت قرآنی اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ القدر سے ہوتی ہے نیز اس کی تعیین اس قرآنی فرمان سے بھی ہوتی ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ . [البقرۃ، آیۃ:۱۸۵] قرآن مجید ماہ رمضان میں نازل ہوا۔

اکثر اہل علم کے مطابق شب قدر رمضان میں ہوتی ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے اپنی تفسیر زاد المسیر میں کہا:

اللہ تعالیٰ کے فرمان حٰمٓ ○ وَالْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ○ اِنَّـآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (سورۃ الدخان، آیۃ:۱،۳) میں ضمیر ''ہ'' میں کتاب وقرآن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

''لیلۃ المبارکہ'' کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد شب قدر ہے اکثر لوگوں کا قول

یہی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے پندرہ شعبان کی رات ہے۔ یہ عکرمہ کا قول ہے۔

علامہ ابن جریر طبری نے فرمایا :

"لیلۃ مبارکۃ" کی تفسیر میں صحیح قول ان لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں کہ اس سے مراد شب قدر ہے۔

علامہ شوکانی نے تفسیر فتح القدیر میں کہا :

اللیلۃ المبارکتہ سے مراد شب قدر ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے :

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ . [القدر، آیۃ: ۱] ہم نے اس قرآن کو "لیلۃ القدر" میں نازل کیا ہے۔

اس رات کے چار نام ہیں۔

❶ لیلۃ المبارکہ ❷ لیلۃ البرأۃ ❸ لیلۃ الصَّكِّ ❹ لیلۃ القدر۔

حق اور صحیح بات جمہور کی ہے یعنی کہ اللیلۃ المبارتہ سے مراد لیلۃ القدر ہے اس سے مراد پندرہ شعبان کی رات نہیں ہے، اس لئے کہ اس آیت (سورہ دخان والی آیت) میں اگرچہ اس رات کو مجمل و مبہم رکھا گیا ہے مگر سورۂ بقرہ کی آیت میں اس رات کو ظاہر و واضح کر دیا ہے کہ یہ رات رمضان کے مہینے میں ہوتی ہے۔

چنانچہ فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ . رمضان کا مہینہ ایسا با برکت مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا۔ [البقرة، آیۃ: ۱۸۵]

پھر اس سورۂ قدر میں مزید واضح کر دیا ہے :

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ. ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔ [القدر، آیۃ : ۱]

لہٰذا اس واضح بیان کے ہوتے ہوئے اختلاف کا سبب نہیں رہ جاتا اور نہ اشتباہ کا باعث ہی باقی رہتا ہے۔

تفسیر کی تمام کتابوں میں اسی طرح کی باتیں لکھی ہیں اور تفسیر کی تمام کتابیں اسی بات کو ترجیح دیتی ہیں کہ مبارک رات سے مراد شب قدر ہے پندرہ شعبان کی رات نہیں۔

علمائے کرام نے ذکر کیا :

"کئی صدیوں سے کچھ لوگوں نے ماہ رجب اور پندرہ شعبان کی رات میں ایک مخصوص قسم کی

نماز ایجاد کرلی ہے جس کو "صلوۃ الرغائب" کہا جاتا ہے۔"

اکثر اہل علم نے اس بدعت اور ایجاد شدہ نماز پڑھنے والوں پر نکیر وتنقید کی ہے۔

فصل

قارئین کرام! ہم آپ کی خدمت میں امام شہاب الدین ابو محمد بن اسماعیل المعروف بابی شامہ رحمہ اللہ کی کتاب "الباعث علی انکار البدع والحوادث" کی ایک تحریر مذکورہ بالا بحث سے متعلق پیش کررہے ہیں۔

امام ابوشامہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

صلوۃ الالفیۃ پندرہ شعبان کی رات میں پڑھی جانے والی نماز ہے اس کا نام "الالفیۃ" (ہزار والی) اس لئے رکھا گیا ہے۔ اور اس نماز میں دس رکعت ہوتی ہیں اور ہر رکعت میں ایک سو مرتبہ "قل ھو اللہ احد" پڑھی جاتی ہے۔ وہ اس طرح سے کہ ایک رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد دس بار "قل ھو اللہ احد" پڑھی جاتی ہے۔ اسی طرح دس مرتبہ ایک رکعت میں کرتے ہیں تو ایک رکعت میں سورہ فاتحہ دس مرتبہ اور "قل ھو اللہ احد" سو مرتبہ ہوتی ہے اور چونکہ یہ نماز دس رکعات پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے پوری نماز میں ایک ہزار مرتبہ سورہ قل ھو اللہ احد پڑھتے ہیں۔ یہ ایک طویل اور بھاری گرانی پیدا کرنے والی نماز ہے۔ اس کے ثبوت میں صرف ایک ضعیف بلکہ موضوع حدیث منقول ہے۔

عوام الناس میں اس نماز پر بڑی فریفتگی اور اس کے سبب بڑا فتنہ پایا جاتا ہے جن ممالک میں یہ نماز پڑھی جاتی ہے وہاں کی مسجدوں میں اس نماز کو پڑھنے کی وجہ سے بہت زیادہ چراغاں کیا جاتا ہے، اس موقعہ پر فسق وفجور اور عورتوں کے ساتھ مردوں کا اختلاط نیز دوسرے قسم کے مختلف فتنے رونما ہوتے ہیں یہ ساری باتیں اتنی مشہور ہیں کہ محتاج بیان نہیں۔

شب مذکور میں عبادت گزار لوگوں کا اس نماز پر بڑا پختہ اعتقاد ہے۔ شیطان نے لوگوں کے لئے یہ مزین کررکھا ہے کہ یہ نماز دین کے جلیل القدر عظیم شعائر میں سے ہے۔ اس کا اصل سبب طرطوشی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ ابو محمد مقدسی نے مجھے خبر کردی کہ:

"ہمارے یہاں بیت المقدس میں "صلوۃ الرغائب" کے پڑھنے کا رواج نہیں تھا جو ماہ رجب

وشعبان میں پڑھی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں بیت المقدس میں اس بدعت کا رواج سب سے پہلے ۴۴۸ھ میں ہوا جب کہ بیت المقدس میں نابلس سے ابن ابی الحمراء نامی ایک شخص آیا۔ یہ شخص اچھی تلاوت کرنے والا تھا۔ وہ پندرہ شعبان کی رات میں مسجد اقصیٰ (مسجد بیت المقدس) میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا۔ اس کے پیچھے ایک دوسرے آدمی نے نماز کے لئے نیت باندھی، پھر تیسرا پھر چوتھا آدمی بھی اس نماز میں شامل ہوگیا اور یہ سلسلہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ جب اس نے نماز ختم کی تو اس کے پیچھے پوری ایک جماعت اقتدا کرنے والی موجود تھی۔

پھر دوسرا سال آیا تو اس کے ساتھ بہت سے لوگوں نے یہ نماز پڑھی۔ یہ نماز عام مساجد بیت المقدس، لوگوں کے گھروں اور ڈیروں میں ہونے لگی۔ پھر اس کا یہ حال ہوگیا کہ گویا کوئی سنت ہے اور اس کا رواج آج تک قائم ہے۔ میں نے ابومحمد مقدسی سے کہا کہ میں نے دیکھا کہ تم بھی یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہاں میں پڑھتا ہوں مگر اب اس سے توبہ کرتا ہوں۔ ابو محمد مقدسی نے کہا کہ رجب میں یہ نماز ہمارے یہاں بیت المقدس میں ۴۸۰ھ کے بعد ایجاد ہوئی۔ اس سے پہلے ہم نے یہ نماز کبھی نہیں دیکھی اور نہ اس کے متعلق سنا تھا۔

میں کہتا ہوں یعنی امام ابوشامہ فرماتے ہیں کہ ”یہ ابومحمد مقدسی میرے خیال سے عبدالعزیز بن احمد بن ابراہیم مقدسی ہیں جن سے مکی بن عبدالسلام الرمیلی الشہید روایت کرتے ہیں۔ انہیں یعنی ابومحمد مقدسی کو رمیلی شہید نے ”ثقہ شیخ“ کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

امام ابوبکر نے کہا کہ ابن وضاح نے زید بن اسلم سے یہ روایت کی ہے کہ ہم نے مشائخ اور فقہا میں سے کسی کو ایسا نہیں پایا کہ پندرہ شعبان والی رات کی طرف کوئی توجہ دیں اور نہ ہی یہ حضرات اس کی فضیلت میں مروی مکحول کے قول کی طرف التفات کرتے ہیں اور یہ لوگ دوسری راتوں پر اس رات کو کوئی فضیلت بھی نہیں دیتے۔

ابن ابی ملکیہ سے کہا گیا کہ زیاد نمیری کہتا ہے کہ پندرہ شعبان کی رات میں عبادت کا ثواب شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ اس پر ابن ابی ملیکہ نے کہا اگر میں زیاد کو ایسا کہتے ہوئے اپنے کانوں سے سنوں اور اس وقت میرے ہاتھ میں لاٹھی ہو تو میں لاٹھی سے ماروں گا۔ راوی کہتا ہے کہ زیاد ایک سخت دل اور درشت خو کا آدمی تھا۔

حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ نے اپنی کتاب ”اداء ما وجب“ میں فرمایا کہ ”غفلت شعار لوگوں نے

پندرہ شعبان کی رات کے فضائل میں موضوع احادیث بیان کی ہیں اور ان کی روایت کردہ احادیث میں سے ایک حدیث مقطوع ہے۔

ان غفلت شعار لوگوں نے موضوع احادیث کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو طاقت سے زیادہ پر مشقت عبادت کا مکلّف بنا دیا، یعنی کہ سو رکعت نماز پڑھیں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور قل ھو اللہ احد دس بار پڑھیں۔

جب لوگ اس نماز سے فارغ ہو کر گھر لوٹتے ہیں تو ان پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی فجر کی نماز فوت ہو جاتی ہے۔ جس کے بارے میں ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز فجر پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آ گیا۔

موصوف حافظ ابن دحیہ نے اپنی دوسری کتاب ''ماجاء فی شھر شعبان'' میں بیان کیا :

''علمائے جرح وتعدیل نے فرمایا کہ پندرہ شعبان کی رات کی فضیلت میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے۔ لہٰذا اے اللہ کے بندو! ایسے افترا پرداز جھوٹے سے بچ کر رہو جو اپنی وضع کردہ حدیث معرض خیر میں بیان کرتا ہے۔ وہی کار خیر کرنا چاہیے جس کا کار خیر ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔ لیکن جب اس کا مکذوب ہونا ثابت ہے تو اس کام کا کرنے والا شیطان کے خادموں میں سے ہے۔ کیونکہ وہ ایسی حدیث پر عمل پیرا ہے جو مکذوب طور پر گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ اس پر عمل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔

اہل بدعت نے جو باتیں ایجاد کر رکھی ہیں اور جن بدعات کے ایجاد کرنے کی وجہ سے یہ لوگ شریعت کی پابندی کرنے والوں کے طور وطریق سے خارج ہو گئے ہیں اور مجوس کے طور وطریق کی پیروی کرنے لگے ہیں۔ نیز انہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا ہے۔ ان بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ پندرہ شعبان کی رات کو چراغاں کرتے ہیں حالانکہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرہ برابر بھی ثابت نہیں، نہ آپ ﷺ نے اس رات میں نماز کا حکم دیا ہے اور نہ اس رات میں آگ روشن کرنے کے بارے میں کوئی چیز مروی ہے۔

شریعت محمدیہ کے ساتھ کھیل تماشا کرنے والے جس شخص نے یہ بدعت ایجاد کی ہے وہ مجوسی مذہب کی رغبت رکھتا تھا۔ کیونکہ آگ مجوسیوں کا معبود اور دیوتا ہے یہ بدعت سب سے پہلے برامکہ کے زمانے میں ایجاد ہوئی۔

برامکہ نے اس بدعت کو دین اسلام میں داخل کر کے احمق لوگوں کو دھوکا میں مبتلا کر دیا۔ یعنی شعبان میں چراغاں کرنے کو رائج کیا گویا یہ کام امور ایمان سے ہے۔ حالانکہ اس طرز عمل سے ان کا مقصد آتش پرستی اور مجوسی دین کا احیاء واقامت ہے مگر یہ مجوسی مذہب سب سے زیادہ نقصان اور خسارہ پہنچانے والا ہے۔

یہ لوگ شعبان میں آگ کو اس طرح روشن کرتے ہیں کہ جب مسلمان نماز پڑھتے اور رکوع و سجود کرتے ہیں تو ان کے سامنے لوگوں کی روشن کردہ یہ آگ موجود ہوتی ہے اس کام کو جاری ہوئے سالہا سال گزر چکے ہیں۔

یہ بدعت بغداد سے سارے ممالک میں پھیل رہی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس رات میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، لہٰذا حکمران پر اس کا منع کرنا واجب ہے اور علما پر ایسے کاموں سے لوگوں کو خبردار کرنا ضروری ہے۔

شعبان کو صرف یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت روزہ رکھتے تھے۔ پورے شعبان یا اکثر شعبان کا روزہ رکھنا حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔

پندرہ شعبان کی نماز کے سلسلے میں موضوع سندوں کے ساتھ روایات موجود ہیں جن کو حافظ ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''الموضوعات'' میں ذکر کیا ہے ان کی پہلی روایت یہ ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِی اللّٰه عنه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِثْنَتِی عَشَرَ رَکْعَةً یقرء فی کل رَکْعَةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثَلٰثِیْنَ مَرَّةً لَمْ یَخْرُجْ حَتّٰی یُرٰی مَقْعَده مِنَ الْجَنَّةِ وَیَشْفَعُ فِیْ عَشَرَةٍ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ کُلُّهُمْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارُ۔)) [1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو پندرہ شعبان کی رات میں بارہ رکعات نماز اس طرح پڑھے گا کہ ہر رکعت میں تیس مرتبہ قل ھو اللہ احد کی تلاوت کرے گا تو وہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لینے کے بعد دنیا سے مر کر نکلے گا اور اپنے گھر کے دس گنہگار آدمیوں کے لئے اس کی سفارش قبول ہوگی جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔''

---

[1] الموضوعات ج۲/ص۱۲۹۔ باب ذکر صلوات اشتہر بذکر ھا القصاص۔

دوسری روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے مروی ہے کہ:

«رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة النصف من شعبان فقام صلى اربع عشرة ركعة ثم جلس فقرء بام القران اربع عشرة مرة وقل هو الله احدا اربع عشرة مرة وقل اعوذ برب الفلق اربع عشرة مرة وقل اعوذ برب الناس اربع عشرة مرة واية الكرسى اربع عشرة مرة ولقد جاء كم رسول من انفسكم الآية فقال فلما فرغ من صلاته سألت عما رأيت من صنيعه وقال من صنع هكذا كان له كعشرين حجة مبرورة و كصيام عشرين سنة مقبولة فان اصبح فى ذالك صائما كان له كصيام ستين سنة ماضية وصيام ستين سنة مستقبلة۔»[1]

''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہویں شعبان کی رات میں چودہ رکعت نماز پڑھی، پھر بیٹھ کر آپ نے چودہ بار سورۂ فاتحہ اور چودہ بار قل ھو اللہ احد اور چودہ بار قل اعوذ برب الفلق، اور چودہ بار قل اعوذ برب الناس اور چودہ بار آیت الکرسی پڑھی اور ایک بار ''لقد جاء کم رسول من انفسکم'' ''الخ'' والی آیت پڑھی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس طرح کا کام کرے گا اسے اتنا ثواب ملے گا کہ گویا اس نے بیس حج مبرور (وہ حج جس میں کوئی کوتاہی نہ ہوئی ہو اور مقبول ہو) کیا اور بیس سال قابل قبول روزے رکھے، اگر اس دن وہ روزہ رکھے تو گویا اس نے اس سے پہلے اور اس کے بعد ساٹھ سال تک روزہ رکھا یعنی کہ اسے ایک سو بیس سال تک مسلسل روزہ رکھنے کا ثواب واجر حاصل ہوگا۔''

حافظ ابوالفرج ابن الجوزی نے پہلی حدیث کی بابت کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی سند میں مجہول رواۃ کی ایک جماعت ہے۔

موصوف حافظ ابن الجوزی نے دوسری روایت کے بارے میں کہا کہ یہ بھی موضوع ہے اور اس کی سند تاریک ہے اور اس حدیث کا وضع کرنے والا ایسے رواۃ کے نام لکھ دیا کرتا تھا جو اس کے جی میں آتے تھے اور ایسے افراد کا ذکر کر دیتا تھا جو معروف تھے۔

اس سلسلے میں دوسرے طرز کی نمازیں بھی مروی ہیں مگر ان کا ذکر کر کے ہم بات کو طول دینا مناسب نہیں سمجھتے۔ اور ان روایات کا بطلان کسی پر بھی مخفی نہیں ہے۔

---

[1] الموضوعات: ج ۲/ ص ۱۳۰۔ باب ذکر صلوات اشتهر بذکرها القصاص۔

فصل

ماہ رجب کی بدعات

شیخ محمد بن احمد محمد عبدالسلام خضر الشقیری الحوامدی نے ماہ رجب کی بدعات کے سلسلے میں کہا :

''ماہ رجب کی ستائیسویں رات کو محفل عید معراج النبی منعقد کرنا اور قصہ معراج النبی پڑھنا بدعت ہے۔ بعض لوگ ستائیسویں رجب کی رات میں خاص طور پر عبادت و ذکر میں جو دلچسپی رکھتے ہیں وہ بدعت ہے۔ ماہ رجب وشعبان و رمضان کے ساتھ مخصوص قسم کی ایجاد کردہ دعائیں سب کی سب بدعت واختراعی ہیں اگر ان کاموں میں کوئی خیر و بھلائی ہوتی تو ہم سے پہلے کے اسلاف صحابہ و تابعین نے اس پر ضرور عمل کیا ہوتا۔

شب معراج اور ماہ معراج کی تعیین پر کوئی ثابت شدہ دلیل نہیں ہے اور یہ مسئلہ کہ شب معراج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واقعہاً معراج سے واپس ہوئے تو آپ کا بستر گرم تھا ٹھنڈا نہیں ہوا تھا ثابت نہیں ہے بلکہ یہ لوگوں کے اکاذیب میں سے ایک خانہ ساز جھوٹ ہے۔

فصل

شب معراج کی نماز

امام مجدالدین فیروز آبادی لغوی نے کہا:

ماہ رجب وشعبان و رمضان کی ہر رات میں اور شب معراج میں کسی مخصوص نماز کی کوئی بات سرے سے ثابت ہی نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ستائیسویں رجب کی رات اور اس جیسی دوسری راتوں کی بابت فرمایا:

''ان کے غیر مشروع ہونے پر تمام ائمہ کرام متفق ہیں معتبر علمائے کرام نے اس بات کو بیان کیا ہے اس طرح کا کام صرف جاہل بدعتی ہی کر سکتا ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب شدہ قصہ معراج چند حروف کو چھوڑ کر سب کا سب باطل وضلالت ہے اس میں کچھ صحیح نہیں۔

ابن سلطان جیسے حد سے گزرے ہوئے آدمی کا قصہ جو صرف ماہ رجب میں نماز پڑھتا تھا اور جب وہ مرا تو اس پر نیک ہونے کی علامات موجود تھیں اور اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ماہ رجب میں محنت و مشقت کے ساتھ عبادت اور دعا کرتا تھا۔

یہ تمام قصے مکذوب اور جھوٹے ہیں۔ اس جھوٹے قصے کو پڑھنا بھی حرام ہے لیکن اگر اس کے جھوٹے ہونے کو واضح کرنے کے لئے اسے پڑھا جائے تو جائز ہے۔ مگر افسوس کہ ہم یہ خوفناک و اذیت رساں بات دیکھتے ہیں کہ جامعہ ازہر مصر کے بہت کے بہت سے سند یافتہ مولوی لوگ لوگوں کو یہ بے حیائی والا قصہ وکلام پڑھ کر سناتے ہیں۔ (السنن والمبتدعات)۔

حاصل یہ کہ تمام علمائے محققین مثلاً امام نووی، علامہ ابن حجر ہیتمی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابن الجوزی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ رجب، شب معراج، شعبان خصوصاً شعبان کی پندرہ کی رات اور رمضان کے سلسلے میں لوگوں نے جو مخصوص نمازیں اور اذکار ایجاد کر لئے ہیں وہ اختراعی بدعات ہیں۔ ان کی دلیل نہ کسی صحیح حدیث سے ہے نہ صحابہ و تابعین کے فعل سے۔

اگر کوئی جاہل اذکار و ادعیہ اور نمازوں کے متعلق وارد شدہ عمومی احکام سے استدلال کرے مثلاً اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل قول سے :

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۝ [الاحزاب، آیۃ:۴۲]	اے ایمان والو! اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت یاد کرو، اور صبح شام اس کی تسبیح خوانی کیا کرو۔
اِنَّ اللّٰـهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ [الاحزاب، آیۃ:۵۶]	بے شک اللہ تعالیٰ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت اور اللہ کے فرشتے دعائے رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود و سلام اچھی طرح بھیجو۔
وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ. [البقرۃ، آیۃ:۱۸۶] اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ . [غافر، آیۃ:۶۰]	جب آپ ﷺ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو کہہ دیجئے کہ میں اپنے بندوں سے قریب ہی رہتا ہوں، اور دعا کرنے والوں کی دعائیں سنتا ہوں۔"" تم لوگ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔

ایک حدیث میں ہے :

﴿الصَّلٰوةُ خَيْرُ مَوْضُوْعٍ .﴾

''نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھی چیز بنائی گئی ہے۔''

مذکورہ بالا آیت وحدیث سے استدلال کرتے ہوئے کوئی جاہل شخص اگر یہ کہے کہ ان دنوں اور راتوں میں یعنی پندرہ شعبان، ستائیس رجب وغیرہ کے دنوں اور راتوں میں مندرجہ بالا آیات و حدیث کے عموم پر عمل کرتے ہوئے میں ذکر واذکار، دعائیں اور نمازیں پڑھتا ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ جن پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے ان پر اور ان کے صحابہ پر سال بہ سال کتنے رجب، شعبان اور رمضان کے مہینے گزرے لیکن انہوں نے بدعت مذکورہ میں سے کوئی چیز نہیں کی، نہ انہوں نے عید میلا دالنبی منائی اور نہ اس کے لئے محفل رچائی، نہ معراج اور پندرہ شعبان وغیرہ کے سلسلے میں اس طرح کے اوراد ووظائف اور اذکار سے انہوں نے سروکار رکھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعبان کے مہینے میں بکثرت روزے رکھتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سے روایت ہے کہ۔

آپ ﷺ رمضان میں محنت ومشقت کے ساتھ عبادت اور آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے، عورتوں سے الگ تھلگ رہتے، رمضان کی راتیں اعتکاف، نفلی نمازوں اور تلاوت قرآن کے ساتھ زندہ رکھتے تھے۔ اسی طرح آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی کرتے تھے۔

دریں صورت معلوم نہیں کہ قرآنی آیات کے معانی ومطالب رسول اللہ ﷺ زیادہ جانتے تھے جن پر قرآن مجید نازل ہوا ہے یا یہ اہل بدعت آیات قرآنیہ کا معنی ومطلب زیادہ سمجھتے ہیں؟

جبکہ اہل علم کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اگر کسی کام کرنے کا مقتضیٰ موجود ہونے کے باوجود اسے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہ کیا ہو تو آپ کا وہ کام نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کام سنت نہیں ہے، اس کا فرض ہونا تو دور کی بات ہے۔

لہٰذا اگر ہم فرض کرلیں کہ آیات مذکورہ اس قسم کی نمازوں، اذکار اور دعاؤں کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں لیکن چونکہ نبی کریم ﷺ نے انہیں نہیں کیا یا ان کا حکم نہیں دیا جن پر آیات مذکورہ نازل ہوئیں۔ اور جنہوں نے ''الصلوٰۃ خیرُ موضوعٍ'' والی حدیث بیان فرمائی انہوں نے بھی ان اذکار، دعاؤں اور محفلوں میں سے کچھ بھی نہیں کیا تو اس طرح کی دعائیں، اذکار، اور محفلیں قابل

رغبت و مستحب نہیں ہیں۔

اگر ہم شرعی عمومات کا دروازہ اس طرح کھول دیں تو ایسے لوگوں کا سدباب ممکن نہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین میں من مانی کریں اور جو چاہیں اختراع کرتے رہیں۔ ہر گمراہ بدعتی آدمی یہ دیکھے بغیر کہ کتاب وسنت میں بدعات سے روکنے کا کیا مقتضیٰ و مانع ہے۔ اپنی اختراع کردہ بدعات پر کسی نہ کسی آیت کو دلیل بنالیا کرے گا۔ واللہ علم بالصواب۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ آیات قرآنیہ کے معانی، واجبات، مسنونات، مباح وغیر مباح چیزوں کا علم رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور ائمہ کرامؒ لوگوں کے مقابلے میں یہ باتیں زیادہ جانتے تھے۔ لہٰذا یہ باتیں جب نہ آپ ﷺ سے منقول ہیں، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ سے، تو معلوم ہوا کہ یہ تمام باتیں ایجاد شدہ بدعات میں سے ہیں، اور یہ بھی معلوم کہ مذکورہ شرعی عمومات سے ان باتوں کی مشروعیت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

یہاں میں قارئین کرام کے سامنے شیخ علی محفوظ ازہری کی کتاب ''الابداع فی مضار الابتداع'' میں بیان کردہ وہ بات نقل کر رہا ہوں جس سے میری مذکورہ بالا تحریر کی تائید ہوتی ہے۔

شیخ علی محفوظ نے تقسیم سنت کی بحث میں گزرے ہوئے کلام کے بعد فرمایا:

''جن کاموں کو رسول اللہ ﷺ نے ترک کر دیا ہے ان کے بارے میں یہ جان لو کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئے ہوئے کام سنت ہیں اسی طرح آپ کے ترک کردہ کاموں کو ترک کرنا بھی سنت ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ ﷺ کے کئے ہوئے ان کاموں کی پیروی کا حکم دیا ہے جن کو آپ ﷺ نے حصول قربت کے لئے کیا ہے، بشرطیکہ وہ کام آپ کے ساتھ مخصوص نہ ہوں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ ہم آپ ﷺ کے ترک کردہ کاموں میں آپ کی پیروی کریں یعنی وہ کام نہ کریں جن کو آپ نے نہیں کیا۔ ایسے دو آدمیوں میں کوئی فرق نہیں ہے جن میں سے ایک آپ ﷺ کے ترک کردہ کاموں کو کرے اور دوسرا آپ ﷺ کے کئے ہوئے کاموں کو چھوڑ دے۔

یہاں پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک کردہ کئی کام آپ ﷺ کے بعد

خلفائے راشدین نے کیے تھے، حالانکہ خلفائے راشدین دین کا علم سب سے زیادہ رکھتے تھے اور اتباع نبی کے سب سے زیادہ حریص بھی تھے اگر آپ ﷺ کے ترک کردہ امور کا چھوڑنا سنت ہوتا جیسا کہ تم کہتے ہو تو خلفائے راشدین وہ کام نہ کرتے جنہیں آپ ﷺ نے چھوڑا تھا، کیونکہ ہماری یہ گفتگو ایسے امور کے سلسلے میں ہے جن کے کرنے سے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کوئی مانع نہ تھا اوران کے کرنے کے لئے دواعی واسباب موجود تھے۔ مثلاً عیدین کی نماز کے لئے آپ کا ترک اذان، یا پندرہ شعبان کی رات کی ہر نماز کے لئے غسل کرنا، یا نماز تراویح کے لئے اذان اور مُردوں پر قرآن خوانی وغیرہ۔

یہ امور زمانہ نبوی کی پوری مدت میں متروک رہے باوجودیکہ ان کے کرنے میں کوئی چیز مانع نہ تھی اور اس کا مقتضی بھی موجود تھا کیونکہ یہ ساری چیزیں عبادت ہیں، اور اس زمانہ میں عبادت کا مقتضی موجود تھا اور وہ زمانہ احکام شریعت وضع کرنے کا زمانہ تھا اس لئے اگر یہ چیزیں دین وعبادت میں داخل کیے جانے کے لائق ہوتیں تو آپ انہیں مدت العمر متروک نہ رکھتے جب کہ آپ کو تبلیغ کا حکم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا اور آپ شریعت کی کسی بات کو چھپانے سے معصوم بھی تھے۔ لہٰذا آپ کا ان امور کو چھوڑنا اور انہیں ہمیشہ چھوڑے رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں چھوڑنا ہی مشروع ہے اور ان کا کرنا شریعت کی خلاف ورزی ہے۔ اس لئے اس طرح کے کاموں سے تقرب الٰہی نہیں حاصل ہوسکتا کیونکہ قربت کے کام کا مشروع ہونا ضروری ولازمی ہے۔

بدعات جنازہ

وفات سے پہلے کی بدعات

۱۔ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ رکھنا بدعت ہے کہ شیاطین جان کنی میں پڑے ہوئے آدمی کے پاس اس کے والدین کی شکل اور یہود ونصرانی کی وضع وقطع میں آکر اسلام کے علاوہ ہر مذہب قبول کرنے کی فرمائش کرتے ہیں تاکہ اسے گمراہ کردیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمی نے ''الفتاوٰی الحدیثیہ'' میں حافظ سیوطی سے نقل کیا ہے کہ عقیدۂ مذکورہ کا کوئی ذکر شریعت میں نہیں وارد ہوا۔

۲۔ جان کنی میں پڑے ہوئے آدمی کے تکیہ پر یا تکیہ کی طرف قرآن مجید رکھنا بدعت ہے۔

۳۔ قریب المرگ آدمی سے نبی ﷺ اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا اقرار کرانا بدعت ہے۔

وفات کے بعد کی بدعات

۴۔ شیعہ لوگوں کا یہ کہنا بدعت ہے کہ ''مرنے پر ہر آدمی نجس و ناپاک ہو جاتا ہے۔ البتہ معصوم، شہید اور جو واجب القتل آدمی ہے قتل سے پہلے غسل کر لے وہ نجس و ناپاک نہیں ہوتے۔

۵۔ میت کے پاس سے جنبی اور حیض و نفاس والی خواتین کو نکال باہر کرنا بدعت ہے۔

۶۔ روح میت پرواز کرتے وقت میت کے پاس موجود رہنے والے لوگوں کا سات دنوں تک کاروبار بند رکھنا بدعت ہے۔

۷۔ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ بدعت ہے کہ روح میت سال بھر اس مکان کا چکر لگایا کرتی ہے جہاں وہ فوت ہوا ہے۔

۸۔ میت کے پاس شب وفات کی صبح تک چراغ و شمع کو جلائے رکھنا بدعت ہے۔

۹۔ جس کمرہ میں آدمی مرا ہے اس میں ہری سرسبز شاخ رکھنا بدعت ہے۔

۱۰۔ میت کے پاس غسل شروع ہونے تک قرآن خوانی کرنا بدعت ہے۔

۱۱۔ میت کے ناخنوں کو تراشنا اور زیر ناف کے بال مونڈنا بدعت ہے۔

۱۲۔ میت کی ناک، حلق اور مقام پائخانہ میں روئی بھرنا۔

۱۳۔ میت کی آنکھ میں مٹی ڈال کر یہ کہنا۔

((لَا یَمْلَأُ عینَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ ۔)) [1]

''فرزند آدم کی آنکھ صرف مٹی سے آسودہ ہوتی ہے۔''

۱۴۔ تدفینِ میت سے فارغ ہونے سے پہلے میت کے گھر والوں کا کھانا پانی چھوڑ رکھنا بدعت ہے۔

۱۵۔ صبح شام میت پر رونا بدعت ہے۔

۱۶۔ باپ اور بھائی کے مرنے پر آدمی کا اپنے کپڑے پھاڑ ڈالنا بدعت ہے۔

۱۷۔ میت کا سوگ پورا ایک سال اس طرح منانا کہ عورتیں مہندی نہ لگائیں، اچھے کپڑے نہ پہنیں

---

[1] صحیح البخاری ص ۱۳۶۰ کتاب الرقاق باب ما یتقی من فتنة المال حدیث نمبر (٦٤٣٦)

اور زیورات نہ استعمال کریں اور جب سال ختم ہو تو وہ اور ان کا ساتھ دینے کا التزام کرنے والی عورتیں رسمی نقش و کتابت کا کام کریں جس کو وہ اپنی اصطلاح میں "فك الحزن" (سوگ سے رہائی) کا نام دیتی ہیں، یہ سب کام بدعت ہیں۔

۱۸۔ میت پر اظہار غم کے لئے بعض لوگوں کا ڈاڑھی چھوڑ دینا بدعت ہے۔

۱۹۔ میت ہونے پر خیموں اور جائے نمازوں کو بدل دینا اور آئینوں اور نیزوں کو ڈھانپ دینا بدعت ہے۔

۲۰۔ گھر کے مٹکوں اور برتنوں وغیرہ میں موجود پانی سے کام نہ لینا اور یہ سمجھنا کہ یہ پانی اس لئے نجس ہو گیا ہے کہ میت کی روح نے اس پانی میں غوطہ زنی کی ہے بدعت ہے۔

۲۱۔ اگر کسی کو کھانے پر چھینک آ جاتی ہے تو اس سے کہتے ہیں کہ زندہ آدمیوں میں سے تم جس سے محبت رکھتے ہو اس سے بات چیت کرو کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو چھینکنے والا مُردوں کے ساتھ جا ملے گا یعنی مر جائے گا۔ یہ بات بدعت و ضلالت ہے۔

۲۲۔ مردے پر سوگ کے زمانہ میں مردے کے گھر والوں کا مچھلی اور ''ملوخیہ'' نام کی سبزی نہ کھانا بدعت ہے۔

۲۳۔ میت کے سوگ میں گوشت، بھنی ہوئی کلیجی، پھیپھڑے اور دل نیز کباب کو کھانا چھوڑ دینا بدعت ہے۔

۲۴۔ صوفیا کی یہ بات بدعت ہے کہ جو آدمی میت پر روئے وہ طریق اہل معرفت سے خارج ہو جاتا ہے۔

۲۵۔ میت کے کپڑوں کو تین دنوں تک دھوئے بغیر اس لئے پڑا رہنے دینا کہ ایسا کرنے سے میت پر عذاب قبر نہیں ہوگا بدعت ہے۔

۲۶۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا بدعت ہے کہ جو آدمی جمعہ کے دن یا رات میں مرے گا وہ صرف ایک گھڑی عذاب قبر میں مبتلا رہ سکتا ہے پھر قیامت تک کے لئے یہ عذاب ختم ہو جاتا ہے۔

۲۷۔ بعض دوسرے لوگوں کا یہ قول بدعت ہے کہ گنہگار مومن پر ہونے والا عذاب قبر جمعہ کے دن یا رات کو موقوف ہو جاتا ہے پھر تا قیامت اس کو عذاب قبر نہیں ہوتا۔

۲۸۔ اذان گاہوں کی بلندی سے میت کا اعلان کرنا بدعت ہے۔

۲۹۔ وفات میت کی خبر دینے کے وقت کسی کا یہ کہنا بدعت ہے کہ

((اَلفاتحة علی روح فلان ـ))

''فلاں میت کی روح پر فاتحہ پڑھو۔''

۳۰۔ جس جگہ میت کو غسل دیا گیا ہے اس جگہ وفات میت کے بعد تین دن تک روٹی اور پانی رکھنا بدعت ہے۔

۳۱۔ جس جگہ میت کو غسل دیا گیا ہے اس جگہ تین دن تک غروب آفتاب سے لے کر طلوع آفتاب تک چراغ وفانوس روشن کرنا بدعت ہے۔
بعض لوگ سات دن تک اور بعض لوگ اس سے بھی زیادہ یہ کام کرتے ہیں، یہ کام میت کی جائے وفات پر بھی ہوا کرتا ہے۔

۳۲۔ میت کو غسل دیتے وقت ہر عضو دھوتے ہوئے غسل دینے والے کا کوئی مخصوص دعا پڑھنا بدعت ہے۔

۳۳۔ جنازہ اٹھاتے وقت اور جنازہ لے جاتے وقت بلند آواز سے ذکر واذکار کرنا بدعت ہے۔

۳۴۔ مردہ عورت کے بالوں کو اس کے سینے پر لٹکا کر چھوڑ دینا بدعت ہے۔

کفن اور جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق بدعات

۳۵۔ میت کو صالح لوگوں مثلاً اہل بیت وغیرہ کی قبروں کے پاس دفن کرنے کی غرض سے مرنے کی جگہ سے دور دراز مقامات پر لے جانا بدعت ہے۔

۳۶۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا بدعت ہے کہ مردے اپنی قبروں میں کفن کے کپڑوں اور ان کے حسن پر باہم ایک دوسرے سے فخر ومباہات کرتے ہیں اور ان کی علت یہ بیان کرتے ہیں کہ مردوں میں سے جس کے کفن میں خشت پائی جاتی ہے اسے لوگ عار دلاتے ہیں۔

۳۷۔ کاغذ پر میت کا نام لکھ کر اس کے ساتھ یہ تحریر کرنا کہ یہ میت کلمۂ شہادت کا قائل تھا نیز اس کے ساتھ اہل البیت رضی اللہ عنہ کے نام بھی لکھنا اور اس تحریر کو میت کے کفن میں ڈال دینا اور تربتِ حسین رضی اللہ عنہ کی مٹی ملنے پر اسی مٹی سے ورنہ دوسری سیاہی سے یہ تحریر لکھنا یہ سب بدعت و جہالت کی باتیں ہیں۔

۳۸۔ کفن کے اوپر کوئی دعا لکھنا بدعت ہے۔

۳۹۔ جنازہ کو مزین وآراستہ کرنا بدعت ہے۔

۴۰۔ جنازہ کے آگے آگے جھنڈیاں لے کر چلنا بدعت ہے۔

۴۱۔ کھونٹی پر میت کا عمامہ لٹکانا بدعت ہے، اسی میں میت کی ٹوپی و تاجِ عروسی اور ہر اس چیز کا رکھنا یا لٹکانا بھی شامل ہے، جو میت کی شخصیت پر دلالت کرے۔

۴۲۔ جنازہ کے سامنے میت کی تصویر، پھل، گل ریحان اور تاج وغیرہ رکھنا بدعت ہے۔

۴۳۔ جنازہ نکلنے کے وقت چوکھٹ و دہلیز کے پاس بکری کے بچوں کو ذبح کرنا بدعت ہے۔ اور بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اگر بکری کے بچوں کو ذبح نہ کیا گیا تو میت کے گھر والوں میں سے تین افراد مر جائیں گے یہ بھی بدعت و ضلالت ہے۔

۴۴۔ جنازہ کے آگے بکری کے بچے اور روٹیاں لے جانا اور دفن کے بعد بکری کے بچوں کو ذبح کرنا اور روٹی کے ساتھ بکری کے ذبح شدہ بچوں کا گوشت تقسیم کرنا بدعت ہے۔

۴۵۔ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ بدعت ہے کہ جنازہ اگر اچھے صالح آدمی کا ہوتا ہے تو اس کا بوجھ اٹھانے والوں پر ہلکا ہوتا ہے اور وہ سرعت سے لے جا سکتے ہیں۔

۴۶۔ جنازے کے ساتھ صدقہ نکالنا بدعت ہے۔ اسی میں غریبوں کو عرق لیموں اور عرق السوس وغیرہ پلانا بھی شامل ہے۔ (اصل السوس ملٹھی کو کہتے ہیں اسے پکا کر اس کا عصارہ و عرق تیار کر کے بطور دوا استعمال کرتے ہیں۔)

۴۷۔ جنازہ اٹھانے میں دائیں ہاتھ یا دائیں طرف سے شروع کرنے کا التزام بدعت ہے۔

۴۸۔ جنازہ لے کر چلنے میں سست رفتاری سے کام لینا بدعت ہے۔

۴۹۔ نعش پر بھیڑ بھاڑ اور ہجوم بدعت ہے۔

۵۰۔ جنازہ کے قریب جانے سے گریز کرنا بدعت ہے۔

۵۱۔ جنازہ میں سکوت و خاموشی کے بجائے کچھ پڑھتے اور کہتے رہنے کی پابندی بدعت ہے۔

۵۲۔ جہری آواز سے دلائل الخیرات نامی کتاب، قصیدہ بردہ، قرآن مجید اور دیگر اوراد و اذکار پڑھنا بدعت ہے۔

۵۳۔ جنازہ کے پیچھے جلالت خداوندی یا قصیدہ بردہ یا دلائل الخیرات اور اسمائے حسنیٰ کا ورد و ذکر بدعت ہے۔

۵۴۔ جنازہ کے پیچھے اس دعا کو پڑھنا:

الله اکبر ، الله اکبر اشهدان الله يحی ويميت وهو حی لا يموت سبحان من تعزز بالقدرة والبقاء وقهر العباد بالموت والنفاء .

۵۵۔ جنازہ کے پیچھے پیچھے یہ چیخنا اور پکار پکار کر کہنا بدعت ہے۔

﴿استغفروا له یغفر اللّٰہ لکُمْ﴾ بدعت ہے

۵۶۔ صالحین میں سے کسی کی قبر کے پاس سے گزرتے وقت اور دورا ہے یا چورا ہے سے گزرتے وقت ''الفاتحہ'' چیخ پکار کر کہنا بدعت ہے۔

۵۷۔ جنازہ کو دیکھنے والے کا یہ پڑھنا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْنِیْ مِنَ السَّوَادِ الْمُخْتَرَم

''اس اللہ کے لئے ہر طرح کی حمد و شکر ہے جس نے مجھے مردہ لوگوں کی جماعت میں نہیں بنایا یعنی مجھے زندہ رکھا ہے۔'' بدعت ہے۔

۵۸۔ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ بدعت ہے کہ جنازہ اگر صالح آدمی کا ہوتا ہے تو جنازہ لے جانے والوں کے نہ چاہنے کے باوجود بھی وہ ولی کی قبر پر گزرتے وقت کچھ دیر کے لئے رک جاتا اور توقف کرتا ہے۔

۵۹۔ جنازہ دیکھ کر یہ کہنا بدعت ہے کہ:

((ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا وَتَسْلِیْمًا ۔))

''یہ وہ چیز ہے جس کا وعدہ ہم سے اللہ ورسول نے کیا ہے اور دونوں وعدہ کے سچے ہیں ۔۔۔ اے اللہ ہمارے ایمان واسلام اور اطاعت گزاری میں اضافہ کر۔''

۶۰۔ جنازہ کے پیچھے پیچھے وہ انگیٹھی لے کر چلنا جس میں دھونی جلائی گئی ہو بدعت ہے۔

۶۱۔ قبروں کے گرد جنازہ کا طواف کرانا بدعت ہے۔

۶۲۔ خانہ کعبہ کے گرد جنازہ کا سات بار طواف بدعت ہے۔

۶۳۔ مسجدوں کے دروازوں پر جنازوں کے ساتھ جھنڈوں اور پرچموں کا لہرانا بدعت ہے۔

۶۴۔ میت کو بیت المقدس میں باب الرحمۃ سے داخل کرنا اور اسے دروازۂ مذکورہ اور صخرہ کے درمیان رکھنا اور بعض مشائخ کا وہاں آ کر کچھ دعائیں پڑھنا بدعت ہے۔

۶۵۔ نماز جنازہ سے پہلے اور بعد، اور دفن سے پہلے اور بعد، جنازہ اٹھانے سے پہلے اور بعد قبر کے پاس مرثیہ خوانی بدعت ہے۔

۶۶۔ جنازہ کو موٹر گاڑی پر لے جانے نیز موٹر گاڑیوں پر سوار ہو کر جنازہ میں شرکت کے لئے جانے کا التزام بدعت ہے۔ (مگر بحالت مجبوری بدعت نہیں جیسا کہ آج کل پیدل جنازہ لے کے چلنے سے راستوں میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔)

۶۷۔ بعض جنازوں کو توپ گاڑیوں پر لے جاتے ہیں یہ بھی بدعت ہے۔

۶۸۔ روزانہ نماز مغرب کے بعد پوری دنیا کے مرے ہوئے مسلمانوں کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنی بدعت ہے۔ ❶

❶ حاشیہ از مصنف شافعی مذہب کی بعض فقہی کتابوں کے حواشی میں مذکور ہے کہ غروب آفتاب کے بعد پوری دنیا میں مرے ہوئے مسلمانوں کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا مستحب ہے۔

یہ مسئلہ شاید شوافع اور حنابلہ کی مشروع قرار دی ہوئی اس غائبانہ نمازہ جنازہ سے اخذ کیا گیا ہے جس کے لئے نجاشی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑھی ہوئی غائبانہ نماز جنازہ کے واقعہ کو دلیل بنایا گیا ہے' آپ ؐ نے نجاشی کے لیے تیس اوقیہ (لگ بھگ تین کلوگرام) مشک تحفہ میں بھیجی تھی۔ مگر آپ ؐ کو خبر ملی کہ نجاشی تک تحفہ مذکورہ پہنچنے سے اس کا انتقال ہو گیا اس لئے یہ ہدیہ واپس آجائے گا۔ اس موقع پر آپ ؐ نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مگر حنفیہ اس کی شروعیت کے قائل نہیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں یہ نجاشی کی خصوصیت تھی' اس لئے نجاشی کے بعد کسی اور پر آپ کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا ثابت نہیں' احناف کے اس قول کا قوی ہونا مخفی نہیں۔ مگر اس سے زیادہ اچھی بات وہ ہے جس کی تفصیل شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے بیان کی ہے کہ اگر دارالکفر میں کوئی مسلمان مر جائے جہاں اس کی نماز جنازہ کسی نے نہ پڑھی ہو تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جائے۔

نجاشی کا معاملہ ایسا ہی تھا کہ وہ حبشہ میں فوت ہوئے جہاں کے تمام لوگ اس زمانے میں عیسائی تھے۔ لیکن مسلمانوں کے درمیان فوت ہونے والے جس آدمی کی نمازہ جنازہ پڑھ کر دفن کیا گیا ہو اس کی غائبانہ نمازہ جنازہ پڑھنے کی حاجت نہیں۔ امام ابن تیمیہ کی اس بات کی تائید درحقیقت عقل ونقل دونوں سے ہوتی ہے۔ غائبانہ نماز جنازہ کے متعلق ہمارا بھی یہی فیصلہ ہے۔ ازمترجم:

''مصنف کی یہ بات بحث ونظر سے خالی نہیں مگر تفصیل کا یہ موقع نہیں البتہ بعد مغرب روزانہ تمام مُردوں پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کے رواج پر کوئی دلیل شرعی نہیں اس لئے اسے بدعت قرار دینے میں مصنف حق بجانب ہیں۔''

ہم دیکھ رہے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ کے معاملہ میں فقہی مذاہب کے درمیان اختلاف ہے۔ اور اس کو منع کرنے والوں کی دلیل قوی ہے اور سب سے زیادہ قوی بات شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی ہے۔ اس کے باوجود کچھ فقہائے جامدین نمودار ہوئے اور انہوں نے یہ فتوی دیا کہ دنیا میں مرے ہوئے تمام مسلمانوں کی غائبانہ نماز جنازہ روزانہ بعد نماز مغرب پڑھی جائے۔ حالانکہ ان فقہائے جامدین کی بات مندرجہ ذیل وجوہ سے مردود ہے۔

اولاً: یہ فقہا باعتراف خویش نہ درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں نہ دلیل سے مسائل اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں' یہ لوگ نہ اجتہاد مطلق کے درجہ تک پہنچے نہ اجتہاد مقید کے۔ حتی کہ یہ لوگ دلیلوں کے درمیان ترجیح دینے والوں کے درجہ کو بھی نہیں پہنچ سکے۔

یہ لوگ اپنے خالص مقلد ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور اجتہاد کو مطلقاً منع کرتے ہیں' بلکہ ان کا فیصلہ ہے کہ دروازہ اجتہاد بند ہو چکا ہے اور دعوی اجتہاد رکھنے والا بدعتی ہے۔ حتی کہ جو شخص اپنے تقلیدی مذہب کے خلاف دلیل پر عمل کرے اسے یہ لوگ بدعتی کہتے ہیں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

۶۹۔نماز جنازہ کے بعد کسی آدمی کا یہ کہنا :

((مَا تَشْهَدُوْنَ فِيْهِ))

''آپ لوگ اس میت کے بارے میں کیا شہادت دیتے ہیں؟''

اور حاضرین کا یہ جواب دینا :

((كَانَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ـ))

''یہ آدمی صالح لوگوں میں سے تھا۔''

بدعت ہے۔

۷۰۔قبرستان میں جنازہ پہنچنے کے بعد دفن کرنے سے پہلے بھینس ذبح کرکے حاضرین میں گوشت

(گزشتہ سے پیوستہ)

اس صورت میں ان مقلدین جامدین کے لئے اس طرح کا انوکھا اجتہاد کہاں سے جائز ہو گیا جو کتاب وسنت' اقوال ائمہ مجتہدین اور تمام تقلیدی مذاہب کے متبعین کے اقوال کے خلاف ہے؟

ثانیاً:اس مسئلہ میں اجتہاد کیونکر کیا جا سکتا ہے جب کہ بنیادی معاملہ میں مذاہب فقہ کا اختلاف ہے اور جو لوگ غائبانہ نماز جنازہ کو مستحب کہتے ہیں ان کی دلیل قوی نہیں ہے؟

ثالثاً:جو ائمہ کرام اور ان کے باکمال تلامذہ نیز اصحاب الاصحاب غائبانہ نماز جنازہ کو مشروع مانتے ہیں وہ اس ''بدعت ضالہ'' کے قائل نہیں جس پر ہمارا کلام ہو رہا ہے۔اس ''بدعات ضالہ'' کی نشوونما خالص قیاس فاسد سے ہوتی ہے۔ مذاہب سابقہ میں تحریف اسی طرح وقوع پذیر ہوئی اور مذاہب کو اسی طرح کھیل وتماشا بنایا جاتا ہے' کیونکہ جب مذاہب میں غیر پختہ وخام کار لوگ دخل دینے لگتے ہیں یا ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو قیاس ورائے کو دین کے اصول وقواعد پر مقدم ماننے لگتے ہیں تو تحریف ہونے لگتی ہے اور دین کے ساتھ کھیل تماشا ہونے لگتا ہے۔

بعض لوگوں نے ایک دوسری بدعت بھی ایجاد کر لی ہے وہ یہ کہ قبر میں میت کو اتارتے وقت اذان دیتے ہیں یہ لوگ بوقت پیدائش کانوں میں اذان دینے کی مشروعیت پر قیاس کرکے قبر میں میت کو اتارنے کے وقت اذان دینے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نصوص کتاب وسنت کی حرمت باقی نہ رہی بلکہ نصوص جاہل وگمراہ لوگوں کے ہاتھ میں کھلونے بن گئے۔ ورنہ تم اپنے رب کی قسم کھا کر مجھ کو بتلاؤ کہ ان حاشیہ نگار لوگوں کے ظہور سے پہلے کتنے صحابہ وتابعین اور گزشتہ صدیوں کے لوگ فوت ہوئے مگر کیا ان میں سے کسی نے بعد نماز مغرب تمام مرے ہوئے مسلمانوں کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھنے کا التزام کیا؟ اور کیا ان میں سے کسی نے قبر میں میت کو اتارتے وقت اذان دی؟ آخر یہ کیسا کھیل تماشہ ہے؟ کیا اس طرح کی بدعات کو ایجاد کرنے والے شیخ نے یہ فرمان الٰہی نہیں سنا :

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر۔۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو ''جو حکم دیں انہیں لو اور جن سے روکیں ان سے باز رہو۔'' یا اس شیخ نے یہ فرمان نبوی نہیں سنا: (باقی اگلے صفحہ پر)

تقسیم کرنا بدعت ہے۔

۷۱۔ گھر سے جنازہ نکلتے وقت جو جانور ذبح کیا گیا ہے اس کا خون میت کی قبر پر رکھنا بدعت ہے۔

۷۲۔ میت کو دفن کرنے سے پہلے میت کی چار پائی کے ارد گرد ذکر واذکار کرنا بدعت ہے۔

۷۳۔ قبرستان میں میت کو لانے سے پہلے اذان دینا بدعت ہے۔

۷۴۔ قبر کے سرہانے سے میت کو قبر کے اندر اتارنا بدعت ہے۔

۷۵۔ میت کو قبر میں اتارتے وقت میت کے ساتھ تربتِ حسین رضی اللہ عنہ میں سے تھوڑا بہت رکھ دینا اور یہ گمان وخیال رکھنا کہ ایسا کرنے سے میت ہر طرح کے خوف وخطر سے محفوظ رہے گی، بدعت ہے۔

۷۶۔ قبر میں میت کے سر کے نیچے تکیہ یا اس طرح کی کوئی دوسری چیز رکھنا بدعت ہے۔

۷۷۔ بلا ضرورت میت کے نیچے قبر میں ریت وبالو بچھانا بدعت ہے۔

۷۸۔ قبر میں میت پر گلاب پاشی بدعت ہے۔

۷۹۔ ہتھیلیوں کی پشت کی طرف سے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کہتے ہوئے حاضرینِ تدفین

(گزشتہ سے پیوستہ) ————————

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔''

ان جامد مقلد فقہا نے کتنی بدعات وضلالت کو جلیل القدر امام شافعی کا مذہب قرار دے لیا ہے' جن کے علم وفضل' اجتہاد وثنا خوانی پر پوری امت متفق ہے۔ بھلا ان دونوں بدعات اور ان لوگوں کی ایجاد کردہ دوسری بدعات کے قائل امام شافعی ہو سکتے ہیں؟ مثلاً اذان اور نماز ظہر سے پہلے یا نماز جمعہ وغیرہ کے بعد ''التذکیر'' کے نام سے ان لوگوں کی ایجاد کردہ بدعت۔ کیا اس طرح کی بدعات کے قائل امام مزنی' بویطی یا زعفرانی ہو سکتے ہیں؟ بلکہ محققین مذاہب مثلاً امام رافعی' نووی، عسقلانی میں سے کسی نے بھی اس طرح کی بدعات کو جائز نہیں کہا۔ صرف بعض متاخر جامد مقلدین نے اس طرح کی بات کہی ہے۔

الغرض ہم دیکھتے ہیں کہ یہ جامد مقلدین متناقض ومتعارض باتیں کرتے ہیں۔ ایک طرف یہ لوگ علوم عربیہ' اصول' حدیث تفسیر اور جملہ علوم میں پختہ کار ماہرین علم وفن کے لئے اجتہاد کو حرام قرار دیتے ہیں۔

دوسری طرف صلاحیت اجتہاد سے اپنے محروم ہونے کا اعتراف واقرار کرنے کے باوجود بزور اجتہاد اپنے لئے بدعات کی ایجاد واختراع کو جائز بنائے ہوئے ہیں۔

وَاللّٰهُ الْهَادِي إِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْلِ اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

کا قبر میں مٹی ڈالنا بدعت ہے۔

۸۰۔ قبر میں مٹی ڈالتے ہوئے پہلے لپ پر منها خلقنا کم دوسرے لپ پر وفيها نعيدكم تیسرے لپ پر ومنها نخرجكم تارة اخرى کہنا بدعت ہے۔

۸۱۔ قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے پہلے لپ میں "بسم الله" دوسرے لپ میں "الملک لله" تیسرے لپ میں "القدرة لله" چوتھے لپ پر "العزة لله" پانچویں لپ پر "العفو والغفران" چھٹے لپ پر "الرحمة لله" اور ساتویں لپ پر "كل من عليها فان" اور "منها خلقنا كم" پڑھنا بدعت ہے۔

۸۲۔ میت کو دفن کرتے وقت سات سورتوں۔ الفاتحہ، المعوذتین، الاخلاص، اذا جاء نصر الله، قل یا یھا الکفرون اور انا انزلناہ کا پڑھنا، نیز مندرجہ ذیل دعا کا پڑھنا بدعت ہے۔

«اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُكَ بِاسْمِ الْعَظِيْمِ، وَاَسْئَالُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ هُوَ قِوَامُ الدين وَاَسْئَالُكَ وَاسْئَالُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ اِذَا سُئِلْتَ بِهٖ اَعْطَيْتَ وَاِذَا دُعِيْتَ بِهٖ اَجَبْتَ رَبِّ جِبْرَئِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ وَعِزْرَائِيْلَ»[1]

۸۳۔ میت کے سرہانے پر سورۂ فاتحہ اور پاؤں کی طرف سورۂ بقرۃ پڑھنا بدعت ہے۔

۸۴۔ میت پر مٹی ڈالتے وقت قرآن خوانی بدعت ہے۔

۸۵۔ میت کو تلقین اور کوئی چیز سکھانا بدعت ہے۔

۸۶۔ عورت کی قبر پر دو پتھروں کو نصب کر دینا بدعت ہے۔

۸۷۔ دفن سے پہلے یا بعد میں مقامات مقدسہ پر میت کو لے جانا بدعت ہے۔

۸۸۔ کسی گھر کی تربت میں تدفین کے بعد میت کے پاس ٹھہرنا بدعت ہے۔

۸۹۔ تدفین سے واپسی کے بعد ہاتھ پاؤں دھوئے بغیر گھر میں جانے سے باز رہنا بدعت ہے۔

۹۰۔ قبر پر کھانا پانی اس غرض سے رکھنا کہ لوگ اسے اٹھا کر لے جائیں بدعت ہے۔

۹۱۔ قبر کے پاس صدقہ کرنا بدعت ہے۔

۹۲۔ قبر پر سر کی طرف سے شروع کر کے چاروں طرف پانی ڈالنا اور باقی پانی درمیان میں ڈالنا بدعت ہے۔ (کتاب بدع الجنائز للشیخ الالبانی)

۹۳۔ مردہ کو غسل دینے کی جگہ چراغ رکھنا بدعت ہے۔

---

[1] الخ (ماوجدناه)

۹۴۔مردہ کو غسل دینے کی جگہ تین دنوں تک یا اس سے کم وبیش اس توہم کی بنا پر پانی رکھنا کہ میت کی روح وہاں آ کر پانی پئے گی، بدعت ہے۔

۹۵۔گھر سے جنازہ نکلتے وقت لوگ، دو تین قدم چل کر اسے زمین پر رکھ دیتے ہیں پھر اسے اٹھا کر اسی طرح دو تین مرتبہ کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ میت اپنے گھر والوں کو وصیت کر رہی ہے، بدعت ہے۔

۹۶۔میت کے گھر والوں اور رشتہ داروں وغیرہ کا تعزیت وسوگ کے لئے مجلس منعقد کرنا اور تعزیت کے لئے آنے والوں کے واسطے تین دن تک کھانا تیار کرنا بدعت ہے۔

بعض لوگ یہ مبتدعانہ کام ایک ہفتہ تک کرتے ہیں، اور یہ فضول خرچی سے کام لیتے ہیں مثلاً بہت سے جانور ذبح کرتے ہیں اور انواع واقسام کے کھانے تیار کرتے ہیں اور لوگ مختلف اطراف وجوانب سے آتے اور کھاتے ہیں۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میت کے ورثا چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ہوتے ہیں پھر بھی لوگ ان کے اموال کو اس کام میں خرچ کر ڈالتے ہیں، ان کے حرام ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ کیونکہ یہ یتیموں کا مال زور وزبردستی اور جور وظلم کے ساتھ کھانے کے مترادف ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا. [النساء، آیۃ: ۱۰]	جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں بے شک وہ لوگ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کھا رہے ہیں۔

یہاں تک کہ وہ متاخرین بھی جو بہت سی بدعات کو حسنہ قرار دیے ہوئے ہیں اس فعل کو ''بدعت ضالہ'' کہتے ہیں کیونکہ اس میں سنت کی مخالفت پائی جاتی ہے۔اس لئے کہ سنت یہ ہے کہ میت کے گھر والوں کے لئے ان کے پڑوسی لوگ کھانا تیار کریں اور کھلائیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا ۔)) [1] (عام کتب حدیث)

''حضرت جعفر (جو جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تھے) کی اولاد اور گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو۔''

دوسری بات یہ ہے کہ ایسا کرنا اسراف وفضول خرچی ہے۔تیسری بات یہ ہے کہ اس میں باطل

[1] سنن ابی داود ج۳/ص۴۹۷ کتاب الجنائز باب صنعۃ الطعام لاھل المیت حدیث نمبر(۳۱۳۲) جامع الترمذی ج۳/ص۳۲۳ کتاب الجنائز باب ما جاء فی الطعام یضع لاھل المیت حدیث نمبر(۹۹۸)

وناحق طور پر لوگوں کا مال کھایا جاتا ہے کیونکہ کسی میت کے ورثا فقرا ہوتے ہیں یا یتیم بچے ہوتے ہیں، اور یہ لوگ قرض لے کر کھلانے پلانے والے یہ قبیح وشنیع کام دوسرے لوگوں کے ڈر سے کرتے ہیں۔

۹۷۔ قبر پر یا مسجد یا مجلس میں تین دن، سات دن یا چالیس دن یا اس سے کم وبیش دنوں تک میت کے حق میں قرآن خوانی کرنا یا کرانا بدعت ہے۔

اس قرآن خوانی کے لئے قاری قرآن کو مزدوری واجرت دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں قرآن خوانی کا ثواب مُردوں کو پہنچانا علمائے کرام کے یہاں اختلافی مسئلہ ہے۔ کسی صحیح وحسن یا ضعیف حدیث میں یہ مروی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا یا خود کیا یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی زندگی میں کیا، تو آپ ﷺ نے اسے برقرار رکھا اور اس پر نکیر نہیں کی۔۔۔۔ نہ صحابہ وتابعین اور ائمہ کرام نے ایسا کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بعد میں آنے والے مقلدین نے اسے مستحسن بدعات میں شمار کیا ہے اور ان لوگوں نے اس کا قیاس دعا پر کیا ہے کیونکہ دعا کا فائدہ میت کو پہنچتا ہے۔

ان لوگوں نے واہیات وکمزور شبہات کو دلیل بنا رکھا ہے اور اسے اپنے لئے ایک قاعدہ قرار دے لیا ہے جس پر یہ لوگ چلتے ہیں وہ یہ کہ انسان اپنی عبادتوں کا ثواب دوسروں کو پہنچا سکتا ہے۔ اس قاعدہ پر قیاس کرکے یہ لوگ کتنے فروعی مسائل مستنبط کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اسی قاعدہ کے مطابق کہتے ہیں کہ میت کے لئے قرآن خوانی کا ثواب پہنچانے میں کوئی حرج نہیں۔ حالانکہ یہ عام قاعدہ نہیں اور نہ اس کی تائید کتاب وسنت کی کسی دلیل سے ہوتی ہے۔

انسان پر یہ واجب ہے کہ وہ متبع سنت ہو، مبتدع (بدعت پرست) نہ بنے، جن باتوں کے بارے میں سنت سے ثابت ہے کہ مردے کو اس کا ثواب پہنچتا ہے مثلاً حج اور روزہ (ان دونوں میں بھی علما کے درمیان اختلاف ہے) ان کو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن جن امور کے متعلق کتاب و سنت سے مُردوں کو ثواب پہنچنے کا ثبوت نہیں ملتا، مثلاً نماز وقرآن خوانی تو یہ کام نہیں کرنے چاہییں۔

میت کو صرف دعا اور صدقہ سے فائدہ پہنچتا ہے لیکن ان لوگوں نے وسعت سے کام لیتے ہوئے ایسی باتیں ایجاد کرلیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، مُردوں کے لئے قرآن خوانی کا مسئلہ نام نہاد پڑھے لکھے لوگوں اور کاہل وکسل مند لوگوں کے واسطے کھانے پینے کا ذریعہ ووسیلہ بن گیا ہے آپ شہروں اور دوسرے مقامات پر دیکھیں گے کہ لوگ محفلیں رچا کر، خیمے لگا کر، قراء کو بلا کر، گاتے ہوئے قرآن خوانی کرکے رت جگا اور شب بیداری کئی کئی راتوں تک کیا کرتے ہیں

اور غم رسیدہ لوگوں یعنی میت کے متعلقین سے ہر گھنٹہ کے حساب سے مخصوص معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کو انہوں نے تجارت کا ذریعہ بنالیا ہے، یہ لوگ نہ قرآن کا احترام کرتے ہیں نہ سنت مطہرہ کا، اور دوسرے لوگوں کی عقلوں اور عقائد کے ساتھ کھیل تماشا کرتے ہیں۔

ایک طرف یہ لوگ انسانوں کے عقائد بگاڑتے ہیں دوسری طرف ان کے مال اور پیسے کھاتے ہیں، اور تیسری طرف میت کی آل واولاد اور متعلقین کو کنگال وفقیر بنا دیتے ہیں۔ بسا اوقات میت کے ورثا ان شیطانی کاموں کو کرنے کی وجہ سے مقروض ہو جاتے ہیں۔

یہ سارے اعمال محبتِ قرآن، ایصالِ ثواب، میت کے حقوق کی ادائیگی کے قالب میں ڈھال لئے گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ان کے ان اعمال کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں نہیں ہے۔ ہاں ۔۔۔ بعض لوگ آ کر کہتے ہیں کہ فلاں شیخ فرماتے ہیں، فلاں کتاب میں لکھا ہے یا فلاں علامہ کے حاشیہ میں ہے ۔۔۔ الغرض وہ اس قبیح وشنیع بدعت کی تائید میں بہت سی چیزیں نقل کرتے ہیں اور اکثر ممالک وشہروں کے اکثر لوگوں کے عمل کو حجت بناتے ہیں۔ گویا یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے:

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا .[الحشر، آیۃ: ۷]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو باتیں دیں ان کو لو اور جن سے روکیں ان سے رک جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے ہم کو یہ بدعات نہیں دیں بلکہ حضرت عرباض بن ساریہ سے مروی حدیث میں آپ ﷺ نے بدعات سے منع کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

((اِیَّاکُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ـ))[1]

''اپنے کو ایجاد شدہ نئے دینی کاموں سے بچاؤ، کیونکہ ہر ایجاد شدہ بدعت گمراہی و ضلالت ہے۔''

---

[1] کتاب السنة ج ۱ / ص ۱۷۔ حدیث نمبر (۲۶ تا ۲۷) سنن ابی داود ج ۵ ص ۱۳ کتاب السنة باب فی لزوم السنة حدیث نمبر (۴۶۰۷) الجامع الترمذی ج ۵ / ص ۴۴ کتاب العلم باب ما جاء فی الاخذ۔) حدیث نمبر (۲۶۷۶) صحیح ابن ماجه ج ۱ / ص ۱۴ فی المقدمة حدیث نمبر (۴۴) دلائل النبوة ج ۶ / ص ۵۴۱ باب فی اخبار لظهور الاختلاف۔ مسند احمد ج ۴ / ص ۱۲۶ تا ۱۲۷۔ مشکوٰة ج ۱ / ص ۵۸ کتاب الایمان ۔حدیث نمبر (۱۶۵)

بدعت اور ایجاد بدعت کی مذمت میں وارد شدہ احادیث کا تذکرہ ہو چکا ہے اور مُردوں کو قرآن خوانی کا ثواب پہنچانے سے متعلق مفصل جواب گزر چکا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

مختلف مہینوں سے متعلق بعض ہندوستانی بدعات

ماہِ محرم کی بدعات

بعض شہروں اور مقامات کے لوگ ماہ محرم کا استقبال رنج وغم، ماتم وسوگ اور خرافات واباطیل سے کرتے ہیں، لوگ لکڑی کے تعزیئے بناتے ہیں، ان تعزیوں کو رنگ برنگے کاغذوں سے آراستہ کرتے ہیں اور انہیں ''تعزیۂ حسین'' یا تعزیۂ کربلا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

تعزیہ میں دو قبریں بناتے ہیں، گلابی یا سبز رنگ کے لباس میں ملبوس بچے جمع ہوتے ہیں۔ ان بچوں کو فقرائے حسین کہتے ہیں، اس مہینے کی پہلی تاریخ کو گھروں میں جھاڑو دیتے اور انہیں صاف ستھرا بناتے ہیں، پھر کھانا رکھتے ہیں ان کھانوں پر سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات پڑھتے ہیں نیز ان پر سورۃ الکافرون، اخلاص، الفلق اور الناس بھی پڑھتے ہیں، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر مُردوں کے حق میں یہ کھانے لوگوں کو دے دیتے ہیں۔

اس مہینے میں زیب وزینت پر پابندی لگا دی جاتی ہے، عورتیں اپنی آرائش وزیبائش ترک کر دیتی ہیں۔ لوگ گوشت نہیں کھاتے، خوشی کی دعوتیں نہیں کرتے، اس مہینے میں عقد نکاح بھی نہیں کرتے، جن میاں بیوی کی شادی ہوئے دو مہینوں سے زیادہ نہ گذرے ہوں انہیں آپس میں ملنے سے روکتے ہیں، کثرت سے نوحہ کیا جاتا ہے، کپڑوں کو پھاڑا جاتا ہے، سینہ کوبی کی جاتی ہے، چہروں پر طمانچے مارے جاتے ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نیز یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ اور عام صحابہ رضی اللہ عنہم پر لعنت کی جاتی ہے۔

اس مہینے کے پہلے عشرہ میں آگ بھڑکائی جاتی ہے۔ اس پر لوگ اچھلتے کودتے ہیں، بچے راستوں میں گشت کرتے ہیں یا حسین یا حسین کہہ کر چیختے چلاتے ہیں۔ اس مہینے میں پیدا ہونے والا ہر شخص بدقسمت ومنحوس سمجھا جاتا ہے۔

بعض علاقوں اور خطوں میں ڈھول اور دف بجائے جاتے ہیں۔ موسیقی بجتی ہے اور جھنڈے لہرائے جاتے ہیں، تعزیئے رکھے جاتے ہیں، ان کے پاس سے گذرتے ہوئے مرد، عورتیں اور بچے

لہراتے ہوئے جھنڈوں کو چومتے ہیں اور اسے تبرک سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے سال بھر انہیں بیماری لاحق نہیں ہوگی اور ان کی عمر لمبی ہو جائے گی۔

بعض مقامات پر لوگ ایک آدمی کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر عاشورا (دسویں محرم) کی رات کو نکل کر راستوں پر چکر لگاتے ہیں اور جب سورج روشن و تیز ہونے لگتا ہے تو اپنے گھروں میں واپس آتے ہیں۔ عاشورہ کے دن مخصوص قسم کے کھانے پکتے ہیں، تمام شہروں اور گاؤں کے لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں، اس جگہ کا نام یہ لوگ کربلا رکھے ہوئے ہیں۔ وہاں یہ لوگ تعزیوں کو نصب کر کے ان کے گرد طواف کرتے ہیں، جھنڈوں سے تبرک حاصل کرتے ہیں، ڈھول اور دف بجائے جاتے ہیں۔ جب سورج غروب ہوتا ہے تو یہ تعزیئے دفن کر دیے جاتے ہیں، یا پانی میں ڈبو دیے جاتے ہیں۔ یہ سارے کام کرنے کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس آتے ہیں، عاشورا کے دن لوگ راستوں پر مشروبات بھی لے کر بیٹھتے ہیں۔ جن کا نام یہ لوگ "السلسبیل" رکھتے ہیں اور یہ "سلسبیل" آنے جانے والوں کو پلاتے ہیں مگر ان کی طرف منہ نہیں اٹھاتے۔

ماہ محرم کی غلط کاریوں میں سے یہ بھی ہے کہ پہلے عشرے میں کچھ ذاکر لوگوں کے سامنے محاسن حسین رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ و یزید کی طرف منسوب کردہ برائیوں کا تذکرہ کرتے ہیں اور ان دونوں پر اور ان کے اصحاب پر لعنت کی بارش کرتے ہیں اور وہ محرم خصوصاً عاشورا (محرم کی دسویں تاریخ) کے فضائل میں مکذوبہ، موضوعہ اور ضعیفہ احادیث بیان کرتے ہیں۔

عاشورا کے چالیس دنوں بعد یہ لوگ محفل رچاتے ہیں، اس کا نام چہلم رکھتے ہیں۔ اس دن روپیہ پیسہ جمع کر کے مخصوص قسموں کے کھانے خریدتے ہیں اور ان کھانوں پر لوگوں کی دعوت کرتے ہیں۔

یہ بدعات ہندوستان، پاکستان اور ان ممالک میں ہوتی ہیں جہاں شیعہ عقائد کے لوگ آباد ہیں۔ خاص طور پر ایران، عراق اور بحرین وغیرہ۔

ماہ صفر کی بدعات

ماہ صفر میں لوگ سفر کرنے سے باز رہتے ہیں اور مسرت کی محفلیں نہیں رچاتے، اس مہینے کو منحوس سمجھتے ہیں، جب مہینہ ختم ہوتا ہے تو اس کے آخری بدھ کو بڑی سی محفل منعقد کرتے ہیں اور دعوتیں کرتے مخصوص کھانے اور حلوے کھاتے ہیں مگر یہ کام شہروں اور بستیوں کے باہر انجام دیے

جاتے ہیں۔

لوگ امراض سے شفا پانے کے لئے گھاسوں پر چلتے ہیں اور کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بیمار ہوئے تھے تو اسی دن (آخری چہار شنبہ، بدھ) اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا دی تھی۔ پھر آپ نے لطیف اور عمدہ حلوہ کھایا تھا۔

ماہ ربیع الاول کی بدعات

نبی کریم ﷺ کی ولادت کے دن کا لوگ اہتمام کرتے ہیں، لیکن شریعت کے خلاف متعدد کام انجام دیتے ہیں۔

یہ لوگ مجلسیں اور محفلیں قائم کرتے ہیں، مسجدوں اور راستوں پر چراغاں کرتے ہیں، بے حیائی پر مشتمل گانے بجائے جاتے ہیں۔ اور یہ دعوی رکھتے ہیں کہ ان کی رچائی ہوئی مجلسوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوتے ہیں۔ مجلس کے اختتام پر لوگ کھڑے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مصنوعی درود پڑھتے ہیں۔ میلاد النبی کے موضوع پر سوالات کے جوابات کے سلسلے میں گفتگو ہو چکی ہے۔

ماہ ربیع الثانی کی بدعات

اس مہینے میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام پر شرکیہ اور بے حیائی کے اشعار گائے جاتے ہیں اور گیارہویں تاریخ کو بکریاں اور مرغے ذبح کئے جاتے ہیں، گھروں میں جھنڈیاں لہرائی جاتی ہیں۔ جن پر شرکیہ کلمات مثلاً شیخ جیلانی سے مدد مانگنے کے لئے کچھ کلمات لکھے ہوتے ہیں۔ ان باتوں کو یہ لوگ ''گیارہویں شریف'' کہتے ہیں، حالانکہ استعانت کا تعلق ان اعمال سے ہے جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہیں۔

ماہ رجب کی بدعات

ماہ رجب میں لوگ دودھ کے ساتھ چاول کھاتے ہیں، جس کو شکر سے میٹھا کرتے ہیں، روغنی روٹی پکاتے ہیں، یہ کھانا پکاتے وقت باورچی غسل کرتے ہیں، بند کمرے میں دعوتیں ہوتی ہیں اور کھانے سے بچی ہوئی چیز مدعوئین کے ہاتھوں کے دھوون کے ساتھ دفن کر دی جاتی ہے۔ اس رسم کا نام ''معاجن رجب'' رکھتے ہیں۔ پاکستان میں یہ بدعت ''رجب کے کونڈے'' کے نام سے کی جاتی ہے۔

یہ رسم حضرت جعفر صادق کی نذر کے طور پر منائی جاتی ہے۔ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اس طریقہ پر اس رسم کو جو منائے گا وہ بہت مالدار ہو جائے گا اس کے مال کا شمار نہ ہو سکے گا۔

شب معراج میں کھانوں کی دعوتیں ہوتی ہیں، چراغاں ہوتے ہیں، نفلی نمازیں پڑھی جاتی ہیں، براق کی تصویر ایک گھوڑے کی شکل پر بنائی جاتی ہے جس کے دو بازو ہوتے ہیں، اس کا چہرہ خوبصورت عورت کے چہرے کی مانند ہوتا ہے۔

ماہ شعبان کی بدعات

پندرہ شعبان کی رات کا نام ''شب برات'' رکھے ہوئے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اس رات میں گناہ بخشے جاتے ہیں، عمریں بڑھائی جاتی ہیں، روزیوں میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ بنابریں لوگ رات بھر جاگ کر زور زور سے دعائیں کرتے ہیں۔ ان دعاؤں کو لوگوں نے از خود گھڑ لیا ہے جن میں عمر اور روزی میں اضافہ کی درخواست کی جاتی ہے۔

پھر لوگ قبروں کی زیارت کرتے ہیں، چراغ جلاتے ہیں، قبروں پر پھول چڑھاتے ہیں، گذشتہ شعبان سے لے کر موجودہ شعبان تک جو لوگ مرے ہوتے ہیں ان کے نام رجسٹر میں درج کرتے ہیں۔ حلوہ بناتے ہیں، بیوہ عورت یہ سمجھتی ہے کہ اس کے شوہر کی روح پندرہ شعبان کی رات میں آئے گی، اس لئے اس کے واسطے کھانا پکاتی ہے اور اس کے انتظار میں بیٹھتی ہے۔

علمائے سوا اس رات کے لئے شب قدر جیسی فضیلتیں بیان کرتے ہیں اور لوگوں کے ذہن میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ شب قدر میں جس روح کے نزول کا ذکر قرآن مجید میں ہے اس سے مراد مُردوں کی ارواح ہیں۔

ماہ رمضان کی بدعات

رمضان کے مہینے میں سب سے زیادہ اہتمام لوگ آخری جمعہ کو کرتے ہیں اور اسے ''جمعۃ الوداع'' کہتے ہیں۔

اس دن نماز جمعہ میں وہ لوگ بھی شریک ہوتے ہیں جو عام حالات میں نماز نہیں پڑھتے اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ خطیب (بدعتی) لوگ اس دن کے فضائل پر تقریریں کرتے اور لوگوں کو کھانا کھلانے اور خرچ کرنے پر ابھارتے ہیں۔

بچے کی ولادت سے متعلق بدعات

مسلمانان ہند کے درمیان دین کے نام پر بہت ساری بدعات پھیلی ہوئی ہیں، ان پر گہری نظر رکھنے والا محسوس کرسکتا ہے کہ ان بدعات کا اصل مرجع بت پرستی اور ان کفار کے اعمال واطوار سے ہے جو ہندوستان میں بستے ہیں یہ چیزیں مسلمانوں اور مسلم ممالک کے بالمقابل کفار ومشرکین کے طور وطریق سے زیادہ ملتی جلتی ہیں۔

بچے کی ولادت کے چھٹے دن ایک محفل رچائی جاتی ہے تاکہ آنے والی روح کا استقبال کیا جائے، لوگوں کا گمان ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے چھٹے دن روح آتی ہے۔ اور بچے کی تقدیر لکھتی ہے، اس دن ڈھول اور دف بجائے جاتے ہیں اور گیت نیز گانے گائے جاتے ہیں تاکہ بچہ اور بچے کی ماں سو نہ جائیں۔ یہ سلسلہ رات بھر جاری رہتا ہے، اس رسم کا نام ''چھٹی'' ہے۔

ولادت کے چالیسویں دن دعوتیں ہوتی ہیں، آرائش وزیبائش ہوتی ہے۔ بچے کو محفل میں لایا جاتا ہے، بچے کے لئے اور بچے کے والدین اور اقربا کے لئے نئے ملبوسات، ہدایا وتحائف پیش کئے جاتے ہیں، اس رسم کا نام ''چالیسہ'' ہے۔

جب بچے کی ولادت پر چار سال چار ماہ چار دن اور چار گھنٹے گزر جاتے ہیں، تو بچے کے والدین مسجد کے امام یا کسی شیخ کو لاتے ہیں، جو سورۂ اقرأ باسم ربک الذی کو ''مالم یعلم'' تک پڑھتا ہے، پھر کھانے، حلوے اور ہدیے پیش کئے جاتے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ بھاری اور بری بات یہ ہے کہ نئی شادی شدہ عورت اگر سال بھر کے اندر حاملہ نہ ہو تو وہ قبروں اور مزاروں پر جانا شروع کردیتی ہے۔ اور ہر قبر کے لئے نذر ونیاز مانتی اور قبر میں مدفون آدمی سے دعا کرتی ہے کہ اسے بچہ عنایت کرے یا تحریری شکل میں وہ قبر پر اپنی درخواست پیش کرتی ہے۔ اگر اس کے ہاں بچہ پیدا ہوگیا ہو تو ان قبر والوں میں کسی کے نام پر اس کا نام رکھتی ہے۔ بعض عورتیں اگر نذر ونیاز کی طاقت نہیں رکھتیں تو اپنے بالوں کی رسی بنا کر قبر پر لٹکا دیتی ہیں۔

اصحاب قبور میں سے سب سے زیادہ قدر ومنزلت ان لوگوں کے یہاں شیخ عبدالقادر جیلانی کی ہے شیخ عبدالقادر جیلانی کے لئے لوگوں نے بہت سارے اسما بنالئے ہیں اور صبح وشام ان اسما کا ورد کرتے ہیں۔

شیخ جیلانی کے لئے ان لوگوں نے ایک مخصوص نماز ایجاد کر لی ہے جس کا نام ''الصلوٰۃ الغوثیہ'' ہے۔ جو شخص کسی ضرر کو دفع کرنے یا حاجت روائی کے لئے شیخ جیلانی سے مدد و فریاد کرنا چاہتا ہے وہ یہ نماز پڑھ کر شیخ سے درخواست کرتا ہے۔ اس نماز کو بغداد کی طرف رخ کر کے پڑھتے ہیں۔ اگر کوئی ناصح و مرشد انہیں نصیحت کرے اور اس غلط کاری کو چھوڑ کر شریعت کے ضروری کام کرنے کی ہدایت کرے تو اس کے خلاف ہنگامہ آرائی کرتے ہیں اور اسے کفر و زندقہ سے متہم کرتے ہیں۔

صوفیاء کی بدعات

صوفیا کی بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ یہ لوگ بحالت ذکر رقص و سرود کو جائز کہتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشیوں نے مسجد نبوی میں رقص کیا تھا، مگر آپ ﷺ نے اس پر نکیر نہیں کی تھی۔

ان حبشیوں کے اس رقص میں اچھل کود اور وجد و کیف موجود تھا۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے۔

((لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَآئِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَى الْحَبْشَةِ يَلْعَبُوْنَ بِالْحِرَابِ وَ الدَّرَقِ فِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّتِيْ اَسْاَمُهٗ وَكَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ عِيْدِ الْفِطْرِ ۔۔ عن عائشةؓ قالت رأيت النبیؐ يسترنی بردائه ،و انا انظر الى الحبشة يلعبون فی المسجد حتی اكون انا الذی اسام فاقدروا قدر الحارية الحديثة السن الحريضة على اللهو۔)) [1]

''رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی چادر کا پردہ کئے ہوئے تھے اور میں مسجد میں کھیل کود کرنے والے حبشیوں کو دیکھ رہی تھی، جن کے ہاتھوں میں خنجر اور ڈھال تھے، حتیٰ کہ میں یہ کھیل دیکھتے دیکھتے اکتا گئی اور یہ کھیل عید الفطر کے دن ہو رہا تھا۔''

ہم کہتے ہیں صوفیا کا یہ استدلال باطل ہے اور قواعد شریعت کے معارض ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

---

[1] صحيح البخاری ص١٣٦١ كتاب النكاح با نظر المرأة الى الحبش ونحوهم حديث نمبر(٥٢٣٦) صحيح المسلم ج٢ /ص٦٠٩ كتاب صلاة العيدين باب الرخصة فی اللعب حديث نمبر(٨٩٢).

((وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔))[1]

"بدترین امور وہ ہیں جو نو ایجاد ہیں اور ہر ایجاد شدہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت اور ہر ضلالت جہنم میں لے جانے والی ہے۔"

صوفیا کی مذکورہ بالا بات کا قائل گویا ان لوگوں میں سے ہے جو الفاظ کے معانی میں تحریف کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مسجد نبوی کے اندر حبشیوں کے فعل مذکور سے صوفیا کا استدلال باطل ہے۔ کیونکہ حبشیوں کا یہ کام جنگی مشق کی غرض سے تھا، جس کو شریعت نے مشروع کیا ہے، جیسا کہ جنگ میں اکڑ کر چلنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ دوسرے مواقع پر یہ ممنوع ہے۔

چنانچہ ارشاد نبوی ہے :

انها لمشية يبغضها الله الا فى هذا الموطن۔[2]

"بے شک اللہ تعالیٰ اس چال کو ناپسند کرتا ہے اور اس موقع پر نہیں (یعنی جنگ میں)"

حبشیوں کے فعل مذکور کا صوفیوں کے اس رقص سے کیا تعلق جس میں آستینوں اور چادروں کو لہرایا اور مختلف انداز میں ہلایا جاتا ہے؟ یہ کام تو عوام الناس سے فاسق لوگ ہی کرتے ہیں۔

کتاب المدخل میں علامہ ابن الحاج نے کہا:

"رقص اور مظاہرۂ وجد کے موجدین اولین سامری کے اصحاب و متبعین ہیں۔ جب سامری نے لوگوں کی پوجا پاٹ کے لئے مجسم گؤ سالہ (بچھڑا) بنایا جس میں گائے و بیل جیسی آواز پائی جاتی تھی تو یہ لوگ اس کے سامنے رقص اور وجد کا مظاہرہ کرنے لگے۔ یعنی کہ یہ طرز عمل کفار اور بچھڑا پرستوں کا شعار و مذہب ہے۔ حاشا وکلا یہ قبیح بات حجۃ المسلمین، امام العالمین علامہ ابن حجر نے کہی ہے کہ رقص و وجد جائز ہے۔ ابن حجر کی قبر پر اللہ تعالیٰ رحمت و رضوان

---

[1] صحيح المسلم ج ٢ /ص ٥٩٢ كتاب الجمعة باب تخفيف الصلاة والخطبة (حديث نمبر ٨٦٧)

[2] مجمع الزوائد ج ٦ /ص ١٠٩ كتاب المغازى والسير باب فى وقعة احد۔ المعجم الكبير للطبرانى ج ٧ /ص ١٢٣ /سماك بن خرشة ابو دجانة الانصارى حديث نمبر (٦٥٠٨)

کی بارش کرے۔"

امام قرطبی رحمہ اللہ نے نقل کیا :

"امام طرطوشی سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ ایک جگہ بیٹھ کر تھوڑا قرآن مجید پڑھتے ہیں پھر ایک آدمی کچھ اشعار پڑھتا ہے تو سارے لوگ رقص وطرب میں مشغول ہو جاتے ہیں اور دف اور بانسری بجاتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کی محفل میں شریک ہونا جائز وحلال ہے یا نہیں؟

امام طرطوشی نے مذکورہ بالا سوالات کا یہ جواب دیا:

سادات صوفیا کا یہ مذہب ہے کہ یہ طور وطریق باطل وضلالت ہے۔ اسلام صرف کتاب و سنت ہے۔ رقص ومظاہرۂ وجد کو سب سے پہلے سامری کے اصحاب نے ایجاد کیا تھا اور یہ اس وقت کی بات ہے جس وقت سامری نے ان کے لئے بچھڑا بنایا تھا۔ چنانچہ یہ لوگ بچھڑے کے سامنے کھڑے ہو کر رقص اور مظاہرۂ وجد کرنے لگے، یعنی کہ یہ کام گائے کی پرستش کرنے والے کفار کا ہے۔

"رسول اللہ ﷺ جب اپنے صحابہ کرام ص کے ساتھ بیٹھے ہوتے تو لوگ اتنے سکون کے ساتھ بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر چڑیاں ہیں۔ لہٰذا سلطان اور اس کے نائبین کو چاہیے کہ ایسا کرنے والوں کے لئے ان کی مجلس میں حاضر ہونا حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ وہ ان کے اس باطل کام میں ان کی مدد ومعاونت کریں۔ امام شافعی، مالک، احمد، ابوحنیفہ وغیرہم کا یہی مذہب ہے"۔ رحمة الله عليهم

صوفیا کی ایجاد کردہ قبیح بدعات میں سے بوقت ذکر تالی بجانا ہے۔ یہ بے عقلی، بے وقوفی اور عورتوں کی رعونت کی مشابہت ہے۔ یہ کام بے وقوف اور بناوٹی جاہل ہی کرسکتا ہے، ایسا کرنے والے کی جہالت پر یہ چیز دلیل ہے کہ شریعت میں یہ بات منقول نہیں نہ کتاب اللہ میں نہ سنت نبویہ میں۔ نہ تو یہ کام انبیا میں سے کسی نے کیا نہ انبیا کے معتبر متبعین میں سے کسی نے کیا۔ یہ کام صرف وہ احمق و بیوقوف لوگ کرتے ہیں جن پر حقائق شریعت خواہشاتِ نفسانی سے مل کر مشتبہ بن گئے ہیں۔

بعض علما نے مردوں کے لئے تالی بجانے کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّمَا التَّصفِيقُ لِلنِّسَاءِ))❶

''تالیاں صرف عورت کے لئے ہے۔''

صوفیا کی بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ مختلف نیتوں سے فاتحہ پڑھتے ہیں۔ ورد وظیفہ سے فارغ ہونے کے بعد عام طور سے یہ لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں اور حاضرین میں سے مبہم نیت کے ساتھ فاتحہ پڑھنے کے لئے کہتے ہیں۔ یہ پتہ نہیں کہ ان کا یہ کام کس کی اقتدا میں ہوتا ہے؟

صوفیاء کی بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ ذکر و تسبیح کے بغیر اپنے ہاتھ یا گلے میں یہ لوگ تسبیح کی مالا ڈالے رہتے ہیں۔ یہ ریا کاروں کا کام ہے کہ جو عمل کرتے ہیں اس پر مدح و ثنا کے متمنی ہوتے ہیں اور وہم و ضلالت آفرینی کے ذریعہ لوگوں میں شہرت کے طالب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف رسائی کا طریقہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی و اطاعت میں ہے۔ اس کے علاوہ دوسری چیز ضلالت ہے، اللہ ہم کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

صوفیا کی قبیح ایجاد کردہ چیزوں میں سے یہ بھی ہے کہ بوقت ذکر' یہ لوگ پیالے یا بانس یا اس طرح کی کوئی چیز بجاتے ہیں یہ ساری چیزیں حرام ہیں خواہ بوقت ذکر ہوں یا دوسرے اوقات میں ہوں۔ البتہ بوقت ذکر یہ باتیں زیادہ حرمت والی ہیں۔

(الابداع فی مضار الابتداع للشیخ علی محفوظ)

TRUEMASLAK@INBOX.COM

---

❶ صحیح البخاری کتاب العمل فی الصلاۃ ص ۱۹۲ (باب التصفیق للنساء) حدیث نمبر (۱۲۰۳ و ۱۲۰۴) مشکوۃ ج ۱/ ص ۳۱۳ کتاب الصلاۃ باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاۃ وما یباح منه الافصل الاول حدیث نمبر (۹۸۸).

فصل

عیدوں اور اجتماع گاہوں میں ایجاد شدہ بعض بدعات کا ذکر

عیدوں کے مواقع پر ہونے والی بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ بعض لوگ مختلف مقاصد کے تحت عید الاضحیٰ کی رات میں جانور ذبح کرتے ہیں۔ان کا یہ فعل دو باتوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوسکتا، ایک یہ کہ مذبوح جانور کو قربانی کے لئے متعین کیا گیا تھا۔

دوسرے یہ کہ اس جانور کو قربانی کے لئے متعین نہیں کیا گیا تھا۔پہلی صورت میں آدمی گنہگار ہو گا اور اسے مذبوح جانور کا سارا گوشت صدقہ کر دینا ضروری ہوگا اور اس کے گوشت میں سے کچھ کھانے کی اجازت ذبح کرنے والے کو نہ ہوگی اور اس کے بدلے اس قربانی کے دن دوسرا جانور ذبح کرنا ہوگا۔(کیونکہ قربانی کے متعلق متعین کردہ جانور کو قربانی کا وقت ہونے سے پہلے عید الاضحیٰ کی رات میں ذبح کر دینا غلط بات ہے، نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد اس جانور کو ذبح کرنا چاہیے)

دوسری صورت میں یعنی شب عید الاضحیٰ میں ذبح کردہ جانور کو اگر قربانی کے لئے متعین نہیں کیا گیا تھا اور ذبح کرتے وقت دوسرے جانور کو قربانی کرنے کی نیت نہیں کی گئی تھی، تو ایسا کرنے والے نے اس بدعت کا ارتکاب کر کے برا کام کیا اور امام شافعیؒ کے نزدیک وہ بہت بڑی سنت کے ثواب سے محروم رہا اور امام مالک رحمہ اللہ و ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ ترک واجب کا مرتکب ہونے کے سبب گنہگار ہوا۔کیونکہ امام مالکؒ و ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی کی قدرت رکھنے والے پر قربانی واجب ہے۔

عید الاضحیٰ کی بدعات میں ایک یہ ہے کہ بعض لوگ صدقہ کی غرض سے پوری قربانی کا گوشت یا متعین مقدار کو پکا ڈالتے ہیں اور فقرا کو بلا کر یہ پکا ہوا گوشت تقسیم کر دیتے ہیں۔

یہ طریق عمل جائز نہیں ہے کیونکہ امام رویانی وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ صدقہ کیا جانے والا گوشت فقرا کو کچا ہی تقسیم کر دیا جائے۔اسے پکا کر نہ دیا جائے۔

عید الاضحیٰ کی بدعات میں سے یہ بھی ہے کہ بعض لوگ قربانی کا سارا گوشت صدقہ کر دیتے ہیں، اس میں سے خود کچھ نہیں کھاتے، یہ چیز خلاف سنت ہے۔

علامہ ماوردی نے کتاب الحاوی میں امام ابو الطیب بن سلمہ سے نقل کیا ہے کہ قربانی کا سارا

گوشت صدقہ کر دینا جائز نہیں بلکہ اس میں سے خود بھی کچھ کھانا واجب ہے۔

شیطان نے بہت سے لوگوں کے لئے بدعات عید میں سے ایک یہ بدعت بھی مزین کر دی ہے کہ نماز عید کے بعد ہمیشہ اپنے فوت شدہ عزیز واقربا کی قبروں کی زیارت پابندی سے کرتے ہیں اور عید کی خوشی میں ان کے ساتھ شریک نہ ہو سکنے پر مُردوں کے لئے رنج وغم ظاہر کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں عید کے دن ایسا کرنا سنت ہے۔

حالانکہ یہ عقیدہ درحقیقت بدعت ہے، بلکہ اس میں سنت کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ سنت یہ ہے کہ نماز عید سے فارغ ہو کر آدمی اپنے گھر والوں کے پاس جلد واپس آجائے تاکہ گھر والے عید کی نماز سے اس کی واپسی کے لئے انتظار کی جو گھڑیاں گذار رہے ہیں وہ جلد ختم ہوں۔

نیز گھر کے لوگ قربانی کئے جانے اور قربانی کا گوشت کھانے کے مشتاق ومتمنی ہوتے ہیں اس لئے آدمی کو جلد ہی گھر آکر قربانی کرنی چاہیے، مگر شیطان نے زیارت قبور کی بدعت کو لوگوں کے لئے مزین وآراستہ کر دیا تاکہ لوگ سنت پر جلد عمل کرنے کے بجائے دیر سے عمل کریں اور اس کی تاخیر سے گھر والوں کو تشویش ہو۔

زیارت قبور کا یہ کام بسا اوقات بعض عورتیں اس لئے کرتی ہیں ”کہ اس سے ان کی زیب و زینت اور بے پردگی کے سبب حسن کی نمائش ہوتی ہے۔ نیز ان کے شاندار، فاخرہ لباس، خوشبو اور اس قسم کی دوسری چیزوں کا مظاہرہ ہوتا ہے“۔ ظاہر ہے کہ یہ ساری چیزیں حرام ہیں اور ان کا حرام و ناجائز ہونا مخفی و پوشیدہ نہیں۔

بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ عاشورا کے روز (دسویں محرم) عورتیں مہندی لگاتی ہیں اور اسے سنت سمجھتی ہیں، اس کو سنت سمجھنا صحیح نہیں بلکہ یہ کام بدعت ہے۔ اس سلسلے میں (یعنی عاشورا کو مہندی لگانی سنت ہے) وارد شدہ حدیث موضوع وخانہ سازی ہے، حفاظ حدیث نے حدیث مذکور کو موضوع قرار دیا ہے۔

اسی طرح لوگ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ بروز عاشورا جو آدمی اجزائے کتان کو علیحدہ کر کے کاتے اور کاتے ہوئے اس کتان کا رنگ سفید رکھے پھر اس کاتے ہوئے دھاگا سے اپنے کفن کی سلائی کرے تو مذکورہ دھاگا کی برکت سے قبر میں منکر نکیر نہ آئیں گے۔ حالانکہ یہ بہت بڑی بدعت اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی اور اللہ تعالیٰ کے دین میں ناحق من مانی قانون سازی ہے۔

اسی طرح لوگوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ بروز عاشورا جو آدمی بخور (جن چیزوں کی دھونی دی جاتی ہے) خرید کر دھونی دے وہ نظر بد، آسیب، جادو وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔ یہ سب باطل چیزوں کی اختراع اور فاسد اعتقاد ہیں۔ ان سے توبہ ورجوع کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں کو معاف کرتا ہے۔

بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ ستائیس رجب کی رات (لوگوں کا خیال ہے کہ اسی رات کو اللہ تعالیٰ نے معراج نبوی کے ذریعہ امت محمد یہ کو شرف بخشا) اور پندرہ شعبان کی رات (یہ رات عظمت وشرف والی ہے) میں لوگ مسجد اقصیٰ، جامع مسجدوں اور عام مسجدوں میں بڑی کثرت سے جھاڑ فانوس روشن کرتے ہیں، چھوٹے بچوں اور مردوں کے ساتھ عورتوں کا ایسا اجتماع ہوتا ہے جو فساد، مسجدوں کی گندگی، مسجدوں میں بکثرت لہو ولعب، شور وشغب کا باعث ہوتا ہے۔ عورتیں مسجدوں میں بن سنور کر، خوشبو سے معطر ہوکر، اپنے بچوں کے ساتھ آتی ہیں اور وہیں مسجدوں میں شب باشی کرتی ہیں۔ بسا اوقات بچے مسجد ہی میں پائخانہ و پیشاب کر دیتے ہیں۔ کبھی کبھار عورتوں بچوں کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوتی ہے دریں صورت اگر وہ مسجد سے باہر جائیں تو مسجد تک پہنچنے والے مسلمانوں کے راستوں میں ہی انہیں رفع حاجت کی جگہ مل پاتی ہے۔

اگر شرم کی وجہ سے یا اپنی جگہ پر قبضہ برقرار رکھنے کے لئے مسجد سے باہر نہ جانا چاہیں تو پھر مسجد کے کسی گوشہ یا برتن اور کپڑے تک میں بول و براز کر دیتے ہیں، یہ ساری باتیں حرام ہیں۔

علاوہ ازیں نماز فجر کے لئے منہ اندھیرے مسجدوں میں آنے والوں کے دامن اور جوتے میں گندگی لگنے سے بہت کم محفوظ رہ پاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ غیر شعوری طور پر گندے دامن اور جوتوں کے ساتھ مسجدوں میں داخل ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ بھی کئی مفاسد ہیں جو معلوم ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے رہتے ہیں۔

یہ دین میں ایجاد شدہ بدعات عظیمہ ہیں۔ انہیں شیاطین کے بھائیوں نے ایجاد کرلیا ہے۔ ان خرابیوں کے باوصف ان بدعات کی بدولت چراغاں کرنے اور دوسرے امور میں فضول خرچی، اسراف اور ضیاع اموال ہوتا ہے۔

بدعات میں لوگوں کی ایجاد کردہ چیز محفل میلاد بھی ہے جو ماہ ربیع الاول میں منعقد ہوتی ہے، امام ابن الحاج نے کہا:

"لوگوں کی ایجاد کردہ بدعات میں سے رسم میلاد بھی ہے، جس کے بارے میں لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ بڑی عبادتوں میں سے ایک عبادت ہے۔

یہ ایک بدعت کئی دوسری حرام بدعتوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے آلات طرب کے ساتھ امرد لڑکوں اور نوجوانوں کی موجودگی میں گانا بجانا بھی ایک حرام کام ہے۔ ان امرد لڑکوں اور جوانوں کو عورتیں دیکھتی ہیں جس میں بڑی خرابیاں ہیں۔ اگر بالفرض میلاد میں گانا بجانا نہ ہو اور میلاد کی نیت سے صرف کھانے بنا کر لوگوں کی دعوتیں کی جائیں اور دوسری مذکورہ خرافات سے میلاد محفوظ بھی رہے تو رسم میلاد فی نفسہٖ بدعت ہے۔ کیونکہ یہ دین میں اپنی طرف سے ایجاد کردہ اضافہ ہے۔

یہ رسم ہمارے اسلاف میں نہ تھی، حالانکہ اسلاف کی پیروی زیادہ بہتر ہے بلکہ اسلاف کے طور وطریق کے خلاف غلط کام اختیار کرنے کے بجائے طریق سلف کی پیروی واجب ہے"۔

ہم کہتے ہیں کہ کاش یہ رسم میلاد و نظر بازی، فخر و مباہات، ریا کاری اور تکلف سے پاک ہوتی، تو زیادہ موجب خرابی نہ ہوتی۔ اگر قرائن احوال سے یہ معلوم ہو جائے کہ مذکورہ بالا باتوں کے باعث میلاد کی رسم کی جارہی ہے تو اس سلسلے میں دعوت کا کھانا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر و مباہات اور ایک دوسرے سے بڑھ جانے کے جذبہ کے تحت کھلانے والوں کی دعوت کھانے سے منع کیا ہے۔

اس موقع پر دعوت کرنے کا ایک مقصد یہ ہوا کرتا ہے کہ بڑے لوگوں سے جان پہچان کی جائے، مثلاً قاضیوں ججوں، امراء اور مشائخ وغیرہ۔

کبھی کبھی میلاد کرنے سے بعض مشائخ کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انہیں لوگوں کی جانب سے دیے جانے والے ہدایا و تحائف، نذرانوں اور مالی معاونت کے ذریعہ فراخی و خوشحالی حاصل ہو سکے گی۔ یا یہ کہ کسی پیر و فقیر کے مریدین و متبعین سے دید و شنید ہو سکے گی۔

بعض لوگ شر پسند ہوتے ہیں، ان کی زبان درازی سے لوگ بچتے پھرتے ہیں۔ ایسے لوگ اس غرض سے میلاد کرتے ہیں کہ کمزور دل والے لوگ اس کی طرف میلان رکھنے لگیں اور جو لوگ اس سے خوف زدہ رہتے ہیں چاہے اس کی مذمت کے ڈر سے یا زبان درازی کے ڈر سے یا اذیت رسانی کے سبب وہ اس کی طرف رجحان و توجہ رکھنے لگیں۔

اس کے علاوہ میلاد کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مقاصدِ فاسدہ مختلف ہیں۔

آدمی ظاہر یہ کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم تکریم، آپ ﷺ کی ولادت پر اظہار فرحت ومسرت اور غریبوں کو صدقہ وخیرات کی غرض سے میلاد کر رہا ہے حالانکہ اس کا اصل مقصد اس کے خلاف ہوتا ہے۔

یہ طرزِ عمل منافقت ہے، اگرچہ کوئی کام فی نفسہٖ اچھا اور نیکی کا ہو مگر اس کا ظاہری مقصد کچھ اور ہو تو اس کا کرنے والا ثواب کے بجائے گنہگار ہوگا اور اس میں شریک ہونے والا بھی مجرم ہوگا اور اس پر نکیر وتردید نہ کرنے والا بھی خطا کار ہوگا۔۔۔ اللہ تعالیٰ حق بات کہتا اور سیدھا راستا دکھاتا ہے۔

(تنبیہ الغافلین)

نصاریٰ کے تہواروں میں مسلمانوں کی موافقت اوران کو تحائف دینے کی بدعات

اس بات کو جان لیجئے کہ یہ عیسائیوں کے تہواروں میں مسلمانوں کی موافقت کرنا بہت قبیح اور شنیع بدعت ہے، یعنی کہ ان کے تہواروں میں ان کے افعال اور کھانوں میں مشابہت اختیار کی جائے، انہیں تحائف دیے جائیں، اپنے تہواروں کی مناسبت نسبت سے نصاریٰ مسلمانوں کو جو تحفے کھانے پینے وغیرہ کی شکل میں دیں انہیں قبول کرلیا جائے۔

باشندگان مصر اس بدعت کا اہتمام وارتکاب کرتے رہتے ہیں ایسا کرنے سے دین اسلام میں جو کمزوری اور نصاریٰ کے اجتماع میں کثرت نیز ان کے طور وطریق کے جو مشابہت پائی جاتی ہے وہ مخفی نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ـ وَفِي حديث اٰخر مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ـ»[1]

''جو شخص کسی قوم کے جم گھٹے اور تعداد میں اضافہ کا باعث بنے وہ اسی قوم کا ایک فرد ہے اور دوسری حدیث میں ہے جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے تو وہ بھی اسی میں سے ہے۔''

[1] كنز العمال ج٩/ص٢٢ كتاب الصبحة حديث نمبر (٢٤٧٣٥) .كشف الخفاء ج٢/ص٣٧٨/ حديث نمبر (٢٥٨٨) .سنن ابى داود ج٤/ص٣١٤ كتاب اللباس باب فى لبس الشهرة حديث نمبر (٤٠٣١) .مسند احمد ج٢/٥٠: (مسند عبدالله بن عمرؓ)

تہواروں کے مواقع پر نصاریٰ اور مسلمانوں کا باہم ہدایا وتحائف لینا دینا (ان سب کا مقصد) آپس میں الفت، محبت ومودت پیدا کرنا ہوتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ. [المجادلة، آية: ۲۲]	جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو تم اللہ و رسول سے دشمنی رکھنے والی قوم سے دوستی رکھتے نہیں پاؤ گے، خواہ وہ ان کے باپ، دادا، بیٹے، بھائی اور اہل خاندان ہوں۔

علاوہ ازیں نصاریٰ کی عیدوں میں موافقت ومشابہت سے ان کے تہواروں کی تعظیم اور ان کے دین پر رشک اور ان کی بنائی ہوئی رسموں اور دینی چیزوں کی پسندیدگی سے شدید وہم ہوتا ہے۔ حالانکہ شریعت نے ان کے تہواروں کے اظہار سے روکا اور انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا ہے۔

علما نے غیر مسلموں کے میلوں تہواروں کے اظہار پر نکیر کرنے پر ابھارا ہے لیکن مسلمان نہ صرف یہ کہ ان پر نکیر کرنے سے خاموشی اور ان کے ساتھ مداہنت ونرمی پر اکتفا کرتے ہیں بلکہ ان کے تحائف تک قبول کرتے ہیں حتیٰ کہ انہیں خود ایسی چیزوں کا ہدیہ دیتے ہیں جن کو وہ لوگ ان تہواروں کے مواقع پر استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ بلکہ مداہنت اور نرم روی میں اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ ان کے افعال اور کھانوں میں بھی خود مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان کی مشابہت اختیار کرنے میں حد انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام ابن الحاج نے کہا:

> ”امام ابن القاسم مسلمان کے لئے نصرانی کی عید میں نصرانی کو ہدیہ دینا مکروہ قرار دیتے ہیں اور اسے نصاریٰ کی عید کی تعظیم اور معاملۂ کفر میں معاونت ومدد شمار کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ مسلمانوں کو عیسائیوں کے ہاتھ ان کی عید سے متعلق کوئی چیز نہیں فروخت کرنی چاہیے، نہ گوشت، نہ سالن، نہ کپڑے، نہ انہیں جانور بطور عاریت دینا چاہیے اور ان کی عید سے متعلق کوئی چیز نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے ان کے مشرکانہ کام کی تعظیم ہوتی ہے اور ان کے کفر کو ہلکا سمجھا جانے لگتا ہے۔ حکام کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو اس سے روکیں، امام مالکؒ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس معاملہ میں علما کے درمیان کوئی اختلاف ہے“۔ (تنبیہ الغافلین)

عورتوں کی ایجاد کردہ بدعات

عورتوں نے بڑی کثرت سے بے شمار اور بے حد وحساب بدعتیں ایجاد کر رکھی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی عورت رمضان میں حیض سے ہوتی ہے تو وہ روزے نہیں توڑتی حالانکہ یہ چیز حرام ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ چاہے وہ اس کی قضا رکھے یا نہ رکھے۔ بعض عورتیں حیض کے تین دن روزے چھوڑ دیتی ہیں اس سے زیادہ والے ایام حیض کو روزہ رکھ کر گزارتی ہیں۔ یہ بھی حرام ہے اسے اس وقت تک روزہ نہیں رکھنا چاہیے جب تک کہ خون بند ہو کر سفیدی ظاہر نہ ہو جائے۔ بعض عورتیں یہ خیال خام رکھتی ہیں کہ ایام حیض کے صرف تین ابتدائی دنوں میں شوہر کے ساتھ وطی ممنوع ہے۔

حالانکہ مسئلہ ایسا نہیں ہے جب تک حیض ختم ہو کر خالص سفیدی ظاہر نہ ہو اس وقت تک وطی حرام ہے اور امام شافعیؒ اور ان کی موافقت رکھنے والے علما کے نزدیک حیض کے بعد غسل سے پہلے بھی وطی جائز نہیں بلکہ غسل کے بعد ہی جائز ہے۔

عورتوں کی بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ بہت سی عورتیں جماع و وطی کے بعد غسل میں تاخیر کرتی ہیں۔ اسی طرح اگر رات میں حیض منقطع ہوا تو طلوع آفتاب کے وقت تک غسل نہیں کرتیں پھر غسل کر کے نماز فجر کی قضا کرتی ہیں حالانکہ یہ بات بالا جماع حرام ہے۔

حیض سے رات میں فارغ ہونے والی عورت پر طلوع آفتاب سے پہلے غسل کر کے وقت پر نماز فجر پڑھنی واجب ہے نماز کو وقت سے قصداً مؤخر کرنا علما کے اجماع کے مطابق ناجائز ہے۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ ایسا کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اگر شوہر کو بیوی کی یہ حرکت معلوم ہو اور وہ اس پر نکیر کرنے سے خاموش رہے تو وہ بھی بیوی کے اس گناہ میں برابر کا شریک ہے۔ اگر عورت اس بات کے حرام ہونے کا علم رکھتی ہے تو اس کے کرنے کے سبب گنہگار ہوگی۔ اور اگر وہ اس مسئلہ سے ناواقف ہے تو اس کی جہالت کا گناہ اور جہالت کے سبب اس کام کا گناہ شوہر پر ہوگا۔ واللہ اعلم۔

عورتوں کی بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ اگر اس کے گھر کا کوئی آدمی سفر پر جاتا ہے تو دو تین دن تک گھر میں جھاڑو نہیں دیتی نہ گھر کی صفائی ستھرائی کرتی ہے۔ کیونکہ وہ ایسا کرنے کو نحوست وبدفالی تصور کرتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ اگر سفر پر آدمی کے جانے کے فوراً بعد یا دو تین دنوں کے اندر

جھاڑو دی گئی تو سفر پر جانے والے کا نام مٹ جائے گا یعنی وہ مر جائے گا اور واپس نہیں آئے گا۔ یہ عقیدہ فاسد ہے اور یہ دین میں ایجاد بدعت ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنے گھر اور متعلقین یا غیر متعلقین میں اس طرح کی بات دیکھے اسے کام سے منع کرنا چاہیے اور بتانا چاہیے کہ دین میں یہ کام بدعت ہے۔ اور یہ وہ بدفالی ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ راہ مستقیم تو رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ہے۔

عورتوں کی بدعات میں سے ایک چیز یہ ہے کہ بعض عورتیں مغرب کے بعد اپنے گھر سے باہر مستعمل ہونے والی عام کام کی چیزیں مثلاً آگ، ہانڈی، چھلنی، چٹائی وغیرہ نہیں نکالتیں اور یہ اعتقاد رکھتی ہیں کہ اگر ایسا کیا گیا تو اس کا شوہر مر کر یا کسی اور وجہ سے گھر سے نکالا جائے گا۔

یہ فاسد عقیدہ اور حرام و شنیع بدعت نیز شیطان کی مکاری و چال بازی والا کام ہے جس میں شیطان ابلیس نے عورتوں کو پھنسا رکھا ہے۔ کیونکہ عام کار آمد چیزوں کو لے جانے سے روکنا ناجائز ہے اور ایسے وقت میں یعنی بعد مغرب کوئی آدمی بلا شدید ضرورت کے اس طرح کی چیزوں کو کسی سے عاریت کے طور پر مانگ کر نہیں لانا چاہتا۔

یہی وجہ ہے کہ شیطان ابلیس نے عورتوں کے لئے یہ بات مزین و آراستہ کر دی کہ شدت حاجت کے وقت وہ عام کام کی چیزیں پڑوسیوں اور متعلقین کو نہ دیں کہ انہیں گناہ میں مبتلا کر کے ثواب سے محروم کر دے۔ (تنبیہ الغافلین)

فصل

حجاج کی بعض منکرات کا بیان

حجاج کی اہم ترین غلطیوں میں سے نماز کا ضائع کرنا اور تاخیر سے پڑھنا ہے۔ [1]

① بعض جاہل حاجی حجر اسود کے پاس آ کر اسے چومتے یا چھوتے ہیں پھر طواف شروع کرتے ہیں یا یہ کام وہ طواف کے آخر میں کر کے واپس جاتے ہیں۔ یہ طواف صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ طواف کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ طواف کرنے والا اپنے پورے بدن کو حجر اسود کے محاذات (برابری) میں رکھے پھر طواف کرے۔

قاضی ابو الطیب نے طواف کو تکبیر تحریمہ کے مشابہ قرار دیا ہے مگر جو آدمی حجر اسود کی طرف رخ کرتا ہے اس کا کام صحیح نہیں، لہٰذا اس کا پہلا چکر صحیح شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس صورت میں اس کا طواف صرف چھ چکر ہوا یعنی کہ ایک چکر نصاب طواف سے کم رہ گیا۔ (نامکمل طواف)

اگر حاجی کا یہ طواف قدوم (حاجی کا سب سے پہلا طواف) تھا تو اس پر دم لازم ہوگا، یعنی بطور کفارہ قربانی کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر یہ طواف طواف افاضہ (قربانی والا طواف) تھا تو حج ہی باطل ہو جائے گا۔ لہٰذا جو آدمی کسی کو ایسا کرتے دیکھے اس پر واجب ہے کہ اس کو مسئلہ بتا دے اور اسے یہ حکم دے کہ حجر اسود سے ذرا سا رکن یمانی کی طرف ہٹ کر کھڑا ہو کر پھر بیت اللہ کو بائیں جانب رکھتے ہوئے طواف شروع کرے اور آخری چکر میں دروازہ کعبہ کی طرف ذرا آگے بڑھے پھر باہر آ جائے۔

② بہت سے لوگ بوقت طواف ''شاذ رواں'' کے بالمقابل جب پہنچتے ہیں تو اپنے ہاتھ سے دیوار کو چھوتے ہیں۔ ایسے آدمیوں کا طواف صحیح نہیں ہوتا۔ اور یہ حرکت اگر طواف افاضہ میں سرزد ہو تو حج فاسد ہو جائے گا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

یہ چیز دیکھنے میں معمولی ہے مگر بہت خطرناک ہے۔ اس لئے اس سے باخبر اور آگاہ رہنا

---

[1] مترجم کی نظر میں اس عنوان کے تحت مصنف کی تحریر کردہ بعض باتیں بحث ونظر سے خالی نہیں۔ مگر تفصیل وتحقیق کا یہ موقع نہیں طواف کرتے وقت یا اس سے پہلے یا مطلقا حجر اسود کو بوسہ دینا یا ہاتھ سے چھونا حدیث سے ثابت ہے۔

ضروری ہے۔ یہی حکم ومسئلہ ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو ''شاذ رواں'' پر چلتے ہیں۔ یا اس پر کھڑے ہو جاتے یا اس پر اپنے پاؤں رکھ دیتے ہیں۔

بہت سے لوگ بوقت طواف ''شاذ رواں'' پر کھڑے ہو جاتے ہیں یا اپنے چہرے و پیشانی دیوار کعبہ پر رکھ دیتے ہیں۔ آدمی کو ایسی حرکت سے پوری طرح بچنا اور پرہیز کرنا چاہیے تاکہ اس کا حج فاسد نہ ہو جائے، یا کسی ممنوع وخطرناک بات میں گرفتار نہ ہو جائے۔

اگر کوئی آدمی اس طرح کا کام کسی کو کرتے ہوئے دیکھ لے تو اسے باخبر اور آگاہ کر دے اور اس سے کہے کہ احتیاط کے طور پر اپنے طواف سے وہ دو، ایک قدم پیچھے جا کر طواف کرے تاکہ اس کا طواف صحیح ہو سکے۔

③ حجاج کی قابل نکیر باتوں میں سے یہ بھی ہے کہ بعض حاجی حجر اسود کو چومتے یا اپنے ہاتھ سے چھوتے ہیں، حالانکہ یہ حرام ہے۔ اور حجر اسود میں خوشبو، مشک اور اس طرح کی چیزیں لگی ہوتی ہیں محرم کو خوشبو کا استعمال جائز نہیں مگر اسے بوسہ دینے یا چھونے سے غیر شعوری طور پر خوشبو لگ جائے گی اور کفارہ میں دم دینا یعنی کوئی جانور قربانی کرنا لازم ہوگا۔

میرے خیال سے اس مسئلہ میں اختلاف بھی نہیں مگر اس فعل سے لوگ کم ہی بچتے ہیں۔ لہٰذا جس کو یہ معلوم ہو اسے اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی وشفقت کے پیش نظر بتا دینا چاہیے۔

بعض جاہل اور دیہاتی لوگ ''حجر'' یعنی حطیم کے اندر سے طواف کرتے ہیں اس طرح کا طواف صحیح نہیں ہوتا اور اگر یہ کام طواف افاضہ میں سرزد ہو اور اس کی تلافی نہ کر دی جائے تو حج باطل ہو جائے گا اور یہ کام اگر طواف قدوم (پہلی بار مکہ پہنچ کر جو طواف کیا جائے) میں یا طواف الوداع (آخری طواف) میں سرزد ہو تو بقول صحیح دم لازم آئے گا۔

④ بعض حجاج نویں ذی الحجہ کی رات منیٰ میں نہیں گزارتے حالانکہ یہ سنت ہے اور منیٰ میں نویں ذی الحجہ کی رات گزارے بغیر یہ لوگ رات ہی کو میدان عرفات کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ وہاں چراغاں کرتے اور فانوس روشن کرتے اور فخر ومباہات سے کام لیتے ہیں۔ یہ ساری باتیں دین میں نئی ایجاد کردہ بدعات ہیں جس کو قدرت ہو اس پر ان کاموں سے روکنا اور ڈانٹنا ضروری ہے۔

⑤ بہت سے حجاج مزدلفہ میں قیام نہیں کرتے اگر تھوڑی دیر قیام کر بھی لیتے ہیں تو دسویں ذی الحجہ کی رات وہیں نہیں گزارتے یہ طرز عمل بھی بدعت ہے۔

امیر پر نیز جس کو قدرت ہو اس پر اس بات سے لوگوں کو روکنا واجب ہے کیونکہ جو شخص دسویں ذی الحجہ کی رات مزدلفہ میں نہ گزارے اس پر ''قول اظہر'' کے مطابق کفارہ دم (جانور کی قربانی) لازم ہے۔

امام ابن خزیمہ اور علما کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مزدلفہ میں دسویں ذی الحجہ کا قیام ارکان حج میں سے ہے۔ اس صورت میں اس کے ترک سے حج فاسد ہو جائے گا اور کفارہ دم یا کسی بھی کفارہ سے اس غلطی کا تدارک نہ ہو سکے گا۔

مزدلفہ میں رات کے نصف آخر تک ٹھہرنا شرط ہے، اگر اس سے پہلے وہاں سے روانہ ہو گیا تو کفارۂ دم اس کی ساقط نہ ہو گا بلکہ لازم ہو گا، البتہ رات کے نصف آخر سے پہلے مزدلفہ سے چلا جانے والا اگر طلوع فجر سے پہلے وہاں واپس آ جائے تو دم ساقط ہو جائے گا یعنی کفارۂ دم لازم نہ ہو گا۔

بعض حجاج یوم النحر (قربانی کے روز) کو مکہ مکرمہ واپس آ کر طواف افاضہ کر ڈالتے ہیں اور رات بھر وہیں مکہ مکرمہ میں مشغول رہتے اور شب باشی کرتے ہیں۔

حالانکہ ایام منیٰ میں مکہ مکرمہ میں رات گزارنا بدعت ہے اور جو شخص رات کو مکہ مکرمہ میں رہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کے نزدیک دم لازم ہے اور امام شافعیؒ کے اظہر قول کے مطابق صرف ایک رات مکہ مکرمہ میں گزارنے سے دم لازم نہ آئے گا۔

مگر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیادہ اظہر یہ ہے کہ منیٰ میں رات نہ گزارنے پر دم واجب ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کا یہی مذہب ہے۔

بعض لوگ ایام منیٰ کے چوتھے روز زوال سے پہلے کوچ کر دیتے ہیں ایسا کرنے سے امام مالکؒ و شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کفارۂ دم واجب ہوتا ہے کیونکہ اس نے کنکری نہیں ماری اگر زوال سے پہلے کنکری مار کر روانہ ہو تو اس کنکری مارنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ ایسا ہی ہوا جیسے قبل از وقت نماز پڑھ لے لہٰذا اس کا کرنا نہ کرنے کے ہم معنی ہے۔

اگر حاجی کو معلوم ہو کہ حالات کے مطابق اس کا زوال سے پہلے روانہ ہونا ضروری ہے تو اسے چاہیے کہ ایام منیٰ کے تیسرے دن زوال کے بعد کنکری مار کر روانہ ہو جائے۔

تیسرے دن زوال کے بعد منیٰ میں غروب آفتاب تک نہ ٹھہرے کیونکہ اگر غروب آفتاب تک ٹھہر گیا تو وہاں رات بھر رہ کر چوتھے روز زوال کے بعد رمی جمار کر کے (کنکری مار کر) جا سکے گا۔

الحاصل حج کے موقع پر قابل نکیر اور غلط چیزیں نیز اس سلسلے کی بدعات بہت ہیں، جن کا احاطہ

ممکن نہیں ہم نے صرف تھوڑا سا یہاں ذکر کر دیا ہے۔ اکثر باتوں کا تعلق فقہ سے ہے، کیونکہ یہ بکثرت واقع ہوتی ہیں اور بڑی خطرناک ہیں۔

جو لوگ اس قسم کی زیادہ باتوں پر واقفیت چاہتے ہیں وہ انہیں پر دوسری باتوں کا قیاس کریں اور ان سے باخبر و آگاہ رہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔ (تنبیہ الغافلین)

مملکت عمان کے ایک باطنی باشندے کے سوالات اور ان کے جوابات

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں، ہمارے سید و سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو۔۔۔۔اس حمد و صلوۃ کے بعد عرض یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات میں سے بہت سارے سوالات کے جوابات صفحات گزشتہ میں گزر چکے ہیں اگر چہ سوالات میں بعض چیزیں کم اور بعض زیادہ ہیں۔ لیکن ان سوالات کے مختصر جوابات لکھنے میں کوئی خرابی نہیں کیونکہ اختصار کے بعد تفصیل کے بعد اجمال کے ساتھ ایک ہی چیز کو مختلف اوقات میں بیان کرنا عربی زبان کے اسلوب میں سے ہے۔ اس تمہید کے بعد سوال و جواب ملاحظہ ہوں۔

مندرجہ ذیل سوالات کے بارے میں عالی حضرت کا کیا ارشاد و فرمان ہے؟

سوال نمبر ①:

کچھ لوگ جمع ہوتے ہیں اور مجالس ''الزار'' منعقد کرتے ہیں اور اس مقصد کے تحت ذبیحے کرتے اور دعوتیں کرتے اور حلوے وغیرہ خریدتے ہیں اس سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب نمبر ①:

''الزار'' کی مجلسیں بدترین، قبیح ترین، اور ذلیل ترین وسائل شرکیہ میں سے ہیں۔ کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ فلاں مریض پر کسی جن کا اثر ہے لہٰذا زار کی مجلس منعقد کرنی ضروری ہے چنانچہ لوگ ''الزار'' کے مجاور کے پاس اکٹھے ہوتے ہیں اور یہ کام مریض سے کافی پیسے وصول کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ اس وقت طبلے بجتے ہیں، مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے اور رقص ہوتا ہے۔ اس وقت ان کے خیال کے مطابق وہ جن کسی مرد یا عورت پر نازل ہوتا ہے جس کو لوگ ''زار'' کہتے ہیں اور

وہ یہ کہتا ہے کہ اس مریض پر فلاں مرد یا عورت کا جن فلاں سبب آیا ہے۔ چنانچہ وہ مریض اور اس کے گھر والوں سے مختلف مطالبات کرتا ہے۔ مثلاً یہ کہ زار کے لئے فلاں جانور ذبح کرو۔

فلاں فلاں قسم کے کھانے چڑھاؤ، سونے کی انگشتری اور فلاں فلاں چیز نذر کرو۔ یہ ایک تماشا اور مکاری کے علاوہ کچھ نہیں اس کا مقصد مریض سے روپے وصول کرنا ہوتا ہے۔ اس کام کے اکثر کرنے والے تم کو عوام اور غلام ملیں گے۔

یہ لوگ بے وقوفوں اور جاہلوں کی عقلوں کے ساتھ کھیل تماشے کرتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ ایسے مرض کے علاج پر قادر ہیں جن کی تشخیص تک بعض اطبا نہیں کر سکتے اور یہ کہ اطبا کا علاج کارگر بھی نہیں ہوسکتا۔

وہ لوگ یہ ملمع سازی کرتے ہیں کہ وہ کچھ دوائیں تیار کرتے ہیں جو مریض کو پلائی جاتی ہیں۔ یہ چیز مذکورہ بالا شرم ناک اور رسوا کن چیزوں سے زائد ہوتی ہے۔ کبھی یہ لوگ مریض کو اس خیال سے مارتے بھی ہیں کہ وہ جن کو مار رہے ہیں۔ یہ مشرکانہ قبیح بدعت بہت سے ممالک اور شہروں میں رائج ہے۔ بعض جاہل اس کی ترویج کرتے ہیں حتیٰ کہ اس کی ترویج بعض ایسے لوگ بھی کرتے ہیں جو سادات اور اولاد رسول (ﷺ) سے ہونے کے دعوے دار ہوتے ہیں۔

شیخ بیجانی نے اپنی کتاب ''استاذ المراۃ'' میں متعدد حرام مجلسوں کا بیان کرنے کے بعد کہا:

ان حرام مجلسوں میں سب سے زیادہ گناہ اور خباثت پر مشتمل مجلس مجلس الزار ہے۔ یہ اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کے نزدیک عظیم ترین غضب کا باعث ہے۔

''الزار ایک خبیث اعصابی مرض ہے جو عورتوں اور مردوں کو لاحق ہوتا ہے اور غم و رنج، گھروں میں خانہ نشینی اور ترک ورزش سے بڑھتا ہے اور اس کی حدت و شدت، فرحت و مسرت اور اچھی آب و ہوا والے مقامات میں ریاضت اور کسرت کرنے سے کم ہوتا ہے. بہت سے اطبا اس مرض کے علاج کے اسپشلسٹ ہوتے ہیں۔

اس بیماری کے علاج کے لئے اطبا کے پاس مختلف طریقے ہیں۔ جو مفید و مؤثر ہیں۔ البتہ بعض اوقات مرض شدید یا مزمن ہوتا ہے یا اس کے ساتھ دوسرے عوارض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے شفا و صحت میں تاخیر ہوتی ہے۔

اس وقت تک مریض اس وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اسے جنات اذیت پہنچا رہے ہیں اور

اس پر شیاطین مسلط ہو گئے ہیں۔ اسی وجہ سے اس پر یہ شدت الم نازل ہے۔ اس کا علاج اور اس سے شفا اس معاملہ میں خصوصی مہارت رکھنے والوں ہی کے پاس ہوتی ہے۔

زار کے طریق پر اس کا علاج کرنے والے کچھ ملعون قسم کے مرد و عورت ہیں۔ اس طریق پر علاج کرنے والے پیروں فقیروں کے یہاں علاج کے بہت سے مختلف طریقے رائج ہیں۔ زار اور اس کے مضر اثرات سے مصر، شام اور عدن میں فقہا، اطبا اور عام دانش مند لوگ پریشان ہو کر چیخ پڑے۔ ان ممالک میں قانون بنا دیا گیا ہے کہ جو آدمی مجلس زار منعقد کرے اسے ایک ماہ قید یا پچاس روپے کے لگ بھگ جرمانہ کی سزا دی جائے۔ ان ممالک اور ان کے ارد گرد والے مقامات پر زار کا معاملہ بڑی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اس کے پیچھے بہت سارے اموال اور عقول ضائع ہو رہی ہیں۔ شیاطین انس و جن اپنے گروہ کے لوگوں پر غالب ہیں۔ جو لوگ ان پر نکیر و تنقید کریں ان کے خلاف زبردست ہنگامے ہوتے ہیں اور الزار کے گھروں میں جو غلط اور برے کام، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک، اللہ تعالیٰ کے اوامر کی مخالفت اور منہیات کا ارتکاب شیاطین کی اطاعت میں ہوتا ہے وہ مخفی نہیں۔ خون بھی پیا جاتا ہے، انہیں نذرانے پیش کئے جاتے ہیں، بے پردگی و بے حجابی ہوتی ہے اس کے علاوہ بہت ساری غلط باتیں ہوتی ہیں۔''

سوال نمبر ۲

ان لوگوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنے مُردہ آباء واجداد، ماؤں اور بھائیوں کی قبروں کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور ان کی قبروں پر قرآن خوانی کرتے ہیں؟ خصوصاً یہ کام ۹ ذی الحجہ کو کیا کرتے ہیں؟

جواب ۲:

یہ سوال دو مسائل پر مشتمل ہے۔

❶ مُردوں کی قبروں پر قرآن خوانی۔

❷ اپنے ماں، باپ، بھائی وغیرہ کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کر کے دوسرے مقامات پر جانا اور وہاں قرآن خوانی کرنا۔

اس قسم کے سوالات کے دونوں پہلوؤں پر جواب گزشتہ صفحات میں آ چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

مُردوں کی قبروں پر قرآن خوانی بدعت ہے۔ قرآن وسنت، صحابہ اجماع میں سے کسی سے بھی اس کی کوئی اصل نہیں، ہاں بعض متاخر شافعیہ نے اسے جائز کہا ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ یہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے اور مُردوں کے لئے قرآن خوانی چاہے اپنے اقرباء کے لئے ہو یا غیروں کے لئے اور قبروں پر ہو یا دوسرے مقامات پر ممنوع ہے اگرچہ قرآن خوانی کا ثواب ایک عبادت کا کام ہے اور عبادت کا عبادت ہونا صرف شریعت کے بتلانے سے معلوم ہوسکتا ہے اور کوئی بھی دلیل اس کے عبادت ہونے پر شریعت میں نہیں وارد ہوئی ہے۔

اپنے اقربا یا غیروں کی قبور کی زیارت کے لئے اہتمام سفر کے مسئلہ پر مفصل جواب گزر چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

زیارت قبور بذات خود سنت ہے لیکن صرف ان ہی قبروں کی زیارت مسنون ہے جو آدمی کے مقام سکونت میں موجود ہوں۔ دوسرے مقامات پر قبروں کی زیارت کے لئے اہتمام بدعت ہے جن لوگوں نے اسے جائز کہا ہے ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ یہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تُشَدُّ الرِّحَالَ إِلَّا لِثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ ،الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِيْ ومسجد الرسول هٰذَا، وَالْمَسْجِدِ الاقْصٰی۔» ❶

”تین مسجدوں کے علاوہ دوسری جگہوں کے لئے سفر نہ کیا جائے۔ یعنی خانہ کعبہ، مسجد نبوی اور بیت المقدس۔“

سوال نمبر ③

ان لوگوں کی بابت آپ کا کیا ارشاد ہے کہ کسی آدمی کی بیوی کو شادی کے بعد سال بھر میں اگر بچہ نہ پیدا ہو تو شوہر اپنی بیوی کو اولیا کی قبروں کے پاس اپنے ساتھ لے جاتا ہے (ان کے اپنے خیال میں یہ قبریں اولیا کی ہوتی ہیں۔ حقیقت حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کس طرح کے لوگوں کی قبریں ہیں) قبروں پر جانے والے یہ لوگ اپنے ساتھ بہت ساری روٹیاں اور حلوے بھی لے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ متعدد دوسرے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں۔ ان میں مزاروں کے رضا کار و مجاور بھی

---

❶ صحیح البخاری ص۲۳۳ كتاب فضل الصلاة فی مسجد مكة ومدينة باب ــــ حديث نمبر (۱۱۸۹)

ہوتے ہیں یہ رضا کار و مجاور عورت کو پکڑ کر اس کی گردن میں رسی یا کپڑے کا ٹکڑا پہناتے ہیں اور اس عورت کو قبر کا طواف کراتے اور چکر لگواتے ہیں اور اس قبر کے وسیلہ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس خاتون کو حمل رہ جائے۔ پھر اس خاتون کو قبر سے ایک لپ (مٹھی) مٹی دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اس مٹی کو پانی میں ملا کر روزانہ صبح کو پیا کرے۔

جب اس کارستانی کو سال بھر گزر جاتا ہے لیکن عورت کو حمل نہیں ٹھہرتا تو اس کا شوہر اسے شیعوں کی محفل ماتم میں لے جاتا ہے اور اسے دیوار سے باندھ دیتا ہے اور حضرت علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کے وسیلہ سے درخواست حمل کرتا ہے۔ اگر اس تدبیر کے بعد عورت حاملہ ہو جائے اور اسے بچہ پیدا ہو جائے تو ضروری ہے کہ سال بہ سال سات سالوں تک مسلسل بچہ کو دیوار مذکور کے پاس لے جا کر باندھا جائے اور ہر سال بیس ریال نذرانے کے پیش کرے۔

اس مسئلہ کے بارے علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

جواب نمبر ③:

اس سوال میں جو باتیں مذکور ہیں سب بدعات وضلالات بلکہ حماقت، بے عقلی و بے تمیزی کی چیزیں ہیں۔ کیونکہ اس سوال میں جو باتیں مذکور ہیں انہیں کوئی بھی عقل مند آدمی نہیں کر سکتا اور ایمان واسلام کے مدعی کا ایسا کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ ایسا کرنے والوں کے پاس اگر ذرہ برابر عقل و ایمان ہوتا تو انہیں یہ معلوم ہوتا کہ قبروں کے اندر سب گل سڑ جانے والی ہڈیاں ہیں۔

کوئی مخلوقات میں سے اپنے نفع یا ضرر کی طاقت نہیں رکھتا۔ خصوصاً ایسے امور جن کی استطاعت زندہ مخلوق بھی نہیں رکھتی مثلاً جس کو حمل نہیں ٹھہرتا اسے بچہ دینا اور وہ بھی اس طریقہ سے کہ عورت کی گردن میں رسی باندھی جائے اور اسے قبروں کا رضا کار و مجاور خانہ کعبہ کی طرح قبروں کا طواف کرائے، حالانکہ خانہ کعبہ کے علاوہ دوسری چیزوں کا طواف شرک اکبر ہے۔ اگر سوال میں ذکر کردہ بات صحیح ہے کہ یہ مجاور ورضا کار عورتوں کے ساتھ ایسی حرکت کرتا ہے تو اسے امام بنانا صحیح نہیں، کیونکہ وہ گدھے سے بھی زیادہ جاہل ہے۔

اس پر اور ایسی عورتوں پر ضروری ہے کہ توبہ کریں اور ہر اس شخص پر توبہ لازم ہے جو اس شنیع وقبیح کام میں ان کا ساتھ دے۔ ایسے لوگوں کو اس بدعت اور قبیح شرک سے تائب ہو کر اللہ کی پناہ میں آنا

چاہیے۔ عورت کو ماتم حسین میں لاکر کسی دیوار کے ساتھ باندھ دینا جیسا کہ اس سوال میں مذکور ہے ایسی جہالتوں میں سے ہے جن کے ذکر تک سے عقل مند آدمی کو شرم آتی ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اسلام اور مسلمان اس کھلی ہوئی جہالت کے ہاتھوں کس قدر برباد ہو رہے ہیں، ایسے علما صالحین نہیں جو اس طرح کے جاہلوں کو توحید خالص اور دین کے جوہر شریعت کی طرف رہبری و رہنمائی کریں اور انہیں یہ بتائیں کہ کس طرح کے عقائد رکھنے چاہئیں اور کن سے بچنا چاہیے اور کن چیزوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا واجب یا مسنون ہے۔

سوال نمبر ④:

کچھ لوگوں کا حال یہ ہے کہ سمندر کی لہریں اگر کوئی درخت یا بڑی سی لکڑی ساحل پر پھینک دیں تو اس کو لا کر ایک صاف ستھرے مقام پر ڈال دیتے ہیں اور اس کے اوپر جھنڈے نصب کر دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ لکڑی یا پیڑ اولیاء اللہ میں سے ہے چنانچہ سب لوگ اس پر نذرانے پیش کرتے ہیں اور اسے وسیلہ بنا کر دعائیں کرتے ہیں۔

اس صورت عمل کے بارے میں علما کیا فرماتے ہیں؟

جواب نمبر ④ :

اس سوال میں مذکورہ عمل بذات خود یہ اعلان کر رہا ہے کہ اس کا کرنے والا تاریک اور دیوانگی والی جہالت میں مبتلا ہے حتیٰ کہ بت پرست برہمن اور بدھ مذہب کے پیرو بھی اس گری پڑی لکڑی یا درخت کی تعظیم و پرستش نہیں کرتے جس کو سمندر کی موجوں نے باہر پھینک دیا ہو بلکہ یہ لوگ صرف ان کی تعظیم و پرستش کرتے ہیں جو ان کے خیال میں صالح ہوتے ہیں، جن کے بہترین کارنامے یادگار کے طور پر موجود ہوتے اور اپنے ماحول و معاشرہ میں جن کی اچھی دعوت و تحریک ہوتی ہے۔ مثلاً مہاتما بدھ اور ان جیسے لوگ۔۔۔۔ سوال میں جو یہ مذکور ہے کہ لوگ اس لکڑی کے لئے نذر و نیاز کرتے ہیں جس کو ولی کہتے ہیں تو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے نذر و نیاز شرک اکبر ہے، اور متعدد مرتبہ اس کا جواب گزر چکا ہے۔

سوال نمبر ⑤

غزوہ بدر میں شریک ہونے والے مہاجر و انصار مجاہدین کے ناموں سے توسل جائز ہے یا نہیں؟

جواب نمبر ⑤:

اس سوال میں اہل بدر، انصار ومہاجرین کے اسما کو وسیلہ بنانے سے متعلق مسئلہ پوچھا گیا ہے اور توسل کے مسئلہ سے متعلق مفصل جواب ابتدائے بحث میں گزر چکا ہے اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ توسل کی دو قسمیں ہیں۔

ایک توسل ممنوع ہے دوسرا مشروع اور جائز ومباح ہے۔ اس کی طرف مراجعت کرنے سے مسئلہ کی وضاحت ہو جائے گی۔

سوال نمبر ⑥

کچھ لوگ اپنے حسب خیال اولیا کی ارواح کو حاضر کرنے کے لئے دف بجاتے ہیں اور اس مقصد کے لئے بہت سارے مردوں عورتوں کو بلا کر اکٹھا کرتے ہیں۔ کوئی آدمی اپنی بیوی کو اس جگہ جانے سے منع نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تمام لوگوں کی طرف سے منع کرنے کی صورت میں شدید مخالفت ہوگی۔ نیز لوگوں کا یہ عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ اس عورت کے اوپر اولیاء اللہ میں سے کوئی ولی سایہ انداز ہے۔

اس معاملہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب نمبر ⑥:

اس سوال میں یہ مذکور ہے کہ اولیا کی روحوں کو حاضر کرنے کے لئے لوگ دف بجاتے ہیں تو یہ کام ان جہالتوں میں سے ہے جو لوگوں پر مسلط ہے۔

یہ بات ایسے لوگوں کی کم عقلی، ایمانی کمزوری اور غلبۂ جہالت کی واضح دلیل ہے۔ اس قسم کی باتیں اس لئے رواج پذیر ہو گئی ہیں کہ کوئی واضح طور پر ان کے سامنے مسائل بتانے اور صراط مستقیم کی طرف رہبری کرنے والا نہیں ہے۔

فائدہ: ارواح چاہے صالحین کی ہوں یا بدبختوں کی ان کا ٹھکانا اور جائے قیام اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے۔ کسی کا درجہ چاہے کتنا بڑھ جائے مگر اسے یہ استطاعت وطاقت نہیں کہ وہ مردہ لوگوں کی ارواح میں سے کسی ایک روح کو حاضر کر سکے یہی بات اس ارواح کی حاضری کے متعلق بھی ہے جن

کا رواج یورپی ممالک میں اور بعض مشرقی ممالک میں عام طور پر پایا جاتا ہے۔ یہ باتیں بری بدعات اور پختہ و پکی جہالتوں میں سے ہیں، اس موضوع پر بحث ہو چکی ہے۔

بالفرض اس مسجد میں ولی کی روح حاضر بھی ہو جائے (جو قدرتی اور فطری طور پر ناممکن ہے) تو پھر روح ولی حاضر ہو کر کیا کر سکے گی؟ کتنے نبی قتل کر دیے گئے، کتنے ولی شہید کر دیئے گئے۔ کتنے صالح علما کے خون ناحق بہائے گئے۔ انہیں پھانسی کے تختوں پر چڑھا دیا گیا لیکن وہ اپنے اوپر آنے والے پر ضرر امور کو دفع نہ کر سکے۔ اور نہ اپنے لئے نفع بخش چیزیں حاصل کر سکے پھر بھلا وہ مرنے کے بعد دوسروں کو کیا نفع وضرر کیا پہنچا سکتے ہیں؟ اور جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتا ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ٥ [الاعراف، آیۃ: ۱۸۸]	آپ کہہ دیجئے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے بغیر اپنے لئے کسی نفع وضرر کی ملکیت نہیں رکھتا۔ اور اگر میں غیب کا علم رکھتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی وخرابی نہ لاحق ہوتی۔ میں صرف ایسے لوگوں کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں جو ایمان رکھتے ہوں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے تو دوسرے لوگ بدرجہ اولی کسی کو کوئی نفع وضرر پہنچانے کی کیا طاقت رکھیں گے؟۔

سوال نمبر ⑦:

بعض لوگ قرآن خوانی کے لئے رمضان المبارک کے مہینے میں خصوصاً ستائیسویں رمضان المبارک پر حفاظ قرآن لاتے ہیں اور یہ لوگ جمع ہو کر ختم قرآن کرتے ہیں اور اس کا ثواب کسی مرد یا عورت کی روح کو بھیجتے ہیں۔

اس مسئلہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب نمبر ⑦:

یہ بیان ہو چکا ہے کہ مُردوں کے حق میں قرآن خوانی اور ایصال ثواب اور ختم قرآن پر معاوضہ لینا اور اس کی خرید وفروخت قبیح اور گمراہی کی باتیں ہیں۔ اس طرح کے کام ذرہ برابر بھی عقل رکھنے والے آدمی نہیں کر سکتے اور نہ وہ لوگ ایسا کر سکتے ہیں جنہیں دانش مندی کی معمولی بصیرت بھی حاصل ہو۔

سوال نمبر ⑧

ڈیڑھ سو (یا اس سے کم) آدمیوں کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنے والا بعد میں احتیاطاً چار رکعت ظہر فرض دہراتا ہے۔

اس معاملہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

جواب نمبر ⑧:

اس سوال کا جواب ''بدعات جمعہ'' کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ خواص وعوام مسلمانان کرام کے ہاں یہ بات معلوم ومعروف اور واضح وظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں پر صرف پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ دریں صورت نماز جمعہ کے بعد اگر نماز ظہر بھی پڑھی تو اس دن چھ نمازیں ہو جائیں گی۔

لہٰذا جو آدمی بعد نماز جمعہ ظہر کی نماز واجب سمجھ کر پڑھے اس نے عظمت والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور دین اسلام سے وہ پھر گیا اور جو شخص اس کام کو سنت کہے اس نے بدعت ایجاد کی اور خود گمراہ ہوا اور دوسروں کو گمراہ کرنے کی تدبیر کی۔ اس بدعت کی کوئی دلیل کتاب وسنت یا اجماع میں سے نہیں ہے۔ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ بعض متاخر شوافع نے لکھا کہ اگر حاضرین جمعہ کی تعداد چالیس افراد سے کم ہو تو احتیاطی طور پر ظہر کی نماز بعد نماز جمعہ ادا کر لی جائے حالانکہ یہ بھی باطل خیال ہے۔ کیونکہ نماز جمعہ میں چالیس آدمیوں کی حاضری کا واجب ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں، اس کے ثبوت میں واردشدہ حدیث بہت ضعیف ہے۔

بلوغ المرام میں اسی طرح منقول ہے اس مسئلہ پر میں نے اپنی کتاب ''الجمعة ومكانتها في

الدین'' میں تفصیل وتطویل کے ساتھ بحث کی ہے۔ قارئین کتاب میری اس کتاب کی طرف مراجعت فرمائیں۔

سوال نمبر ⑨

کچھ لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر شکار کرنے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں کوئی مچھلی شکار ہونے کو نہیں لکھی تھی تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں آدمی نے کوئی کرتب اور جادو کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ مزار و خانقاہ کے کسی رضا کار مجاور کے پاس جاتے ہیں جو لوبان اور دھاگا پر منتر کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس لوبان کو فلاں لکڑی کے ساتھ دھونی دو اور اس دھاگے کو اس جال میں لٹکا دو جس سے مچھلی کا شکار کیا جاتا ہے۔

اس ٹوٹکے اور جنتر منتر کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب نمبر ⑨:

تعویذ گنڈا کرنے والے مجاور رضا کار کا شکاریوں کے لئے تعویذ، گنڈے دینا اور لوبان وغیرہ کی دھونی جیسے کام کے لئے کہنا شرک کے ذرائع و وسائل اور شیطانی بدعات میں سے ہے۔

اس قسم کے کاموں کا اصل مقصد باطل طریقہ پر ناحق لوگوں کا مال کھانا ہوتا ہے اور اس کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ عوام الناس میں اپنی تعظیم وتکریم کا سکہ جمایا جائے۔ میں نے اس قسم کا عمل پہاڑ کی چوٹیوں پر اکثر دیکھا ہے۔

یہ سارے کام ان بدترین مکاروں اور دجالوں کے ذریعہ ہو رہے ہیں جو اپنے کو طلبائے علم یا رضا کارانہ خدمت گزار کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ گمراہ اور گمراہ گر اور مسلمانوں کے عقائد بگاڑنے والے اور حرام خور ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتے۔

یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ یقیناً بدترین کام ہیں، ان مکاروں نے سادہ لوح عوام کے ساتھ دو بھاری جرم و گناہ کئے ہیں، ایک یہ کہ انھوں نے ان کے عقائد بگاڑ دیئے اور ان کے قلوب و خیالات اس طرح کے رضا کار و مجاور سے وابستہ کر دیئے ہیں کہ رضا کار و مجاور ہمارے لئے شکار میں کامیاب ہونے کی تدبیر کر دیتے ہیں اور یہ کہ ان کے مریض و بیمار ان کی بدولت شفایاب ہو جاتے ہیں، اور یہ کہ منتر پڑھنے سے ان کے کام بن جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ساری چیزیں ان امور میں سے

ہیں جن سے دور جاہلیت کے لوگ بھی نفرت کرتے تھے۔ دعویداران اسلام اور جمعہ و جماعتوں کے اماموں کی بات تو بہت دور ہے۔

سوال نمبر ⑩:

کچھ لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر ان کے یہاں کوئی بیمار ہوگیا یا مر گیا اور بوڑھے دادا، دادی یا نانا، نانی زندہ ہیں تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان دونوں بوڑھوں نے مریض یا مرے ہوئے آدمی کو کھا لیا۔ کیونکہ یہ جادوگر ہیں۔۔۔۔ اس طرح کے خیال وعمل کی بابت علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟

جواب نمبر ⑩:

جاہلوں کا یہ اعتقاد کہ مرنے والے کو اس کے دادا یا دادی نے کھا لیا ہے کیونکہ وہ جادوگر ہیں، فاسد، گمراہ اور مشرکانہ اعتقاد ہے۔ (میں نے سنا ہے کہ یہ گمراہ اور فاسد عقیدہ اہل عمان اور باطنی روافض میں رائج تھا مگر مدرسوں اور مرشدین کی وجہ سے عقل وتمیز پھیل جانے کے سبب اس زمانہ میں خرافات کا سایہ سمٹ رہا ہے) یہ عقیدہ باطل ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کے بارے میں جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ عقیدہ کذب وزور، اوہام اور پروپیگنڈوں پر مشتمل ہے، اس کی کوئی جڑ بنیاد نہیں۔ یہ بات ذرہ برابر بھی صحیح نہیں۔ یہ بات اور اس کے علاوہ دنیا میں پھیلے ہوئے بہت سارے جنتر منتر اور تعویذوں کا یہ تھوڑا سا حصہ ہے ورنہ دنیا میں اس طرح کے تعویذ اور منتر بہت پھیلے ہوئے ہیں۔

سوال نمبر ⑪

ہر نماز خصوصاً فجر کے بعد لوگ کھڑے ہو کر کلمہ توحید پڑھتے، استغفار کرتے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بلند آواز کے ساتھ درود پڑھتے ہیں اور وہ اس طرح کہ دو سو مرتبہ استغفار کرتے ہیں، ایک سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں اور سو مرتبہ درود پڑھتے ہیں۔

اس طریق عمل کی بابت علما کیا فرماتے ہیں؟

جواب نمبر ⑪:

اس سوال میں جو یہ کہا گیا ہے کہ نماز کے بعد لوگ بلند آواز سے دعائیں کرتے ہیں۔ سو مرتبہ

''لا الہ اللہ'' دوسو مرتبہ ''استغفر اللہ'' اور ایک سو مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بلند آواز سے کھڑے ہوکر درود پڑھتے ہیں تو اس کا جواب ''اضافی بدعات'' کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ مگر یہاں مزید وضاحت پیش کرتے ہیں تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہوجائے۔

صبح وشام اور نمازوں کے بعد پڑھی جانے والی جو دعائیں اور اذکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں وہ امام نووی کی کتاب الاذکار، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی الکلم الطیب، حافظ ابن قیم کی الوابل الصیب، علامہ نواب سید صدیق حسن خان کی نزل الابرار، جزری کی تحفۃ الذاکرین اور دوسری کتابوں میں منقول ومذکور ہیں۔ جس طرح نماز ایک عبادت ہے اسی طرح اذکار واوراد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا بھی عبادت ہے۔ بنابریں مسلمان کو چاہیے کہ اذکار واوراد کو جہراً یا سراً پڑھنے یا ان کے الفاظ وکلمات اور تعداد کے معاملہ میں نبی کریم ﷺ سے منقول شدہ باتوں کی پیروی وپابندی کرے۔ لیکن اس سوال میں جس تعداد وکیفیت کے ساتھ اذکار اور درود کے بارے میں سائل نے دریافت کیا ہے وہ نبی ﷺ سے منقول نہیں ہیں۔

انسان جس وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہے یا استغفار کرنا چاہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہے اسے ایک مسلمان کی طرح پابندئ شریعت کے ساتھ کرنا چاہیے، مثلاً اسے چاہیے کہ دن بھر میں سو مرتبہ استغفار کرے مگر اس سوال میں استغفار کلمہ لا الہ اللہ اور درود پڑھنے کی جو تعداد مذکور ہے اور یہ مذکور ہے کہ لوگ کھڑے ہوکر بلند آواز سے انہیں پڑھتے ہیں نیز یہ کام فرض نمازوں کے بعد مخصوص ہے تو یہ صورت وکیفیت بدعت ہے کیونکہ شریعت میں منقول نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔»[1]

''تم میری اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ اس سنت کو مضبوطی سے تھاموا اور دین میں نئی باتیں ایجاد کرنے سے بچو، کیونکہ دین میں ایجاد کردہ ہر نئی

[1] سنن ابی داود ج۵/ص۱۳ کتاب السنة باب لزوم السنة حدیث نمبر(٤٦٠٧). جامع الترمذی ج۵/ص٤٤. کتاب العلم باب ما جاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع حدیث نمبر(٢٦٧٦).

چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت جہنم میں لے جانے والی ہے۔"
اللہ تعالیٰ ہی اچھے کاموں کی توفیق دینے والا ہے۔

ہماری کتاب کا موضوع "بدعات اور بدعات سے" "تحذیر" (باز رکھنے کے لئے ڈرانا، دھمکانا اور خبردار کرنا) ہے۔ اور بدعات کی ترویج واشاعت اور نشو ونما کے عام اسباب میں سے ایک بھاری سبب احادیث ضعیفہ وموضوعہ ہیں جن کی ترویج واشاعت بعض ایسے لوگوں نے کی جو علم یا روایت حدیث کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے یہ احادیث موضوعہ وضعیفہ دین کو بگاڑنے کی غرض سے رائج کی ہیں۔

(یہ زندیق اور ملحدین لوگ تھے جو دین کو نشانہ طعن وتشنیع بنانا چاہتے اور اس کی اصل شکل و صورت بگاڑنا چاہتے تھے) یا پھر اس طرح کی احادیث کی ترویج واشاعت ایسے غفلت شعار لوگوں نے کی جو دین کے اندر عبادت گزاری سے متعلق کچھ زائد باتیں جذبہ دین داری کے تحت داخل کر بیٹھے۔

واضعین حدیث نے مختلف مقاصد کے تحت ان احادیث کو وضع کیا اور یہ احادیث اکثر وعظ اور رقت انگیز باتوں سے متعلق کتابوں میں مدون ومرتب ہو کر اشاعت پذیر اور رائج ہوئیں۔ بہت سی کتب حدیث وفقہ میں بھی وضع کردہ اور ضعیف احادیث درج کی گئیں۔

کتب فقہ کے اکثر مولفین اگرچہ جلیل القدر علما تھے لیکن وہ صحیح وضعیف احادیث میں تمیز کی طرف توجہ نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ جیسی بھی پاتے لکھ ڈالتے تھے۔ وہ لوگ ان کتب احادیث کی طرف رجوع کرنے کی زحمت اپنے کو نہیں دیتے تھے جو موضوع وضعیف احادیث کو جانچنے پرکھنے کے لئے لکھی گئی ہیں۔ مثلاً علامہ سخاوی کی مقاصد حسنہ، حافظ ابن الجوزی کی الموضوعات، علامہ عجلونی کی کشف الخفاء وغیرہ میں فقہ وحدیث کے اندر مذکورشدہ مروج ومتداول احادیث ضعیفہ وموضوعہ کو واضح کر دیا گیا ہے۔ وعظ، زھد اور خطبات پر مشتمل کتابوں میں سے کوئی بھی کتاب موضوع اور ضعیف احادیث سے خالی نہیں ہے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم ضعیف یا موضوع احادیث کے ذکر سے محفوظ ہیں پھر بھی بعض علما نے صحیحین کی بعض احادیث پر طعن کیا ہے مگر ان کا طعن ناقابل تسلیم ہے۔

موضوع وضعیف احادیث کی اتنی اشاعت وترویج ہوگئی ہے کہ خطبہ دینے والے، وعظ کہنے والے، مقالہ ومحاضر لکھنے والے، تصنیف وتالیف کرنے والے اپنے مقام ومرتبہ کے بلند ہونے

کے باوجود بسا اوقات موضوع وضعیف احادیث کو بیان کر دیتے ہیں اور تم بہت کم لوگوں کو پاؤ گے جو ایسا نہ کریں۔

ان ضعیف وموضوع احادیث نے بدعات کی ترویج واشاعت کی اور جاہل صوفیا نیز دوسرے قسم کے جاہلوں کے عقائد بھی ان احادیث ضعیفہ وموضوعہ نے بگاڑ ڈالے۔ حتیٰ کہ لوگ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صالحین کی قبروں کی پرستش کرنے لگے، قبروں پر نذریں چڑھانے لگے، ان کا طواف کرنے لگے اور ان کے نفع بخش یا مضر رساں ہونے کا اعتقاد رکھنے لگے کیونکہ انہوں نے کہیں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مکذوب طور پر منسوب شدہ یہ جھوٹی اور جعلی حدیث پڑھ یا سن لی کہ:

((لَوِ اعْتَقَدْتُمْ فِیْ حَجَرٍ لَنَفَعَكُمْ))❶

''اگر تم کسی پتھر سے بھی عقیدت رکھو تو وہ تم کو نفع دے گا۔''

حالانکہ یہ کھلی ہوئی بت پرستی ہے اور عالم تو دور کی بات ہے اس کا بت پرست ہونا کسی صاحب عقل پر بھی مخفی نہیں ہے۔

اسی طرح مندرجہ ذیل مکذوبہ احادیث بھی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔

((اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْهِ عَلِیٍّ عِبَادَةٌ ـ))❷

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔''

((سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ اَنَا عَبْدُاللّٰهِ وَاَخُوْ رَسُوْلِهٖ وَاَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ لَا یَقُوْلُهَا بَعْدِیْ اِلَّا کَاذِبٌ صَلَّیْتُ قَبْلَ النَّاسِ سَبْعَ سِنِیْنَ ـ)) ملو جدنناه

''میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں۔ میرے علاوہ جو یہ بات کہے وہ جھوٹا ہے، میں نے تمام لوگوں سے پہلے سات سال تک نماز پڑھی۔ (یعنی کہ تمام لوگوں سے سات سال پہلے میں مسلمان ہوا۔)

❶ سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ج ١/ص ٤٥٢ حديث نمبر (٤٥٠) موضوعات ملا علی القاری ص ٦٦۔

❷ تنزيه الشريعة ج ١/ص ٣٨٢۔ الاسرار المرفوعة فی الاحاديث الموضوعة ص ٣٧١۔ الفوائد المجموعة فی الحاديث الموضوعة / ص ٣٥٩۔

« لَمَّا اِغْتَسَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْتَلَصْتُ مَاءَ مَحَاجِرِ عينيه فَشَرِبْتُهُ فَوَرِثْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ۔ »❶

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ چشم کو چوسا اور اس کے سارے پانی کو چوس لیا اس کی برکت سے مجھے تمام اولین و آخرین کا علم حاصل ہو گیا۔''

« آخٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًا وَّشَارَكَهُ فِي الْعِلْمِ۔ » (ماوجدناه)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا اور علم میں انہیں اپنا ساجھے دار (حصہ دار) بنایا۔''

« لَمَّا عُرِجَ بِیْ رَاَیْتُ عَلٰی سَاقِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَيَّدْتُهٗ بِعَلِيٍّ وَنَصَرْتُهٗ بِعَلِيٍّ ۔ »❷

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میری معراج ہوئی تو میں نے پایہ عرش پر یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد و تائید میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ کی ہے۔''

« يَا عَلِيُّ ! اِنَّكَ لَسَيِّدُ الْمُسْلِمِيْنَ وَيَعْسُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ وَ قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ ۔ »❸

''اے علی رضی اللہ عنہ! تم مسلمانوں کے سردار، مومنوں کے سرتاج، متقیوں کے امام، وضو کی برکت سے قیامت کے روز جن کے ہاتھ پاؤں اور پیشانیاں منور و روشن ہوں گی ان کے قائد و سالار ہو۔''

« يَا عَلِيُّ ! اِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ وَلِذُرِّيَّتِكَ وَ لِوَلَدِكَ وَلِاَ هْلِكَ وَلِشِيْعَتِكَ وَلِمُحِبِّيْ شِيْعَتِكَ فَاَبْشِرْ فَاِنَّكَ الْاَنْزَعُ الْبَطِيْنُ ۔ »❹

''اے علی رضی اللہ عنہ! بے شک اللہ نے تم کو تمہاری ذریت کو، تمہاری آل اولاد کو، تمہارے اہل

❶ الاسرار المرفوعة فی الاحادیث الموضوعة / ص۲۸۷ المقاصد الحسنة ص ۳۳۸ کشف الخفاء ج۲ /ص ۲۱۳

❷ تنزیه الشریعة ج۱ /ص ۴۰۱

❸ موضوعات کبیر / ص۱۱۶ حدیث نمبر ۶۷۰ کشف الخفاء ج۱ /ص ۲۲۸ و ج۲: ص۵۳۸۔

❹ تنزیه الشریعة ج ۱ /ص ۴۰۲۔

خانہ کو، تمہارے شیعوں کو، تمہارے شیعوں سے محبت کرنے والوں کو بخش دیا ہے، لہٰذا تم خوش رہو تم کھلے ہوئے دروازے یا حوض ہو۔'

مذکورہ بالا مکذوبہ احادیث کی بنا پر شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ غلو آمیز عقیدت رکھتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے بھی معتقد بن گئے۔ اسی طرح بہت سے صوفیا اور جاہل لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی غلو سے کام لیتے ہیں جس کی بنیاد یہی مکذوب احادیث ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل خانہ ساز روایات ملاحظہ فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا۔)) [1]

"اللہ نے سب سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۲۔ ((لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ رَاٰى عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ تَوَسَّلَ اٰدَمُ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ خَطِيْئَتَهٗ۔))

"اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو انہوں نے عرش کے پایوں پر "لا الہ اللہ محمد رسول اللہ" لکھا دیکھا اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی توبہ کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو وسیلہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام کی غلطی معاف کی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((تَوَسَّلُوْا بِجَاهِيْ فَاِنَّ جَاهِيْ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ۔)) [2]

"میرے جاہ وجلال کو وسیلہ بناؤ کیونکہ اللہ کے یہاں میرے جاہ وجلال کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔"

مذکورہ بالا مکذوبہ احادیث نے نیز اس طرح کی دوسری احادیث نے بہت سے لوگوں کے عقائد بگاڑ دیے اور انہیں مشرکین کے راستے پر لگا دیا یہاں تک کہ اسلام کی طرف اپنے کو منسوب کرنے والے بعض ہندوستانی فرقوں کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موت نہیں آئی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ اور ان کی ذکر و میلاد کی مجلسوں میں آپ شریک ہوتے ہیں۔

---

[1] ما وجدنا هذا الحديث [2] السنن والمبتدعات / ص ۲۶۵

یہ لوگ اگر چہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں مگر اسلام ان کے ان عقائد سے بیزار و بری ہے۔ بہت سے صوفیا اور فقہا اوتاد، ابدال، نجبائے غوث اعظم اور نہ جانے کن کن چیزوں کے وجود کے معتقد ہیں۔ حالانکہ ان کی کوئی دلیل اور حقیقت کتاب وسنت میں نہیں بلکہ ان کا یہ عقیدہ مسلمانوں اور مسلمانوں کے عقائد کو پامال وتباہ کر رہا ہے۔ کیونکہ اس طرح کے عقائد اللہ کے بندوں کا رخ اللہ کی طرف سے پھیر کر مذکورہ بالا چیزوں کی جانب لے آتے ہیں۔

اوپر جو چیزیں میں نے ذکر کی ہیں ان کے علاوہ اس طرح کی کئی گنا چیزیں ایسی ہیں جن کا میں نے ذکر نہیں کیا۔ اگر ان سب کا ذکر کروں تو مزید ایک کتابچہ بن جائے گا۔ ان باتوں کی بنا پر میں نے یہ بہتر سمجھا کہ اپنی اس کتاب کے آخر میں مختلف مقامات پر متفرق ابواب میں بکھری اور پھیلی ہوئی مکذوبہ احادیث کو یکجا کر دوں۔

ان حادیث میں کچھ تو عبادات سے متعلق ہیں کچھ مناقب وغیرہ سے۔ ان احادیث کے ذکر پر میری اس کتاب کا خاتمہ ہے احادیث مکذوبہ وضعیفہ کے ذکر سے امید ہے کہ مسلمانوں کے عقائد کی تصحیح اور غلطیوں کی اصلاح اور ان احادیث سے پیدا ہونے والی بہت سی بدعات وضلالات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مسلمانوں کے عقائد، عبادات اور باہم معاشرتی معاملات میں ان موضوع وضعیف احادیث کا خاصا اثر موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے توفیق خیر اور ہدایت و درستی مقدر کرے، اور ہمیں نیز ہمارے مسلمان بھائیوں کو سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق بخشے۔ اللہ نیتوں کو جانتا ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔

قارئین کرام جب ہماری مذکورہ بالا تمہید سے آپ کو موضوع اور ضعیف احادیث کے تذکرہ کی اہمیت معلوم ہوگئی خصوصاً جن احادیث کا تعلق عقیدہ وعبادت سے ہے تو اب ہم اصلی مقصد کی بات شروع کریں۔ ہم پہلے طہارت کے متعلق واردشدہ موضوع وضعیف احادیث کا ذکر کریں گے کیونکہ طہارت ''مفتاح الصلوٰۃ'' یعنی نماز کی کنجی ہے۔

طہارت

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((اَلدَّمُ مِقْدَارُ الدِّرْهَمِ يُغْسَلُ وَ تُعَادُ مِنْهُ الصَّلٰوةُ ۔))❶

''درہم کے برابر خون جسم یا بدن پر لگ جائے تو اسے دھویا جائے اگر بغیر دھوئے نماز پڑھ لی گئی تو نماز دہرائی جائے۔''

اس حدیث کو خطیب بغدادی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث موضوع ہے اس کی سند میں نوح بن ابی مریم وضّاع ہے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((غَسْلُ الْاِ نَاءِ وطهارة الفناء يُوْرِثَانِ الْغِنٰى ۔))❷

''برتنوں کو دھونے اور صحن کو صاف ستھرا رکھنے سے دولت مندی آتی ہے۔''

یہ حدیث خطیب بغدادی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ خطیب نے کہا کہ اسے میں نے ابوالحسن الزہری سے روایت کیا جو کذّاب ہے۔ امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں کہا کہ یہ حدیث محمد بن علی زہری (ابوالحسن) نے وضع کی ہے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((لَا تَغْتَسِلُوْا بِالْمَاءِ الَّذِىْ يُسَخَّنُ فِى الشَّمْسِ فَاِنَّهٗ يُعْدِىْ مِنَ الْبَرَصِ۔))❸

''اس پانی سے غسل مت کرو جو دھوپ میں گرم ہوا ہو کیونکہ اس سے برص کی بیماری ہوتی ہے۔''

یہ حدیث امام عقیلی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے اور امام عقیلیؒ نے کہا کہ

---

❶ تاریخ بغداد: ج۹ / ص ۳۳۰۔ کشف الخفاء ج۱ / ص ۵۰۰۔ حدیث نمبر (۱۳۳۰)۔ الموضوعات ج۲ / ص ۷۵۔ الاسرار المرفوعة فی الاحادیث الموضوعة ص ۱۹۹۔ حدیث نمبر ۲۰۳: الفوائد المجموعة ص ٦

❷ الموضوعات ج۲ / ص ۷۷۔ الاحادیث الضعیفة والموضوعة ج۲ / ص ۸۔ حدیث نمبر (۵۱۳) تنزیه الشرعة ج۲ / ص ٦٦۔

❸ الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة / ص ۸۔ الموضوعات ج۲ / ص ۷۹۔: إرواء الغلیل ج۱ / ص ۵۲۔ تلخیص الحبیر: ج۱۔ ص ۲۱۔

دھوپ میں گرم شدہ پانی سے غسل ووضو کی ممانعت کے سلسلے میں کوئی متصل حدیث صحیح نہیں۔اس طرح کی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب سے موقوفاً مروی ہے۔اس کی سند میں ''سوادہ'' نام کا راوی مجہول ہے۔

۴۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

((اَسْخَنْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً فِي الشَّمْسِ لِيَغْسِلَ بِهِ فَقَالَ لِيْ لَا تَفْعَلِيْ يَا حُمَيْرَاءُ فَإِنَّهُ يُوْرِثُ الْبَرَصَ ـ)) ❶

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دھوپ میں پانی گرم کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو کیونکہ دھوپ میں گرم کیے ہوئے پانی سے برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔''

اس حدیث کو امام ابوالنعیم نے کتاب الطب میں حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔اور انہوں نے کہا کہ اس کی سند میں خالد بن اسمٰعیل نامی راوی نا قابل حجت ہے۔امام دار قطنیؒ نے اسے متروک کہا ہے۔اس حدیث کو امام دار قطنی نے دوسری سند سے نقل کیا ہے جس میں ہیثم بن عدی کذّاب ہے۔اس حدیث کو امام ابن حبان نے ایک تیسری سند سے نقل کیا ہے، جس میں وھب بن وھب کذّاب ہے۔نیز اس حدیث کی کئی سندیں ہیں جن میں سے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی کذاب یا مجہول راوی ضرور ہے۔

۵۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ حَلَالًا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مِائَةَ قَصْرٍ مِنْ دُرَّةٍ بَيْضَاءَ ـ)) ❷

''جس نے حلال وطی کے بعد غسل جنابت کیا اسے اللہ تعالیٰ جنت میں سفید موتیوں کے سو محل عطا کرے گا۔''

اس حدیث کو حافظ ابن الجوزیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور فرمایا کہ اس حدیث کو ''دینار'' نے وضع کیا۔

۶۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حَبَّذَا السِّوَاكُ يَزِيْدُ الرَّجُلَ فَصَاحَةً)) ❸

---

❶ الكامل في ضعفاء الرجال ج۳:ص۹۱۲۔

❷ كشف الخفاء ج۲/ص۳۱۸ حديث نمبر (۲۳۸۷).الاسرار المرفوعة/ص۳۲۹ تا ۴۶۰) الفوائد المجموعة /ص۹.الموضوعات ج۲/ص۸۴

❸ الفوائد المجموعة ص۱۱

''مبارک ہو مسواک آدمی کی فصاحت میں اضافہ کرتی ہے۔''

امام صنعانی رحمہ اللہ نے کہا کہ مذکورہ بالا حدیث کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔

۷۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((حَبَّذَا الْمُتَخَلِّلُوْنَ مِنْ اُمَّتِیْ ۔)) ❶

''میری امت میں خلال کرنے والے مبارک باد کے لائق ہیں۔''

امام صنعانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بھی موضوع کہا اور کہا کہ وضو کرتے وقت انگلیوں میں خلال اور کھانے کے بعد خلال کے سلسلے میں واردشدہ احادیث موضوع ہیں۔

۸۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((صَلٰوةٌ بِسِوَاكٍ خَيْرٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ صَلٰوةٍ بِغَيْرِ سِوَاكٍ ۔)) ❷

''مسواک کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز بغیر مسواک والی نماز سے ستر گناہ بہتر ہے۔''

امام ابن معین رحمہ اللہ نے کہا کہ مذکورہ بالا حدیث باطل ہے۔امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس روایت کے مختلف طریق وشواہد ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں جن سے اس حدیث کو قوت ملتی ہے۔

۹۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْوَضُوْءُ عَلَى الْوَضُوْءِ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ۔)) ❸

''وضو کی موجودگی میں وضو کرنا نور علی نور (تہ بہ تہ روشنی) ہے۔''

حافظ عراقی رحمہ اللہ نے تخریج احیاء العلوم میں کہا کہ میں اس حدیث پر واقف نہیں ہو سکا۔

۱۰۔((مَنْ تَوَضَّا عَلٰى طُهْرٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ ۔)) ❹

''جس نے وضو کی موجودگی میں وضو کیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا۔''

۱۱۔اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا اور اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

---

❶ الفوائد ص ۱۱ الترغیب والترھیب ج ۱ / ص ۱۶۸ تا ۱۶۹ .مجمع الزوائد ج ۱ / ص ۲۳۵ باب التخلیل.الاسرار المرفوعة / ص ۱۸۳۔

❷ الاسرار المرفوعة / ص ۲۳۵ حدیث نمبر (۲۶۷) .الفوائد ص ۱۱

❸ الفوائد المجموعة ص ۱۱ .الاسرار ص ۳۷۷، حدیث نمبر (۵۷۲) .کشف الخفاء ج ۲ ص ٤٦٥۔

❹ الترمذی ج ۱ / ص ۸۷ / ابواب الطھارة باب الوضوء لکل مرة حدیث نمبر (۵۹)۔

الترغیب ج ۱ / ص ۱٦۳ / المحافظة علی الوضوء وتجدیده .تفسیر ابن کثیر ج ۳ / ص ٤۲۔

((اِنَّ شَیْطَانًا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ مَعَهٗ اَمْثَالُ وَلَدِ اٰدَمَ مِنَ الْجُنُوْدِ وَلَهٗ خَلِیْفَةٌ یُقَالُ لَهٗ خِنْزِبُ۔)) ❶

''آسمان وزمین کے درمیان ایک شیطان رہتا ہے جس کے ساتھ اولاد آدمی کی تعداد بھر فوجیں ہیں۔اس شیطان کا ایک نائب ہے جس کا نام ''خنزب''۔ ہے (یعنی یہ شیطان وضو میں وسوسہ اندازی کرتا ہے)''

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے کہا کہ مذکورہ بالا حدیث موضوع ہے۔

نماز کا بیان

۱۲۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ نَوَّرَ بِالْفَجْرِ نَوَّرَ اللّٰهُ لَهٗ قَلْبَهٗ وَقَبْرَهٗ وَقُبِلَتْ صَلَاتُهٗ۔)) ❷

''جو شخص فجر کی نماز خوب اجالا کر کے یعنی تاخیر کر کے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے قلب وقبر کو منور رکھے گا اور اس کی نماز مقبول ہوگی۔''

یہ حدیث امام دار قطنی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے اور فرمایا کہ اس کو روایت کرنے میں سلیمان بن عمر منفرد ہے، اور ابوداؤد نخعی کذاب ہے۔

۱۳۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ جَمَعَ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ فَقَدْ اَتٰی بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْکَبَائِرِ۔)) ❸

''جس نے بلا عذر دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھا تو اس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک بھاری گناہ کیا۔''

مذکورہ بالا حدیث کی سند میں حسین بن قیس کذّاب راوی ہے مگر اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے نقل کر کے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔(یہ لفظ جامع ترمذی میں نہیں ہے۔از: مترجم) مگر اس کو امام

---

❶ الفوائد ص١٤ (کتاب الطهارت) العلل المتناهية / ص٣٤٨۔
تنزيه الشريعة ج٢ / ص٧٢ كتاب الطهارت۔

❷ الموضوعات ج٢ / ص٨٦ (باب وقت الفجر)

❸ سنن الترمذي ج١ / ص٣٥٦۔ابواب الصلاة ۔باب ما جاء في الجمع بين الصلاتين حديث نمبر (١٨٨)۔تفسير ابن كثير ج٢ / ص٢٤٢۔تفسير درمنثور ج٢ / ص١٤٧۔

احمدؒ نے ضعیف کہا ہے اور اس پر اہل علم کا عمل ہے۔

۱۴۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْمُؤَذِّنِيْنَ وَ الْمُلَبِّيْنَ يَخْرُجُوْنَ مِنْ قُبُوْرِهِمْ يُؤَذِّنُ الْمُؤَذِّنُ وَيُلَبِّي الْمُلَبِّيْ وَيَغْفِرُ لِلْمُؤَذِّنِ مَدَّ صَوْتِهِ وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ سَمِعَ صَوْتَهُ مِنْ شَجَرٍ وَّحَجَرٍ وَّمَدَرٍ وَّ رَطْبٍ وَّ يَابِسٍ وَّيُكْتَبُ لَهُ بِعَدَدِ كُلِّ إِنْسَانٍ يُّصَلِّيْ مَعَهُ فِيْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ مِثْلُ حَسَنَاتِهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ مِنْ شَيْءٍ۔» [1] الخ

"بے شک موذن اور حج کا تلبیہ کہنے والے لوگ اپنی قبروں سے جب اٹھیں گے تو مؤذن اذان دے رہا ہوگا، اور تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہے گا۔ (حج میں لبیک، لبیک والی دعا کو تلبیہ کہتے ہیں) مؤذن کی اذان جہاں تک جاتی ہے وہاں تک کی ساری چیزیں اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ اور جتنی چیزیں اس کی آواز سنتی ہیں درخت، پتھر، ڈھیلے اور خشک وتر ساری چیزیں اس کے حق میں شہادت دیں گی اور جتنے لوگ اس مسجد میں آ کر نماز پڑھیں گے سب کے برابر مؤذن کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی اور ان نمازیوں میں سے کسی کی کوئی نیکی کم نہیں کی جائے گی۔"

مذکورہ بالا حدیث طویل ہے اس میں ترغیب دلانے والی متعدد باتوں کا ذکر ہے اسے امام ابن شاہین نے پورا نقل کیا ہے، یہ حدیث موضوع ہے اس کی سند میں سلام الطّویل اور عباد بن کثیر مکذوبہ روایات بیان کرتے ہیں۔

۱۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَفْرَدَ الْإِقَامَةَ فَلَيْسَ مِنَّا۔» [2]

"جو اکہری اقامت کہے وہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔"

اس حدیث کو امام جوزقانی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ یہ حدیث موضوع ہے اس کے رواۃ مجہول ہیں یا مجروح ہیں۔

---

[1] مجمع الزوائد ج ۱/ص ۳۲۷ (باب فی فضل الاذان)۔الترغیب ج ۱/ص ۱۷۸ (الترغیب فی الاذان)۔تنزیه الشریعة ج ۲/ص ۷۷ (کتاب الصلاة)

[2] الفوائد المجموعة ص ۱۸۔تنزیه الشریعة ج ۲/ص ۷۹ (الصلاة)۔ الموضوعات ج ۲/ص ۹۲۔ الاسرار ص ۳۲۹، حدیث نمبر (٤٦١)

۱۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((مَسْحُ الْعَيْنَيْنِ بِبَاطِنِ أَنْمِلَتَيِ السَّبَّابَتَيْنِ عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔)) [1] الخ

''اذان میں جب مؤذن اشہد ان محمداً رسول اللہ کہے تو اس وقت دونوں انگشت شہادت سروں سے دونوں آنکھوں پر ملنے اور مسح کرنے سے فلاں فلاں فوائد حاصل ہوتے ہیں۔''

مذکورہ بالا حدیث کو امام دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ علامہ ابن طاہر نے التذکرہ میں کہا کہ ''لا یصح'' یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ [2]

۱۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ مَرْحَبًا بِحَبِيْبِيْ وَقُرَّةِ عَيْنِيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ثُمَّ يُقَبِّلُ إِبْهَامَيْهِ وَيَجْعَلُهُمَا عَلٰى عَيْنَيْهِ لَمْ يَعْمَ وَلَمْ يَرْمُدْ أَبَدًا۔)) [3]

''اذان کے وقت جو شخص ''اشہد ان محمداً رسول اللہ سن کر ''مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ'' کہے پھر اپنے ہاتھ کے دونوں انگوٹھے چوم لے اور انہیں اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ لے وہ نہ کبھی اندھا ہوگا نہ اسے کبھی آشوب چشم ہوگا۔''

التذکرہ میں مذکورہ بالا حدیث کو ''لا یصح'' (یعنی یہ حدیث صحیح نہیں) کہا گیا ہے۔ [4]

---

[1] الاحادیث الضعیفة والموضوعة ج ۱/ص ۱۰۲/حدیث نمبر (۷۳)۔ الاسرار ص ۳۱۵ حدیث نمبر (۴۳۵)۔ تذکرة الموضوعات ص ۱۴۹۔

[2] امام سخاوی نے حدیث مذکور نیز اس کے بعد نمبر ۷ اوالی حدیث کو لا یصح کہا ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں کچھ قوت ہے۔ لیکن سنت کے کسی عالم کو اس حدیث کے باطل ہونے میں شک نہیں ہوسکتا۔ ہندوستان کے ایک آدمی نے اس حدیث کی بابت نزاع کیا ہے اور ایک قصہ بیان کر کے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تجربہ سے یہ حدیث صحیح ثابت ہوتی ہے' میں نے کہا کہ دین تجربہ سے نہیں ثابت ہوسکتا۔ بت پرستوں سے پوچھیے تو کتنی مشرکانہ باتوں کو تجربہ سے ثابت ہونے کا دعوی کریں گے۔

[3] الفوائد المجموعة ص ۲۰۔

[4] مقاصد حسنہ میں امام سخاوی نے کہا ''یہ حدیث بعض صوفیا نے ایسی سند سے نقل کی ہے جس میں مجہول رواۃ ہیں اور اس کی سند میں انقطاع بھی ہے۔'' میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ جس کی سند کا یہ حال ہو اسے صرف ''لا یصح'' کہنے پر اکتفا کرنا درست نہیں اسے واضح طور پر موضوع و باطل کہنا چاہیے۔

۱۸۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِيْ أَذَانِهِ وَضَعَ الرَّبُّ يَدَهُ فَوْقَ رَأْسِهِ۔ الخ» ❶

"جب مؤذن اذان دینے لگتا ہے تو اس کا رب (اللہ) اپنا ہاتھ مؤذن کے سر پر رکھ دیتا ہے۔"

مذکورہ بالا حدیث کی سند میں عمر بن صبیح وضّاع راوی ہے۔

۱۹۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَذَّنَ سَنَةً مِنْ نِيَّةٍ صَادِقَةٍ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُوْقَفُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ اِشْفَعْ لِمَنْ شِئْتَ۔» ❷

"جو سال بھر سچی نیت سے اذان دے وہ قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر کھڑا کیا جائے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ جس کے لئے تم چاہو سفارش کرو۔"

مذکورہ بالا حدیث کی سند میں ایک وضّاع راوی ہے۔

۲۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ بیان کہ "وفات نبوی کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ مدینہ سے سفر کر کے باہر چلے گئے پھر خواب ہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ﷺ انہیں مدینہ واپس جانے کا حکم دے رہے ہیں۔ اس وجہ سے موصوف حضرت بلال رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ واپس آئے اور وہاں انہوں نے اذان دی تو سارا مدینہ گونج اٹھا یہ قصہ بے اصل ہے۔

۲۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لا صلوة لجار المسجد الا في المسجد۔» ❸

"مسجد کے پڑوس میں رہنے والے آدمی کی نماز صرف مسجد ہی میں پڑھنے سے صحیح ہوگی۔"

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند کے ایک راوی عمر بن راشد کا ذکر بھی حلال نہیں مگر جرح کے لئے اس کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ عمر بن راشد کو عجلی وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔ ان کی حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ و

---

❶ الفوائد المجموعة ص ٢١۔ تنزيه الشريعة ج ٢/ص ١١٧۔

❷ تنزيه الشريعة ج ٢/ص ١١٨ كنز العمال ج ٧/ص ٦٨٤ تا ٦٨٩/حديث نمبر (٢٠٩٠٧/٢٠٩٣٦)

❸ تلخيص الحبير: ج ٢/ص ٣١۔ الفوائد المجموعة ص ٢١۔ إرواء الغليل ج ٢/ص ٢٥١ حديث نمبر (٤٩١)۔ الاحاديث الضعيفة ج ١/ص ٢١٧/حديث نمبر (١٨٣)۔

ابن ماجہ رحمۃ اللہ نے روایت کی ہے اور اس کی دوسری سندیں بھی ہیں جن کے مطابق یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ نے یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اپنی سنن میں روایت کی ہے۔ امام بیہقی نے کتاب معرفۃ السنن میں کہا کہ ''اس کی سند ضعیف ہے اور امام عبدالرزاق نے یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنی کتاب المصنف میں موقوفاً روایت کی ہے۔

امام صنعانی نے اس حدیث کو موضوع کہا اور امام فیروز آبادی نے المختصر میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں کہا کہ اس حدیث کی کل سندیں ضعیف ہیں البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً صحیح ہے۔

۲۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ بِكَلَامِ الدُّنْيَا أَحْبَطَ اللّٰهُ أَعْمَالَهُ ـ)) ❶

''جو شخص مسجد میں دنیا کی بات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو رائیگاں کر دے گا۔''

امام صغانی رحمۃ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۲۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((اَلْحَدِيْثُ فِي الْمَسْجِدِ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ الْبَهِيْمَةُ الْحَشِيْشَ ـ)) ❷

''مسجد میں گفتگو کرنا نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح چوپایہ جانور گھاس کو کھا جاتا ہے۔''

امام فیروز آبادی نے کہا کہ یہ حدیث مجھے نہیں مل سکی۔

۲۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ عَلَّقَ فِي الْمَسْجِدِ قِنْدِيْلًا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يَنْطَفِئَ ذٰلِكَ الْقِنْدِيْلُ وَمَنْ بَسَطَ فِيْهِ حَصِيْرًا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفِ مَلِكٍ حَتّٰى يَنْقَطِعَ ذٰلِكَ الْحَصِيْرُ ـ)) ❸

---

❶ الفوائد المجموعة ص ٢٤۔ الاسرار المرفوعة / ص ٨ حديث (٤٧٧)۔

❷ كشف الخفاء ج ١ / ٤٢٣ حديث نمبر (١١٢١)۔ الفوائد ص ٢٥۔ الاسرار المرفوعة ص ١٨٦، حديث نمبر (١٧١)۔

❸ الفوائد المجموعة ص ٢٦۔ كنز الاعمال ج ٧ / حديث نمبر (٢٠٧٦٨)۔ تنزيه الشريعة ج ٢ / ص ١١٥، حديث نمبر (١٠٠)۔

"جس نے کسی مسجد میں کوئی قندیل (فانوس) لٹکائی اس پر ستر ہزار فرشتے اس وقت تک دعائے رحمت کرتے رہیں گے جب تک کہ وہ قندیل بجھ نہ جائے اور جس نے کسی مسجد میں کوئی چٹائی بچھا دی اس کے لئے ستر ہزار فرشتے اس وقت تک دعائے رحمت کریں گے جب تک کہ وہ ٹوٹ نہ جائے۔"

اس حدیث کی سند میں عمر بن صبح کذّاب راوی ہے۔

۲۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَسَحَ بَيْتًا مِّنْ بُيُوتِ اللّٰهِ فَكَأَنَّمَا حَجَّ أَرْبَعَ مِائَةِ حَجَّةٍ وَأَعْتَقَ أَرْبَعَ مِائَةِ نَسَمَةٍ وَصَامَ أَرْبَعَ مِائَةِ يَوْمٍ وَغَزَا أَرْبَعَ مِائَةِ غَزْوَةٍ۔)) ❶

"جس نے اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر (مراد مسجد) میں جھاڑو دیا تو گویا اس نے چار سو حج کئے اور چار سو غلام آزاد کئے چار سو دن روزے رکھے اور چار سو غزوات میں اس نے جہاد کیا۔"

مذکورہ بالا حدیث کی سند میں ابوسلمہ نامی راوی ثقات کے حوالہ سے ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جو کہ ثقات کی روایت کردہ نہیں ہوتیں۔ اس حدیث کے موضوع ہونے پر واضح علامات موجود ہیں۔

۲۶۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا بَرِيرَةُ! أُكْنُسِي الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْخَمِيسِ فَإِنَّ مَنْ أَخْرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْخَمِيسِ أَذًى بِقَدْرِ مَا يقذى الْعَيْنَ كَانَ كَعَدْلِ رَقَبَةٍ يُّعْتِقُهَا۔)) ❷

"اے بریرہ رضی اللہ عنہا! تم جمعرات کو مسجد میں جھاڑو دو، کیونکہ جو جمعرات کو مسجد میں سے آنکھ میں پڑنے والے تنکے کے برابر بھی کوڑا کرکٹ نکال کر پھینکے گا اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔"

مذکورہ بالا حدیث کی سند میں حسین بن علوان وضع حدیث کا کام کرتا تھا۔

۲۷ ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَقَامَ يُصَلِّي ظَنَّ الظَّانُّ أَنَّهُ جِسْمٌ لَا رُوحَ فِيهِ۔)) ❸

---

❶ الفوائد المجموعة ص۲۷۔ تنزيه الشريعة ج۲/ص۱۱۶، حديث نمبر (۱۰۴)۔

❷ الفوائد المجموعة ص۲۷۔ ❸ الاسرار المرفوعة ص۴۱۳۔

''رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو گمان کرنے والا یہ سمجھتا کہ آپ ﷺ بے جان کے جسم ہیں یعنی بہت زیادہ انہماک سے نماز پڑھتے تھے۔''

امام ابن حبان ؒ نے کہا کہ یہ حدیث بے اصل ہے۔

۲۸۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الصلوٰة عماد الدين فمن تركها فقد هدم الدين۔)) ❶

''نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے چھوڑا اس نے دین کو منہدم کر دیا۔''

امام فیروز آبادی نے کتاب المختصر میں اس حدیث کو ضعیف کہا اور امام سخاوی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

۲۹۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَعَانَ تَارِكَ الصَّلٰوةِ بِلُقْمَةٍ فَكَأَنَّمَا أَعَانَ عَلٰى قَتْلِ الْأَنْبِيَاءِ كُلِّهِمْ۔)) ❷

''جس نے تارک نماز کی مدد ایک لقمہ سے بھی کی اس نے گویا تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قتل پر مدد کی۔''

حافظ سیوطی نے ذیل اللآلی میں اس حدیث موضوع کہا ہے۔

۳۰۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلتَّكْبِيْرُ جَزْمٌ۔)) ❸

''نماز میں تکبیر ساکن کے ساتھ کہنی چاہیے۔''

مقاصد حسنہ میں امام سخاوی نے کہا کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا بے اصل ہے۔ یہ حدیث نہیں بلکہ امام ابراہیم نخعی کا قول ہے۔

۳۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صَلٰوةُ النَّهَارِ عَجْمَاءُ۔)) ❹

---

❶ الفوائد المجموعة ص۲۷۔ الاسرار المرفوعة ص۲۳۶۔

❷ الفوائد المجموعة ص۲۷۔ الاسرار المرفوعة ص۳۲۹ حديث نمبر (۴۵۹) کشف الخفاء ج۲۔ ص۳۱۷، حديث نمبر (۲۳۸۶)۔

❸ المقاصد الحسنة ص۱۶۰ حديث نمبر (۳۴۵) الاحاديث الضعيفة ج۱/ص۱۰۱، حديث نمبر (۷۱)۔ الاسرار المرفوعة /ص۱۶۳، حديث نمبر (۱۴۳) کشف الخفاء ج۱/ص ۳۷۴ حديث نمبر (۱۰۱۲)

❹ کشف الخفاء ج۲/ص۳۶ حديث نمبر (۱۶۰۹)۔ الاسرار المرفوعة ص۲۳۴، حديث نمبر (۲۶۶)۔ المقاصد الحسنة ص۲۶۵، حديث نمبر (۶۲۸)۔

"دن میں پڑھی جانے والی نماز سرًا پڑھی جاتی ہے یعنی بلا آواز آہستہ آہستہ پڑھی جاتی ہے۔"

امام دارقطنی نے کہا کہ مذکورہ بالا روایت حدیث نہیں بلکہ بعض فقہا کا قول ہے۔ امام نووی نے کہا کہ یہ حدیث بے اصل اور باطل ہے۔

۳۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ۔)) ❶

"جو آدمی نماز میں رفع الیدین کرے اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔"

اس حدیث کو امام جوزقانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے اور یہ حدیث موضوع ہے اس کو وضع کرنے کی تہمت مامون بن احمد سلمی پر ہے۔

۳۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الرُّكُوْعِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ۔)) ❷

"جس نے رکوع کے وقت رفع الیدین کیا اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔"

اس حدیث کو امام جوزقانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے اور یہ موضوع ہے اس کو وضع کرنے کی تہمت محمد بن عکاشہ کرمانی پر ہے۔

نماز با جماعت

۳۴۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَحْسَنُهُمْ وَجْهًا۔)) ❸

"لوگوں کی امامت سب سے زیادہ خوبصورت آدمی کرے۔"

اس حدیث کو امام جوزقانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی سند میں حضرمی مجہول اور محمد بن مروان سدی کذاب ہے۔

۳۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ الاسرار المرفوعة ص۳٤٤، حديث نمبر (٤٨٨). الفوائد المجموعة ص۲۹۔
كشف الخفاء ج۲/ص۳٤٦ حديث نمبر (۲٤۸۸)۔

❷ الفوائد ص۲۹ تذكرة الموضوعات ج۲/۹۷۔

❸ الاباطيل والمناكير ج۲/ص۲۲، حديث نمبر (۳۹۹). الموضوعات ج۲/ص۱۰۰
الاسرار المرفوعة ص۳۹۳، حديث نمبر (٦١٧)

((مَنْ صَلَّى الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا حَجَّ خَمْسِينَ حَجَّةً مَعَ آدَمَ۔)) ❶

''جس نے جماعت کے ساتھ نماز فجر پڑھی اس نے گویا حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ پچاس حج کیے۔''

یہ حدیث بھی باطل ہے۔

۳۶۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَجْزِئُ صَلٰوةٌ لَا يُقْرَءُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ وَرَاءَ الْإِمَامِ۔)) ❷

''بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے کوئی بھی نماز صحیح نہیں ہوسکتی مگر امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر ہو جائے گی۔''

مذکورہ بالا حدیث کی سند میں محمد بن اشرس مہتم ہے اور متروک ہے۔

۳۷۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَآ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ إِلَّا رَكْعَتَيِ الصُّبْحِ۔)) ❸

''جب نماز کی اقامت ہوگئی تو صرف فرض نماز پڑھ سکتے ہیں البتہ سنت فجر پڑھی جاسکتی ہے۔''

امام بیہقی نے کہا کہ ''الا رکعتی الصبح'' (صرف سنت فجر اقامت نماز کے بعد پڑھ سکتے ہیں) کا اضافہ بے اصل ہے اس کی سند میں حجاج بن نصیر اور عباد بن کثیر دو راوی ضعیف ہیں۔

نفلی نماز

۳۸۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((شَرَفُ الْمُؤْمِنِ قِيَامُهُ بِاللَّيْلِ وَعِزُّهُ اِسْتِغْنَاؤُهُ عَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ۔)) ❹

''رات میں مومن کی تہجد گزاری باعث شرف ہے اور لوگوں کی چیزوں کو لینے سے باز رہنا باعث عزت ہے۔''

مذکورہ بالا حدیث کو امام عقیلی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ حدیث موضوع ہے۔

---

❶ كشف الخفاء ج۲/ص۳۵۶، حديث نمبر(۲۵۱۹)۔

❷ الفوائد المجموعة ص۳۳۔تنزيه الشريعة ج۲/ص۱۱۴(كتاب الصلاة)

❸ الفوائد المجموعة ص۳۳۔تنزيه الشريعة ج۲/، حديث نمبر (۱۲۳)

❹ المقاصد الحسنة/ ص۲۸۴، حديث نمبر (۶۹۱)۔كشف الخفاء ۲/ص۷۷، حديث نمبر (۱۷۳۱)۔تذكرة الموضوعات ج۲/ص۱۰۷(ابواب قيام الليل)

نماز توبہ

۳۹۔((یا رسول الله کیف ینبغی للمذنب ان یتوب من الذنوب ؟ قال یغتسل لیلة الاثنین بعد الوتر ویصلی اثنتی عشرة رکعة یقرء فی کل رکعة فاتحة الکتب وقل یا یھا الکفرون مرة وعشر مرات قل ھو الله احد ثم یقوم ویصلی اربع رکعات ویسلم و یسجد ویقراء فی سجوده ایة الکرسی مرة ثم یرفع راسه ویستغفر مائة مرة ویقول مائة مرة لا حول ولا قوة الا بالله ویصبح من الغد صائما ویصلی عند افطاره رکعتین بفاتحة الکتٰب وخمسین مرة قل ھو الله احد و یقول یا مقلب القلوب تقبل توبتی کما تقبلت من نبیك داؤد واعصمنی کما عصمت یحیی بن زکریا واصلحنی کما اصلحت اولیاء ك الصٰلحین اللھم انی نادم علی ما فعلت فاعصمنی حتّٰی لا اعصیك ، ثم یقوم نادما فان راس مال التائب الندامة فمن فعل ذٰلك تقبل الله توبته)) الخ[1]

''رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ گنہگار کو کس طرح گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوشنبہ کی رات میں وتر پڑھ کر غسل کرے اور بارہ رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں ایک ،ایک بارہ سورہ فاتحہ اور قل یایھا الکفرون اور دس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے اس طرح چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرے پھر سجدہ کرے اور سجدہ میں ایک بار آیۃ الکرسی پڑھ کر اٹھ جائے اور سو مرتبہ استغفار پڑھے،اور سو مرتبہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے،اور اس دن روزہ رکھے اور بوقت افطار دو رکعت نماز ادا کرے۔اس میں سورہ فاتحہ اور پچاس مرتبہ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھے۔اس کے بعد یہ دعا پڑھے کہ ''اے دلوں کو پھیرنے والے اللہ میری توبہ قبول کر جس طرح تو نے حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور مجھے گناہوں سے محفوظ رکھ جس طرح تو نے حضرت یحیٰی بن زکریا علیہ السلام کو گناہوں سے بچایا،اور میری اصلاح کر جیسا کہ تو نے اپنے صالح اولیا کی اصلاح کی۔اے اللہ ! میں اپنے کئے ہوئے گناہ پر نادم ہوں لہٰذا تو مجھے گناہوں سے بچا تاکہ میں تیری نافرمانی نہ کروں۔کیونکہ توبہ کرنے والے کی اصل پونجی ندامت ہے جو آدمی اس طرح کی

[1] الفوائد المجموعة ص ٥٤ (صلاة التوبة) ۔تذکرة الموضوعات ج ٢ ص ١٣٤ (صلاة التوبة)

توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔"

مذکورہ بالا حدیث موضوع ہے اور اس کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں۔

۴۰۔ ((یا رسول اللہ انی عصیت ربی و اضعت صلاتی فما حیلتی؟ قال حیلتك بعد ما تبت و ندمت علی ما صنعت ان تصلی لیلة الجمعة ثمان رکعات تقرء فی کل رکعة فاتحة الکتاب مرة و خمسا وعشرین مرة قل هو الله احد فاذا فرغت من صلاتك فقل بعد التسلیم الف مرة صلی الله علی محمد النبی الامی فان الله یجعل ذالك کفارة لصلوٰتك ولو ترکت صلوة مائتی سنة۔الخ)) ❶

"ایک آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنے رب کی نافرمانی اور نماز ضائع کی ہے۔ اب میرے لئے کیا تدبیر ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے لئے تدبیر یہ ہے کہ اپنے کئے ہوئے اس گناہ پر نادم ہونے اور اس سے توبہ کرنے کے بعد تم جمعہ کی رات میں آٹھ رکعات نماز ادا کرو۔ ہر رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ اور پچیس بار قل ھو اللہ احد پڑھو۔ اس نماز سے فارغ ہونے کے بعد سلام پھیر کر سو مرتبہ تم یہ درود پڑھو "صلی اللہ علی محمد النبی الامی" (اللہ تعالیٰ نبیٔ امی محمد ﷺ پر رحمت نازل کرے) اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں اور ضائع شدہ نمازوں کا کفارہ بنا دے گا۔ اگر چہ تم نے دو سو سالوں کی نماز بھی ترک کر دی ہو۔" (مذکورہ حدیث موضوع ہے) ❷

---

❶ تنکرة الموضوعات ج۲/۱۳۵ (صلاة لاضاعة الصلاة). الفوائد المجموعة ص۵٤ (صلاة التوبة)

❷ اس طرح کی حدیث کوئی زندیق ہی وضع کر سکتا ہے جو دین اسلام کو بگاڑنا چاہتا ہو اور مسلمانوں کے عقائد خراب کرنا چاہتا ہو، کیونکہ اس طرح کی حدیث اگر کوئی جاہل سنے گا تو مسلمانوں کے اعمال وعقائد کو بگاڑنے والی ایسی موضوع حدیثوں پر اعتماد کرنے کے سبب اس پر نمازوں، جماعتوں اور جمعہ کا چھوڑنا آسان معلوم ہوگا۔ کوئی بھی چیز کبھی نماز پنجگانہ کا بدل نہیں ہو سکتی خواہ ہمیشہ روزہ رکھے اور راتوں کو نوافل پڑھے اور اللہ کی راہ میں کروڑوں روپے خرچ کر ڈالے۔ پنجگانہ نمازوں کی ایک رکعت چھوڑنے پر بھی اللہ تعالیٰ اس کی کوئی بات قبول نہیں کرے گا اور ساری عبادتیں اس ایک رکعت کا بدل نہیں ہو سکیں گی پھر ساری نمازوں کی بات تو بہت بھاری ہے۔ اس لیے کہ نماز ارکان اسلام سے دوسرا رکن ہے اور بہت سے علمائے کرام تارک الصلوٰۃ کے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں، یہاں تک کہ اس پر کفر کا فتویٰ بھی دیتے ہیں جو وجوب نماز کا قائل ہو مگر سستی و کاہلی اور مشغولیت کے سبب نماز چھوڑ بیٹھے اور جو اس کے وجوب کو نہ مانے اس کے کفر پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کیونکہ اس کے کفر پر روشن دلائل موجود ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فان تابوا واقاموا الصلوة واتوا الزکوٰة فاخوانکم فی الدین. (التوبة، آیة:۱۱) "اگر لوگ توبہ کر لیں، اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔"

نماز اشراق، فرائض سے متعلق سنتیں اور نماز وتر

۴۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ رَکْعَتَیِ الْمَغْرِبِ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ وَالْاِخْلَاصِ خَمْسَ عَشْرَ مَرَّةٍ الخ)) ❶

''جو آدمی مغرب کی دو رکعات سنتوں کے بعد دو رکعت نفل پڑھے جس میں سورۂ فاتحہ اور پندرہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ اسے فلاں فلاں طرح کا اجر ملے گا۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ مذکورہ بالا حدیث کا مضمون وضعی ہے۔

۴۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رَکْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِی الْاُوْلٰی الْاِخْلَاصِ خَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ مَرَّةً وَّفِی الثَّانِیَةِ اِحْدٰی وَثَلَاثُوْنَ مَرَّةً ۔)) ❷

''مغرب کے بعد نفل کی دو رکعتیں اس طرح کہ پہلی رکعت میں پچیس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور دوسری رکعت میں اکتیس مرتبہ پڑھے۔

مذکورہ بالا حدیث کی سند میں متہم راوی ہے۔''

(گزشتہ سے پیوستہ)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دینے لگیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھنے لگیں، زکوۃ دینے لگیں، اگر وہ یہ ساری باتیں کرنے لگیں تو مجھ سے وہ اپنے مال وجان کو بچالیں گے مگر اسلام کے حق کی بنا پر ان کی جان یا مال لیا جاسکتا ہے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

بہت سے منافقین، ملحدین اور زندیق لوگ جھوٹی احادیث گھڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، ایسی بدعات ایجاد کرتے ہیں جو بظاہر عبادت ہیں مگر حقیقت میں گمراہی وبدعت ہیں۔ یہ بدعات شریعت کے فرائض کا خاتمہ کرتی ہیں۔ ماہ رجب میں ایجاد شدہ دعاؤں کا افتتاح استغفار سے ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ روزانہ رات میں غسل کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ جنت میں فلاں فلاں چیز دے گا اگر چہ وہ تارک نماز، شراب خور اور مرتکب معاصی ہو۔ لہٰذا علماء پر ضروری ہے کہ اس قسم کی روایات کا موضوع ومکذوب ہونا ظاہر کر دیں تا کہ جاہل عوام ضلالت میں نہ پڑیں۔

❶ الفوائد ص۵۸۔تنزیه الشریعة ج۲/ص۱۲۱، حدیث نمبر (۱۲۷)

❷ الفوائد المجوعة ص۵۸، حدیث نمبر (۱۲۳)

۴۳۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَّمْ یُلَازِمْ عَلٰی اَرْبَعٍ قَبْلَ الظُّهْرِ لَمْ یَنَلْ شَفَاعَتِیْ۔)) ❶

''جو آدمی ظہر کی فرض نماز سے پہلے چار رکعت سنتیں ہمیشہ نہیں پڑھے گا اسے میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔''

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث بے اصل ہے۔

فرض اور نفلی صدقہ، ہدیہ، قرض اور مہمان نوازی

۴۴۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((اَدُّوا الزَّکٰوةَ وَتَحَرَّوْا بِهَا اَهْلَ الْعِلْمِ فَاِنَّهٗ اَبَرُّ وَ اَتْقٰی۔)) ❷

''تم لوگ زکوٰۃ دو اور تحقیق و تلاش کر کے اسے اہل علم پر خرچ کرو ایسا کرنے میں زیادہ نیکی اور تقوی شعاری حاصل ہوتی ہے۔''

اس حدیث کو هبۃ اللہ بن المبارک السقطی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ باطل و موضوع حدیث ہے اس کی سند کے اکثر راوی مجہول ہیں۔

۴۵۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((لَیْسَ فِی الْحُلِیِّ زَکٰوةٌ۔)) ❸

''زیور میں زکوۃ فرض نہیں۔''

امام بیہقی نے کہا کہ یہ حدیث باطل و بے اصل ہے۔

۴۶۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لِکُلِّ شَیْءٍ زَکٰوةٌ وَزَکٰوةُ الدَّارِ بَیْتُ الضِّیَافَةِ)) ❹

''ہر چیز میں زکوۃ ہے اور گھر کی زکوۃ مہمان نوازی کا کمرہ ہے۔''

---

❶ الفوائد المجموعة / ص۵۸ حدیث نمبر (۱۲۴)

❷ الفوائد ص ۶۰ (صدقة القرض)۔تنزیه الشریعة ج۲ / ص۱۲۸ (کتاب الصدقات)۔ الموضوعات ج۲ / ص۱۵۰ (کتاب الزکاة)

❸ اروا الغلیل ج۳ / ص۲۹۴ حدیث نمبر (۸۱۷)۔الاسرار / ص۲۱۲ حدیث نمبر (۲۲۱)۔ کشف الخفاء ج۲ / ص۲۴۵، حدیث نمبر (۲۱۶۱)

❹ کنزالاعمال ج۱۵ / حدیث نمبر (۴۱۵۰۴)۔سلسلة احادیث ضعیفة ج۱ / ص۳۲۷ حدیث نمبر (۳۱۸)

حافظ سیوطی نے ذیل اللیالی میں کہا کہ اس حدیث کو احمد بن عثمان کذّاب نے یا اس کے استاذ نے وضع کیا ہے۔

۴۷۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«بَاكِرُوا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّى الصَّدَقَةَ ۔» ❶

''صدقہ دینے میں جلدی کرو کیونکہ بلاو مصیبت صدقہ کو نہیں پھلانگ سکتی۔''

اس حدیث کو امام ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک وضاع دوسرا مجہول، تیسرا مجہول راوی ہے۔

۴۸۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

«اَلْفُقَرَآءُ مَنَادِيلُ الْاَغْنِيَاءِ يَمْسَحُوْنَ بِهَا ذُنُوْبَهُمْ ۔» ❷

''فقرامالداروں کے لئے رومال کی طرح ہیں جن سے یہ مالدار لوگ اپنے گناہ پونچھتے ہیں۔''

اس حدیث کو امام عقیلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ جعلی کتاب سے منقول ہے۔

۴۹۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

«مَنْ قَالَ لِلْمِسْكِيْنِ اَبْشِرْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ۔» ❸

''جو کسی مسکین کو بشارت سنائے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔''

اس حدیث کو امام بن عدی نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور موصوف نے فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے۔ اس کی سند کا ایک راوی عبد الملک بن ہارون بن عنترہ کذاب ہے۔

۵۰۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ صَدَقَةٌ فَلْيَلْعَنِ الْيَهُوْدَ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ ۔» ❹

---

❶ مجمع الزوائد، ج ۳/ ص ۱۱۰ فضل الصدقة) الموضوعات، ج ۲/ ص ۱۵۳ (كتاب الصدقة) تنزيه ج ۲/ ص ۱۳۱ (الصدقات)

❷ الموضوعات ج ۲/ ص ۱۵٤ (الصدقة) تنزيه ج ۲/ ص ۱۲۸ (الصدقات) الفوائد ص ٦٢ (صدقة الفرض)

❸ الكامل۔ ابن عدی۔ ج ٥/ ص ۱۹٤۲، الموضوعات ج ۲/ ص ۱٥٥/ (الصدقة) تنزيه ج ۲/ ص ۱۲۸/ (الصدقات)

❹ ضعيفة ج ۱/ ص ۱۳۸ حديث نمبر(۱۰٤) الموضوعات ج ۲/ ص ۱٥۷ (الصدقات) تنزيه الشريعة ج ۲/ ص ۱۳۲ (الصدقات) الاسرار ص ۳٥۹، حديث نمبر(٥۲۸)

''جس کے پاس صدقہ کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ہو وہ یہود پر لعنت کرے، یہود پر لعنت کرنا صدقہ ہے۔''

اس حدیث کو حافظ خطیب نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس کی سند میں دو متروک راوی ہیں نیز حافظ خطیب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے اس کی بابت امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ یہ حدیث مکذوب وباطل ہے۔ اسے کوئی عقل رکھنے والا نہیں بیان کرسکتا۔

۵۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِسْتَعِیْنُوْا عَلٰی نَجَاحِ الْحَوَائِجِ بِالْکِتْمَانِ فَاِنَّ کُلَّ ذِیْ نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ۔))[1]

''ضروریات میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اخفاء سے کام لو، کیونکہ ہر نعمت والے سے حسد کیا جاتا ہے۔''

اس حدیث کو امام عقیلی نے حضرت معاذ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس کی سند میں سعید بن سلام عطار ہے جس کے بارہ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ اسے واضع حدیث کہا جاتا ہے۔

اس حدیث کو حافظ خطیب نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے اس کی سند میں حسین بن عبداللہ الایزاری وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے اور امام احمد اور ابن معین نے فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۵۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا جُبِلَ وَلِیُّ اللّٰہِ اِلَّا عَلَی السَّخَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ۔))[2]

''ولی اللہ کی فطرت صرف سخاوت وحسن اخلاق ہے۔''

اس حدیث کو امام دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند کا ایک راوی یوسف بن السفر جھوٹ بولتا تھا۔ اس کی روایت کردہ مذکورہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

---

[1] الموضوعات ج ۲/ص ۱۶۵ (کتاب الصدقة). اسنی المطالب ص ۳۹۔
کشف الخفاء ج ۱/ص ۱۳۵، حدیث نمبر (۳۴۲)

[2] کشف الخفاء ج ۲/ص ۲۵۹، حدیث نمبر (۲۲۰۲). الفوائد المجموعة ص ۷۶۔
(صدقة الفرض). تنزیه ج ۲/ص ۱۲۹ (کتاب الصدقات)

۵۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ السَّخِیَّ قَرِیْبٌ مِنَ النَّاسِ، قَرِیْبٌ مِنَ اللّٰہِ، قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ، بَعِیْدٌ مِنَ النَّارِ وَاِنَّ الْبَخِیْلَ بَعِیْدٌ مِنَ اللّٰہِ، بَعِیْدٌ مِنَ النَّاسِ، بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّارِ وَالْفَاجِرُ السَّخِیُّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ۔)) [1]

''بے شک سخی آدمی لوگوں سے، اللہ تعالیٰ سے اور جنت سے قریب اور جہنم سے دور ہے، لیکن بخیل آدمی اللہ تعالیٰ سے، لوگوں سے، اور جنت سے دور اور جہنم سے قریب رہتا ہے اور سخی فاجر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخیل عبادت گزار سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔''

اس حدیث کو امام عقیلیؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی المصنوعۃ میں کہا کہ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے روضۃ العقلاء میں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں اور حافظ خطیبؒ نے کتاب البخلاء میں روایت کیا ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''غریب'' کہا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس روایت کرنے میں سعید بن محمد وراق منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ امام ابن معین رحمہ اللہ نے کہا کہ سعید بن محمد وراق "لیس بشیء" ہے یعنی روایت میں کچھ بھی معتبر نہیں۔

یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے مگر اس کے باوجود قابل حجت نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مختلف الفاظ کے ساتھ معنوی طور پر مروی ہے مثلاً بایں الفاظ مروی ہے:

((اَلسَّخِیُّ الْجُھُوْلُ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْعَابِدِ الْبَخِیْلِ۔)) [2]

''جاہل سخی آدمی عبادت گزار بخیل سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔''

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

---

[1] الضعفاء الکبیر ج ۲/ص ۱۱۷، حدیث نمبر (۵۹۱)۔ الکامل ج ۳/ص ۱۲۳۹ (سعید بن محمد الوراق)۔ احادیث ضعیفة ج ۲/ص ۱۰۱، حدیث نمبر (٦٤٦) الفوائد ص ۷۷/۳۸۔

[2] اللآلی ج ۲/ص ۹۳۔ الکامل ج ۳/ص ۱۰۳۹ (رواد بن الجراح)۔ کنز العمال ج ٦ حدیث نمبر (١٦٢١٠)

«شَابٌّ سَفِيْهٌ سَخِيٌّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْخٍ بَخِيْلٍ عَابِدٍ» ❶

''نوجوان بے وقوف سخی آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبادت گزار اور بخیل بڈھے سے کہیں زیادہ پسندیدہ ومحبوب ہے۔''

۵۴۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ اَيْقَنَ بِالْخَالِقِ جَادَ بِالْعَطِيَّةِ» ❷

''جو اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے وہ بخشش کرنے میں سخی ہوتا ہے۔''

امام صنعانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

۵۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :

«طَعَامُ الْجَوَادِ دَوَاءٌ وَطَعَامُ الْبَخِيْلِ دَاءٌ» ❸

''سخی کا کھانا دوا ہے اور بخیل کا کھانا بیماری پیدا کرتا ہے۔''

امام فیروز آبادی رحمہ اللہ نے المختصر میں اس حدیث کو ''منکر'' کہا۔ امام ذہبیؒ نے اس کو ''کذب'' یعنی جھوٹ قرار دیا۔ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے باطل کہا پھر بھی مقاصد حسنہ میں سخاویؒ نے کہا کہ اس حدیث کی سند کے رواۃ ثقہ ہیں۔

۵۶۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

«حَلَفَ اللّٰهُ بِعِزَّتِهٖ وَعَظَمَتِهٖ وَجَلَالِهٖ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَخِيْلٌ» ❹

''اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت وعظمت اور جلالت کی قسم کھا کر فرمایا کہ بخیل جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

مقاصد حسنہ میں سخاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث کتب حدیث میں نہیں ملی۔

۵۷۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

«لَمَّا بَنٰى اِبْرَاهِيْمُ الْبَيْتَ صَلّٰى فِيْ كُلِّ رُكْنٍ اَلْفَ رَكْعَةٍ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ يَا اِبْرَاهِيْمُ

---

❶ احاديث ضعيفة ج٢/ص١٠١، حديث نمبر(٦٤٦)

❷ الفوائد المجموعة ص٨١ (صدقة الفرض). كشف الخفاء ج٢/ص٣٢١ حديث (٢٣٩٨)

❸ الفوائد المجموعة ص٨١. كشف الاسرار ج٢ ص٤٩ حديث نمبر (١٦٥٣) الاسرار ص٢٤٠ حديث نمبر (٢٧٩)

❹ الفوائد المجموعة ص٨٢ (صدقة الفرض)

كَأَنَّكَ سَتَرْتَ عَوْرَةً أَوْ أَشْبَعْتَ جَوْعَةً ـ))❶

''جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنایا تو انہوں نے ہر ستون کے پاس ایک ہزار رکعت نماز پڑھی اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ گویا آپ نے ایک پردہ پوشی کی یا ایک بھوکے کو شکم سیر کھانا کھلایا''۔

یعنی ایک پردہ پوشی ایک بھوکے کو شکم سیر کرانا ہزار رکعات نماز پڑھنے سے بھی افضل ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے ذیل اللآلی نے کہا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کو بجا طور پر موضوع کہا ہے۔

۵۸۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((حُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰى حُبِّ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهَا وَبُغْضِ مَنْ أَسَاءَ إِلَيْهَا ـ))

''فطری طور پر دل ان لوگوں سے محبت رکھتے ہیں جو لوگوں کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرتے ہیں اور ان لوگوں سے بغض رکھتے ہیں جو بدسلوکی کرتے ہیں۔''

امام سخاوی رحمہ اللہ نے مقاصد حسنہ میں کہا کہ یہ حدیث باطل ہے۔

۵۹۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِتَّقِ شَرَّ مَنْ أَحْسَنْتَ إِلَيْهِ ـ))❷

''جس کے ساتھ تم احسان کرو اس کے شر اور برائی سے بچ کر رہو۔''

امام سخاویؒ نے مقاصد حسنہ میں کہا کہ میں اس حدیث کی معرفت نہیں رکھتا۔

۶۰۔رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ مَشٰى فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ لَهُ خَيْرًا مِنْ اِعْتِكَافِ عَشْرِ سِنِيْنَ ـ))❸

''جس نے اپنے بھائی کے کام کے لئے کوشش کی تو اس کے لئے دس سال اعتکاف میں عبادت کرنے سے بہتر ہے۔''

امام فیروز آبادی رحمہ اللہ نے کتاب المختصر میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

---

❶ الفوائد ص۸۲(صدقة الفرض).تنزيه الشريعة ج۲/ص۱٤٤(كتاب الصدقات)

❷ المقاصد الحسنة ص۲۰ حديث نمبر(۲۵)كشف الخفاء ۱/ص٤٤ حديث نمبر(۸٦).
الاسرار المرفوعة ص۸۰ حديث نمبر(۱۱)

❸ تاريخ خطيب ج٤/ص۱۲٦تا۱۲۷ حديث نمبر(۱۸۰۲)وتاريخ خطيب ج۱۱/ص۸٤ حديث نمبر(۵۷٦٤)

۶۱۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ لَمْ يَهْتَمَّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ۔)) ❶

''جو آدمی مسلمانوں کے معاملات کی پروا نہیں کرتا اوران کی اہمیت کو نہیں سمجھتا وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔''

امام فیروز آبادی رحمہ اللہ نے کتاب المختصر میں کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۶۲۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يُكَافِيءُ مَنْ يَسْعٰى لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ فِيْ حَوَائِجِهِ فِيْ نَفْسِهِ وَ وَلَدِهِ ۔)) ❷

''بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کی جان اور اولاد کے معاملہ میں کفایت کرتا ہے جو اپنے مومن بھائی کی ضروریات میں کوشاں ہوتا ہے۔''

حافظ خطیب رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے۔

۶۳۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ سَعٰى لِأَخِيهِ فِيْ حَاجَةٍ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ۔)) ❸

''جو آدمی اپنے مسلمان بھائی کی حاجت برآری میں کوشش کرے اس کے اگلے اور پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے ذیل اللآلی میں کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۶۴۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ أَخَذَ بِيَدِ مَكْرُوبٍ أَخَذَ اللّٰهُ بِيَدِهِ ۔)) ❹

''جس نے کسی پریشان حال کی دست گیری و مدد کی تو اللہ تعالیٰ اس کی دست گیری و مدد کرے گا۔''

---

❶ مجمع الزوائد ج ۱۰ / ص ۲۴۸ (کتاب الزهد باب الطمع. الفوائد المجموعة ص ۸۳ (صدقة الفرض)۔ سلسله احاديث ضعيفة ج ۱ / ص ۳۲۱، حديث نمبر (۳۱۰)

❷ تاريخ بغداد ج ۷ / ص ۴۲۱. العلل المتناهية ج ۲ / ص ۲۲، حديث نمبر (۸۴۷). تنزيه ج ۲ / ص ۱۴۲ (الصدقات) الفوائد ص ۸۴ (صدقة الفرض)

❸ الفوائد ص ۸۴ (صدقة الفرض). تنزيه ج ۲ / ۱۴۳ (الصدقات والمعروف)

❹ تاريخ بغداد، ج ۳ / ص ۹۶، ۹۷. تنزيه الشريعة ج ۲ / ص ۱۴۳ (الصدقات والمعروف). الفوائد المجموعة ص ۸۴ (صدقة الفرض)

میزان الاعتدال میں امام ذہبی ﷫ نے کہا کہ یہ حدیث مکذوب ہے اس کے وضع کرنے کا الزام احمد بن حسین پر ہے۔

۶۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تَهَادُوْا تَحَابُّوْا۔» ❶

''آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ وتحفہ دیا کرو تو ایک دوسرے کے ساتھ محبت ہو جائے گی۔''

امام فیروز آبادیؒ نے کتاب المختصر میں کہا کہ حدیث ضعیف ہے۔

روزے کا بیان

۶۶۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

«اِذَا كَانَ اَوَّلَ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ ، نَظَرَ اللّٰهُ اِلٰى خَلْقِهِ الصِّيَامِ ، وَاِذَا نَظَرَ اللّٰهُ اِلٰى عَبْدٍ لَمْ يُعَذِّبْهُ وَفِيْهِ فَاِذَا كَانَ لَيْلَةَ النِّصْفِ ، فَاِذَا كَانَ لَيْلَةَ خَمْسَةَ وَعِشْرِيْنَ ۔» ❷

''جب رمضان کی پہلی رات کو اللہ تعالیٰ اپنے روزہ دار بندوں کو دیکھتا ہے اور جب اللہ اپنے کسی بندہ کو دیکھتا ہے تو اس پر عذاب نہیں کرتا، اسی طرح اس حدیث میں پندرہ کی رات اور پچیس کی رات کا ذکر کر کے اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔''

مذکورہ بالا حدیث موضوع ہے۔ اس کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں۔ اس کو وضع کرنے کا الزام عثمان بن عبداللہ قرشی پر ہے۔

۶۷۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

«اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى لَيْسَ بِتَارِكٍ اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ صَبِيْحَةَ اَوَّلِ يُوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ اِلَّا غَفَرَلَهٗ۔» ❸

''بے شک اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کی صبح کو مسلمانوں میں سے کسی کو معاف کیے

---

❶ مجمع الزوائد ج ٤/ص ١٤٦ (كتاب البيوع باب الهدية). التمهيد ج ٦/ص ١١٦. الترغيب ج ٣/ص ٤٣٤ (الترغيب فی المصافحة). إروا الغليل ج ٦/ص ٤٤ حديث نمبر (١٦٠١). الفوائد المجموعة ص ٨٤ (صدقة الفرض)

❷ الفوائد المجموعة ص ٨٨ (الصيام). الموضوعات ج ٢/ص ١٩٠

❸ تاريخ بغداد: ج ٥/ص ٩١. سلسله احاديث ضعيفة ج ١/ص ٣٠٩، حديث نمبر (٢٩٦)

بغیر باقی نہیں رکھتا۔"

اس حدیث کو حافظ خطیبؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ صحیح حدیث نہیں ہے۔ اس کی سند کا ایک راوی کذاب ہے، دوسرا راوی متروک ہے۔ امام بیہقیؒ نے اسے شعب الایمان میں سے ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے (مگر اس سند سے بھی یہ حدیث غیر معتبر ہے)

۶۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی فِیْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رمضان عِنْدَ الْاَفْطَارِ الفُ الفٍ عَتِيْقٌ مِنَ النَّارِ۔)) ❶

"بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ ماہ رمضان میں روزانہ افطار کے وقت دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔"

یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے مگر ثابت نہیں ہے۔ اسے امام دیلمی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ امام ابن حبانؒ نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا جس میں یہ لفظ ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان میں روزانہ بوقت افطار چھ لاکھ آدمیوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے لیکن اس حدیث کی بابت بھی امام ابن حبان نے فرمایا کہ باطل و بے اصل ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو امام بصری رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ (مرسل حدیث ضعیف حدیثوں کی اقسام میں سے ہے اور معتبر نہیں ہوتی) نیز امام بیہقیؒ نے اس حدیث کو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے بایں لفظ نقل کیا ہے کہ رمضان میں روزانہ بوقت افطار جہنم سے کچھ لوگوں کو آزاد کرتا ہے امام بیہقی نے اس حدیث کو بہت "غریب" قرار دیا ہے۔

امام بیہقی نے اس حدیث کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ روایت کیا کہ رمضان میں ہر دن بوقت افطار اللہ تعالیٰ ستر ہزار افراد کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اور عید الفطر کے دن اتنے آدمیوں کو آزاد کرتا ہے جتنے آدمیوں کو پورے ماہ رمضان میں آزاد کرتا ہے یعنی بیالیس لاکھ (کیونکہ اکیس لاکھ پورے رمضان میں اور اکیس لاکھ عید الفطر کے دن)

۶۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

❶ تنزیه الشريعة ج ۲ / ص ۱۵۵ (الصوم). كنز العمال، ج ۸ / ص ۴۷۹، حديث نمبر (۲۳۷۱۹). الفوائد المجموعة ص ۸۹ (الصيام)

((یُوْ اذِنَ اللّٰہُ لِاَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْ یَّتَکَلَّمُوْا بَشَّرُوْا صُوَّامِ شَھْرِ رَمَضَانَ بِالْجَنَّۃِ۔))

''اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں کو کلام کی اجازت دے تو وہ رمضان کا روزہ رکھنے والوں کو جنت کی بشارت دیں۔''

اس حدیث کو امام عقیلی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند مجہول ہے اور یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے مگر اس سند میں ایک راوی متروک ہے۔

۷۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((صُوْمُوْا تَصِحُّوْا۔)) ❶

''مسلمانو! تم روزہ رکھو تو صحت مند رہا کرو گے۔''

امام صنعانی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ امام فیروز آبادی نے کتاب المختصر میں کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۷۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ:

((لِکُلِّ شَیْءٍ زَکٰوۃٌ وَزَکٰوۃُ الْجَسَدِ الصوم ۔)) ❷

''ہر چیز کی زکوۃ ہے اور جسم کی زکوۃ روزہ ہے۔''

کتاب الخلاصۃ میں کہا کہ مذکورہ بالا حدیث ضعیف ہے۔

۷۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((اِنَّہٗ یُسَبِّحُ مِنَ الصَّائِمِ کُلُّ شَعْرِہٖ وَیُوْضَعُ لِلصَّآ ئِمِیْنَ وَالصَّآ ئِمَاتِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَحْتَ الْعَرْشِ مَائِدَۃٌ مِّنْ ذَھَبٍ۔)) ❸

''روزہ دار کا ہر بال تسبیح خوانی کرتا ہے اور بروز قیامت روزہ دار مردوں اور عورتوں کے لئے عرش

❶ الفوائد ص ۹۰ (الصیام)۔المقاصد الحسنۃ ص ۲۶۸ حدیث نمبر (۶۳۷)۔سلسلہ احادیث ضعیفۃ ج ۱/ص ۶۷۷ حدیث نمبر (۲۵۳) کشف الخفاء ج ۲/ص ۴۲ حدیث نمبر (۱۶۳۱)۔مجمع الزوائد ج ۵/ص ۳۲۴ (الجهاد باب اغزوا تغنموا۔)

❷ سنن ابن ماجۃ ج ۱/ص ۵۵۵ حدیث نمبر (۱۷۴۵) کتاب الصیام۔مجمع الزوائد ج ۳/ص ۱۸۲ (الصیام) ۔ طبرانی کبیر ج ۶/ص ۲۳۸ حدیث (۵۹۷۳)۔الفوائد ص ۹۰ (الصیام)

❸ الفوائد ص ۹۰ (الصیام)

الٰہی کے سایہ میں سونے کا دستر خوان بچھایا جائے گا۔“

مذکورہ بالا حدیث کی سند میں ابوعصمہ وضاع ہے۔

۷۳۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ فَطَّرَ صَآ ئِمًا عَلٰی طَعَامٍ وَشَرَابٍ مِّنْ حَلَالٍ صَلَّتْ عَلَیْهِ الْمَلٰٓئِکَةُ۔)) ❶

”جس نے کسی روزہ دار کو حلال چیز کھلا پلا کر افطار کرایا اس کے لئے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔“

اس حدیث کو امام ابن عدی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔

امام ابن حبان نے کہا کہ یہ حدیث بے اصل ہے۔ ابن عدی والی سند میں دو متروک راوی ہیں اور اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

۷۴۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((خَمْسٌ یُفَطِّرْنَ الصَّآئِمَ وَیَنْقُضْنَ الْوُضُوْءَ اَلْکِذْبُ وَالنَّمِیْمَةُ وَالْغِیْبَةُ وَالنَّظْرُ لِشَهْوَةٍ وَالْیَمِیْنُ الْکَاذِبَةُ۔)) ❷

”پانچ چیزوں سے روزہ دار کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور وضو بھی جاتا رہتا ہے وہ پانچ چیزیں یہ ہیں۔ جھوٹ، چغل خوری، غیبت، شہوت سے دیکھنا اور جھوٹی قسم۔“

حافظ سیوطی نے اللآلی المصنوعہ میں کہا کہ یہ حدیث سعید بن عنبسہ کی وجہ سے موضوع ہے کیونکہ یہ کذّاب راوی ہے اور اس سے اوپر کے تین راوی بھی مجروح ہیں۔

۷۵۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ فَلْیُهْدِ بُدَنَةً فَاِنْ لَمْ یَجِدْ فَلْیُطْعِمْ ثَلَاثِیْنَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَلْمَسَاکِیْنَ۔)) ❸

”جس نے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا وہ ایک اونٹ بطور کفارہ قربانی کرے اگر اونٹ نہ پا سکے تو تیس صاع کھجور مسکینوں کو کھلائے۔“

اس حدیث کو امام دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس کی سند میں

❶ الفوائد ص ۹۲ (الصیام) المعجم الکبیر ج۶/ص ۳۲۱، حدیث نمبر (۶۱۶۲) الموضوعات ج۲/ص ۱۹۳ (الصیام)

❷ الموضوعات ج۲/ص۱۹۵/ (ما یبطل الصوم). کنز العمال حدیث نمبر (۲۳۸۱۳تا ۲۳۸۲۰)

❸ الفوائد المجموعة ص ۹۴ (الصیام). الموضوعات ج۲/ص ۱۹۶ (الصیام) کنز العمال حدیث نمبر (۲۳۸۲۶)

مقاتل بن سلیمان کذّاب ہے اور اس کی سند کا ایک دوسرا راوی حارث بن عبیدہ کلاعی ضعیف ہے۔

۷۶۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا عُذْرٍ كَانَ عَلَيْهِ اَنْ يَّصُوْمَ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا وَمَنْ اَفْطَرَ يَوْمَيْنِ كَانَ عَلَيْهِ سِتُّوْنَ وَمَنْ اَفْطَرَ ثَلَاثًا كَانَ عَلَيْهِ تِسْعُوْنَ يَوْمًا۔)) ❶

''جس نے رمضان کا ایک روزہ بلاشرعی اجازت وعذر کے چھوڑا اس پر تیس روزہ بطور کفارہ رکھنا واجب ہے اور اگر دو روزے چھوڑے تو ساٹھ دن اسے روزہ رکھنا ضروری ہے اور تین روزے چھوڑے تو نوے دن کے روزے لازم ہیں۔''

اس حدیث کو امام دارقطنی نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ اس کی سند میں عمر بن ایوب موصلی نام کا راوی ساقط الاعتبار ہے اور اس کی سند میں دوسرا راوی محمد بن صبیح ''لیس بشئی'' یعنی غیر معتبر ہے۔

۷۷۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ صَامَ اٰخِرَ يَوْمٍ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ وَاَوَّلَ يَوْمٍ مِنَ الْمُحَرَّمِ فَقَدْ خَتَمَ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَافْتَتَحَ السَّنَةَ الْمُسْتَقْبِلَةَ بِصَوْمٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ كَفَّارَةَ خَمْسِيْنَ سَنَةً۔)) ❷

''جس نے ماہ ذی الحجہ کی آخری تاریخ اور محرم کی پہلی تاریخ میں روزہ رکھا اس نے سال کے آخری دن اور آنے والے سال کے پہلے دن روزہ رکھا اس لئے اللہ تعالیٰ ان دونوں دنوں کے روزوں کو اس کے پچاس سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔''

اس حدیث کو ابن ماجہؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس کی سند میں دو کذّاب راوی ہیں۔

۷۸۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ صَامَ تِسْعَةَ اَيَّامٍ مِنْ اَوَّلِ الْمُحَرَّمِ ، بَنَى اللّٰهُ لَهٗ قُبَّةً فِي الْهَوَاءِ مِيْلًا فِيْ مِيْلٍ۔)) ❸

''جو شخص ابتدائے ماہ محرم کے نو دن روزے رکھے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ فضا میں ایک مربع میل لمبا چوڑا قبہ تعمیر کرائے گا۔''

---

❶ الموضوعات ج۱ / ص۱۹۶ (الصیام). الفوائد ص۹٤ (الصیام). تنزیہ الشریعہ ج۲ / ص۱٤۸ (الصیام)

❷ الفوائد المجموعة ص۹٦ (الصیام). تنزیہ، الشریعہ، ج۲ / ص۱٤۸ (الصیام)

❸ الفوائد ص۹٦ (الصیام). تنزیہ، الشریعہ، ج۲ / ص۱٤۸ (الصیام)

مذکورہ بالا حدیث کو امام ابونعیمؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس کی سند میں موسیٰ طویل آفت ہے۔

۷۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((مَنْ صَامَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ أُعْطِيَ ثَوَابَ عَشْرَةَ الآفِ مَلَكٍ۔)) [1]

"جس نے عاشورا کا روزہ رکھا اسے دس ہزار فرشتوں کی عبادت کا ثواب ملے گا۔"

اس حدیث کا ذکر حافظ سیوطی نے اللآلی المصنوعۃ میں طویل عبارت کے ساتھ کیا ہے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے اور باعتبار سند موضوع ہے۔

۸۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ صَوْمَ يَوْمٍ فِي السَّنَةِ وَهُوَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ وَهُوَ الْيَوْمُ الْعَاشِرُ مِنَ الْمُحَرَّمِ فَصُوْمُوْهُ وَوَسِّعُوْا عَلَى أَهْلِيْكُمْ فَإِنَّهُ الْيَوْمُ الَّذِيْ تَابَ اللّٰهُ فِيْهِ عَلَى آدَمَ الخ)) [2]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل پر سال بھر میں ایک روزہ (یعنی دسویں محرم مراد عاشوراء کے دن) فرض کیا تھا۔ لہٰذا اے مسلمانو! تم بھی اس دن روزہ رکھو اور اس روز اپنے گھر والوں کو کشادگی کے ساتھ کھلاؤ پلاؤ اور ان پر خرچ کرو کیونکہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی تھی۔"

اس حدیث کو امام ابن ناصر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اللآلی المصنوعۃ میں سیوطی نے اسے طویل الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس حدیث کے مضمون میں اللہ تعالیٰ و رسول پر ایسی جھوٹی باتیں گھڑی گئی ہیں جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کذابین پر لعنت بھیجے۔ یہ حدیث بلاشک موضوع ہے۔

۸۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((مَنِ اكْتَحَلَ بِالْإِثْمِدِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ لَمْ يَرْمَدْ أَبَدًا۔)) [3]

"جو آدمی عاشوراء (دسویں محرم) کو اثمد کا سرمہ لگائے اسے کبھی آشوب چشم نہیں ہوگا۔"

---

[1] الفوائد ص٩٦ (الصيام)

[2] الفوائد ص٩٦ (الصيام)۔تنزيه ج٢/ص١٥٠ (الصيام)۔لسان الميزان ج٥/ص٣٠٢ حديث نمبر (١٠١٩)

[3] تنزيه ج٢/ص١٥٧ (الصوم)۔الاسرار المرفوعة ص٢٣٢ حديث نمبر (٤٦٨)۔كشف الخفاء ج٢/ص٢٣٤ حديث نمبر (٢٤١٠)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں واقع شدہ ایک راوی ''جویبر'' کی بابت امام حاکمؒ نے کہا کہ میں جویبر کی ذمہ داری سے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بے زاری ظاہر کرتا ہوں۔

اللآلی المصنوعہ میں حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی مرۃ بالکل ہی ضعیف وغیر معتبر ہے۔

امام ابن النجار نے اس حدیث کو اپنی تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اس کی سند میں اسماعیل بن معمر بن قیس ہے جس کو میزان الاعتدال میں غیر ثقہ کہا ہے۔

۸۲ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

« مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عَیَالِهٖ یَوْمَ عَاشُوْرَاء وَسَّعَ اللّٰهُ عَلٰی سَائِرِ سَنَتِهٖ۔ »[1]

''جس نے عاشورا کے دن اپنے عیال کے خرچ میں فراخ دلی سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ اسے سال بھر کشادگی میں رکھے گا۔''

اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں سلیمان بن ابی عبداللہ مجہول ہے اور یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔

۸۳ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

« رَجَبُ شَهْرُ اللّٰهِ وَ شَعْبَانُ شَهْرِیْ وَ رَمَضَانُ شَهْرُ أُمَّتِیْ فَمَنْ صَامَ مِنْ رجب یَوْمَیْنِ فَلَهٗ مِنَ الْاَجْرِ ضِعْفَانِ وَوَزْنُ کُلِّ ضِعْفٍ مِثْلُ جِبَالِ الدُّنْیَا ثُمَّ ذَکَرَ اَجْرَ مَنْ صَامَ اَرْبَعَةَ اَیَّامٍ وَمَنْ صَامَ سِتَّةَ اَیَّامٍ ثُمَّ سَبْعَةَ اَیَّامٍ ثُمَّ ثَمَانِیَةِ اَیَّامٍ ثُمَّ هٰکَذَا اِلٰی خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْمًا مِنْهُ ۔ »[2]

''رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے۔ (یعنی شعبان ماہ نبوی ہے) اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے جو آدمی رجب کے دو دن روزہ رکھے گا اسے دوگنا

---

[1] (الاسرار ص ۳۶۰ حدیث نمبر (۵۳۲) تنزیه ج ۲/ ۱۵۷ (الصوم) کشف الخفاء ج ۲/ص ۳۹۲ حدیث نمبر (۲۶٤۲) الفوائد ص ۹۸ (الصیام)

[2] تنزیه ج ۲/ص ۱۵۱ (الصوم). الفوائد/ ص ۱۰۰ (الصیام). الموضوعات ج ۲/ص ۲۰۵ (باب صوم رجب)

ثواب ملے گا اور دونوں میں سے ایک کا وزن دنیا کے پہاڑوں کے برابر ہوگا۔اس کے بعد اس حدیث میں ماہ رجب کے چار دن چھ دن اور سات سے لے کر پندرہ دن تک روزہ رکھنے کا ذکر کر کے سب کے ثواب واجر کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔"

یہ حدیث موضوع ہے۔اس کی سند میں ابوبکر بن حسن نقاش مہتم ہے اور ایک دوسرا راوی کسائی مجہول ہے،اس حدیث کو اللآلی المصنوعۃ کے مصنف نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

۸۴۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((اِنَّ شَهْرَ رَجَبَ شَهْرٌ عَظِيْمٌ مَنْ صَامَ مِنْهُ يَوْمًا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ صَوْمَ اَلْفِ سَنَةٍ ۔)) ❶

"بے شک ماہ رجب عظمت والا مہینہ ہے جو اس کا ایک دن بھی جو روزہ رکھے گا اسے ہزار سال روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔"

اس حدیث کو امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔علامہ سیوطی نے اللآلی المصنوعۃ میں کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس کی سند میں ایک راوی ہارون بن عنترہ ہے جو منکر احادیث بیان کرتا ہے۔

حج کا بیان

۸۵۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((مَنْ تَزَوَّجَ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ فَقَدْ بَدَاَ بِالْمَعْصِيَةِ ۔)) ❷

"جو آدمی حج سے پہلے شادی کر لے اس نے گناہ کا کام شروع کیا۔"

اس حدیث کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے،اس کی سند میں احمد بن جمہور قرقسانی اور محمد بن ایوب ہیں۔ان میں سے اول الذکر احمد قرقسانی موضوعات

---

❶ (تنزیه ج۲/ص۱۵۲/ (الصوم) الفوائد ص۱۰۱ (الصیام) الموضوعات ج۲/ص۲۰۷/ (باب صوم رجب) میزان الاعتدال ج۳/ص۴۸/ حدیث (۵۵۴۰)

❷ تنزیه ج۲/ص۱۶۷/ الحج۔الفوائد ص۱۰۳ (الحج) ۔الموضوعات ج۲/ص۲۱۳ (الحج) ضعیفة ج۱ ص۲۵٦ حدیث نمبر (۲۲۲)

کی روایت کرتا ہے اور دوسرے پر کذب بیانی کا الزام ہے۔

۸۶۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((اَلْحَجُّ جِهَادُ كُلِّ ضَعِيفٍ۔)) ❶

''ہر کمزور آدمی کا جہاد حج ہے۔''

امام صنعانی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۸۷۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ أُسْبُوْعًا وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَشَرِبَ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوْبُهٗ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ۔)) ❷

''جس نے ایک ہفتہ خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور آب زمزم پیا اس کے گناہ چاہے جتنے ہوں سب معاف ہو جائیں گے۔''

اس حدیث کو امام ابن طاہرؒ نے تذکرۃ الموضوعات میں ذکر کیا اور سخاویؒ نے اسے مقاصد الحسنہ میں واحدی و دیلمی کے حوالہ سے نقل کیا، اور کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ عوام الناس اس حدیث پر بہت فریفتہ ہیں اور اس کے ثبوت میں انہوں نے خواب اور شبہات کا سہارا لیا حالانکہ اس طرح کی باتوں سے احادیث نبویہ ﷺ ثابت نہیں ہو سکتیں۔

۸۸۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((مَنْ طَافَ أُسْبُوْعًا فِي الْمَطَرِ غُفِرَلَهٗ مَا سَلَفَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ۔)) ❸

''جس نے بارش میں ہفتہ بھر طواف خانہ کعبہ کیا اس کے سارے گزشتہ گناہ معاف ہوں گے۔''

امام صنعانی نے کہا کہ مذکورہ بالا حدیث باطل و بے اصل ہے۔

---

❶ الفوائد ص۱۰۶ (الحج) کشف ج۲ / ص۳۵۸ حدیث نمبر (۲۰۲۵) .الاسرار ص۳٤۸ حدیث نمبر (۵۰۱) اسنی المطالب ص۲۱۹ (حرف المیم)

❷ کشف الخفاء ج۱ / ص٤۲۰ حدیث نمبر (۱۱۱۳) .الفوائد ص۱۰٤ (الحج). ص۱۸٤ (۱٦۷)

❸ الاسرار ص۱۸٤ (۵۰۲) .الفوائد ص۱۰٦ (الحج)

۸۹۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ طَافَ بِالْكَعْبَةِ فِيْ يَوْمٍ مَطِيرٍ كَانَ لَهُ بِكُلِّ قَطْرَةٍ تُصِيبُهُ حَسَنَةٌ وَمُحِيَ عَنْهُ بِالْأُخْرٰى سَيِّئَةٌ ۔)) ❶

''جس نے بارش کے دن خانہ کعبہ کا طواف کیا اس کے جسم پر جتنے قطرے گریں گے ہر قطرہ کے بدلہ ایک نیکی ملے گی اور ایک گناہ معاف ہوگا۔''

بقول صنعانی یہ حدیث بھی باطل اور بلا دلیل ہے۔

۹۰۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ طَافَ أُسْبُوعًا خَالِيًا كَانَ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ ۔)) ❷

''جس نے خالی ایک ہفتہ صرف طواف کیا اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔''

مذکورہ بالا احادیث امام غزالیؒ کی کتاب احیاء العلوم میں منقول ہیں مگر ان کا اعتبار نہیں کیونکہ مصنف احیاء العلوم صحیح وموضوع احادیث کی تمیز نہیں رکھتے تھے۔

۹۱۔رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ قَدْ وَعَدَ هٰذَا الْبَيْتَ أَنْ يَّحُجَّهُ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ سِتُّمِائَةِ أَلْفٍ فَإِنْ نَقَصُوْا أَكْمَلَهُمُ اللّٰهُ بِالْمَلَائِكَةِ وَإِنَّ الْكَعْبَةَ تُحْشَرُ كَالْعَرُوْسِ الْمَزْفُوْفَةِ فَكُلُّ مَنْ حَجَّهَا يَتَعَلَّقُ بِأَسْتَارِهَا يَسْعَوْنَ حَوْلَهَا حَتّٰى تَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَيَدْخُلُوْنَ مَعَهَا ۔)) ❸

''بے شک اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ ہر سال چھ لاکھ آدمی اس کا حج کریں گے، اگر اس سے حجاج کی تعداد کم ہوئی تو اسے اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ پورا کرتا ہے، کعبہ قیامت کے دن سنواری ہوئی دلہن کی طرح لایا جائے گا۔ جتنے لوگوں نے حج کیا ہے وہ پردہ کعبہ کو پکڑ کر اس کے گرد دوڑیں گے۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور اس کے ساتھ سارے حاجی لوگ بھی داخل جنت ہوں گے۔''

مذکورہ بالا حدیث بھی موضوع ہے۔

---

❶ الفوائد ص۱۰۶ (الحج)

❷ الاسرار ص ۳۵۱ حدیث نمبر (۵۰۴)۔الفوائد ص۱۰۷ (الحج)

❸ الاسرار ص۱۲۶ حدیث نمبر (۸۸)

۹۲۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

« لَمَّا نَادٰى اِبْرَاهِيْمُ بِالْحَجِّ لَبَّى الْخَلْقُ فَمَنْ لَبّٰى تَلْبِيَةً وَاحِدَةً حَجَّ حَجَّةً وَاحِدَةً وَمَنْ لَبّٰى مَرَّتَيْنِ حَجَّ مَرَّتَيْنِ۔» ❶

''جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کے لئے اعلان کیا تو لوگوں نے تلبیہ (لبیک) کہا۔ چنانچہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہا وہ ایک حج کرے گا اور جس نے دوبارہ کہا دو حج کرے گا۔''

حافظ سیوطی نے ذیل اللآلی میں کہا کہ یہ حدیث محمد بن اشعث کی کتاب سے منقول ہے جس کی عام روایات منکر ہیں۔

۹۳ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

« مَنْ حَجَّ حَجَّةَ الْاِسْلَامِ وَزَارَ قَبْرِیْ وَغَزٰى غَزْوَةً وَصَلّٰى عَلَيَّ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدَسِ لَمْ يَسْأَلْهُ اللّٰهُ عَمَّا افْتَرَضَ عَلَيْهِ۔» ❷

''جس نے اسلام کا حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی ، اور ایک غزوہ کیا اور بیت المقدس میں میرے اوپر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس سے فرائض کے بارے میں سوال نہ کرے گا۔''

ذیل اللآلی میں کہا کہ یہ حدیث باطل ہے۔

۹۴ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

« اِذَا خَرَجَ الْحَاجُّ مِنْ بَيْتِهٖ كَانَ فِیْ حِرْزِ اللّٰهِ فَاِنْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ يَّقْضِیَ نُسُكَهٗ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ وَ اِنْفَاقُهُ الدِّرْهَمُ الْوَاحِدُ فِیْ ذٰلِكَ الْوَجْهِ يَعْدِلُ اَرْبَعِيْنَ اَلْفَ اَلْفَ دِرْهَمٍ فِيْمَا سِوَاهُ۔» ❸

''حاجی جب اپنے گھر سے نکلا تو وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں آ گیا اور وہ اپنا حج پورا کرنے سے پہلے مر گیا تو اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ اس کے

---

❶ الفوائد / ص۱۰۹ (الحج). تنزیه ج۲ / ص ۱٦ (الحج)

❷ سلسله احادیث ضعیفه ج۱،ص۲٤۲ حدیث نمبر (۲۰٤). الفوائد ص۱۰۹ (الحج). تنزیه ج۲،ص ۱۷٥ (الحج)

❸ الفوائد ص۱۰۹ (الحج). تنزیه ج۲ / ص ۱۷٥ (الحج). اتحاف ج٤ / ص ٤۳٤)

راستے میں اس کا خرچ کیا ہوا ایک درہم چار کروڑ درہم کے برابر ہے۔"

حافظ ابن حجر نے کہا کہ مندرجہ بالا حدیث موضوع ہے۔

۹۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((مَنْ شَيَّعَ حَاجًّا أَرْبَعِينَ خُطْوَةً ثُمَّ عَانَقَهُ وَوَدَّعَهُ فَلَمْ يَفْتَرِقَا حَتّٰى يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُ۔)) ❶

"جو شخص کسی حاجی کو چالیس قدم پہنچانے گیا پھر اس سے معانقہ کر کے اسے الوداع کہا تو دونوں کے جدا ہونے کے وقت اسے بخش دیا جائے گا۔"

مذکورہ حدیث کی سند میں ایک وضّاع راوی ہے۔

۹۶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((لَا يَجْتَمِعُ مَاءُ زَمْزَمَ وَنَارُ جَهَنَّمَ فِي جَوْفِ عَبْدٍ أَبَدًا وَمَا طَافَ عَبْدٌ بِالْبَيْتِ إِلَّا وَكَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ مِائَةَ أَلْفِ حَسَنَةٍ۔)) ❷

"آبِ زمزم اور آتشِ جہنم ایک ہی بندے کے پیٹ میں جمع نہیں ہو سکتے، کوئی بندہ خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے، تو ہر قدم کے بدلے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔"

مذکورہ بالا حدیث موضوع ہے۔

۹۷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ:

((مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ۔)) ❸

"جس مقصد کے لئے بھی آبِ زمزم پیا جائے وہ پورا ہوگا۔"

اس حدیث کو ابن ماجہؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حافظ سیوطی نے کہا کہ اس حدیث کی تائید کرنے والی ایک دوسری حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح سے مروی ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث موقوف طور پر مروی ہے اس کو امام نووی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے اور امام دمیاطیؒ و منذریؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔

---

❶ الفوائد ص ۱۱۱ (الحج) تنزيه ج ۲ / ص ۱۷۶ (الحج)

❷ الفوائد ص ۱۱۲ (الحج). تنزيه ج ۲ / ص ۱۷۵ (الحج)

❸ أسنى المطالب ص ۱۸۸ (حرف الميم). الفوائد ص ۱۱۲ (الحج)

یہ حدیث حضرت ام المومنین صفیہؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے المختصر میں امام حاکمؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

صحیح میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آب زمزم کھانے کا کام بھی دیتا ہے اور بیماری سے شفایاب بھی کرتا ہے۔

۹۸ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((سُفَهَاءُ مَكَّةَ حَشْوُ الْجَنَّةِ ـ)) ❶

''مکہ مکرمہ کے بیوقوف لوگوں سے جنت بھری جائے گی۔''

حافظ سخاویؒ نے مقاصد الحسنہ میں کہا کہ ہمارے استاذ حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ میں اس حدیث سے واقف نہیں۔

۹۹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يَفِدْ إِلَيَّ فَقَدْ جَفَانِي ـ)) ❷

''جو میری زیارت کو وسعت ہونے کے باوجود نہیں آیا اس نے میرے ساتھ ظلم کیا۔''

اس حدیث کو امام ابن عدیؒ اور دار قطنیؒ نے غرائب مالک میں اور امام ابن حبانؒ نے کتاب الضعفاء میں اور ابن الجوزیؒ نے المصنوعات میں روایت کیا ہے۔

۱۰۰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي ـ)) ❸

''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

امام سخاویؒ نے مقاصد حسنہ میں کہا کہ امام ابن خزیمہؒ نے اس حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

---

❶ الاسرار المرفوعه ص ۲۱۷ حدیث نمبر (۲۲۸) الفوائد ص ۱۱۳ (الحج) کشف الخفاء ج ۱ / ص ۵۵۰ حدیث نمبر (۱۴۸۱) أسنى المطالب ص ۱۲۱ تمییز ص ۸۶ المقاصد ص ۲۴۱ حدیث نمبر (۵٦٤)

❷ الفوائد ص ۱۱۷ (الحج)

❸ الفوائد ص ۱۱۷ (الحج) المقاصد ص ٤۱۳ حدیث نمبر (۱۱۲۵) کشف الخفاء ج ۲ / ص ۳٤٦ حدیث نمبر (۲٤۸۹)

امام بیہقی نے اسے بایں الفاظ روایت کیا کہ ''جس نے میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی'' اس کو امام بیہقی نے ضعیف کہا۔ موصوف نے یہ بھی کہا کہ اس کے کئی طرق واسانید ہیں مگر سب کمزور ہیں لیکن ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

۱۰۱ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((مَنْ زَارَ قَبْرِيْ كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا وَّمَنْ زَارَنِيْ وَزَارَ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ فِيْ عَامٍ وَاحِدٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔)) ❶

''جو میری قبر کی زیارت کرے گا میں اس کے لئے شفاعت کروں گا اور جو ایک ہی سال میری اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

امام ابن تیمیہؒ اور نوویؒ نے اس حدیث کو موضوع و بے اصل قرار دیا ہے حافظ سیوطیؒ نے ذیل اللآلی میں کہا کہ اس حدیث میں یہ لفظ بھی مروی ہے :

((مَنْ لَّمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ ۔)) ❷

''جو میری قبر کی زیارت نہ کرے اس نے مجھ پر ظلم کیا۔''

امام صنعانی نے اس روایت کو بھی موضوع کہا اور امام زرکشی و ابن الجوزیؒ نے بھی اسے موضوع کہا ہے۔

نبی ﷺ کے فضائل

۱۰۲ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ ، لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ۔)) ❸

''میں نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر اللہ چاہے تو ہوگا۔''

---

❶ الفوائد ص۱۱۷ (الحج) المقاصد ص۴۱۳ حدیث نمبر (۱۱۲۶) کشف الخفاء ج۲ ص۳۴۷۹ حدیث نمبر (۲۴۹۰)

❷ کشف الخفاج ۲ / ص ۳۸۴۔المقاصد ص۴۲۷ حدیث نمبر (۱۱۷۸)

❸ الاباطیل والمناکیر ج۱ / ص ۱۲۰ حدیث نمبر (۱۱۶)۔الموضوعات ج۱ / ص۲۷۹۰ (الفضائل والمطالب) الفوائد ص۳۲۰ (فضائل النبی)

مذکورہ بالا حدیث امام جوزقانیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے مگر استثناء والا مضمون یعنی اگر اللہ چاہے تو میرے بعد بھی نبی ہو سکتا ہے۔ خانہ ساز و موضوع ہے، اس کو زندیقوں میں سے کسی زندیق نے وضع کیا ہے۔ ❶

۱۰۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((هَبَطَ جِبْرَئِيلُ عَلَيَّ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ يُقْرِءُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اِنِّيْ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلٰى صُلْبٍ اَنْزَلَكَ وَبَطْنٍ حَمَلَكَ وَحِجْرٍ كَفَّلَكَ اَمَّا الصُّلْبُ فَعَبْدُ اللّٰهِ وَاَمَّا الْبَطْنُ فَآمِنَةُ بِنْتُ وَهَبٍ وَاَمَّا الْحِجْرُ فَعَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَفَاطمةُ بِنْتُ اَسَدٍ۔)) ❷

''حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھ پر نازل ہوئے، اور بولے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ میں نے ایسی پیٹھ پر آگ (جہنم) کو حرام کیا ہے جس سے آپ پیدا ہوئے، اور ایسے پیٹ پر بھی جہنم کو حرام کیا جس کے اندر آپ حمل کی حالت میں رہے اور ایسی گود کو بھی جہنم پر حرام کیا جس میں آپ پلے بڑھے۔ پیٹھ سے

---

❶ استثناء والا یہ مضمون کہ ''اگر اللہ چاہے تو میرے بعد نبی ہو سکتا ہے''۔ زندیقوں اور بے دین لوگوں نے اس لئے وضع کر لیا ہے تا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے خود ساختہ جھوٹے نبیوں کے لئے دروازہ کھول دیں۔ اور لوگوں کو خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کا انکار کر کے کفر پر آمادہ کریں۔ اس حدیث نیز اسی مفہوم کی دوسری وضعی حدیث (کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ مجھے خاتم النبیین تو کہو مگر یہ نہ کہو کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔) سے خود ساختہ جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ استدلال کیا کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور وہ بھی محمد و موسیٰ و ابراہیم علیہم السلام کی طرح نبی مُرسل ہے۔ بلکہ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ ان تمام انبیا سے نعوذ باللہ افضل ہے۔ اس کذاب مرزا کی تعلیمات شیطانی اور انگریزی وحی پر مشتمل ہیں۔ اس خود ساختہ نبی نے جہاد فی سبیل اللہ کو رد کر دیا تا کہ اسلامی ممالک پر دشمنان اسلام کی سامراجیت کا قدم جم سکے اور اس کے اولیائے نعمت دشمنان خدا و دشمنان رسول کے خلاف بغاوت کی روح مردہ ہو کر رہ جائے۔ اس نے اپنے مزاعم فاسدہ کو قالب نبوت میں ڈھال کر پیش کیا تا کہ بے وقوف اور ضعیف العقل لوگوں میں اس کی بات رواج پذیر ہو سکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف مکذوب طور پر منسوب اس روایت کا جواب ہم ''ردشبہات القادیانیہ'' نامی اپنے اس مستقل کتابچہ میں دے چکے ہیں جو طباعت کے لئے تیار ہے۔

❷ الفوائد ص ۳۲۱ (فضائل النبی)۔ الموضوعات ج ۱ / ص ۲۸۳ (الفضائل ۔اکرام ابویہ...)

مراد آپ کے والد عبداللہ پیٹ سے مراد آپ کی ماں آمنہ اور گود سے مراد دادا عبدالمطلب اور فاطمہ بنت اسد (والدہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب) ہیں۔"

مذکورہ بالا حدیث کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں اور یہ حدیث موضوع بھی ہے۔

۱۰۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((ذَهَبْتُ لِقَبْرِ اُمِّيْ فَسَأَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّحْيِيَهَا فَاَحْيَاهَا فَاٰمَنَتْ بِيْ وَرَدَّهَا اللّٰهُ تَعَالٰى۔)) ❶

"میں اپنی والدہ کی قبر کے پاس گیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ انہیں زندہ کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس بلا لیا۔"

حافظ خطیب و ابن شاہین نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

امام ابن ناصر نے اسے موضوع کہا۔ اس کی سند میں محمد بن زیاد نقاش غیر ثقہ ہے۔ نیز اس کی سند میں احمد بن یحییٰ حضرمی اور محمد بن یحییٰ زھری دو راوی مجہول ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لسان المیزان میں کہا کہ محمد بن یحییٰ مجہول نہیں بلکہ معروف ہے۔

میزان الاعتدال میں حافظ ذہبیؒ نے ترجمۂ احمد بن یحییٰ حضرمی میں کہا کہ یہ حرملہ تجیبی سے روایت کرتا ہے۔ اسے ابن یونس نے "لین" کہا ہے اور نقاش کچھ ضعیف ہونے کے باوجود قراء کے شیخ و استاذ تھے۔

حافظ سیوطیؒ نے اللآلی المصنوعۃ میں اس حدیث پر طویل گفتگو کر کے کہا کہ صحیح بات یہ ہے کہ اسے موضوع نہ کہا جائے بلکہ ضعیف کہا جائے۔ اس کے سلسلے میں دو رسالے لکھے گئے ہیں۔

اس حدیث کے بعض الفاظ یہ ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے یہ درخواست کی کہ ان کے والدین کو زندہ کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا اور وہ دونوں ایمان لائے اور پھر مر گئے۔

---

❶ الفوائد ص۳۲۲ (فضائل النبی)۔ الموضوعات ج۱ / ص۲۸۴ (الفضائل۔ اسلام آمنة)

امام احمدؒ نے حضرت ابوذر عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے عرض یا کیا رسول اللہ! میری ماں کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہنم میں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہیں۔ کیا تم کو یہ چیز ناپسندیدہ ہے؟

۱۰۵ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((شُفِّعْتُ فِیْ هٰٓؤُلَاءِ النَّفَرِ فِیْ أَبِیْ وَعَمِّیْ اَبِیْ طَالِبٍ وَاَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَةِ یعنی اِبْنَ السَّعْدِیَةِ۔)) ❶

''میری سفارش ان افراد کے بارے میں قبول کی گئی ہے۔ میری ماں، میرے چچا اور میرے رضاعی بھائی یعنی حلیمہ سعدیہ کے بیٹے۔''

اس حدیث کو حافظ خطیبؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔

۱۰۶۔ ((اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰی رَجُلًا عَرَقَ ذِرَاعَیْهِ وَجَعَلَهٗ فِیْ قَارُوْرَةٍ حَتّٰی امْتَلَاءَتْ فَجَعَلَ یَتَطَیَّبُ بِهٖ فَیَشُمُّ مِنْهُ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ رِیْحًا طَیِّبَةً وَسَمُّوْهُ بَیْتَ الْمُطَیِّبِیْنَ۔)) ماوجدته

''رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کا پسینہ ایک آدمی کو شیشی میں بھر کر دیا وہ آدمی اسے بطور عطر استعمال کرنے لگا۔ جس سے اہل مدینہ عمدہ خوشبو سونگھتے رہتے تھے اور لوگوں نے شخص مذکور کے گھر کا نام ''بیت المطیبین'' رکھ دیا۔''

مذکورہ حدیث کو حافظ خطیبؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث باطل ہے۔

۱۰۷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہا :

((مَنْ صَلّٰی عَلَیْكَ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ مِائَةَ مَرَّةٍ صَلَّیْتُ عَلَیْهِ اَلْفَی صَلَاةٍ وَیُقْضٰی لَهٗ اَلْفُ حَاجَةٍ اَیْسَرُهَا اَنْ یُعْتِقَهٗ مِنَ النَّارِ۔)) ❷

''جو آدمی آپ پر دن اور رات میں سو مرتبہ درود پڑھے گا میں اس پر دو ہزار

---

❶ تنزیه ج ۱ / ص ۳۲۲ (المناقب)۔الموضوعات ج ۱ / ص ۲۸٤ (الفضائل۔ذکر أبیه وعمه....)

❷ تنزیه ج ۱ / ۳۳۱ (المناقب)۔الفوائد ص ۳۲۵ (فضائل النبی)۔الموضوعات ج ۱ / ص ۳۰۲ (الصلاة علیه)

رحمتیں نازل کروں گا اور اس کی ایک ہزار حاجات پوری کی جائیں گی جن میں سب سے معمولی حاجت یہ ہے کہ اسے جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا۔"

اس حدیث کو حافظ خطیبؒ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور موصوف نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے۔ میزان الاعتدال میں حافظ ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث سند و متن دونوں اعتبار سے موضوع ہے۔

۱۰۸ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((اَنَا مِنَ اللّٰهِ ، وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ وَالْخَیْرُ فِیَّ وَفِیْ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ۔)) ❶

"میں اللہ تعالیٰ سے ہوں اور مجھ سے سارے مومن ہیں اور ہر طرح کا خیر مجھ میں اور میری امت میں قیامت تک کے لئے ہے۔"

امام صنعانی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۱۰۹ راوی نے کہا :

((مَامَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی قَرَءَ وَكَتَبَ ۔)) ❷

"نبی کریم ﷺ مرنے سے پہلے پڑھنا لکھنا سیکھ گئے تھے۔"

امام طبرانیؒ نے کہا کہ یہ حدیث منکر اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔ ❸

---

❶ الاسرار ص۱۱۹ حدیث نمبر (۷۲) کشف الخفاء ج۱ / ص۲۳۷ حدیث نمبر (۶۱۹) تنزیہ ج۲ / ص۴۰۲: (الکتاب الجامع) الفوائد ص۳۲۶ (فضائل النبی)

❷ سلسلہ احادیث ضعیفة ج۱ / ص۳۴۹ حدیث نمبر (۳۴۳) تنزیہ ج۱ / ص۳۳۷ (المناقب)۔ الفوائد ص۳۲۶ (فضائل النبی)

❸ امام طبرانی کا مقصد یہ ہے کہ حدیث مذکور مندرجہ ذیل قرآنی آیت کے خلاف ہے۔ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ سورة العنکبوت (۴۸) "اے رسول آپ نبی ہونے سے پہلے نہ کتاب پڑھتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔" مستشرقین، عیسائی مبلغین اور مغربی تہذیب یافتہ بعض مسلمانوں نے اس روایت کو دلیل بنا کر دعویٰ کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری زندگی میں لکھنے پڑھنے لگے تھے۔ حالانکہ یہ بات باطل ہے اور کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ اس کا مقصد آپ کی نبوت میں شک اندازی ہے کیونکہ آپ کی ناخواندگی آپ کے واضح معجزات میں سے ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس وصف کا ذکر بطور احسان کیا ہے۔ میں نے آپؐ کے ناخواندہ ہونے پر ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام "الرد الشافی الوافر علی من نفی امیتہ سید الاوائل والاواخر" رکھا ہے اس میں میں نے بعض ہندوستانیوں اور مستشرقین کی تردید کی ہے۔

۱۱۰ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ۔)) ❶

''اللہ تعالیٰ نے میری تربیت کی اس نے مجھے بہت اچھی تربیت دی۔''

مذکورہ حدیث کی کوئی ثابت شدہ سند معلوم نہیں ہوئی۔

۱۱۱ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((اَنَا اَفْصَحُ مَنْ نَطَقَ بِالضَّادِ۔)) ❷

''میں حرف ضاد بولنے والوں مراد اہل عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔''

سند کے اعتبار سے یہ حدیث بے اصل مگر معنوی طور پر اس کا مضمون صحیح ہے۔

۱۱۲ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((لَا اَعْلَمُ خَلْفَ جِدَارِیْ هٰذَا۔)) ❸

''میں اپنی اس دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں رکھتا۔''

حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ یہ حدیث بے اصل ہے۔

۱۱۳ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((اَنَّ سَبَابَتَهٗ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ اَطْوَلَ مِنْ وُسْطٰى۔))

''نبی کریم ﷺ کی انگشت شہادت درمیانی انگلی سے بڑی تھی۔''

مذکورہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

۱۱۴ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((وُلِدْتُ فِیْ زَمَنِ الْمَلِكِ الْعَادِلِ۔)) ❹

''میں عدل والے بادشاہ کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں۔''

مذکورہ حدیث بے اصل ہے۔

---

❶ کشف الخفاء ج ۱ / ص ۷۲ حدیث نمبر (۱۶٤) الفوائد ص ۳۲۷ (فضائل النبی) سلسلہ احادیث ضعیفۃ ص ۱۰۱ (۷۲)۔ کنز حدیث نمبر (۳۱۸۹۵)

❷ الفوائد ص ۳۲۷ (فضائل النبی) کشف الخفاء ج ۱ / ص ۲۳۲ حدیث نمبر (۶۹) المقاصد ص ۹۵ حدیث نمبر (۱۸۵)

❸ الفوائد ص ۳۲۷ (فضائل النبی)

❹ الفوائد ص ۳۲۷ (فضائل النبی)۔ المقاصد ص ٤٥٤ حدیث نمبر (۱۲۷۱)۔ کشف الخفاء ج ۲ / ص ٤۷۲ حدیث نمبر (۲۹۲۷)

۱۱۵ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((لَا تَجْعَلُوْ نِیْ کَقَدَحِ الرَّاکِبِ۔)) ❶

''تم لوگ مجھے سوار کے پیالہ کی طرح مت بنالو۔''

امام صنعانی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۱۱۶ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا سَمَّیْتُمْ وَلَدًا مُحَمَّدًا فَعَظِّمُوْہُ، وَوَقِّرُوْہُ وَبَجِّلُوْہُ وَلَا تُذِلُّوْہُ وَلَا تَحْقِرُوْہُ ، وَلَا تَجْبَھُوْہُ ۔)) ❷

''جب تم کسی لڑکے کا نام ''محمد'' رکھو تو اس کی تعظیم وتوقیر اور عزت کرو، اسے ذلیل وحقیر اور کمتر درجے کا مت بناؤ۔''

مذکورہ حدیث کی سند میں ایک راوی پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ اس معنی کی کئی روایات ہیں مگر کوئی صحیح نہیں۔

۱۱۷ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((زَیِّنُوْا مَجَالِسَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ عَلَیَّ نُوْرٌ لَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔)) ❸

''مجھ پر درود کے ذریعہ اپنی مجلسوں کو مزین کیا کرو، کیونکہ مجھ پر تمہارا پڑھا ہوا درود تمہارے لئے قیامت کے دن نور بن جائے گا۔''

امام سخاویؒ نے مقاصد حسنہ میں کہا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

۱۱۸ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((اَلصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ اَفْضَلُ مِنْ عِتْقِ الرِّقَابِ۔)) ❹

---

❶ الفوائد ص۳۲۷ (فضائل النبی) مجمع الزوائد ج۱۰/ ص۱۰۰/ باب فیما یستفتح به الدعاء ...كنز. حديث نمبر (۲۲۵۲) و۲۲۵۳ و۲۲۵٤ و۳۱۱۷)

❷ الفوائد ص۳۲۸ (فضائل النبی) كنز حديث نمبر (٤٥١٩٨) تاريخ خطيب ج۳/ ص۹۱

❸ الفوائد ص۳۲۸ (فضائل النبی) كشف الخفاء ج۱/ ص٥۳٦ حديث نمبر (١٤٤٣) المقاصد ص۲۳٥ حديث نمبر (٥٤٨) تميز ص۔٨٤: أسنى المطالب ص۱۱۸

❹ الاسرار المرفوعة ص۔۲۳٥ حديث نمبر (۲٦۷) المقاصد ص۲٦٦ حديث نمبر (٦۳۰) كشف الخفاء ج۲/ ص۳۹ حديث نمبر (۱٦۱۸) اسنى المطالب ص۱۳٤ تميز ص ۹٤:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا غلاموں کو آزاد کرنے سے افضل ہے۔'' حافظ ابن حجر نے کہا کہ مذکورہ حدیث خانہ ساز جھوٹ ہے۔

۱۱۹ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا وَكَّلَ اللّٰهُ مَلَكًا يُبَلِّغُنِيْ۔)) ❶

''جو آدمی مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے گا اسے میں خود سن لیا کروں گا مگر جو دور سے مجھ پر درود پڑھے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو مجھے اس کا درود پہنچاتا رہے گا۔''

مذکورہ حدیث کی سند میں سدی صغیر کذّاب ہے مگر اس حدیث کے دوسرے شواہد بھی ہیں۔

۱۲۰ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((اَلصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ لَا تُرَدُّ۔)) ❷

''نبی کریم ﷺ پر بھیجا ہوا درود رد نہیں ہوتا۔''

یہ حدیث مرفوعاً صحیح نہیں ہے۔ اس کی ہم معنی ایک حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

((كُلُّ الْاَعْمَالِ فِيْهَا الْمَقْبُوْلُ وَالْمَرْدُوْدُ اِلَّا الصَّلٰوةُ عَلَيَّ فَاِنَّهَا مَقْبُوْلَةٌ غَيْرُ مَرْدُوْدَةٍ)) ❸

''ہر اعمال میں مقبول و مردود دونوں طرح کی چیزیں ہیں مگر مجھ پر پڑھا جانے والا درود مقبول ہی ہوتا ہے۔ مردود نہیں ہو سکتا۔''

---

❶ سلسلہ احادیث ضعیفة ج ۱ / ص ۲۳۹ حدیث نمبر (۲۰۳) مشکوٰة ج ۱ / ص ۲۹۵ حدیث نمبر (۹۳٤) (کتاب الصلاة باب الصلاة علی النبی...) کنز الاعمال حدیث نمبر (۲۱۶۵، ۲۱۹۷، ۲۱۹۸) تفسیر ابن کثیر ج ٦ / ص ٤٦٦۔

❷ الاسرار المرفوعة ص ۲۳٦ حدیث نمبر (۳٦۹) المقاصد۔ص ۲٦٦ حدیث نمبر (٦۳۱) کشف الخفاء ج ۲ / ص ۳۹ حدیث نمبر (۱٦۲۰) اسنی المطالب ص ۱۳٤ تمیز ص ۹٤۔

❸ الاسرار ص ۲٦۸ حدیث نمبر (۳٤۵) کشف الخفاء ج ۲ / ص ۱۷٤ حدیث نمبر (۱۹٦۳) المقاصد ص ۳۲۲ حدیث نمبر (۸۱٦) تمیز ص ۱۱۷۔

حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ یہ حدیث بہت ضعیف ہے۔

۱۲۱ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ قَالَ كُلَّ يَوْمٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ صَلَوٰةُ اللّٰهِ عَلٰى ادَمَ غَفَرَ اللّٰهُ الذُّنُوْبَ وَاِنْ كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ وَكَانَ فِي الْجَنَّةِ رَفِيْقَ ادَمَ۔)) ❶

''جس نے روزانہ تین مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام پر درود پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف کر دے گا خواہ اس کے سارے گناہ سمندر کے جھاگ سے بھی زیادہ ہوں اور وہ آدمی حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت میں جائے گا۔''

یہ حدیث منکر ہے۔

۱۲۲ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ صَلّٰى وَهُوَ مَشْغُوْلٌ نَادَاهُ مَلَكٌ يَا عَبْدَاللّٰهِ اِسْتَانِفِ الْعَمَلَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ مِنْ ذَنْبِكَ۔)) ❷

''جس نے بحالت مشغولیت مجھ پر درود بھیجا اس کو ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ اے بندہ خدا! تمہارے سارے گناہ اللہ تعالیٰ نے بخش دیے اب سے تم اپنا کام کرو۔''

یہ حدیث بھی منکر ہے۔

۱۲۳ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ اَرْبَعِيْنَ مَرَّةً مَحَا اللّٰهُ عَزَّوَ جَلَّ عَنْهُ ذُنُوْبَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً وَاحِدَةً فَتُقُبِّلَتْ مِنْهُ مَحَا اللّٰهُ عَنْهُ ذُنُوْبَ ثَمَانِيْنَ سَنَةً۔)) ❸

''جو آدمی ہر جمعہ کو مجھ پر چالیس مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے چالیس سال کے

---

❶ الحاوی للفتوی ج ۲ / ص ۱۹۴ تنزیہ الشریعۃ ج ۲ / ص ۳۳۶ کتاب الذکر والدعاء۔ الفوائد ص ۳۲۸ (باب فضائل النبی)

❷ تنزیہ الشریعۃ ج ۲ / ص ۱۲۷ (کتاب الصلاۃ) کنز ج حدیث نمبر (۲۰۱۳۳) الفوائد ص ۳۲۸ (فضائل النبی)۔

❸ تنزیہ ج ۲ / ص ۳۳۱ (کتاب الذکر والدعاء) الفوائد ص ۳۲۹۔

گناہ معاف کر دے گا۔ اور جو مجھ پر صرف ایک مرتبہ درود پڑھے گا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو جائے تو اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔''

یہ حدیث بھی غیر معتبر ہے۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مناقب

مناقب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۲۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَ لِاَبِیْ بَکْرٍ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ قُبَّۃً مِنْ یَّاقُوْتَۃٍ بَیْضَاءَ مُعَلَّقَۃٍ بِالْقُدْرَۃِ ۔)) ❶

''اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے سفید یاقوت کا گنبد بنا رکھا ہے جو قدرت الٰہی سے معلق ہے یعنی اس کی بنیاد بظاہر فضا میں ہے۔''

اس حدیث کو حافظ خطیب بغدادیؒ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۱۲۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((ھَبَطَ جِبْرَئِیْلُ ۔ وَعَلَیْہِ طِنْفَسَۃٌ ، وَھُوَ یَتَخَلَّلُ بِھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا جِبْرَئِیْلُ ! مَا نَزَلْتَ اِلَیَّ فِیْ مِثْلِ ھٰذَا الَّذِیْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمَلَائِکَۃَ اَنْ تَتَخَلَّلَ فِی السَّمَاءِ لِتَخَلُّلِ اَبِیْ بَکْرٍ فِی الْاَرْضِ ۔)) ❷

''حضرت جبرئیل نازل ہوئے اس حال میں کہ ان کے اوپر کپڑے تھے وہ ان کپڑوں کو اوڑھے ہوئے تھے۔ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس قسم کے بھیس میں آپ کونسی چیز لے کر میرے پاس نازل ہوئے ہیں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کے تمام فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اس طرح کے کپڑے اوڑھیں کیونکہ زمین میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی طرح کا کپڑا اوڑھے ہوئے ہیں۔''

---

❶ تنزیہ ج ۱ / ص ۳۴۳ (باب مناقب الخلفاء الاربعۃ) الفوائد ص ۳۳۲ (باب مناقب الخلفاء)

❷ الموضوعات ج ۱ / ص ۳۱۴ ۔ الفوائد ص ۳۳۲ (مناقب الخلفاء الاربعۃ)

اس حدیث کو حافظ خطیبؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ حدیث موضوع ہے۔

۱۲۶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((لَمَّا وُلِدَ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ اَقْبَلَ اللّٰهُ عَلٰى جَنَّةِ عَدْنٍ فَقَالَ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا دَخَلَكِ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ هٰذَا الْمَوْلُوْدَ ۔)) ❶

''جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ''جنت عدن'' کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میری عزت وجلال کی قسم تیرے اندر صرف وہ داخل ہوگا جو اس بچے یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کرے گا۔''

اس حدیث کو حافظ خطیب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ باطل ہے۔

۱۲۷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْفَتِیْ عَلٰى دِيْنِ اللّٰهِ وَوَحْيِهٖ فَاسْمَعُوْا لَهٗ تُفْلِحُوْا وَاَطِيْعُوْهُ تَرْشُدُوْا ۔)) ❷

''اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے دین اور وحی پر میرا خلیفہ ونائب بنایا ہے لہٰذا تم ان کی اطاعت کرو تو کامیاب رہو گے اور ان کی فرمانبرداری کرو تو ہدایت پاؤ گے۔''

اس حدیث کو حافظ خطیبؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ حدیث موضوع ہے۔

۱۲۸ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((قَوْلُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَكَلَّمُ مَعَ اَبِیْ بَكْرٍ وَكُنْتُ بَيْنَهُمَا كَالزَّنْجِیِّ ۔)) ❸

---

❶ تاریخ خطیب ج۳/ ص۳۰۹ تنزیه ج۱/ ص۳٤۳ .الفوائد ص۳۳۲ (باب مناقب الخلفاء..)

❷ تاریخ خطیب ج۱۱/ ص٦۹٤ .میزان الاعتدال ج۳/ ص۱۸۰ حدیث نمبر (٦۰٤٤) لسان المیزان .ج۱/ ص۳۳۱ حدیث نمبر (۱۰۰۷) الموضوعات ج۱/ ص۳۱۵ (الفضائل والمناقب)

❸ الفوائد ص۳۳۵ (باب مناقب الخلفاء)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات کرتے تھے اور میں دونوں کے درمیان حبشی غلام کی طرح رہا کرتا تھا۔''

امام ابن تیمیہؒ نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۱۲۹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((مَاصَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا صَبَبْتُهُ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ۔)) ❶

''اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں جو علم وعرفان ڈالا ہے، اسے میں نے ابو بکر کے سینہ میں منتقل کر دیا ہے۔''

اس حدیث کو مصنف الخلاصہ نے بیان کیا اور کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۱۳۰ حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰی عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ واذا اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ اَقْبَلَا فَقَالَ یَا اَبَا الْحَسَنِ اَحِبَّهُمَا فَبِحُبِّهِمَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ۔)) ❷

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگاتے ہوئے دیکھا اتنے میں حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! ان دونوں یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کیا کرو۔ ان کی محبت کی بدولت جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

اس حدیث کو حافظ خطیبؒ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت کیا ہے مگر یہ موضوع ہے۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور ان سے بھی صحیح نہیں ہے۔

۱۳۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((اِنَّ فِیْ سَمَاءِ الدُّنْیَا ثَمَانِیْنَ اَلْفَ مَلَكٍ یَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لِمَنْ اَحَبَّ اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَفِی السَّمَاءِ الثَّانِیَةِ ثَمَانِیْنَ اَلْفَ مَلَكٍ یَلْعَنُوْنَ مَنْ اَبْغَضَ اَبَا بَكْرٍ

❶ الموضوعات ج ۱ / ص ۳۱۹ (الفضائل والمناقب) الفوائد ص ۳۳۵ (باب مناقب الخلفاء) المنار المنیف ص ۱۱۵ حدیث نمبر (۲۴۰) الاسرار ص ۴۷۶۔ أسنی المطالب ص ۱۹۴۔

❷ الموضوعات ج ۱ / ص ۳۲۳ (باب ما یجمع فضائل ابی بکر۔۔) الفوائد ص ۳۳۸ (باب مناقب الخلفاء الاربعة۔۔)

وَعُمَرَ۔ » ❶

”آسمان دنیا پر اسی ہزار فرشتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں اور دوسرے آسمان پر اسی ہزار فرشتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والوں پر لعنت کرتے ہیں۔“

اس حدیث کو حافظ خطیبؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور کہا کہ اسے حسن بن علی عدوی نے وضع کیا۔

صاحب اللآلی حافظ سیوطیؒ نے ذکر کیا کہ اس حدیث کو امام دیلمی نے اور انہیں کی سند سے حافظ ابونعیم نے روایت کیا مگر یہ حدیث بالکل بے فائدہ ہے۔ اس حدیث کو امام ابن شاہینؒ نے دوسری سند میں روایت کیا جس میں محمد بن عبداللہ سمرقندی راوی وضّاع ہے۔

مناقبِ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۳۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

« لَمَّا أُسْرِيَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ فَصِرْتُ فِي السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ ، سَقَطَ فِيْ حَجْرِيْ تُفَّاحَةٌ ، فَأَخَذْتُهَا بِيَدَيَّ فَانْفَلَقَتْ فَخَرَجَتْ مِنْهَا حَوْرَاءُ تُقَهْقِهُ فَقُلْتُ لَهَا تَكَلَّمِيْ لِمَنْ أَنْتِ ؟ قَالَتْ لِلْمَقْتُوْلِ شَهِيْدًا عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ۔ » ❷

”میں جب معراج میں گیا تو چوتھے آسمان پر جس وقت پہنچا اس وقت میری گود میں ایک سیب آکر گرا میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے پکڑا تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اس سے ایک حور قہقہہ لگاتے ہوئے نکلی۔ میں نے اس حور سے کہا کہ بتاؤ تم کس کے لئے ہو؟ حور نے کہا کہ شہادت پانے والے مقتول عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لئے۔

---

❶ تاریخ خطیب ج ۳ / ص ۳۸۳ الموضوعات ج ۱ / ص ۳۲۶ حدیث نمبر (۳۲۷۰) الفوائد ص ۳۳۸ (باب مناقب الخلفاء..) تنزیه ج ۱ / ص ۳۴۸ / (مناقب الخلفاء الاربعة)۔ میزان الاعتدال ج ۱ / ص ۵۰۸ حدیث نمبر (۱۹۰۴) الکامل ج ۲ ص ۷۵۲ (باب ذکر ما سرق العدوی) لسان المیزان ج ۲ / ص ۲۳۰۔ حدیث نمبر (۹۸۷)

❷ الموضوعات ج ۱ / ص ۳۲۹ (باب فضائل ابی بکر وعمر) تنزیه ج ۱ / ص ۳۷۴ (مناقب الخلفاء)

اس حدیث کو حافظ خطیبؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ موضوع ہے اس کو وضع کرنے کا الزام محمد بن سلیمان ہشام وراق پر ہے۔

۱۳۳ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ خَلِیْلاً مِنْ اُمَّتِهٖ وَاِنَّ خَلِیْلِیْ عُثْمَانُ۔)) ❶

''ہر نبی کے لئے ان کی اپنی امت میں سے کوئی نہ کوئی خلیل (جگری دوست) ہوتا ہے اور میرے خلیل حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔''

حافظ سیوطیؒ نے ذیل اللآلی میں کہا کہ مذکورہ حدیث ملطی کے ایجاد کردہ اباطیل میں سے ہے۔

۱۳۴ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَا فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ اِلَّا مَکْتُوْبٌ عَلٰی کُلِّ وَرَقَةٍ مِنْهَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ابوبکر الصدیق ، وعمر الفاروق وعثمان ذو النورین۔)) ❷

''جنت کے ہر درخت کی ہر پتی پر، کلمہ توحید، ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے ساتھ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان بن عفان ذوالنورین لکھے ہوئے ہیں۔ رضی اللہ عنہم''

اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے امام حبانؒ اور ذہبیؒ نے اسے موضوع کہا۔

مناقب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

۱۳۵ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((خُلِقْتُ اَنَا وَهَارُوْنُ بْنُ عِمْرَانَ وَیَحْیٰی بْنُ زکریا وعلی بن ابی طالب من طینة واحدة۔)) ❸

---

❶ الفوائد ص۳۴۲ (مناقب الخلفاء) تاریخ خطیب ج۶/ ص۳۲۱: تنزیه ج۱۔ ص۳۹۲ (مناقب الخلفاء) حلیة ج۵/ ص۲۰۲ العلل المتناهیة ج۱/ ص۱۹۹۔

❷ تاریخ خطیب ج۵/ ص۴ تنزیه ج۱/ ص۳۵۰ (مناقب الخلفاء) الفوائد ص۳۴۲ (مناقب الخلفاء) الموضوعات ج۱/ ص۳۳۷

❸ تاریخ خطیب ج۶/ ص۵۹ الموضوعات ج۱/ ص۳۳۹/ (فضائل علی) تنزیه ج۱/ ص۳۵۱ (مناقب الخلفاء) الفوائد ص۳۴۲ (مناقب الخلفاء)

''میں اور ہارون و یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ایک ہی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔''

اس حدیث کو حافظ طیب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے یہ موضوع ہے اور اس کی آفت محمد بن خلف مروزی ہے یعنی اس شخص نے اس حدیث کو وضع کیا ہے۔

۱۳۶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((خُلِقْتُ اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَکُنَّا عَلٰی یَمِیْنِ الْعَرْشِ قَبْلَ اَنْ یخلق ادم بالفی عامٍ ثم خلق اللّٰہُ ادمَ فَانْقَلَبْنَا فِیْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ ثُمَّ جُعِلْنَا فِیْ صُلْبِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ ثُمَّ شَقَّ اَسْمَاءُ نَامِنْ اِسْمِہٖ فَاللّٰہُ مَحْمُوْدٌ وَّاَنَا مُحَمَّدٌ وَاللّٰہُ الْاَعْلٰی وَعَلِیٌّ عَلِیٌّ۔)) ❶

''میں اور علی رضی اللہ عنہ نور سے پیدا ہوئے اور ہم دونوں تخلیق آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے عرش الٰہی کے دائیں جانب موجود تھے، پھر جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے تو ہم آدمیوں کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے۔ اور آخر میں ہم دونوں عبدالمطلب کی پشت میں منتقل ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے نام اپنے نام سے نکالے چنانچہ اللہ تعالیٰ محمود و اعلیٰ کے نام سے موسوم ہے اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے اور علی، علی رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم ہے۔

یہ حدیث موضوع ہے۔ اسے جعفر بن احمد بن علی بن بیان رافضی وضّاع نے وضع کیا ہے۔

۱۳۷۔ ((قَوْلُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَا عَبْدُاللّٰہِ وَاَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ لَا یَقُوْلُھَا بَعْدِیْ اِلَّا کَاذِبٌ صَلَّیْتُ قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعِ سِنِیْنَ۔)) ماوجدته

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں عبداللہ اور برادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر ہوں۔ میرے علاوہ اس بات کو اگر کوئی کہے تو وہ جھوٹا ہے۔ میں نے تمام لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی۔ (یعنی میں سات سال تک تنہا مسلمان رہا کوئی اور دوسرا مسلمان نہیں ہوا تھا)۔''

---

❶ الموضوعات ج ۱ / ص ۳۴۰ (فضائل علی) تنزیہ ج ۱ / ص ۳۵۱ (مناقب) الفوائد ص ۳۴۲. (مناقب الخلفاء...)

اس حدیث کو امام نسائیؒ نے خصائص میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں عباد بن عبداللہ اسدی پر اس حدیث کو وضع کرنے کا الزام ہے۔ امام ابن المدینی نے عباد موصوف کو "ضعیف الحدیث" کہا۔ امام ابن حبانؒ نے اس کا ذکر الثقات میں کیا ہے۔

میزان الاعتدال میں حافظ ذہبیؒ نے کہا کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کذب ہے۔ اسے امام حاکمؒ نے المستدرک میں نقل کر کے کہا کہ "صحیح علی شرط الشیخین" مگر حافظ ذہبیؒ نے اس پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اس حدیث کی سند میں عباد بن عبداللہ ضعیف ہے پھر یہ کیسے صحیح ہوئی؟

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے "المصنف" میں روایت کیا مگر اس میں "انا الصدیق الاکبر" کا لفظ موجود نہیں ہے اور اس کی سند میں عباد کی جگہ زید بن وہب الجہنی ہیں۔

۱۳۸ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا :

((اَنْتَ اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِیْ ، وَاَنْتَ اَوَّلُ مَنْ يُّصَافِحُنِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَاَنْتَ الصِّدِّيْقُ الاَكْبَرُ وَاَنْتَ الْفَارُوْقُ تُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَاَنْتَ يَعْسُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالمال يعسوب الكفار۔)) ❶

"تم مجھ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ہو، تم قیامت کے دن مجھ سے سب سے پہلے مصافحہ کرو گے۔ تم صدیق اکبر ہو، تم فاروق اعظم ہو، حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرتے ہو تم مومنوں کے سرتاج ہو اور مال کفار کا اصل سرمایہ ہو۔"

اس حدیث کو امام البزار نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اس کی سند میں محمد بن عبداللہ بن ابی رافع متہم ہے اور اس سند میں ایک دوسرا راوی "عباد" ضعیف رافضی ہے۔

۱۳۹ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((اِنَّ اَخِیْ وَ وَزِيْرِیْ وَخَلِيْفَتِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَخَيْرُ مَنْ اَتْرُكُ مَنْ بَعْدِیْ يَقْضِیْ دَيْنِیْ وَ يُنْجِزُ مَوْعِدِیْ عَلِیٌّ۔)) ❷

---

❶ مجمع الزوائد ج۹ / ص۱۰۲ (مناقب علی..) تنزیہ ج۱ / ص۳۵۲ (مناقب الخلفاء..) الموضوعات ج۱ / ص۳۴٤ (فضائل علی) الفوائد ص۳٤٤ (مناقب الخلفاء..)

❷ میزان الاعتدال ج٤ / ص۱۲۷ حدیث نمبر (۸۵۹۰) تنزیہ ج۱ / ص۳۵۳ (مناقب الخلفاء..) الموضوعات: ج۱ حدیث نمبر (۱۳٤۷) الفوائد ص۳٤٦ (مناقب الخلفاء الاربعة)

"بے شک میرے بھائی، میرے وزیر، میرے گھر والوں میں سے میرا جانشین اور میرے بعد میرے چھوڑے ہوئے سب سے بہتر آدمی جو میرا قرض ادا کریں گے اور میرے وعدوں کو پورا کریں گے وہ علی رضی اللہ عنہ ہیں۔"

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ وذہبی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کو وضع کرنے کا الزام مطر بن میمون اسکاف پر ہے۔

۱۴۰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((اَوَّلُكُمْ وُرُوْدًا عَلَيَّ الْحَوْضَ اَوَّلُكُمْ اِسْلَامًا عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ۔)) ❶

"میرے پاس حوض کوثر پر سب سے پہلے آنے والے وہ ہوں گے جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور وہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہیں۔"

اس حدیث کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان سے مرفوعاً روایت کیا۔ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی وضّاع ہے۔ جس کی متابعت سیف بن محمد نے کی ہے مگر سیف زعفرانی سے بھی برا ہے۔

حافظ خطیب رحمہ اللہ اور حاکم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو مذکورہ سند سے روایت کیا۔ اور حارث بن ابی اسامہ نے یحییٰ بن ہشام سمسار سے اس کو روایت کیا یہ یحییٰ سمسار اس حدیث کی نقل میں زعفرانی وسیف کا متابع ہے، مگر یہ کذّاب ہے۔

ابوبکر بن ابی عاصم نے عبدالرزاق کی سند سے ان تینوں کی متابعت کرنے والے راوی سے یہ حدیث نقل کی ہے مگر یہ حدیث حضرت سلمان سے موقوفاً مروی ہے۔

اللآلی المصنوعۃ میں حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ ابوبکر بن ابی عاصم والی متابعت کنندہ روایت بہت قوی ہے اور اس کا موقوف ہونا مضر نہیں کیونکہ یہ مرفوع کے حکم میں ہے ان چاروں افراد یعنی عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی، سیف بن محمد، یحییٰ بن ہشام سمسار اور عبدالرزاق نے اس حدیث کو امام سفیان ثوری سے نقل کیا ہے۔ اور امام ابن مردویہ نے اس حدیث کو محمد بن یحییٰ مازنی عن

---

❶ تنزيه ج ١ / ص ٣٧٧ (مناقب الخلفاء..) الفوائد ص ٣٤٦ (مناقب الخلفاء) الموضوعات ج ١ / ص ٣٤٦ (فضائل علی..) العلل المتناهية ج ١ / ص ٢٠٧ (فضل علی بن ابی طالب)

سفیان کی سند سے روایت کیا ہے۔اس طرح سفیان سے اس کو نقل کرنے میں پانچ راوی ایک دوسرے کے متابع ہو گئے۔ اور عبدالرزاق اتنے ثقہ ہیں کہ ان کے لئے متابع کی کوئی حاجت نہیں۔الغرض کثرت طرق ومتابع سے مل کر یہ حدیث معتبر قرار پاتی ہے جو مرفوع القلم کے حکم میں ہیں۔

۱۴۱ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((مَنْ لَمْ يَقُلْ عَلِيٌّ خَيْرُ النَّاسِ فَقَدْ كَفَرَ۔)) ❶

''جو آدمی یہ نہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں وہ کافر ہے۔''

اس حدیث کو حافظ خطیبؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور یہ موضوع ہے اس کے وضع کا الزام محمد بن کثیر کوفی پر ہے۔

امام حاکمؒ نے اس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اس طرح نقل کیا ہے:

((عن النبی صلی اللہ علیه وسلم عن جبرئیل انه قال یا محمدُ ! علی خیر البشر من ابی فقد کفر۔)) ❷

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل نے کہا کہ اے محمد! (ﷺ) علی رضی اللہ عنہ خیر البشر ہیں جو اس بات سے انکار کرے اس نے کفر کیا۔''

اس حدیث کی سند میں محمد بن علی جرجانی پر وضع حدیث کا الزام ہے نیز اس کی سند میں دوسرا راوی محمد بن شجاع ثلجی کذّاب ہے۔اور سند کا تیسرا راوی عمر بن حفص کوفی ساقط الاعتبار ہے۔

اس حدیث کو حافظ خطیبؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی لفظ کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے مگر اس حدیث میں انہوں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا لیکن اس کی سند میں ایک راوی کذاب ہے۔میزان الاعتدال میں حافظ ذہبیؒ نے اس حدیث کو باطل کہا ہے۔

۱۴۲۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

---

❶ تاریخ خطیب ج۳/ ص۱۹۲ حدیث نمبر(۳۳۰۴۶)الفوائد ص۳۴۷(مناقب الخلفاء)الموضوعات ج۱/ ص۳۴۷(فضائل علی)

❷ تاریخ خطیب ج۷/ ص۴۲۱ الفوائد ص۳۴۸(المناقب ..)الموضوعات ج۱۔ ص۳۴۸ (فضائل علی)

((عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ۔)) ❶

''علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ بہتر ہیں۔''

مذکورہ حدیث کو امام ابن عدیؒ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ اس کی سند میں احمد بن سالم ابوسمرہ ساقط الاعتبار ہے۔

میزان الاعتدال میں اسے کذّ اب کہا گیا ہے۔ حافظ ابن الجوزیؒ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔

۱۴۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا۔)) ❷

''میں حکمت کا گھر اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔''

مذکورہ حدیث کو ابونعیم نے حضرت علی سے مرفوعاً روایت کیا اور امام ابن الجوزیؒ نے موضوع کہا ہے۔

۱۴۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((وَصِیِّیْ وَمَوْضِعُ سِرِّیْ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْ اَهْلِیْ وَخَیْرُ مَنْ اَخْلَفُ بَعْدِیْ عَلِیٌّ۔)) ❸

''میرے وصی، میرے رازداں، میرے گھر والوں میں میرے جانشین اور اپنے بعد میں سب سے بہتر جس کو چھوڑ کر جانے والا ہوں وہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہیں۔''

اس حدیث کو امام ابن ناصرؒ نے حضرت سلمان ص سے مرفوعاً روایت کیا۔ امام عبدالغنیؒ نے کہا کہ اس حدیث کے اکثر راوی مجہول وضعیف ہیں۔

---

❶ الفوائد ص۳۴۸ (فضائل ومناقب) کنز ج۱۱ / ص۶۲۵ لسان المیزان ج۱۔ ص۱۷۵ حدیث نمبر (۵۵۸) الکامل ج۱ / ص۱۷۴۔ تاریخ خطیب ج۷ حدیث نمبر (۴۲۱) الموضوعات ج۱ / ص۳۴۹ (فضائل علی)

❷ الموضوعات ج۱ / ص۳۴۹ (فضائل علی)۔ الفوائد ص۳۴۸ (مناقب الخلفاء۔)

❸ الموضوعات ج۱ / ص۳۷۴ (فضائل علی) الاسرار ص۳۷۷ حدیث نمبر (۵۷۰)۔ تنزیة ج۱ حدیث نمبر (۳۵۶) (مناقب الخلفاء)۔ الفوائد ص۳۶۹ (باب مناقب الخلفاء۔) کشف الخلفاء ج۲ / ص۴۶۵ حدیث نمبر (۲۸۹۵) تاریخ خطیب ج۱۱۔ ص۵۰ و ج۷۔ ص۱۷۳۔

امام جوزقانیؒ نے کہا کہ یہ حدیث باطل و بے اصل ہے۔ ❶

۱۴۵ مذکورہ بالا حدیث کو ازدی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے۔

((سُئِلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَصِيُّهُ ؟ فَقَالَ مَنْ كَانَ وَصِيُّ مُوسٰى؟ قَالَ يُوشَعُ ، قَالَ فَإِنَّ وَصِيِّ وَوَارِثِي يَقْضِيْ دَيْنِي وَيَنْجِزُ مَوْعِدِيْ وَخَيْرُ مَنْ اَخْلَفُ بَعْدِيْ عَلِيٌّ۔)) ❷

''نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کس کو وصیت کر کے جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس کو وصیت کی تھی؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت یوشع علیہ السلام کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے وصی اور میرے وارث علی رضی اللہ عنہ ہیں جو میرا قرض ادا کریں گے اور میرے وعدوں کا نفاذ کریں گے اور وہی میرے بعد سب سے بہتر شخص ہیں جن کو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔''

مذکورہ بالا سند کی روایت میں ایک راوی متروک ہے دوسرا راوی ضعیف ہے۔ اس حدیث کو اس معنی کے ساتھ امام ابن حبانؒ نے ایک موضوع و جعلی نسخہ سے نقل کیا ہے۔

اس حدیث کو امام عقیلیؒ نے ''وَصِيُّ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ'' کے لفظ کے ساتھ نقل کیا ہے یعنی میرے وصی علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

میزان الاعتدال میں مذکور ہے کہ یہ روایت مکذوب ہے امام حاکمؒ نے اسے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک وضّاع راوی ہے۔ (الفوائد المجموعۃ فی احادیث الموضوعۃ نمبر ا تا ۱۴۴ امام شوکانی)

---

❶ اس حدیث اور حدیث ''غدیر خم'' جیسی روایت کو جو محقق اہلحدیث علما کے نزدیک موضوع و ضعیف ہیں۔ شیعہ نے اس بات کی دلیل بنا رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ ہیں اور جو لوگ اس وصیت کے خلاف عمل پیرا ہوئے انہوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا۔ اپنے اسی اصول کے مطابق ان شیعوں نے حضرت علیؓ سے پہلے تینوں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ نیز ان لوگوں نے ان تمام افراد کو کافر قرار دیا ہے جو حضرت علیؓ سے پہلے والے خلفاء کی خلافت کو صحیح مانتے ہیں۔ ہاں کچھ محققین شیعہ حضرت ابوبکر و عمر کو کافر نہیں کہتے بلکہ فاسق و ظالم کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کے حق خلافت کو غصب کر لیا۔ جو لوگ تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر فریقین کے دلائل سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ امام ابن تیمیہ کی کتاب ''منهاج السنة النبوية فی نقض كلام الشيعة والقدرية'' کا مطالعہ کریں یہ کتاب اس مضمون پر سب سے مفصل ہے۔

❷ الفوائد ص۳٦٩ (مناقب الخلفاء) الموضوعات ج۱ / ص۳۷٤ (فضائل علی)۔ الضعفاء الكبير ج۳ / ص٤٦٩۔ تنزیۃ ج۱ / ص۳٥٦ (المناقب والمثالب) الاسرار ص۳۷۷ حدیث نمبر (٥٧٠)

توحید کا بیان

اللہ تعالیٰ اور تقدیر پر ایمان، ایمان کی معرفت، ایمان کے شعبے، ایمان کی طرف دعوت دینے والوں کی فضیلت

۱۴۶ الخلاصہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((اَلْیَقِیْنُ الْاِیْمَانُ کُلُّهٗ۔)) ❶

''یقین پورے کا پورا ایمان ہے۔''

امام صنعانیؒ وسخاویؒ نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۱۴۷ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((اَلْاِیْمَانُ عَقْدٌ بِالْقَلْبِ وَاِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ۔)) ❷

''ایمان دل کے ساتھ یقین رکھنے کو اور زبان سے اقرار کرنے کو اور احکام پر عمل کو کہتے ہیں۔''

مذکورہ بالا حدیث کو امام ابن ماجہؒ نے عبدالسلام بن صالح سے روایت کیا ہے۔ اس کو حافظ ابن الجوزیؒ نے موضوع کہا ہے۔

۱۴۸۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((اِنَّ مِنْ تَمَامِ اِیْمَانِ الْعَبْدِ اَنْ یَّسْتَثْنِیَ فِیْ کُلِّ حَدِیْثِهٖ۔)) ❸

''یہ بات بندہ کے ایمان کے کمال میں سے ہے کہ وہ اپنی ہر بات میں استثنا کیا کرے۔''

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔ اسے معارک بن عباد راوی کے سبب معلول قرار دیا گیا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اسے موضوع کہنے میں نظر ہے۔

---

❶ سلسلہ احادیث ضعیفة ج۱/ ص۵۰۶ حدیث نمبر (۴۹۹) کشف الخلفاء ج۲ ص۵۵۵ حدیث نمبر (۳۲۵۲) الاسرار ص۴۹۶ حدیث نمبر (۶۲۳)

❷ کشف الخفاء ج۱/ ص۲۱ حدیث نمبر (۲۴) الفوائد ص۴۵۲ (کتاب الایمان) تذکرة ص۸۰ الاسراء ص۱۴۲ حدیث نمبر (۱۱۱)

❸ تنزیه ج۱، ص۱۵۲ (کتاب التوحید) الفوائد ص۴۵۳ (کتاب الایمان) کنز ج۳ ص۵۷ حدیث نمبر (۵۴۶۸) الموضوعات ج۱/ ص۱۳۵ (کتاب الایمان) الاسرار ص۱۳۲ حدیث نمبر (۱۰۰) کشف الخفاء ج۱/ ص۲۹۵ حدیث نمبر (۷۷۵)

۱۴۹ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((مَنْ لَّمْ يَكُنْ مُؤْمِنًا حَقًّا فَهُوَ كَافِرٌ حَقًّا۔)) ❶

''جو حقیقت میں مومن نہیں وہ حقیقت میں کافر ہے۔''

ذیل اللآلی میں کہا کہ اس حدیث کے وضع کرنے میں گناہ گار سمعان بن مہدی ہے۔

۱۵۰ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا :

((مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ عَرَفَ رَبَّهٗ وَمَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ كَلَّ لِسَانُهٗ۔)) ❷

''جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا اور جو اپنے رب کو پہچان جائے اس کی زبان عاجز ہوتی ہے۔''

امام نووی نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ امام ابن تیمیہؒ نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ مقاصد حسنہ میں مذکور ہے کہ اس کا مرفوع ہونا غیر معروف ہے یہ یحییٰ بن معاذ کا قول ہے۔

۱۵۱ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :

((كُنْتُ كَنْزًا لَا أُعْرَفُ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ خَلْقًا فَعَرَّفْتُهُمْ بِيْ فَعَرَفُوْنِيْ۔)) ❸

''میں ایک غیر معروف خزانہ کی طرح تھا تو میں نے چاہا کہ لوگ مجھے پہچانیں اس لئے میں نے مخلوقات کو پیدا کیا اور ان سے اپنا تعارف کرایا تب لوگوں نے مجھے پہچانا۔''

امام نوویؒ نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں، امام ابن تیمیہؒ نے کہا کہ یہ حدیث نہیں ہے اور اس کی کوئی سند معلوم نہیں اور نہ اس کی کوئی ضعیف سند ہی ہے۔ زرکشی اور ہمارے شیخ نے بھی یہی بات کہی ہے۔

---

❶ تنزیه ج١ / ص١٥٤ (كتاب الايمان)
كشف الخفاء ج٢ / ص٣٦١ حديث نمبر (٢٥٣٢) المقاصد ص٤١٩ حديث نمبر (١١٤٩) الاسرار ص٣٥١ حديث نمبر (٥٠٦)

❷ الدرر المنتثرة ص١٥٢، سلسله احاديث ضعيفه ج١ / ص٩٦.

❸ المنتثره ص١٢٦ الاسرار ص٢٧٣ حديث نمبر (٣٥٣) تنزيه ج١ / ص١٤٨ (كتاب التوحيد) كشف الخفاء ج٢ / ص١٩١ حديث نمبر (٢٠١٦) المقاصد ص٣٢٧ حديث نمبر (٨٣٨) تميز ص١٢١ ـ اسنى المطالب ص١٧٠.

ذیل اللآلی میں ہے اسے امام ابن تیمیہؒ نے بجا طور پر موضوع کہا ہے۔

۱۵۲ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((لَوْ وُزِنَ خَوْفُ الْمُؤْمِنِ وَرِجَاءُهُ لَاعْتَدَلَا ۔)) ❶

''مومن کے خوف اور امید کو اگر تولا جائے تو دونوں برابر ہوں گے۔''

اس حدیث کا مرفوع ہونا بے اصل ہے یہ بعض اسلاف کا قول منقول ہے۔

۱۵۳ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ ۔ ❷

''وطن کی محبت ایمان سے ہے۔''

اس کا معنی اگرچہ صحیح ہے مگر اس کی کسی سند پر مجھے واقفیت نہیں ہو سکی۔ علامہ سخاویؒ نے مقاصد حسنہ میں ایسا ہی کہا ہے۔

۱۵۴ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((حُبُّ الْهِرَّةِ مِنَ الْإِيمَانِ ۔)) ❸

''بلی سے محبت رکھنا ایمان میں سے ہے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔

۱۵۵ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَنْ أَسْلَمَ عَلَى يَدَيْهِ رَجُلٌ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ۔)) ❹

''جس کے ہاتھ پر کوئی آدمی مسلمان ہو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔''

---

❶ الدرر المنتثرہ ص ۱۳۲ الاسرار ص ۲۹۶ حدیث نمبر (۳۸۷) تنزیہ ج ۲ / ص ٤۰۲ (کتاب الجامع) کشف الخفاء ج ۲ / ص ۲۱۳ (۲۳٤) تمیز ص ۱۳۳ أسنی المطالب ص ۱۸۵۔

❷ الاسرار ص ۱۸۰ حدیث نمبر (۱٦٤) کشف الخفاء ج ۱ / ص ٤۱۳ حدیث نمبر (۱۱۰۲) سلسلہ احادیث ضعیفة ج ۱ / ص ۵۵ حدیث نمبر (۳٦) الدرر المنتثرہ ص ۷٤۔ المقاصد ص ۱۸۳ حدیث نمبر (۳۸٦) اسنی المطالب ص ۹۵۔

❸ کشف الخفاء ج ۱ / ص ٤۱۵ حدیث نمبر (۱۱۰٤)۔ الاسرار ص ۱۸۲ حدیث نمبر (۱٦۵) اسنی المطالب ص ۹۵۔

❹ الاسرار ص ۳۲۷ حدیث نمبر (٤۵٦)۔ الموضوعات ج ۱ / ص ۱۳۷ (کتاب الایمان) الفوائد ص ٤۵۵ (کتاب الایمان)

امام صنعانی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اللآلی المصنوعۃ میں کہا کہ اس کی سند میں محمد بن معاویہ غیر ثقہ راوی ہے، لیکن اس کی متابعت سعید بن کثیر نے کی جو ثقہ ہیں وجیز میں ہے کہ سعید بن عفیر کو امام احمدؒ وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔

۱۵۶ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((مَا كَانَ زَنْدَقَةٌ اِلَّا وَاَصْلُهَا التَّكْذِيْبُ بِالْقَدَرِ۔)) ❶

''ہر زندیقیت (بے دینی) کی جڑ تقدیر کی تکذیب ہے۔''

مذکورہ بالا حدیث کی سند میں بحر بن کثیر کذاب ہے مگر میں کہتا ہوں (سخاویؒ کہتے ہیں) کہ یہ حدیث ''لا باس بہ'' سند (قدرے معتبر سند) کے ساتھ مروی ہے۔

۱۵۷ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((اَلْقَدَرُ سِرُّ اللّٰهِ فَلَا تَفْشُوْا اللّٰهَ سِرَّهٗ۔)) ❷

''تقدیر اللہ تعالیٰ کا راز ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے راز کو افشا مت کرو۔''

یہ حدیث ضعیف ہے۔ کتاب المختصر للفروزآبادی

۱۵۸ مقاصد حسنہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اِنْفَاذَ قَضَآئِهٖ وَقَدَرِهٖ سُلِبَ ذَوِی الْعُقُوْلِ عُقُوْلَهُمْ حَتّٰی يَنْفَذَفِيْهِمْ قَضَآءُهٗ وَقَدَرُهٗ۔)) ❸

''اللہ تعالیٰ جب اپنے قضاء وقدر کو نافذ کرنا چاہتا ہے تو اہل عقل کی عقلیں سلب کر لی جاتی ہیں پھر لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر نافذ ہوتی ہے۔''

اس حدیث کی سند میں ایک راوی کذاب ہے جو حدیث وضع کرتا ہے اور اس کی سند میں دوسرا راوی متروک ہے اور امام بیہقیؒ کے یہاں یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف طریق سے مروی ہے۔

---

❶ الموضوعات ج ۱ / ص ۲۷۴ (باب ذکر القدر) الفوائد ص ۵۰۶ (ذکر احادیث المتفرقة)

❷ سلسلہ احادیث ضعیفة حدیث نمبر (۴۱۳۵)

❸ كشف الخفاء ج ۱ / ص ۱۸۱ حديث نمبر (۱۹۵) المقاصد ص ۳۴ حديث نمبر (۵۳) أسنى المطالب ص ۲۸۔

انبیائے کرام، خضر والیاس کا تذکرہ اور جنت میں کن کی لوگوں کو ڈاڑھی ہوگی

۱۵۹۔ ((عَنْ جَابِرٍ كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔)) [1]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مہر انگشتری پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔''

اللآلی المصنوعۃ میں کہا کہ اس روایت کی سند میں اباطیل کی نقل کرنے والا راوی ہے اور یہ روایت حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

۱۶۰۔ ((عَنْ رُبَاحٍ ، قَالَ رَأَيْتُ رَجُلاً يُمَاشِيْ عُمَرَ بْنَ عبدالعزيز يَعْتَمِدُ عَلٰى يَدِهٖ فَقَالَ يَا رَبَاحُ ! ذَالِكَ الْخِضْرُ بَشَّرَنِيْ اِنِّيْ ، سالى وَاَعْدِلُ ۔)) [2]

''حضرت رباح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ اس کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے مجھ سے کہا کہ، اے رباح! میرے ساتھ چلنے والے یہ حضرت خضر تھے انہوں نے مجھے بشارت دی ہے کہ میں عنقریب خلیفہ بنوں گا اور عدل گستری کروں گا۔''

اللآلی المصنوعۃ میں ہے کہ رباح کی روایات ہوا کی طرح ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ خضر علیہ السلام کے سلسلے میں واردشدہ روایات میں سب سے زیادہ صحیح روایت یہی ہے۔

---

[1] کنز ج ۱۱ / ص ۴۹۸ حدیث نمبر (۳۲۳۳۷) (سلیمان علیه سلام) تنزیه ج ۱ ص ۲۳۷ (کتاب الأنبیاء والقدماء) الفوائد ص ۴۹۷ (کتاب الایمان) سلسله احادیث ضعیفة ج ۲ / ۱۴۰ (۷۰۲) تنزیه ج ۱ / حدیث نمبر (۲۳۷) ذکر القدماء)

[2] تنزیه ج ۱ / ص ۲۳۶ (کتاب الانبیاء والقدماء) الموضوعات ج ۱ / ص ۱۹۸ (کتاب ذکر جماعة من ....)

۱۶۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((إِنْ كَانَتِ الْحُبْلَى لَتَرَى يُوسُفَ فَتَضَعُ حَمْلَهَا۔)) ❶

''حاملہ عورت حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھتی تو اس کا حمل گر جاتا تھا۔''

اس روایت کی سند میں کئی متروک رواۃ ہیں ان میں سے بعض کو کچھ لوگوں نے ثقہ کہا ہے۔

۱۶۲۔ ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَلْتَقِي الْخِضْرُ وَالْيَاسُ كُلَّ عَامٍ۔ الخ)) ❷

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر سال خضر اور الیاس علیہما السلام سے ملاقات ہوا کرتی ہے۔''

اس روایت کو بیان کرنے میں حسن بن زریق منفرد ہے اور یہ مجہول ہے۔ امام ابن عدیؒ و ذہبیؒ نے کہا کہ اس روایت کی سند منکر ہے۔

۱۶۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((رَحِمَ اللّٰهُ أَخِي الْخِضْرَ لَوْ كَانَ حَيًّا لَزَارَنِي۔)) ❸

''اللہ تعالیٰ میرے بھائی خضر پر رحم فرمائے اگر وہ زندہ ہوتے تو مجھ سے ملاقات کرتے۔''

ہمارے شیخ نے کہا کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا صحیح نہیں بلکہ یہ قول ایسے بعض اسلاف کا ہے جو حیات خضر کے منکر تھے۔

۱۶۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((إِنَّ لِإِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ وَلِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ لِحْيَةً فِي الْجَنَّةِ۔)) ❹

''جنت میں ابراہیم (خلیل اللہ) علیہ السلام اور حضرت ابوبکر صدیق ص کو ڈاڑھی ہوگی۔''

---

❶ الموضوعات ج ۱/ ص ۱۹۲ (ذکر جماعة من الانبیاء۔) تنزیه ج ۱/ ص ۲۳۳ (کتاب الانبیاء) الفوائد ٤٩٤ (ذکر الاحادیث المتفرقه)

❷ الموضوعات ج ۱/ ص ۱۹۵ (ذکر ما نقل من انه لا یلتقی الخضر) المنار المنیف ص ٦٧ حدیث نمبر (١٢٥)

❸ الاسرار ص ٢٠٧ حدیث نمبر (٢١٢) کشف الخفاء ج ١/ ص ٥١٣ حدیث نمبر (١٣٧٠)۔ المقاصد ص ٢٢٥ حدیث نمبر (٥١٣) تمیز ص ٨٠۔ أسنی المطالب ص ١١٤۔

❹ کشف الخفاء ج ١/ ص ٢٧١ حدیث نمبر (٦١٤) الاسرار ص ١٢٤ حدیث نمبر (٨٣) المقاصد۔ ص۔ ١١٦ حدیث نمبر (٢٢٨)۔ أسنی ٦٨۔ تمیز ص ٣٨۔

یہ حدیث صحیح نہیں، مشہور کتاب حدیث میں یہ حدیث نظر نہیں آئی اور نہ بکھرے ہوئے کتابچوں ہی میں اسے دیکھا گیا ہے۔

۱۶۵ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ اِلَّا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِنَّ لَهٗ لِحْيَةً تَضْرِبُ اِلٰى سُرَّتِهٖ ۔)) ❶

''جنتی لوگ بے ڈاڑھی و بے مونچھ کے ہوں گے، صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈاڑھی ہوگی جو ناف تک لٹکتی ہوگی۔''

اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ اس طرح کی بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کے بارے میں بھی مروی ہے مگر میں اس کے ثابت ہونے کو نہیں جانتا۔

۱۶۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

((جَاءَ عُزَيْرُ اِلٰى بَابِ موسىٰ بعد ما مُحِيَ اسمه مِنْ دِيْوَانِ النُّبُوَّةِ فحجب فرجع وهو يقول مِائَةُ مَوْتَةٍ اَهْوَنُ عَلَيَّ مِنْ ذُلِّ سَاعَةٍ۔)) ❷

''عزیر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دروازہ پر اس وقت آئے جب کہ عزیر کا نام دفتر نبوت سے مٹا دیا گیا تھا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ملاقات نہیں کی اور پردہ میں پڑے رہ گئے اس پر عزیر نے کہا کہ سو مرتبہ مرنا تھوڑی دیر کی ذلت سے کہیں زیادہ میرے لئے آسان ہے۔''

ذیل اللآلی میں کہا کہ یہ حدیث ابو حفص عدی کی بلیات (موضوعات) سے ہے۔

۱۶۷ مروی ہے:

((مَرَّ ذِئْبٌ بِيَعْقُوْبَ عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ اَ اَنْتَ اَكَلْتَ يُوْسُفَ وَلَدِيْ فَقَالَ كَيْفَ آكُلُ وَلَدَكَ وَقَدْ حُرِّمَتْ لُحُوْمُ الْاَنْبِيَاءِ عَلٰى جَمِيْعِ الْوُحُوْشِ وَالسِّبَاعِ ۔)) ما وجدته

''ایک بھیڑیا کا گزر حضرت یعقوب علیہ السلام پر ہوا۔ انہوں نے بھیڑیا سے کہا کہ تم

❶ سلسلہ احادیث ضعیفة ج ۲ / ص ۱۴۲ حدیث نمبر (۷۰۴)

❷ العلل ج ۱ / ص ۵۰ حدیث نمبر (۴۷) (باب فی ذکر جماعة من القدماء)۔ تنزیه الشريعة ج ۱ / ص ۲۴۷ (كتاب الانبياء والقدماء)۔

نے میرے بیٹے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہے؟ بھیڑیا نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ تمام وحشی جانوروں اور درندوں پر انبیا علیہم السلام کا گوشت حرام ہے؟''

یہ حدیث عبیط کذّاب کی جعلی کتاب میں ہے۔

۱۶۸۔ ((اَوَّلُ مَنِ اتَّخَذَ الْخَبْزَ الْمُتَلَقَّسَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلاَمُ۔))

''سب سے پہلے جس نے چھوٹا سا توشہ دان تیار کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔''

یہ حدیث بھی عبیط کذاب کی جعلی کتاب سے ماخوذ ہے۔

''الخمر'' کے لفظ میں حرف ''خاء'' کو فتحہ اور کسرہ یعنی زبر اور زیر دونوں کے ساتھ اور اس کے بعد والے حرف ''باء'' کو سکون ہے۔ اس لفظ کی مونث ''الخمر ۃ'' ''بروزن'' ''الملبنۃ'' آتی ہے۔ ''الخمر ۃ'' ایسے توشہ دان کو کہتے ہیں جس میں چار رطل (تقریباً ڈیڑھ کلو) کھانے پینے کا سامان آ سکے۔

خرقۂ صوفیا، چلہ کشی اور مجاہدہ

۱۶۹ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ۔)) [1]

''ہم جہاد اصغر (کفار و مشرکین کے خلاف اسلحوں سے قتال و جنگ) سے بڑے بڑے جہاد (صوفیا کے وظائف) کی طرف واپس آئے ہیں۔''

امام فیروز آبادیؒ نے کتاب المختصر میں کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۱۷۰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَعْدٰی عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْكَ۔)) [2]

''تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو دو پہلوؤں کے درمیان ہے۔''

مذکورہ بالا روایت کی سند میں وضّاع راوی ہے۔

۱۷۱ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

---

[1] کشف الخفاء ج۱/ ص۵۱۱ حدیث نمبر (۱۳۶۲)۔ الاسرار ص۲۰۶ حدیث نمبر (۲۱۱) الدرر المنتثرہ ص۸۹

[2] سلسلہ احادیث ضعیفۃ ج۳/ ص۳۰۸ حدیث نمبر (۱۱۶۴)۔ کشف الخفاء ج۱۔ ص۱۶۰ حدیث نمبر (٤١٥)

((اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ مَا اُكْرِهَتْ عَلَيْهِ النَّفْسُ۔)) [ماوجدته]

''اعمال میں سب سے زیادہ افضل وہ عمل ہے جس کو نفس جبراً وقہراً کرے۔''

یہ حدیث مرفوعاً نہیں ملی۔

۱۷۲ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((مَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا اَدْخَلَ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فِيْ قَلْبِهٖ فَانْطَقَ بِهَا لِسَانَهٗ وَعَرَّفَهٗ دَاءَ الدُّنْيَا وَدَوَاءَهَا وَاَخْرَجَهٗ مِنْهَا سَالِمًا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ۔)) ❶

''جو آدمی دنیا میں زہد اختیار کرے گا اس کے دل میں اللہ تعالیٰ حکمت بھر دے گا اور زبان سے حکمت کی باتیں بولنے کی توفیق دے گا اور اسے دنیا کی بیماریوں اور اس کے علاج کی معرفت بخشے گا اور اسے دنیا سے آخرت کے مقام دار السلام (جنت) میں محفوظ طریق پر لے آئے گا۔''

یہ روایت صرف ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور غیر معتبر ہے۔

۱۷۳ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((مَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَخْلَصَ فِيْهَا الْعِبَادَةَ اَجْرَى اللّٰهُ يَنَابِيْعَ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ۔)) ❷

''دنیا میں جو شخص چالیس روز زہد اختیار کرے گا اور اس مدت میں خلوص کے ساتھ عبادت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے حکمت کے چشمے جاری کر کے زبان پر لے آئے گا۔''

مذکورہ بالا حدیث کو امام ابوالشیخ نے روایت کیا اور یہ حدیث ساقط الاعتبار ہے۔

۱۷۴ مندرجہ بالا حدیث ہی کی طرح یہ حدیث بھی مروی ہے البتہ اس میں ''اخلص فیھا العبادۃ'' کے بجائے ''اخلص اللہ'' کا لفظ ہے۔ اسے بھی امام ابوالشیخ نے روایت کیا ہے۔

---

❶ الفوائد ص۲۴۳ (كتاب الادب والزهد ..)

❷ الموضوعات ج۳/ ص۱۴۴ (كتاب الحدود...) (باب من اخلص اربعين
الفوائد ص ۲۴۳ (كتاب الادب والزهد). الكامل ج۵/ ص۱۹۴۵۔

۱۷۵ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

« مَامِنْ عَبْدٍ يُخْلِصُ لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا اِلَّا ظَهَرَتْ يَنَابِيْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ۔» ❶

''جو بندہ چالیس دن خلوص کے ساتھ رہے گا اس کے دل سے زبان حکمت کے چشمے جاری ہوجائیں گے۔''

یہ حدیث ضعیف ہے یا موضوع ہے۔

۱۷۶ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

« مَنْ اَكَلَ الْحَلَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ لابي نُعَيْمٍ مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ ......؟ » ❷

''جس نے چالیس روز صرف حلال چیز کھائی اور ابونعیم کی روایت میں ہے کہ جو چالیس روز تک اللہ تعالیٰ کے لئے خلوص کے ساتھ زندگی گزارتا رہا اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو منور کردے گا۔''

مذکورہ بالا حدیث کو امام ابونعیمؒ وابن عدیؒ نے روایت کیا۔ امام ابن عدیؒ نے اسے منکر کہا اور صنعانی نے موضوع کہا۔

۱۷۷ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

« مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ظَهَرَتْ۔ الخ » ❸

''جو شخص چالیس روز اللہ تعالیٰ کے لئے خلوص کے ساتھ رہے گا اس کے زبان پر حکمت

---

❶ اتحاف ج۶/ص۷۔ کشف الخفاء ۲/ ص۳۱۱۔ سلسلہ احادیث ضعیفۃ ج۱ ص۵۵ حدیث نمبر (۳۸)۔ الموضوعات ج۳/ ص۱۴۴ الاسرار ص۳۲۶ حدیث نمبر (۴۵۴)۔ ترغیب ج۱ ص۵۶ کنز ج۳/ ص۲۶ حدیث نمبر (۵۲۷۱)

❷ اتحاف ج۶ ص۷۔

❸ سلسلہ احادیث ضعیفۃ ج۱/ ص۵۵ حدیث نمبر (۳۸) الموضوعات ج۳۔ ص۱۴۴۔ الاسرار ص۳۲۶ حدیث نمبر (۴۵۴)۔ ترغیب ج۱/ ص۵۶ (الترغیب فی..) کنز ج۳/ ص۲۶ حدیث نمبر (۵۲۷۱) المقاصد الحسنۃ ص۳۹۵ حدیث نمبر (۱۰۵۴)

کے چشمے جاری ہوں گے۔"

مقاصد حسنہ میں امام سخاوی نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے اور اس کی تائید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی کی حدیث مروی ہے بلکہ امام قضاعی نے اسے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن بہر حال یہ حدیث غیر معتبر ہے۔

۱۷۸ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((مَنْ حَضَرَهُمَا أَرْبَعِينَ يَوْمًا يُدْرِكُ التَّكْبِيرَةَ الْأُولٰى كُتِبَ لَهُ بَرَاءَ تَانِ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ۔)) [ماوحدته]

"جو آدمی چالیس روز عشاء و فجر کی نماز با جماعت تکبیر اول کے ساتھ پڑھے گا اس کے لئے دو خراب چیزوں سے برأت و آزادی لکھ دی جائے گی جہنم سے اور منافقت سے۔"

مذکورہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے۔

۱۷۹ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((مَامِنْ عَبْدٍ يخلِصُ لِلّٰهِ أَرْبَعِينَ۔)) الخ

حوالہ فوق سے نقل کریں۔

۱۷۳، تا ۱۷۷ میں مندرج شدہ احادیث و نمبر ہذا یعنی ۱۷۹ کے الفاظ کے ساتھ مروی ہیں معنوی طور پر سب کا حاصل مضمون ایک ہے۔

اس حدیث کو امام ابن عدیؒ و ابن الجوزیؒ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے اللآلی المصنوعۃ میں یہ حدیث کئی ایسی سندوں سے مروی ہے جن میں کوئی منکر راوی نہیں مگر وہ سب کی سب مرسل ہیں۔

امام عراقیؒ نے اس حدیث کو صرف ضعیف کہنے پر اکتفا کیا ہے یعنی اسے موضوع نہیں کہا ہے۔ کتاب الوجیز میں مذکور ہے کہ روایت مذکورہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مگر ان کی سندوں میں کوئی سند مجہول و متروک سے خالی نہیں ہے، مگر میں کہتا ہوں کہ ان رواۃ میں سے کسی پر الزام وضع نہیں ہے۔

۱۸۰ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((شَحِمَةُ وَلَحِمَهُ بِقِلَّةِ الطَّعَامِ وَالتَّفَكُّرِ فَإِنَّ مِنْ قِلَّةِ الطَّعَامِ حُضُوْرُ الْمَلَائِكَةِ

وَكَثْرَةُ التَّفَكُّرِ فِيمَا مِنْ عِنْدَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ۔)) [ماوجدته]

''روحانیت کو قلت طعام اور تفکر کے ذریعہ بڑھاؤ اور ترقی دو کم خوری سے فرشتے آتے ہیں اور کثرت تفکر ان چیزوں میں کرنے سے جو اللہ تعالیٰ سے متعلق ہیں فرشتے حاضر ہوا کرتے ہیں۔''

اس حدیث کی سند میں ایک راوی کذاب ہے۔

۱۸۱ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((لَوْصَلَّيْتُمْ حَتّٰى تَكُوْنُوْا كَالْحَنَايَا وَصُمْتُمْ حَتّٰى تَكُوْنُوْا كَالْاَوْتَارِ ثُمَّ كَانَ الْاِثْنَانِ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ الْوَاحِدِ لَمْ تَبْلُغُوا الْاِسْتِقَامَةَ۔)) ❶

''اگر تم لوگ نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح ٹیڑھے ہو جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے تانت کی طرح پتلے ہو جاؤ لیکن اگر دنیاوی چیزوں میں سے ایک کے بالمقابل دو چیزیں پانے کی تم کو تمنا ہو تو تم کو استقامت اور دین میں ثبات قدمی حاصل نہیں ہو سکتی۔''

یہ حدیث باطل ہے۔

۱۸۲ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((مَنْ جَاعَ يَوْمًا وَاجْتَنَبَ الْمَحَارِمَ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ۔)) ماوجدته

جو شخص ایک روز فاقہ کرے اور ''محارم (حرام چیزوں) سے بچا رہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا۔''

اس حدیث کو طالقانی نے وضع کیا ہے۔

۱۸۳ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((ذَرَّةٌ مِنْ اَعْمَالِ الْبَاطِنِ خَيْرٌ مِنَ الْجِبَالِ الرَّوَاسِيْ مِنْ اَعْمَالِ الظَّاهِرِ۔)) ماوجدته

''ذرہ بھر باطنی اعمال پہاڑوں کے برابر ظاہری اعمال سے بہتر ہیں۔''

مذکورہ بالا روایت ساقط الاعتبار ہے۔

۱۸۴۔ ((لَبِسَ الْحَسَنُ البصری رَحِمَهُ اللّٰهُ مِنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه ۔)) ❷

''امام حسن بصریؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا خرقہ تصوف پہنا تھا۔''

❶ تنزیه ج۲ / ص۳۱۱ (کتاب الادب والزهد

❷ المقاصد ص۳۳۱ حدیث نمبر (۸۵۲)

علامہ سخاویؒ نے مقاصد حسنہ میں کہا کہ امام ابن وحیہ ابن الصلاح نے اس روایت کو باطل قرار دیا۔ اسی طرح ہمارے شیخ حافظ ابن حجرؒ نے کہا :

''اس روایت کی اسانید میں سے کوئی بھی ثابت نہیں، کسی صحیح حسن یا ضعیف روایت میں یہ منقول نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوفیا کے یہاں مروج طریقہ پر اپنے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو خرقۂ تصوف پہنایا اور نہ اپنے کسی صحابی کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔ اس سلسلے میں بالصراحت جو روایت بھی مروی ہے وہ باطل ہے۔ پھر اس شخص کی بات خانہ ساز جھوٹ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسن بصریؒ کو خرقۂ تصوف پہنایا کیونکہ ائمہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حسن بصریؒ کے سماع تک کو ثابت نہیں مانتے پھر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موصوف حسن بصری کو خرقۂ تصوف پہنانا اور بھی دور کی بات ہے۔''

مذکورہ بالا بات کہنے میں ہمارے شیخ حافظ ابن حجرؒ منفرد نہیں ہیں بلکہ اہل علم کی ایک جماعت ان سے پہلے یہ بات کہہ چکی ہے حتیٰ کہ ان حضرات نے بھی اسی طرح کی بات کہی ہے جنہوں نے دوسروں سے خرقۂ مذکورہ پہنا اور دوسروں کو پہنایا ہے۔ مثلاً دمیاطی، ذہبی، ھکاری، ابو حیان، علائی، مغلطائی، عراقی، ابن الملقن، انباسی، برہان حلبی، ابن ناصر الدین انہوں نے یعنی حافظ ابن حجر نے اس روایت پر ایک مستقل کتابچہ میں بحث کی ہے۔

اسی طرح ہمارے اصحاب میں سے فوت ہو جانے والے بعض دوسرے حضرات نے بھی اس سلسلے میں مستقل کتابچہ لکھا ہے اور میں نے بھی اس حدیث کے تمام طرق کو ایک مستقل کتابچہ میں واضح کیا ہے، بلکہ اس کتابچہ کے علاوہ بعض کتابوں پر اپنے لکھے ہوئے حواشی کے ضمن میں بھی میں نے اس سلسلے میں کلام کیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ معاملہ بھی ہے کہ میں نے اعیان صوفیا کی ایک جماعت کے حکم کی تعمیل میں لوگوں کو خود خرقۂ مذکورہ پہنایا ہے۔ حتیٰ کہ یہ کام میں نے خانہ کعبہ کے سامنے کیا ہے۔ صالحین کرام کے تذکرہ سے تبرک حاصل کرنے اور معتبر حفاظ میں سے جو لوگ اسے ثابت مانتے ہیں ان کے طور وطریق کی پیروی میں میں نے ایسا کیا ہے۔ [1]

[1] ازمترجم: جس چیز کا ثبوت کتاب وسنت اور صحابہ سے نہ ہو اور آدمی کو اس کا اعتراف بھی ہو کہ یہ چیز ثابت نہیں اسے ''معتبر حفاظ'' کی تقلید یا صالحین سے تبرک حاصل کرنے کی غرض سے کرنا ہمارے نزدیک درست نہیں ہے۔ اس طرح کی تقلید وتبرک کا دروازہ کھلنے میں جو خرابیاں پوشیدہ ہیں وہ مخفی نہیں۔

اولیائے کرام اور ان کی مشابہت اختیار کرنے کی فضیلت نیز اولیاء کے خواص اور اقسام مثلاً خاتم الاولیاء

۱۸۵۔ ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ لَنْ تَخْلُوَ الْاَرْضُ مِنْ ثَلَاثِیْنَ مِثْلَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ الرَّحْمٰنِ بِهِمْ یُعَافُوْنَ وَبِهِمْ یُرْزَقُوْنَ وَبِهِمْ یُمْطَرُوْنَ۔)) ❶

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ روئے زمین حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن جیسے صاحب فضائل تیس اولیا اللہ سے کبھی خالی نہیں ہوسکتی یعنی دنیا میں اتنے بڑے بڑے تیس اولیاء ہر وقت ضرور موجود رہیں گے جن کی برکت سے لوگ امن و عافیت سے رہیں گے، روزی پائیں گے اور بارش سے بہرہ ور ہوں گے۔''

اس حدیث کی سند میں ایک راوی واضع اور دوسرا راوی ضعیف ہے۔

۱۸۶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔)) ❷

''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ اسی قوم کے ایک فرد کی طرح ہے۔''

اس حدیث کو امام ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے جس کی سند اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کی تائید کرنے والی سندوں سے بھی معنوی طور پر یہ روایت منقول ہے (یعنی کہ یہ روایت اپنے شواہد سے مل کر درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے اور قابل اعتبار قرار پاتی ہے)

۱۸۷۔ ((لَا یُشْبِهُ الزِّیُّ الزِّیَّ حَتّٰی یُشْبِهَ الْخُلُقُ الْخُلُقَ وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔)) ❸

---

❶ الموضوعات ج۳ / ص۱۵۱ (باب عدو الاولیاء) تنزیه ج۲ / ص۳۰۶ (کتاب الادب والزهد) سلسله احادیث ضعیفة ج۳ / ص۵۷۵ حدیث نمبر (۱۳۹۲) کنز ج۱۲۔ ص۱۸۷ حدیث نمبر (۳۴۶۰۲)

❷ ابوداؤد: ج۴ / ص۳۱۴ حدیث نمبر (۴۰۳۱) مسند امام احمد ج۲ / ص۵۰: نصب الرایة ج۴ / ص۳۴۷ (کتاب الجنایات) مجمع ج: ۱۰ / ص۶۷۰ (باب من تشبه) کنز ج۹ / ص۱۰ حدیث نمبر (۲۴۶۸۰) تمهید ج۶ / ص۸۰: مشکوٰة ج۲ / ص۴۷۷ حدیث نمبر (۴۳۴۷) (کتاب اللباس) الدرر المنتثره. ص۱۴۸ کشف الخفاء ج۲ / ص۳۳۲ حدیث نمبر (۲۴۳۶)

❸ تنزیه ج۲ / ص۳۱۲ / (کتاب الادب والزهد)

''ایک وضع دوسری وضع قطع کے مشابہ اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ طور وطریقہ اور عادات واخلاق میں مشابہت وموافقت نہیں ہو جاتی، جو آدمی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی قوم کا ایک فرد ہے۔''

اس حدیث کی سند میں حفص بن سالم جھوٹا دجال ہے۔

۱۸۸ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((إِذَا أَلِفَ الْقَلْبُ الْإِعْرَاضَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى إِبْتَلَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْوَقِيْعَةِ فِي الصَّالِحِيْنَ۔)) ❶

''جب دل اللہ تعالیٰ سے اعراض وانحراف کو پسند کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسا کرنے والے آدمی کو نیک وصالح لوگوں پر زبان درازی وطعنہ زنی میں مبتلا کر دیتا ہے۔''

اس روایت کا مرفوع ہونا بے اصل ہے اور یہ روایت منکر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قول بعض صوفیا سے منقول ہے جس کو ہم نے لکھ لیا ہے۔

۱۸۹۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((ذِكْرُ الْأَنْبِيَاءِ مِنَ الْعِبَادَةِ وَذِكْرُ الصَّالِحِيْنَ كَفَّارَةٌ لِلذُّنُوْبِ وَذِكْرُ الْمَوْتِ صَدَقَةٌ وَذِكْرُ النَّارِ مِنَ الْجِهَادِ۔ الخ)) ❷

''انبیائے کرام کا تذکرہ عبادات میں سے ہے۔ صالحین کا تذکرہ گناہوں کا کفارہ ہے اور موت کو یاد کرنا صدقہ ہے اور جہنم کو یاد کرنا جہاد ہے۔''

یہ حدیث کتاب العروس سے منقول ہے اور کتاب العروس کی احادیث منکر ہیں۔

۱۹۰ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ۔)) ❸

---

❶ تنزيه ج۲/ ص۳۱۷ حديث نمبر (۱۳۳) الفوائد ۵۰۸۔ كتاب الضفات، تذكرة ص۱۹۳ (باب فضل الاولياء) كنز ج۱۱/ ص۴۷۷ حديث نمبر (۳۲۲۳۷) كنز ج۱۵/ ص۸۶۴ حديث نمبر (۴۳۴۳۸) كنز ج۱۵/ ص۹۱۸ حديث نمبر (۴۳۵۸۴)

❸ كشف الخفاء ج۲/ ص۹۱ حديث نمبر (۱۷۷۲) الفوائد، ص ۵۰۸

❷ تنزيه ج۲/ ص۳۹۶ (كتاب الجامع) سلسله احاديث الفواد ص۵۰۸ (ذكر احاديث المتفرقة) تذكره ص۱۹۳ (فضل الاولياء) الاسرار ص۲۴۹ حديث نمبر (۳۰۶)

"صالحین کے تذکرہ کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔"

ہمارے شیخ حافظ ابن حجرؒ اور ان کے شیخ حافظ عراقیؒ نے "تخریج احیاء العلوم" میں کہا کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا بے اصل ہے، البتہ یہ امام سفیانؒ بن عیینہ کا قول ہے۔

۱۹۱ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

« إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا اِبْتَلَاهُ ......وَإِذَا أَحَبَّهُ الْحُبَّ الْبَالِغَ اِقْتَنَاهُ قِيلَ وَمَا اقْتَنَاهُ ؟ قَالَ لَمْ يَتْرُكْ لَهُ أَهْلًا وَلَا مَالًا ـ» ❶

"اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اسے مصیبت میں مبتلا کرتا ہے اگر وہ اپنے بندے سے زیادہ محبت کرتا ہے تو اس کو اپنے لئے مخصوص کر لیتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ مخصوص کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے اہل وعیال اور مال ومنال کا خاتمہ کر دیتا ہے یعنی وہ بے مال وعیال ہو کر رہ جاتا ہے۔"

اس روایت کو امام طبرانیؒ نے نقل کیا ہے اور وجیز میں ہے کہ اس کی سند کا ایک راوی محمد بن زیاد "لیس بشی"، یعنی علم حدیث میں کچھ نہیں ہے۔

۱۹۲ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

« إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا اِبْتَلَاهُ فَإِنْ صَبَرَ اِجْتَبَاهُ وَإِنْ رَضِيَ اِصْطَفَاهُ ـ» ❷

"اللہ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے مصیبت میں مبتلا کرتا ہے بندہ اگر اس پر صبر کرتا ہے تو اسے منتخب کر لیتا ہے اور اگر وہ اس پر راضی وخوش ہوتا ہے تو اسے برگزیدہ بنا لیتا ہے۔"

اس روایت کو امام دیلمی نے بلا سند ذکر کیا ہے۔

۱۹۳۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

« إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا اقْتَنَاهُ لِنَفْسِهِ وَلَمْ يَشْغَلْهُ بِزَوْجَةٍ وَلَا وَلَدٍ ـ» ❸

---

❶ الموضوعات ج۳/ ص۲۰۱ (باب البلاء علامة المحب). الفوائد ص۵۰۸ (ذكر الاحاديث المتفرقة) ❷ كنز ج۱۱/ ص۱۰۰ حديث نمبر (۳۰۷۹۳)

❸ موضوعات ج۲/ ص۲۷۸ (باب التعذب) تنزيه ج۲/ ص(۲۱۲) (كتاب النكاح) ميزان ج۳/ ص۶۶۷ حديث نمبر (۵۲۶۳) كنز ج۱۱/ ص۱۰۰ حديث نمبر (۳۰۷۹۳)

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اسے اپنے لئے مخصوص کر لیتا ہے اور وہ اسے بیوی بچوں میں مصروف نہیں کرتا۔''

یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور موضوع وخانہ ساز ہے۔

۱۹۴ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((خِيَارُ أُمَّتِي فِي كُلِّ قَرْنٍ خَمْسَمِائَةٍ وَالْأَبْدَالُ أَرْبَعُونَ فَلَا الْخَمْسَمِائَةِ يَنْقُصُونَ وَلَا الْأَرْبَعُونَ كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللّٰهُ مِنَ الْخَمْسِ مِائَةِ مَكَانَهُ وَأَدْخَلَ مِنَ الْأَرْبَعِينَ مَكَانَهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! دُلَّنَا عَلَى أَعْمَالِهِمْ قَالَ يَعْفُونَ عَمَّنْ ظَلَمَهُمْ وَيُحْسِنُونَ إِلَى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْهِمْ وَيَتَوَاسُونَ فِيمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ۔)) [1]

''ہر صدی میں سے میری امت میں سے افضل اور سب سے زیادہ باکمال لوگوں کی تعداد پانچ سو ہوگی، اور ابدال کی تعداد چالیس ہوگی اس تعداد میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اگر افضل ترین پانچ سو آدمیوں میں سے کوئی مر گیا تو اس کی جگہ ابدال میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کر دے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم کو ان لوگوں کے اعمال بتلایئے کہ وہ کیا عمل کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ ان کو معاف کر دیا کریں گے جو ان پر ظلم کریں گے اور ان کے ساتھ جو بدسلوکی کرے گا، اس کے ساتھ یہ لوگ اچھا سلوک کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ دیا ہوگا اس کے ذریعہ دوسروں کی غم خواری کریں گے۔''

یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس کا ایک راوی غیر معروف یعنی مجہول ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی بعض قبروں کا تذکرہ

۱۹۵۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

[1] کنز، ج ۱۲ / ص ۱۸۵ حدیث نمبر (۳۴۵۹۱) الفوائد ص ۲۴۵ (کتاب الادب) الموضوعات ج ۳ / ص ۱۵۱ (باب عدد الاولیاء) سلسلة احادیث ضعیفة ج ۲۔ ص ۳۳۹ حدیث نمبر (۹۳۵) تذکرة ص ۱۹۴۔

((قَبْرُ اِسْمَاعِيْلَ فِي الْحِجْرِ ۔)) [1]

''حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر خانہ کعبہ کے مقام ''حجر'' میں ہے۔''

مذکورہ بالا حدیث کی سند ضعیف ہے۔

۱۹۶ کوہ لبنان کی وادی بقاع میں جس قبر کو حضرت نوح علیہ السلام کی قبر کہا جاتا ہے وہ ساتویں صدی ہجری میں بنائی گئی ہے۔

دمشق کے مشرقی جانب جس مزار کو حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب صحابی کا مزار کہا جاتا ہے اس کے بارے میں تمام علما کا اتفاق ہے کہ اس جگہ حضرت ابی بن کعب کبھی آئے تک نہیں وہاں ان کا دفن ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔

مقام معلیٰ کے جس پہاڑ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی قبر بتلاتے ہیں وہ کسی طرح بھی صحیح نہیں اگر چہ لوگوں کا اتفاق ہے کہ موصوف ابن عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہوا تھا۔

قاہرہ کے جس مزار کو مزار حسین کہا جاتا ہے وہاں بالاتفاق حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدفون نہیں ہوئے، ہاں بعض مصری لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر دفن ہے، مگر بعض علما اس کی نفی کرتے ہیں۔

جس مقام کو لوگ سیدہ نفیسہ بنت حسین بن زید کا مزار کہتے ہیں اسے بھی بعض اہل معرفت قبر نفیسہ نہیں مانتے البتہ یہ مانتے ہیں کہ اس خطہ میں سیدہ نفیسہ کی قبر کہیں ضرور ہے مگر وہ جگہ تعین کے ساتھ غیر معروف ہے۔

اور مصر کے مقام قرافہ میں جس جگہ کو لوگ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بن عامر کا مزار کہتے ہیں اس کی بنیاد صرف ایک خواب ہے جسے بعض لوگوں نے زمانہ طویل گزر جانے کے بعد دیکھا تھا اور یہ بات گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ کچھ فرشتے مردوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا کرتے ہیں۔ [2]

---

[1] كشف الخفاء ج ٢ / ص ١٣٦ حديث نمبر (١٨٥٤) تذكرة ص ٢٢٠۔
المقاصد ص ٣٠٣ حديث نمبر (٧٥٨) تميز ص ١١۔ اسنى ص ١٥٣۔

[2] حدیث نمبر ۱۴۲ تا ۱۹۶ علامہ محمد بن طاہر بن علی پٹنی ہندی متوفی ۹۸۶ھ کی کتاب تذکرۃ الموضوعات سے ماخوذ ہیں۔

فصل

نبی ﷺ پر درود کے سلسلے میں کچھ بدعات اور واہیات خواب و روایات کا تذکرہ

۱۹۷۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

« اَلصَّلٰوۃُ عَلَیَّ نُوْرٌ عَلَی الصِّرَاطِ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ ثَمَانِیْنَ مَرَّۃً غُفِرَتْ لَہٗ ذُنُوْبُ ثَمَانِیْنَ عَامًا۔» ❶

''مجھ پر پڑھا ہوا درود پل صراط پر نور بن جائے گا اور جو آدمی جمعہ کے دن مجھ پر اسی مرتبہ درود پڑھے گا اس کے اسی سال کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ مذکورہ بالا حدیث کو روایت کرنے میں حجاج بن سنان منفرد ہے جو ضعیف راوی ہے۔ نیز اس کے علاوہ اس روایت کی سند میں چار ضعیف رواۃ موجود ہیں۔

۱۹۸ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

« اَلصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِيِّ اَفْضَلَ مِنْ عِتْقِ الرِّقَابِ۔» ❷

''نبی صلی ﷺ پر درود پڑھنا غلاموں کو آزاد کرنے سے افضل عبادت ہے۔''

حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا مکذوب ہے البتہ حافظ ابن عساکرؒ نے اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے موقوف قول کے طور پر روایت کیا ہے۔

۱۹۹ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

« اَلصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُرَدُّ۔» ❸

---

❶ اسنی المطالب ص ۱۳٤ کنز ج ۱ / ص ٤۹۰ حدیث نمبر (۲۱٤۹)

❷ الدرر المنتثرہ ص ۱۰۳ کشف الخفاء ج ۲ / ص ۳۹ حدیث نمبر (۱٦۱۸) تذکرۃ ص ۸۹۔ الاسرار ص ۲۳۵ حدیث نمبر (۲٦۷) المقاصد۔ص ۲٦٦ حدیث نمبر (٦۲۹۔ اسنی المطالب ص ۱۳٤) السنن والمبتدعات ص ۲٤۔

❸ اسنی المطالب ص ۱۳٤۔ الاسرار ص ۲۳٦ حدیث نمبر (۲٦۹) المقاصد ص ۲٦٦ حدیث نمبر (٦۳۱) کشف الخفاء ص ۳۹ حدیث نمبر (۱٦۲۰) تمیز ص ۹٤

''نبی کریم ﷺ پر پڑھا ہوا درود رد نہیں ہوسکتا۔''

امام سخاویؒ نے کہا کہ مذکورہ بالا روایت ابوسلیمان دارانی کا قول ہے۔ جس کو احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے مرفوع حدیث کے طور پر لکھ دیا ہے حالانکہ اس کی تخریج کرنے والے کو یہ پتا نہیں چل سکا کہ یہ روایت کس نے نقل کی ہے۔

۲۰۰ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

«اَلصَّلٰوةُ عَلَیْهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَبْطُلُهَا الرِّیَاءُ۔» (1)

''ریاکاری کے طور پر رسول اللہ ﷺ پر پڑھا ہوا درود باطل ورائیگاں نہیں ہوسکتا۔''

اس حدیث کو بعض علما نے ذکر تو کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ ریاکاری سے سارے اعمال باطل ہوجاتے ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ریاکاری والا درود کیونکر ہدیہ کیا جاسکتا ہے جب کہ یہ ایک خبیث وناپاک عمل ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ وطاہر ہیں۔ (اسنی المطالب)

۲۰۱ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

«لَا تُسَیِّدُوْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ۔» (2)

''تم لوگ درود میں مجھے ''سید'' مت کہو۔''

یعنی میرے لئے ''سیدنا'' کا لفظ مت استعمال کرو۔

یہ روایت بے اصل ہے، صحیح لفظ ''لاتسودونی'' ہے یعنی مجھے سردار مت کہو۔

۲۰۲ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

«لَا تَجْعَلُوْنِیْ کَقَدَحِ الرَّاکِبِ۔» (3)

---

(1) اسنی المطالب ص۱۳۴۔السنن والمبتدعات ص۲۴۰ (فی بیان احادیث واخبار ومنامات واهیه)

(2) الاسرار ص۳۸۱ حدیث نمبر (۵۸۵) المقاصد ص۴۶۳ حدیث نمبر (۱۲۹۲) تمیز ص۱۸۵ أسنی المطالب ص۲۵۳۔السنن والمبتدعات۔ص۲۴۰ (اخبار ومنامات واهیة)

(3) مجمع الزوائد ج۱۰/ ص۱۵۵ (باب فیما یستفتح به الدعاء۔) مصنفه عبدالرزاق۔ج۲۔ ص۲۱۶، حدیث نمبر (۳۱۱۷) کنزج۱/ ص۵۰۹ حدیث نمبر (۲۲۵۲ و۲۲۵۳ و۲۲۵۴۔ تذکرة ص۸۸ (باب فضل الرسول۔) الفوائد ۳۲۷ (باب فضائل النبی)

''تم مجھ کو سوار کے پیالہ کی طرح نہ کردو۔''

یعنی میرا ذکر اور مجھ پر درود پڑھنے میں تاخیر نہ کیا کرو۔

اس روایت کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ربذی ہے جس پر امام احمدؒ و ابن معینؒ نے کلام کیا ہے۔ ابن طاہر مقدسی کی کتاب التذکرہ میں اسی طرح مرقوم ہے۔

۲۰۳ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((لَا تُصَلُّوْا عَلَیَّ الْبُتَیْرَاءَ قَالُوْا وَمَا الصَّلٰوۃُ الْبُتَیْرَاءُ ؟ قَالَ تَقُوْلُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَتُمْسِکُوْنَ ، بَلْ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔)) ❶

''تم لوگ مجھ پر ''درود بتیراء'' مت پڑھا کرو لوگوں نے کہا کہ درود بتیراء کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صرف لفظ "اللھم صلی علی محمد" کہہ کر رک جاؤ اور اس کے بعد "وعلی آل محمد" نہ کہو اس کو بتیراء کہتے ہیں تم لوگ مجھ پر پورا درود "اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد" پڑھا کرو۔''

الحرز المنیع میں کہا ہے کہ یہ روایت ابن سعد نے نقل کی ہے مگر اس کی سند سے میں واقف نہیں اور یہ بے اصل روایت ہے۔

۲۰۴ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((مَنْ صَلّٰی عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَعَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَعَلٰی قَبْرِہٖ فِی الْقُبُوْرِ رَاٰنِی فِیْ مَنَامِہٖ وَمَنْ رَاٰنِیْ فِیْ مَنَامِہٖ رَاٰنِی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔ اِلٰی قَوْلِہٖ وَشَفَعْتُ فِیْہِ وَشَرِبَ مِنْ حَوْضِیْ وَحَرَّمَ عَلَی النَّارِ۔)) ❷

''جو آدمی روایت مذکورہ میں منقول شدہ الفاظ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے گا وہ مجھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) خواب میں دیکھے گا اور جو مجھے خواب میں دیکھے گا وہ مجھے قیامت میں بھی دیکھے گا میں اس کے لئے سفارش کروں گا اور وہ میرے حوض کوثر سے پانی پئے گا اور جہنم پر حرام کر دیا جائے گا۔''

---

❶ السنن والمبتدعات ص ۲۴۱ (احادیث واخبار واهية فی الصلاة)

❷ السنن والمبتدعات ص ۲۴۱ (باب فی بیان احادیث فی الصلاة

یہ روایت جزوی کی کتاب الدلائل میں مذکور ہے۔ اس کتاب میں اس طرح کے الفاظ پر مشتمل خوفناک مصیبتیں (احادیث موضوعہ) بہت ہیں۔ حرز المنیع میں کہا کہ اس روایت کو ابو القاسم السبتی نے "الدر المنظم فی المولد المعظم" میں نقل کیا ہے لیکن اس کے اصل پر میں ابھی تک واقف نہیں ہوسکا۔

جزوی کی کتاب الدلال میں منقول شدہ وظیفہ جمعہ سے متعلق حدیث

۲۰۵۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

« مَنْ قَرَءَ هٰذِهِ الصَّلٰوة مَرَّةً وَاحِدَةً كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ ثَوَابَ حَجَّةٍ مَقْبُوْلَةٍ وَثَوَابَ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مِنْ وَلَدِ اسْمَاعِيْلَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ يَامَلَا ئِكَتِيْ هٰذَا عَبْدٌ مِنْ عَبِيْدِيْ اَكْثَرُ الصَّلٰوة عَلٰى حَبِيْبِيْ مُحَمَّدٍ فَوَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَمَجْدِيْ وَارْتِفَاعِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ صَلّٰى قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ وَوَجْهُهٗ كَالْقَمَرِ وَكَفُّهٗ فِيْ كَفِّ حَبِيْبِيْ مُحَمَّدٍ۔ » ❶

"جس نے یہ درود بروز جمع ایک بار پڑھا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک مقبول حج اور اولاد اسماعیل کا ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھے گا اور اللہ تعالیٰ کہے گا اے میرے فرشتو! میرے تمام بندوں میں سے میرا یہ بندہ میرے حبیب محمد ﷺ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا ہے، لہٰذا میری عزت وجلال، شرف و بلندی کی قسم! میں اسے اس کے پڑھے ہوئے درود کے ہر حرف کے بدلہ جنت میں ایک محل عطا کروں گا اور اس کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہوگا اور اس کا ہاتھ میرے محبوب محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا۔"

اس حدیث پر جھوٹ کے آثار وعلامات واضح ہیں، یہ حدیث کتب صحاح ستہ میں قطعاً نہیں ہے اور نہ اس کا وجود مسند شافعیؒ اور مسند ابی حنیفہؒ میں ہے۔ بلکہ کتاب الدلائل کے معتبر اور قابل

---

❶ السنن والمبتدعات ص ۲٤۱ (فصل فی بیان احادیث واخبار ومنامات واهية وبدع فی الصلاة علی النبیﷺ)

اعتماد شارحین نے اس کے مصنف کے خلاف یہ لکھا ہے کہ انہیں اس حدیث کی کوئی بھی اصل نہیں ملی اس کتاب کو تو نذر آتش کر دینا چاہیے اس کے اندر جو آیات اور احادیث صحیحہ ہیں انہیں چھوڑ کر باقی پوری کتاب کو جلا دینا چاہیے۔

۲۰۶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

((مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَائة صَلوٰةٍ حِیْنَ یُصَلِّیْ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ یَّتَکَلَّمَ ، قَضَی اللّٰهُ لَهٗ مائة حَاجَةٍ ، عَجَّلَ اللّٰهُ له مِنْهَا ثَلَاثِیْنَ حَاجَةً وَاَخَّرَلَهٗ سَبْعِیْنَ وَفِی الْمَغْرِبِ مِثْلَ ذَالِكَ ، قَالُوْا وَکَیْفَ الصَّلوٰة عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الایة ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ حَتّٰی تَعُدَّ مِائةً۔)) [1]

''جس نے مجھ پر سو مرتبہ درود نماز فجر کے بعد بات چیت سے پہلے پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے سو ضرورتیں پوری کرے گا، ان میں سے تیس تو جلدی یعنی دنیا میں پوری کر دے گا اور ستر کو موخر کر دے گا، یعنی آخرت میں پوری کر دے گا، اور مغرب کے وقت بھی اتنی تعداد میں درود پڑھنے کا ایسا ہی ثواب و بدلہ ہوگا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ پر درود کیسے پڑھا جائے آپ نے فرمایا کہ پہلے ''ان اللہ وملائکتہ یصلون'' والی پوری آیت پڑھو پھر ''اللهم صلی علیه'' پڑھو اسی طرح سو کی گنتی پوری کر ڈالو۔''

اس حدیث کو ہم نے اور ہمارے ساتھ بعض دوسرے اہل علم نے تلاش کیا مگر اس کی کوئی اصل ہم نہیں پا سکے۔

۲۰۷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلوٰةً وَاحِدَةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشْرًا وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عَشْرًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ مِائةً وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِائَةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ اَلْفًا وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ اَلْفًا زَاحَمَتْ کَتِفِیْ کَتِفُهٗ عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ۔)) [2]

---

[1] اتحاف ج ۵ / ص ۱۵۔ السنن والمبتدعات ص ۱۴۱ (فی بیان احادیث واخبار و منامات واهیة)۔ السنن والمبتدعات ص ۲۴۲۔ فصل فی احادیث الواصیة

[2] (ماوجدت هذا الحدیث فی دار الدعوة السلفیة)

''جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا، اور جو مجھ پر دس مرتبہ درود پڑھے گا اس پر اللہ تعالیٰ سو رحمتیں نازل کرے گا، اور جو مجھ پر سو بار درود پڑھے گا اس پر اللہ تعالیٰ ایک ہزار رحمتیں نازل کرے گا اور جو مجھ پر ایک ہزار بار درود پڑھے گا اس کی ہتھیلی کی ہتھیلی سے جنت کے دروازہ پر ٹکرائے گی۔''

مصنف ''الحرز المنیع'' نے کہا کہ میں اس حدیث کے اصل پر واقف نہیں ہو سکا۔

۲۰۸ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

« مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَةً اَمَرَ اللّٰهُ حَافِظَیْهِ اَنْ لَا یَکْتُبَ عَلَیْهِ ذُنُوْبَهٗ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ ۔» [1]

''جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اس پر مقرر کردہ کاتبین کرام (فرشتوں) کو اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ تین دن تک اس کے گناہ نہ لکھیں۔''

مذکورہ بالا حدیث کی سند پر بھی ''الحرز المنیع'' کے مصنف واقف نہ ہو سکے۔

۲۰۹ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

مَنْ قَالَ جَزَی اللّٰهُ عَنِّیْ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ اَتْعَبَ سَبْعِیْنَ مَلَکًا اَلْفَ صَبَاحٍ۔»

''جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے شایان شان جزا دے، وہ ستر فرشتوں کو ایک ہزار صبح (مراد ایک ہزار دنوں) تک تھکا دے گا۔''

یعنی ستر فرشتوں کو ایک ہزار دن عبادت کرنے میں وہ ثواب نہیں مل سکتا جو دعائے مذکور کرنے والے کو مل جائے گا۔

مذکورہ بالا روایت کی سند میں ہانی بن متوکل ضعیف راوی ہے۔ (الحرز المنیع)

امام ابن حبانؒ نے کہا کہ ہانی مذکور کی روایات میں منکر بکثرت داخل ہو جاتی تھیں لہٰذا اس کی روایت سے استدلال کسی طرح بھی جائز نہیں۔ (میزان الاعتدال)

۲۱۰ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

---

[1] سلسلہ احادیث ضعیفہ ج۳/ ص۱۹۲ حدیث نمبر (۱۰۷۷) تاریخ خطیب ج۸/ص۳۳۸ کنز ج۲/ ص۲۳٤ حدیث نمبر (۳۹۰۰) المعجم الکبیر ج۱۱/ص۲۰٦ حدیث نمبر (۱۱۵۰۹)۔ السنن والمبتدعات ص۲٤۲۔(الاحادیث...)

« مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ، ثُمَّ يَقُولُ أَلْفَ مَرَّةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ فَإِنَّهُ لَا يَتِمُّ الْقَابِلَةَ حَتَّى يَرَانِي فِي الْمَنَامِ۔»

''جس نے جمعہ کی شب میں دو رکعتیں نفل پڑھنے کے بعد ایک ہزار مرتبہ ''صلی اللہ علی محمد النبی الامی'' کہا وہ دوسری رات پوری ہونے سے پہلے مجھے خواب میں ضرور دیکھے گا۔''

شیخ محمد بن احمد کہتے ہیں کہ اس حدیث کے بارے میں مجھ پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ کم از کم یہ ضعیف درجہ کی حدیث ہے اور ساتھ ہی ساتھ صحیح مسلم میں وارد شدہ اس صحیح حدیث کے معارض بھی ہے:

« لَا تَخْتَصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي۔ » [1] (صحیح مسلم)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کی رات میں دوسری راتوں کے مقابلہ میں کوئی مخصوص قسم کی نفلی نماز مت پڑھو۔''

لہٰذا ہر وہ حدیث، اثر (قول صحابی و تابعی) اور قول شیخ و عالم جس میں مذکورہ قسم کی دعا و ثواب کا تذکرہ ہو اس کی طرف نہ نظر التفات ڈالو نہ اس کی تصدیق کرو نہ اس پر عمل کرو، کیونکہ اس کا معاملہ دو باتوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہو سکتا یا تو وہ ضعیف و موضوع ہے یا ایجاد شدہ بدعت اور جعلی چیز ہے اور دونوں صورتوں میں وہ روایت نا قابل عمل ہے۔

۲۱۱ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

« مَنْ قَالَ كُلَّ يَوْمٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَلِحَقِّهٖ اَدَاءً ثَلَاثِيْنَ مَرَّةً فَتَحَ اللّٰهُ مَا بَيْنَ قَبْرِهٖ وَ قَبْرِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔»

''جس نے روزانہ تیس مرتبہ یہ کہا کہ (اے اللہ! محمد ﷺ پر تو ایسی رحمت نازل کر جو تیرے لئے باعث رضا اور حق محمد ﷺ کی ادائیگی کا سبب ہو) تو اس کے پڑھنے والے کی قبر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے درمیان اللہ تعالیٰ پردہ کھول دے گا۔''

مذکورہ بالا روایت میں نے شرجی یمنی کی کتاب ''الفوائد فی الصلات والعوائد'' میں دیکھی جو آدمی عافیت و سلامتی چاہتا ہو وہ اس کتاب پر اعتماد نہ کرے نہ اسے قابل التفات سمجھے۔ اس

---

[1] الترغیب والترهیب ج ۲ / ص ۱۲۷ (باب الترغیب فی الصوم..) فتح الباری ج ٤ / ص ۲۳۳ (کتاب الصوم)

کتاب میں بکثرت اباطیل، خرافات ولغویات اور ضلالات ہیں۔

۲۱۲ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((إِنَّ آدَمَ لَمَّا رَامَ الْقُرْبَ مِنْ حَوَّاء طَلَبَتْ مِنْهُ الْمَهْرَ فَقَالَ يَا رَبِّ مَاذَا أُعْطِيهَا ؟ قَالَ يَا آدَمُ صَلِّ عَلَى صَفِيِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِينَ مَرَّةً فَفَعَلَ۔)) [ماوجدته]

''حضرت آدم علیہ السلام نے جب حضرت حوا علیہا السلام کی قربت چاہی تو حوا نے ان سے ''مہر'' کا مطالبہ کیا حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! میں انہیں کون سی چیز مہر میں دوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے برگزیدہ نبی محمد ﷺ پر بیس مرتبہ درود پڑھے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے بیس بار درود پڑھا۔''

مذکورہ بالا روایت کا بھی وہی حال ہے جو اس سے پہلے والی روایت کا حال ہے، کسی بھی معتبر کتاب میں اس کا وجود نہیں ہے۔ علما میں سے کسی نے اسے اپنی کتاب میں قطعاً داخل نہیں کیا یہ روایت تم صرف صوفیا اور سلسلۂ پیری مریدی چلانے والوں کی کتابوں میں پاسکتے ہو جن کو نبیٔ معصوم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی صحیح وموضوع روایات میں تمیز اور فرق معلوم نہیں۔

۲۱۳ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى مُوسَى أَتُحِبُّ أن لَا يَنَالَكَ مِنْ عَطَشِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَأَكْثِرِ الصَّلٰوةَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کیا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ بروز قیامت تم کو پیاس نہ لگے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود پڑھا کرو۔''

یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے، کسی قابل اعتماد کتاب میں اس کی کوئی اصلیت نہیں، یہ روایت تم کو ان صوفیا کے علاوہ کسی اور کی تصانیف میں نہیں مل سکتی جو تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور سندوں کے ساتھ خطرناک قسم کی روایات نقل کیا کرتے ہیں۔

---

[1] السنن المبتدعات ص۲۴۳ ((فصل فی بیان احادیث واخبار ومنامات واهية))

شکاری کے ساتھ ہرن کا قصہ

۲۱۴۔ مروی ہے کہ ایک شکاری ایک ہرنی کو پکڑے ہوئے تھا، اس ہرنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اس شکاری کو حکم دیجئے کہ مجھے چھوڑ دے تاکہ میں جا کر اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں اور پھر واپس آ جاؤں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے ہرنی سے کہا کہ اگر تم واپس نہ آئی تو کیا ہوگا؟ ہرنی نے کہا کہ اگر میں واپس نہ آؤں تو اللہ تعالیٰ مجھ پر اسی طرح لعنت کرے جس طرح اس شخص پر لعنت کرتا ہے جو آپ کا ذکر سن کر آپ ﷺ پر درود نہیں پڑھتا ہرنی کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ضامن بن گئے۔ الخ

اس قصہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکذوب ہونا ظاہر ہے، بعض لوگوں نے اسے حلیۃ الاولیاء کی طرف منسوب کیا ہے اور حلیۃ الاولیاء میں بہت سے اکاذیب، اباطیل، مصیبت و خطرناک باتیں یعنی خرافات ولغویات جو عقائد واعمال کو بگاڑنے والی ہیں موجود ومنقول ہیں:

۲۱۵۔ «اَللّٰهُمَّ صَلِّ اَفْضَلَ صَلٰوةٍ عَلٰى اَسْعَدِ مَخْلُوْقَاتِ ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى طٰهٰ خَيْرِ الْخَلْقِ وَاحلاها ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْحَبِيْبِ الْمَحْبُوْبِ مُشْفِى الْعَلِيْلِ وَ مُفَرِّجِ الْكُرُوْبِ ۔»

”اے اللہ! تو اپنے سب سے زیادہ سعادت مند مخلوق پر افضل ترین رحمت نازل فرما۔ اللہ تعالیٰ افضل ترین و پسندیدہ مخلوق محمد ﷺ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ اے اللہ تو حبیب، محبوب، بیمار کو شفا دینے والے اور پریشانیوں کو دور کرنے والے محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما۔“

یہ درود بدعت اور غیر مشروع ہے۔ ان میں لب ولہجہ کی اور لغوی غلطیاں بھی ہیں، لہٰذا ان کا ترک واجب ہے۔

اس طرح کے مروی بعض دوسرے درود بھی لازمی طور پر ترک کر دینا چاہیے۔ (حدیث نمبر ۱۹۵ تا ۲۱۴ السنن والمبتدعات)

تتمہ

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، اہل بیت رضی اللہ عنہم و عام صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمومی و خصوصی مناقب میں وارد شدہ مزید روایات

ذکر عمر رضی اللہ عنہ

۲۱۶ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((لَوْلَمْ اُبْعَثْ فِيْكُمْ لَبُعِثَ عُمَرُ ۔)) ❶

''اگر میں تم میں رسول بنا کر نہ بھیجا گیا ہوتا تو میرے بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نبی بنا کر بھیجے گئے ہوتے۔''

اس حدیث کو امام ابن عدی نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک وضّاع راوی ہے۔

۲۱۷۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ فِي الْعَرْشِ حَرِيْدَةً خَضْرَاءَ فِيْهَا مَكْتُوْبٌ بِنُوْرٍ اَبْيَضَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ، عُمَرُ الْفَارُوْقُ ۔)) ❷

''شب معراج میں میں نے عرش پر ایک سرسبز ٹہنی دیکھی جس میں کلمہ توحید کے ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ لکھا ہوا تھا یہ تحریر سفید نور سے لکھی ہوئی تھی۔''

اس حدیث کو حافظ خطیب بغدادیؒ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا، اس سند کا ایک راوی وضاع ہے۔

---

❶ کنز ج ۱۱۔ص ۵۸۱ حدیث نمبر (۳۲۷۶۱) الفوائد ص ۳۳۶ (ذکر عمر) (مناقب الخلفاء) تنزیہ ج ۱ / ص ۳۷۳ (باب مناقب الخلفاء) الموضوعات ج ۱ / ص ۳۲۰ (باب فضائل عمر ص) کشف الخفاء ج ۲ / ص ۲۳۱ حدیث نمبر (۲۱۲۰)۔ الکامل۔ ج ۳ حدیث نمبر (۱۰۷۱)

❷ تاریخ خطیب ج ۱۱ / ص ۲۰۴۔ الموضوعات ج ۱ / ص ۳۲۷ (باب ما یجمع فضائل ابی بکر وعمر) الفوائد ص ۳۳۹ (باب مناقب الخلفاء)

۲۱۸ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((مَنْ شَتَّمَ الصِّدِّيقَ فَإِنَّهُ زِنْدِيقٌ وَمَنْ شَتَمَ عُمَرَ فَمَا وٰهُ سَقَرُ وَمَنْ شَتَمَ عُثْمَانَ خَصْمُهُ الرَّحْمَانُ وَمَنْ شَتَّمَ عَلِيًّا فَخَصْمُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔)) ❶

''جو شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دے وہ زندیق ہے، جو عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دے اس کا ٹھکانا جہنم ہے، جو عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی دے اس کا حریف ومخالف اللہ ہے اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دے اس کے حریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

یہ حدیث موضوع وخانہ ساز ہے۔

ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا

۲۱۹ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

((يَا عَلِيُّ ! إِنَّ اللّٰهَ زَوَّجَكَ فَاطِمَةَ وَجَعَلَ صِدَاقَهَا الْأَرْضَ فَمَنْ مَشٰى عَلَيْهَا مُبْغِضًالَكَ يَمْشِيْ حَرَامًا۔)) ❷

''اے علی رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی اور ان کا مہر روئے زمین کو مقرر کیا لہٰذا جو آدمی زمین پر چلے اور تم سے بغض رکھے اس کا چلنا حرام ہے۔''

یہ حدیث موضوع ہے۔

۲۲۰۔ ((لَمَّا زُفَّتْ فَاطِمَةُ إِلَى عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ كَانَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا مَهَا وَجِبْرَئِيلُ عَنْ يَمِينِهَا وَ مِيكَائِيل عَنْ يَسَارِهَا وَسَبْعُوْنَ أَلْفِ مَلَكٍ خَلْفَهَا ...... يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ وَيُقَدِّسُوْنَهُ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ۔)) ❸

---

❶ تذكرة ٩٢ (باب فضل الصحابة واهل بيته) تنزيه ج ١ / ص ٣٩٠ حديث نمبر (١٢٦) (باب مناقب الخلفاء) الفوائد ص ٣٣٩۔ (فضائل الصحابه)

❷ تنزيه ج ١ / ص ٤١١ (باب فى مناقب السبطين ...) الموضوعات ج ١ / ص ٤١٦ (باب ذكر تزويج فاطمة) الفوائد ص ٣٩٠۔ (باب فضائل النبى ﷺ)

❸ الموضوعات ج ١ / ص ٤٢٠ (باب ذكر تزويج فاطمة) الفوائد ص ٣٩١ (فضائل النبى) تنزيه ج ١ / ص ٤١٢ (باب مناقب السبطين)

"جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہلی رات لائی گئیں تو اس وقت فاطمہؓ کے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دائیں طرف حضرت جبرئیل علیہ السلام، بائیں طرف میکائیل علیہ السلام اور پیچھے پیچھے ستر ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ ان سب کی تسبیح وتقدیس کا سلسلہ اس رات طلوع فجر تک جاری تھا۔"

اس حدیث کو حافظ خطیبؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا، اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن محمد (عبدالرزاق کا بھانجا) کذّاب راوی ہے، حافظ ابن الجوزیؒ نے اسے موضوع کہا اور میزان میں کہا کہ یہ "کذبِ صریح" ہے۔

۲۲۱ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

« اَنَا وَ فَاطِمَةُ وَعَلِيٌّ فِیْ خَطِیْرَةِ الْقُدْسِ فِی قُبَّةٍ بَیْضَاءَ سَقْفُهَا عَرْشُ الرَّحْمٰنِ ۔» [1]

"میں اور فاطمہؓ اور علی خطیرۃ القدس کے ایک سفید قبہ میں رہیں گے جس کی چھت الرحمان (اللہ) کا عرش ہوگا۔"

اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے روایت کیا ہے اور یہ موضوع وخانہ ساز ہے۔

۲۲۲۔ « اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ علیه وسلم عَنِ الْكَلِمَاتِ الَّتِیْ تَلَقَّاهَا اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ قَالَ سَاَلَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَعَلِیٍّ وَ فَاطِمَةَ وَالحسن والحسين الا تبت عَلَیَّ فَتَابَ عَلَیْهِ ۔» [2]

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت آدم کو اپنے رب کی طرف سے توبہ کے لئے جو کلمات حاصل ہوئے تھے وہ کون سے کلمات ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ انہوں نے محمد ﷺ، فاطمہؓ، حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے توبہ کی تو ان کی توبہ قبول ہوگئی۔"

یہ روایت بھی موضوع وخانہ ساز ہے۔

---

[1] الفوائد ص ۳۸۸ (باب ذکر فاطمه) الموضوعات ج ۲ / ص ۳۔

[2] الفوائد ص ۳۹٤ (باب مناقب الخلفاء) (ذکر فاطمه) الموضوعات ج ۲ / ۳۔

۲۲۳ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((اِنَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ وَاٰلُ الرَّحْمَةِ وَ مَوْضَعُ الرِّسَالَةِ۔)) ❶

''آلِ محمد نبوت کے درخت، رحمت کے آل و عیال اور رسالت کے مقام مخصوص ہیں۔''

اس روایت کی سند میں دو متروک راوی ہیں اور یہ روایت موضوع ہے۔

۲۲۴ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

((اِنَّ شِيْعَتَنَا يَخْرُجُوْنَ مِنْ قُبُوْرِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى مَا بِهِمْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَ الْعُيُوْبِ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔)) ❷

''قیامت کے روز ہمارے شیعہ حضرات گناہوں اور عیوب کے باوجود چودھویں رات کے ماہتاب کامل کی طرح اپنی قبروں سے نکلیں گے۔''

یہ حدیث موضوع ہے اس کی سند میں ایک راوی ہے جو غیر معتبر ہے۔

۲۲۵ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((يَا عَلِيُّ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ اَخَذْتُ بِحُجْزَةِ اللّٰهِ وَاَخَذْتَ اَنْتَ بِحُجْزَتِيْ وَاَخَذَ وَلَدُكَ بِحُجْزَتِكَ وَاَخَذَتْ شِيْعَةُ وَلَدِكَ بِحُجَزِهِمْ۔)) ❸

''اے علی رضی اللہ عنہ! قیامت کے دن میں اللہ کی کمر پکڑوں گا اور تم میری کمر پکڑو گے اور تمہاری اولاد تمہاری کمر پکڑے گی اور شیعہ لوگ تمہاری اولاد کی کمر پکڑیں گے۔''

کتاب المختصر میں کہا کہ مذکورہ بالا حدیث موضوع ہے۔

ذکر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

۲۲۶۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

((اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لَكَ تَزَوَّجِ ابْنَةَ اَبِيْ بَكْرٍ فَمَضٰى عَلَيْهِ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَتَزَوَّجَ هٰذِهِ الْجَارِيَةَ وَهِيَ عَائِشَةُ فَتَزَوَّجَهَا۔)) ❹

---

❶ الفوائد ص ۳۹۵ (ذکر الفاطمة) الموضوعات ج ۲ / ص ۵۔

❷ الفوائد ص ۳۹۶ (ذکر فاطمة) (مناقب الخلفاء) الموضوعات ج ۲ / ص ۷

❸ الفوائد ص ۳۹۷ (ذکر فاطمة)

❹ الفوائد ص ۳۹۸ (ذکر عائشة)

"اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابو بکر کی بیٹی سے شادی کیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو ان سے آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ کو حکم ہے کہ اس لڑکی یعنی عائشہؓ سے میں شادی کروں، چنانچہ آپ نے یہ شادی کر لی۔"

حافظ خطیبؒ نے کہا کہ اس روایت کے سارے راوی محمد بن حسن ازہری کے علاوہ ثقہ ہیں، ہمارا خیال ہے کہ اسی محمد بن حسن ازہری نے یہ حدیث وضع کی ہے میزان الاعتدال میں اسے کذّاب کہا ہے۔

۲۲۷۔ «قَالَتْ عَائِشَةُ اَسْقَطْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّاه عَبْدَاللّٰهِ وَكَانَتْ تُكْنٰى بام عَبْدِاللّٰهِ۔» ❶

"حضرت عائشہؓ نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حمل ساقط ہو گیا تو اس ساقط شدہ بچے کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا اور اسی بنا پر حضرت عائشہؓ کنیت "ام عبداللہ" تھی۔"

یہ روایت موضوع ہے۔

۲۲۸ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَا عَائِشَةُ ! اَنْتِ اَطْيَبُ مِنَ اللَّبَنِ بِالتَّمَرِ وَفِيْ لَفْظٍ اَنْتِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الزَّبَدِ بِالْعَسَلِ۔» ❷

"اے عائشہؓ! تم کھجور کے ساتھ دودھ کو کھانے سے بھی زیادہ لذیذ و مزیدار ہو اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ تم شہد کے ساتھ مکھن کو کھانے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہو۔"

یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کی سند میں دو راوی خالد بن یزید اور زکریا بن منظور غیر معتبر ہیں۔ میرے خیال میں ان دونوں کے علاوہ ان سے نیچے والے کسی راوی نے یہ روایت وضع کی ہے کیونکہ خالد تک اس کی سند تاریک ہے، اور زکریا تک پہنچنے والی اس کی سند کا ایک راوی حسن بن عثمان کذاب ہے۔

---

❶ الفوائد ص۳۹۹ (ذکر عائشة) مناقب الخلفاء) الموضوعات ج۲ / ص۹: تنزیہ ج۱ / ص۴۲۱ (ذکر عائشة)

❷ الموضوعات ج۲ / ص۱۱ / الفوائد ص۳۹۹ (ذکر عائشة) تنزیہ ج۱ / ص۴۲۲ (ذکر عائشة)

۲۲۹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((خُذُوْا شَطْرَ دِيْنِكُمْ عَنِ الْحُمَيْرَاءِ۔)) ❶

''تم لوگ اپنا آدھا دین ''حمیراء'' یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حاصل کرو۔''

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ میں اس روایت کی کسی سند سے واقف نہیں اور مسند الفردوس و نہایہ ابن الاثیر کے علاوہ میں نے یہ حدیث کسی اور کتاب میں دیکھی بھی نہیں ہے، مزید یہ کہ روایت مذکورہ بے سند ہے۔ حافظ ذہبی و مزی سے اس حدیث کی بابت پوچھا گیا تو وہ بھی اس حدیث سے ناواقف تھے۔ مقاصد حسنہ میں یہ تفصیل موجود ہے۔

(حدیث نمبر ۲۱۵، تا ۲۲۸ الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ سے نقل کی گئی ہیں۔)

نبی ﷺ پر مختلف قسم کے درود سے متعلق بدعات

ایک جم غفیر جن مشہور حضرات کی دین داری اور کثرت علمی کا معتقد ہے ان کی کتابوں میں تحریر شدہ جو بہت سی خوفناک باتیں مسلمانوں میں شائع کی جارہی ہیں ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ مندرجہ ذیل الفاظ پر مشتمل ایک مرتبہ درود پڑھنے والا جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ اور اس کا ایک مرتبہ درود پڑھنا چھ مرتبہ ختم قرآن مجید کے ثواب کے برابر ہے، وہ درود یہ ہے:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَالْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالنَّاصِرِ الْحَقِّ بِالْحَقِّ۔))

(ماوجدته)

''اے اللہ! اس ذات نبوی پر رحمت نازل فرما جو تمام مغلق و بند چیزوں کو کھولنے والا اور تمام سابق نبیوں اور شریعتوں کے سلسلے کو ختم کرنے والا اور حق کی نصرت حق کے ساتھ کرنے والا ہے۔''

بعض اقوال میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ اس درود کو ایک مرتبہ پڑھنا دس ہزار بلکہ چھ لاکھ مرتبہ ختم قرآن کے برابر ہے اور جو آدمی اسے ایک رات میں ایک ہزار مرتبہ پڑھ ڈالے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھا ہوگا۔

---

❶ الفوائد ص ۳۹۹ (ذکر عائشة) الاسرار ص ۱۹۰ حدیث نمبر (۱۸۵) کشف الخفاء ج ۱۔ ص ۴۴۹ ص (۱۱۹۸) المقاصد ص۔ ۱۹۸ حدیث نمبر (۴۳۲) تمیز ص ۷۰: اسنی المطالب ص ۱۰۰: المنار المنیف، ص ۶۱ حدیث نمبر (۹۱)

شرح صلوات الدردیر للصاوی ص ۴۷ میں اسی طرح لکھا ہے۔

افسوس! کس قدر تعجب خیز بات ہے؟ ان لوگوں نے خودساختہ مبتدعانہ الفاظ پر مشتمل اس خانہ ساز درود کے ثواب کی فضیلت کے بالمقابل اللہ و رسول کے کلام کی فضیلت کو ضائع کر دیا ----اس خودساختہ درود کے مذکورہ بالا فضائل سن لینے کے بعد کیا روئے زمین کا کوئی آدمی کوئی قرآنی آیت یا فرمان نبوی کی کوئی چیز یا درود پڑھے گا؟ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے عرش کے معبود حقیقی اللہ تعالیٰ! اسلام کے ان علما اور بڑے لوگوں کی دست برد سے اسلام اور اہل اسلام پر آنے والی مصیبتوں، آفتوں اور بلیات کا شکوہ ہم تجھ واحد و لا شریک کی جناب و بارگاہ میں کرتے ہیں۔ ہمارا یہ شکوہ کسی اور سے نہیں ہے انہیں علما اور بڑے لوگوں نے دوسروں کو گمراہ کیا اور یہ خود بھی گمراہ ہوئے۔

ایسے علما کی ایک جماعت نے یہ ہذیان سرائی بھی کر رکھی ہے کہ حسب ذیل قسم کے درود پڑھے جائیں۔

« أَلْفَيْنِ أَلْفِ صَلٰوةٍ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَمِائَتَيْنِ الف لِلْعَرَبِيِّ كَرَامَةٌ عَشَرَةُ الا فِ لِلنَّبِيِّ فَجُّ نُوْرِهِ ، هَدِيَّةٌ لِلْمُظَلَّلِ بِالْغَمَامَةِ۔ » (ماوجدته)

”محمد ﷺ پر بیس لاکھ درود ہو اور نبی عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو لاکھ کرامات ہوں۔ نبی ﷺ کے لئے نور کے دس ہزار کشادہ راستے ہوں یہ ساری چیزیں اس نبی کے لئے ہدیہ ہیں جن کے اوپر بادل سایہ فگن تھا۔“

۲۔ « صل علی محمد عدد حروف القرآن حرفًا حرفًا وعدد كل حرفٍ الفًا الفًا وعدد صفوف الملائكة صفًا صفًا وعدد كل صفٍ الفًا الفًا صل علی محمد زنة بحارك وعدد امواجها وعدد اضرب المياه العذبة والملحة والحصى وعدد كل شجرٍ ومدرٍ وحجر و عدد كل ما يخرج من نبات الارض وعدد ما خلقت الجن والانس والشياطين وعدد كل شعرة فى ابدانهم ووجوههم ورؤوسهم۔ و، و، و ۔۔ منذ خلقت الدنيا الى يوم القيامة فى كل يوم الف مرة ۔ » (ماوجدته)

”اے اللہ! تو محمد ﷺ پر قرآن مجید کے حروف کے تعداد کے برابر ہر حروف کے بدلہ

ایک ایک رحمت نازل کر اور ہر حرف کے بدلہ ایک ہزار رحمت نازل کر، اور فرشتوں کی صفوں کے تعداد بھر ان پر رحمت نازل کر۔ ہر صف کے بدلہ ایک ہزار رحمت نازل ہو۔
اے اللہ تو اپنے پیدا کردہ سمندروں کے برابر اور ان کی موجوں کی تعداد بھر اور شیریں و نمکین پانی کی تمام قسموں کے برابر، اور کنکریوں کی تعداد کے برابر تمام درختوں، پتھروں، ڈھیلوں اور زمین سے پیدا ہونے والی جملہ چیزوں کی تعداد بھر اور جتنے انسان، جنات اور شیاطین تو نے پیدا کئے ہیں، ان کی تعداد کے برابر حتیٰ کہ ان تمام مخلوقات کے بدن، چہرے اور سروں میں جتنے بال ہیں ان کی تعداد بھر اور تو نے جب سے دنیا پیدا کی اس وقت سے لے کر قیامت تک جتنے دن ہیں ان دنوں میں سے ہر دن کے بدلے ایک ایک ہزار مرتبہ محمد ﷺ پر رحمت نازل کر۔

یہ درود اور ان جیسے جتنے درود ہیں وہ خودساختہ ہیں ان کی اجازت اللہ و رسول نے نہیں دی یہ سب باطل ہیں اور اس لائق ہیں کہ انہیں ایجاد کرنے والے کے چہرہ پر مار دیا جائے۔

پھر تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ جس کی قدرت جلیل ہے اور جس کی عظمت بلند ہے وہ اور اس کے فرشتے ہر اس چیز کو نیکی نہیں مانتے نہ لکھتے ہیں جن کی بابت تم یہ گمان و خیال قائم کئے ہوئے ہو کہ ان میں بڑا ثواب اور اجر ہے، کیونکہ وہ رب، خالق، سید، آقا ہے اور تم اس کے بندے ہو، صرف اسی عمل کا ثواب لکھا جائے گا جو اللہ کی کتاب قرآن مجید کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے موافق ہوگا، اللہ و رسول کے بتلانے کے مطابق جو چیزیں عبادت ہیں ان کی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ کئی کئی گنا بڑھادے گا۔ چنانچہ اس نے فرمایا کہ:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا. جو آدمی نیکی کرے گا اسے دس گناہ ثواب و بدلہ ملے گا۔ [الانعام آیۃ:۱۶۰]

نیز فرمایا:

وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌo جو آدمی نیکی کرے گا اس کے لئے اس نیکی میں ہم اضافہ کردیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، قدر کرنے والا ہے۔ [الشوریٰ آیۃ: ۲۳]

دوسری جگہ فرمایا۔

وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَآءُ. اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے نیکیوں کا ثواب کئی گنا بڑھادے گا۔ [البقرۃ آیۃ: ۲۶۱]

نیکیوں کا تعین اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ یہ نہیں کہ تم جس طرح چاہو اپنے رب کو حکم دو کہ ہماری ایجاد واختراع کردہ ان عبادتوں اور اعمال کے اتنے ثواب دو۔ وہ ایسا نہیں کہ تمہارے مزاج ومراد کے مطابق تمہیں ثواب دے اور تمہارے لئے نیکیاں لکھے، اللہ تعالیٰ کی ذات اس طرح کے خیالات سے کہیں بلند وبالا اور پاکیزہ ہے۔

جو آدمی سلامتی چاہتا ہو وہ اس طرح کی باطل ومضحکہ خیز باتوں سے اجتناب کرے اور صرف ان امور کی پابندی کرے اور عبادت گزاری کرے جو سند کے اعتبار سے صحیح وقوی طور پر ثابت ہو۔ مثلاً صحیح بخاری ومسلم اور دوسری کتب حدیث میں منقول شدہ باتیں۔ واللہ الموفق۔ (السنن والمبتدعات)

مذکورہ بالا بات جب تم سمجھ گئے تو یہ بھی جان لو کہ بکری، دردیری، میرغنی کے نام سے مروجہ درود اختراعی اور بدعت ہیں۔

اسی طرح مندرجہ ذیل ناموں سے پائی جانے والی تمام کتابیں بھی طومار خرافات ہیں جن میں اختراعی درود حروف ابجد کی ترتیب پر پائے جاتے ہیں۔

① افضل الصلوٰت علی سید السادات، ② الثناء علی سید الانبیاء للنبھانی، ③ روضۃ الاسرار فی الصلوٰت علی المختار، ④ تحفۃ الربانیۃ فی الصلوٰۃ علی الامام الحضرۃ القدسیۃ، ⑤ مفتاح المدد فی الصلوٰۃ علی الرسول السند، ⑥ التفکر والا اعتبار فی الصلوٰۃ علی النبی المختار لاحمد بن ثابت المغربی، وغیرہ وغیرہ۔

یہی حال ان تمام کتابوں کا ہے جو حروف ابجد کی ترتیب سے اختراعی درود پر مشتمل ہیں۔

مثلاً یہ کہا جاتا ہے:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ القَائِلِ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔» [1]

---

[1] (ماوجدت هذا الحديث)

''اے اللہ! تو ہمارے سید محمد ﷺ پر رحمت نازل کر جو ''انما الاعمال بالنیات'' فرمانے والے ہیں یعنی کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔''

ان کتابوں کے مصنفین عام طور پر ہر درود کے بعد کوئی حدیث نبوی ﷺ یا مقفّی و مسجع عبارت نقل کرتے ہیں مگر تم یہ جان لو کہ یہ بدعت ہے اور ایسی شریعت سازی ہے جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی۔ لہٰذا اے بھائی صاحب تم قطعاً کوئی ایسی عبادت نہ کرو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے اصحاب ﷺ نے نہیں کی۔ اور جو بات زبان نبوی ﷺ سے نہیں نکلی۔ اس کی طرف التفات مت کرو ورنہ تم محب رسول نہیں بن سکو گے، نہ آپ کی لائی ہوئی شریعت کے متبع کہلوا سکو گے اور اپنے رب کے اس فرمان پر بھی تمہارا عمل نہیں رہے گا۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ. [الحشر آیۃ: ۷] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو باتیں دیں، ان پر عمل کرو۔

نیز

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ. [الاعراف آیۃ: ۱۵۸] رسول اللہ ﷺ کی تم پیروی کرو تا کہ ہدایت پاسکو۔

تم اپنے کو اس بات سے محفوظ مت سمجھو کہ کہیں مندرجہ ذیل آیت کسی حد تک تم پر صادق آ جائے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. [النور آیۃ: ۶۳] جو لوگ رسول ﷺ اللہ کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے خوف زدہ و ہوشیار رہنا چاہیے کہ وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں یا انہیں کوئی دردناک عذاب پہنچ جائے۔

امام ابوبکر ابن العربی نے اپنی شرح ترمذی میں کہا:

''خبردار! ہوشیار! کوئی آدمی ابن ابی زید کی ذکر کردہ بات کی طرف توجہ نہ کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے جانے والے درود میں ''وارحم محمداً'' (یعنی اے اللہ محمد ﷺ پر رحم کر) کا اضافہ نہ کرے کیونکہ یہ بدعت ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعہ درود کی تعلیم دے دی ہے لہٰذا اس میں اضافہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ کی تعلیم کو ناقص و قاصر سمجھ کر تلافی مافات کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ جائز نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں میں اپنی طرف سے کسی ایک حرف کا اضافہ کیا جائے۔

امام نوویؒ نے کتاب الاذکار میں جو کہا ہے اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو:

''درود میں'' ''وارحم محمد ﷺ وآل محمد'' کا اضافہ بدعت ہے اس کی کوئی دلیل نہیں۔ امام ابن العربی نے اس پر بہت زیادہ نکیر وتنقید کی ہے اور ابن ابی زید کی تغلیط کرتے ہوئے ایسا کرنے والے کو موصوف نے جاہل قرار دیا ہے۔''

دونوں حضرات کی مذکورہ بالا تنقید معمولی سی اضافہ کردہ بات پر ہے، یہ معمولی اضافہ تو ان اضافات کا عشر عشیر بھی نہیں ہے جن کو لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کر کے بڑھا دیا ہے اور اس سلسلے میں متعدد ہزاروں جلدیں تک لکھ ڈالی ہیں، جب امام ابن العربی ونووی نے اتنی سی بات پر اتنی سخت نکیر وتنقید کی تو اگر انہوں نے آج کل کے اضافات، ایجاد شدہ عام بدعات جو لوگوں میں سرایت کر گئی ہیں کو دیکھا ہوتا تو کیا لکھتے اور کس قدر انہیں نشانہ تنقید بناتے؟ اب بدعات کے مقابلہ میں سنت بھولی بسری ہوئی چیز بن کر طاق نسیاں میں رکھ دی گئی ہے، سنت ایسی چیز بن کر رہ گئی ہے جو صرف کتابوں کے اندر مذکور ہے عمل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

فَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

پہلا خاتمہ

اس عنوان کے تحت درج شدہ مضمون میں ان ابواب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن میں بہت سی احادیث مروی ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے اور علمائے حدیث میں سے ماہرین فن کے نزدیک ان مروی احادیث میں کچھ بھی ثابت نہیں، اگرچہ ہمارا یہ مضمون چند حروف پر بے حد اختصار کے ساتھ مشتمل ہے مگر بہت سے علوم پر مشتمل ہونے کے سبب معنوی طور پر کثرت کے درجہ پر ہے۔

یہ جاننا چاہیے کہ ایمان کے باب میں اور اس سلسلے کی مشہور باتوں کے معاملہ میں عام طور پر جو روایات مروی ہیں مثلاً:

((اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ وَ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ۔)) [1]

---

[1] الفوائد کتاب الایمان ص ۴۵۲ کشف الخفاء ج۔۱ ص ۲۲ حدیث نمبر (۲۵)

”ایمان قول وعمل سے مرکب ہے اور گھٹتا بڑھتا ہے۔“ یا مثلاً

《 الایمان لا یزید ولا ینقص 》

”ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ہے“۔

مذکورہ بالا قسم کی احادیث اور اس معنی کی دوسری روایات کے متعلق حضرت رسالت مآب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں، البتہ یہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کے اقوال ہیں یا پھر ان کے خلاف موقف رکھنے والے بعض مرجیہ واشعریہ کی باتیں ہیں ورنہ مرفوع حدیث نبوی کے طور پر کچھ ثابت نہیں۔

”کلام اللہ قدیم غیر مخلوق“ کے باب میں مختلف الفاظ کے ساتھ بہت سی احادیث مروی ہیں۔مگر ذات نبوی سے کوئی بھی صحیح حدیث وارد نہیں اس سلسلے میں جو بھی بات ہے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کے اقوال ہیں۔اسی طرح ”باب خلق الملائکۃ“ میں واردشدہ روایات کا حال بھی یہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب مندرجہ ذیل حدیث بھی صحیح نہیں:

《 اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَامر اللّٰه جِبْرَئِيْلَ كُلَّ غَدَاةٍ اَنْ يَدْخُلَ بَحْرَ النُّوْرِ فَيَنْغَمِسَ فِيْهِ اِنْغِمَاسَةً ثُمَّ يَخْرُجُ فَيَنْتَفِضُ اِنْتِفَاضَةً يَخْرُجُ مِنْهُ سَبْعُوْنَ اَلْفَ قَطْرَةٍ يَخْلُقُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ مِنْهَا مَلَكًا ۔ 》 [ما وجدته]

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر صبح حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ بحر نور میں غوطہ زنی کریں اور وہاں سے نکل کر اپنے پر ایک بار جھاڑیں، چنانچہ ان کے پر جھاڑنے سے ستر ہزار پانی کے قطرے ٹپکتے ہیں، ان میں سے ہر قطرہ سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔“

مذکورہ بالا حدیث کی کئی سندیں ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں اور اس معنی کی کوئی بھی روایت ثابت نہیں۔

فضائل قرآن مجید کے باب میں اس معنی ومفہوم کی احادیث کہ جس نے فلاں سورۃ پڑھی اسے فلاں فلاں مقدار میں ثواب واجر ملے گا نیز ہر ہر سورت کی تلاوت کے اجر وثواب سے متعلق روایات جن کو لوگوں نے نقل کر رکھا ہے اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب تک ان کی سندیں پہنچا رکھی ہیں۔وہ اہل حدیث علما (یعنی علمائے حدیث) کے اجماع کے مطابق تمام تر خودساختہ جعلی اور من

گھڑت ہیں۔ فضائل قرآن کے باب میں صحیح طور پر ثابت شدہ احادیث یہ ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اَلَا اُعَلِّمُكَ سُوْرَةً هِیَ اَعْظَمُ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْاٰنِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ـ » [1]

''اے ابی رضی اللہ عنہ بن کعب! کیا میں تم کو قرآن مجید کی سب سے عظیم المرتبت سورۃ نہ بتا دوں؟ وہ سورہ فاتحہ ہے۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید اور وہ اہل قرآن جو دنیا میں قرآن پر عمل کرتے رہے انہیں بروز قیامت میدان حشر میں اس طرح لایا جائے گا کہ ان کے آگے آگے سورہ بقرہ و آل عمران ہوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رات میں سورہ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھیں اس کے لئے یہ دونوں آیات کفایت کریں گی۔ آیت الکرسی کی فضیلت میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ابلیس شیطان نے اس کی بابت جو یہ کہا کہ سوتے وقت اسے پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا یہ صحیح ہے اگر چہ وہ (شیطان) بہت جھوٹا ہے، آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ:

''قل ھو اللہ احد'' کا پڑھنا تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔

سورہ معوذتین کی فضیلت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی عمدہ و نفع بخش سورتیں مجھ پر نازل نہیں ہوئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات پڑھیں وہ دجال سے محفوظ رہے گا۔

فضائل قرآن کے سلسلے میں یہ احادیث صحیح ہیں، اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باب فضائل میں جو یہ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جنت کا اشتیاق ہوتا تھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پکے ہوئے بالوں کو آپ چوم لیا کرتے تھے اور جو یہ مروی ہے کہ ''میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ گھوڑ دوڑ کے گھوڑوں کی طرح ہوں اور جو یہ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ارواح کا انتخاب کیا تو روح ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے لئے منتخب کرلیا، یہ روایات اور اس طرح کی جملہ مرویات خود ساختہ ہیں ان کا باطل ہونا بدیہی طور پر ظاہر و معلوم ہے۔

---

[1] السنن والمبتدعات ص ۲۰۵ (فضائل قرأت القرآن) صحیح البخاری ص ۷۵۹ کتاب التفسیر حدیث نمبر (۴۴۷۴) مشکوٰۃ ج ۱ / ص ۶۵۵ کتاب فضائل القرآن۔ حدیث نمبر (۲۱۱۸)

امام ابوحنیفہؒ و امام شافعیؒ کے فضائل و مذمت کے ابواب میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ اس سلسلے میں مذکور جملہ روایات موضوع و خانہ ساز ہیں، بیت المقدس، صخرہ، عسقلان، قزوین، اندلس اور دمشق وغیرہ کے فضائل میں وارد شدہ عام روایات غیر صحیح ہیں۔ البتہ بعض روایات ثابت ہیں۔ مثلاً

❶ تین مساجد کے علاوہ کسی مقام کی زیارت کے لئے اہتمام سفر کر کے جانا جائز نہیں، ایک خانہ کعبہ، دوسری مسجد بیت المقدس، تیسری مسجد نبوی۔

❷ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ روئے زمین پر کون سی مسجد سب سے پہلے تعمیر ہوئی؟ آپ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ۔ عرض کیا گیا کہ اس کے بعد کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ آپ نے فرمایا کہ بیت المقدس۔

❸ بیت المقدس میں پڑھی ہوئی نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔ ''اِذَا بَلَغَ الْمَآءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلْ خُبُثًا'' (پانی دو قلہ بھر ہو تو نجاست کا احتمال نہیں رہتا) کے باب میں وارد شدہ حدیث کو کچھ لوگ غیر صحیح اور کچھ لوگ صحیح مانتے ہیں۔

اکابر اہل حدیث نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں میں اس حدیث کو یعنی (اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا) [6] کو نقل کر رکھا ہے۔

دھوپ میں گرم شدہ پانی سے وضو کی ممانعت کے باب میں وارد حدیث صحیح نہیں۔ وضو میں دھوئے ہوئے اعضا کو رومال سے پونچھنے کے باب میں وارد شدہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

ڈاڑھی کے خلال، کانوں کے مسح اور گردن کے مسح سے متعلق منقول شدہ احادیث میں سے ایک بھی صحیح نہیں۔

کھجور کی نبیذ سے وضو میں وارد شدہ روایت صحیح نہیں، حمام میں داخل ہو کر غسل کرنے کی ممانعت سے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورہ کے شروع میں ایک آیت ہے'' اس مضمون کی حدیث بھی صحیح نہیں۔

---

❻ بلوغ المرام (کتاب الطہارت) ص ۱ تلخیص ج ۱ / ص ۱۸

(از مترجم: اس مسئلے میں علما کے دو فریق ہیں، ہمارے نزدیک یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورہ کے شروع میں ایک آیت ضرور ہے مگر وہ ہر سورہ میں داخل نہیں ہے بلکہ خارج ہے البتہ سورۂ توبہ (سورۂ برأت) کے شروع میں یہ آیت یعنی ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' نازل نہیں ہوئی اس لئے کہ اس کے پہلے وہ نہیں ہے، تفصیل کا موقع ومقام دوسرا ہے۔)

''لا صلوٰة لجار المسجد الا فی المسجد[1] '' (مسجد کے پڑوسی کے لئے مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ نماز پڑھنا جائز نہیں) کے باب میں واردشدہ حدیث صحیح نہیں اور ہر نیک و بد کے پیچھے جواز نماز کے سلسلے میں وارشدہ حدیث صحیح نہیں۔

سفر میں روزہ رکھنا یا بلاقصر نماز پوری پڑھنی جن روایات میں باعث گناہ بتایا گیا ہے ان میں سے کوئی روایت صحیح نہیں۔

جس پر کوئی فوت شدہ نماز کی قضا ہو اس کی دوسری ادا کی ہوئی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اس معنی و مفہوم والی روایت صحیح نہیں ہے نماز فجر اور وتر میں دعائے قنوت پڑھنے سے متعلق واردشدہ کوئی حدیث صحیح نہیں بلکہ صحابہ ؓ سے ثابت ہے کہ انہوں نے دعائے قنوت پڑھی ہے۔

(مترجم کے نزدیک اس معاملہ میں بحث ونظر اور تامل ہے مگر تحقیق وتفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔)

مسجد کے اندر نماز جنازہ کے ممنوع ہونے سے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں، نماز جنازہ کی تکبیرات کے وقت رفع الیدین کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔

''الصلوٰة لا یقطعها شی '' (نمازی کے سامنے کسی بھی جاندار کے گزرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی) کے باب میں کوئی چیز ثابت نہیں، نماز رغائب پندرہویں شعبان، پندرہویں رجب، ایمان، معراج، لیلۃ القدر اور مختلف مہینوں کی مختلف تاریخوں میں خصوصی نمازوں میں سے کسی ایک کا کوئی بھی ثبوت نہیں۔

---

[1] الموضوعات ج ۲ / ص ۹۳ (باب لاصلاة لجار المسجد) تنزیه ج ۲ / ص ۹۹ (کتاب الصلاة) الفوائد ص ۲۱ (کتاب الصلاة) العلل المتناهية ج ۲ / ص ٤١٢ (باب فی انه لاصلاة..) سلسله احادیث ضعیفة ج ۱ / ص ۲۱۷ حدیث نمبر (۱۸۳. کشف الخفاء ج ۲. ص ۵۰۹ حدیث نمبر (۳۰۷۳) المقاصد. ص ٤٦٧ حدیث نمبر (۱۳۰۸) تمیز ص ۱۸۸ أسنی المطالب ص ۲۵۷ الدرر المنتثره ص ۱۷٦.

صلوٰۃ التسبیح سے متعلق کوئی ایک حدیث صحیح نہیں ہے۔

(مترجم کو مصنف کے اس خیال سے اتفاق نہیں، صلوٰۃ التسبیح ہمارے نزدیک معتبر حدیث سے ثابت ہے)

زیور میں زکوٰۃ کے باب میں کچھ ثابت نہیں

(مصنف کی اس بات سے مترجم متفق نہیں، کیونکہ زیور میں وجوب زکوٰۃ کا ثبوت موجود ہے یہ تفصیل کا مقام نہیں۔)

شہد میں زکوۃ سے متعلق اگر چہ بہت سی روایات مروی ہیں مگر ان میں سے کوئی صحیح نہیں

(مجموعی طور پر ان روایات میں قوت آجاتی ہے مترجم کا یہی خیال ہے۔)

سبزیوں اور ترکاریوں میں زکوٰۃ سے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں، رحم دل لوگوں یا خوبصورت لوگوں سے سوال کرنے اور مانگنے کے بارے میں مروی روایات میں سے کوئی روایت ثابت نہیں ہے، اس معنی کی جملہ روایات غیر معتبر و باطل ہیں۔

معروف کی فضیلت اور خلق خدا کی ضروریات پوری کرنے میں تنگ دل ہونے اور کوتاہی کرنے سے خبردار کرنے والی روایات میں سے کوئی روایت ثابت نہیں۔

دسویں محرم کے فضائل کے باب میں روزہ عاشورا کے مستحب ہونے والی حدیث معتبر ہے مگر اس کے علاوہ اس کی فضیلت نیز اس دن ورات کی مخصوص نماز اور خرچ کرنے، خضاب، تیل، سرمہ استعمال کرنے اور مختلف قسم کے کھانے پکانے سے متعلق جو بہت سی روایات ہیں وہ مجموعی طور پر مکذوب وموضوع ہیں۔

ائمہ حدیث نے کہا کہ ''عاشورا کے روز سرمہ لگانے کی بدعت قاتلین حسین رضی اللہ عنہ نے ایجاد کی ہے۔''

ماہ رجب کے روزے کی فضیلت میں کوئی روایت ثابت نہیں بلکہ اس کی کراہت کے سلسلے میں بعض روایات وارد ہیں۔

پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے باب میں کچھ ثابت نہیں۔

قرض دہندہ کو جو نفع قرض دینے کے سبب ہو وہ سود ہے۔ اس مضمون کی حدیث ثابت نہیں۔

"لا نکاح الا بولی و شاھدی عدل" ❶

(بلا ولی اور دو عادل گواہوں کے کوئی نکاح نہیں جائز ہے) کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ باندیاں اور لونڈیاں رکھنے کا حکم دیے جانے سے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں۔

(لا نکاح الا بولی (ولی کے بغیر کوئی نکاح صحیح نہیں) والی حدیث مترجم کے نزدیک ثابت و صحیح ہے۔)

تجرد یعنی غیر شادی و بیاہ کے رہنے کی مدح میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ خوش خطی اور اس کو سیکھنے کی ترغیب کے باب میں کوئی روایت ثابت نہیں۔ بیر کا درخت کاٹنے کی ممانعت کے باب میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

مسور کی دال باقلا، پنیر، اخروٹ، بینگن، انار اور کشمش کے فضائل کے باب سے متعلق وارد شدہ روایات صحیح نہیں، ان روایات کو زنادقہ نے وضع کر کے کتب محدثین میں داخل کر دیا تا کہ اسلام پر داغ وعیب لگائیں اللہ ان زنادقہ کو رسوا کرے۔ آمین۔

فضیلت گوشت کے باب میں وارد شدہ روایت نیز یہ حدیث کہ "دنیا و آخرت کا افضل ترین طعام گوشت ہے۔" کچھ بھی ثابت نہیں، چھری سے گوشت کاٹ، کاٹ کر کھانے کی ممانعت کے باب میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

طعام ہریسہ (کوٹے ہوئے گیہوں کے ساتھ گوشت اور گھی وغیرہ پکائے ہوئے کھانے کو ہریسہ کہتے ہیں) کی فضیلت کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ اس سلسلے میں وارد شدہ احادیث پر مشتمل مشہور و مجموعہ و کتابچہ جعلی و خانہ ساز ہے۔ مٹی کھانے سے ممانعت کے باب میں اسی طرح بازار میں کھانے کی ممانعت کے باب میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

---

❶ مجمع الزوائد ج ٤ / ص ٢٨٦ (باب ما جاء فی الولی والشھود) تلخیص ج ٣ حدیث نمبر (١٥٦) الکامل ابن عدی ج ١ / ص ٣١٨ و ج ٢ / ص ٥٢٢ و ج ٣ ص ١١٠١۔ ارواء الغلل ج ٦ / ص ٢٤١ و ص ٢٦١ کنز ج ١٦ ص ٣٠٨ حدیث نمبر (٤٤٦٣٧) (باب فی احکام النکاح وما یتعلق..) وص ٣١٣ حدیث نمبر (٤٤٦٧٠) (الاولیا من الاکمال) وص ٣١٤ حدیث نمبر (٤٤٦٧٥) و (٤٤٦٧٧)۔ المصنفة عبدالرزاق ج ٦ / ص ١٩٦ حدیث نمبر (١٠٤٧٣)۔

فضائل تربوز کے بارے میں کچھ ثابت نہیں، کتاب البطیخ (تربوز کی کتاب) کے نام سے پائی جانے والی کتاب میں مذکور احادیث کا مجموعہ باطل وموضوع ہے۔ صرف یہ روایت ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تربوز کھاتے تھے۔

گل نرگس، مرزنجوش (گل دونا مروا) بنفشہ اور البان (بکائن) کے فضائل میں کوئی احادیث ثابت نہیں، گلاب سونگھنے سے متعلق حدیث اور یہ حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گلاب میرے پسینہ سے پیدا کیا گیا ہے نیز اس قسم کی جملہ احادیث موضوع و باطل ہیں۔

سفید مرغ کے فضائل کے باب میں کوئی حدیث ثابت نہیں، اس سلسلے میں مذکورہ حدیث مسلسل کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" نے فرمایا کہ: سفید مرغ میرا دوست ہے۔ موضوع اور باطل ہے۔

مہندی کے فضائل میں کوئی حدیث صحیح نہیں، سفید بال اور اکھاڑنے کی ممانعت میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ عقیق کی انگشتری پہننے اور داہنے ہاتھ میں انگشتری پہننے کا حکم دیے جانے سے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں۔

عورتوں سے خواب کے ذکر کی ممانعت، فارسی زبان میں کلام کی ممانعت، عربی زبان اچھی طرح بولنے پر قدرت رکھنے والے کے لئے ایک فارسی لفظ بولنے کی مخالفت کے سلسلے میں کوئی روایت نہیں۔

جو یہ حدیث شہرت رکھتی ہے کہ "ولد الزنا" (حرامی لڑکا) جہنمی ہوگا" یہ حدیث باطل ہے۔

لیس لفاسق غیبة. [1]

"فاسق کی غیبت، غیبت نہیں۔"

یہ روایت اور اس قسم کی جتنی روایات ہیں سب غیر ثابت ہیں۔

مذمتِ سماع، شطرنج کھیلنے کے باب میں کوئی روایت صحیح و ثابت نہیں ہے۔

«لَا تُقْتَلُ الْمَرْأَةُ إِذَا ارْتَدَّتْ ـ» [2]

---

[1] (المقاصد الحسنة ص۳۰٤ ص۹۲۱)

[2] تنزیه ج۲/ص۲۲۵ (کتاب الاحکام والحدود) الموضوعات ج۳/ص۱۲۸ (کتاب الحدود والعقوبات) تذکرة ص۱۷۹ (باب حدود الردة و...)

''مرتد ہو جانے والی عورت قتل نہیں کی جائے گی۔''

کے باب میں کوئی حدیث ثابت نہیں، بلکہ اس کے خلاف صحیح حدیث یہ ہے:

((مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ)) ❶

''جو مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔''

((إِذَا وُجِدَ الْقَتِيلُ بَيْنَ قَرْيَتَيْنِ ضَمِنَ أَقْرَبُهُمَا)) ❷

(جب دو بستیوں کے درمیان کوئی مقتول ملے اور اس کے قاتل کا پتہ نہ چلے تو جس بستی سے لاش قریب ہے اس کے باشندے ضامن ہوں گے) کے باب میں کچھ ثابت نہیں۔

((مَنْ أُهْدِيَتْ هَدِيَّةٌ وَعِنْدَهُ جَمَاعَةٌ فَهُمْ شُرَكَاءُ)) ❸

(جب کسی آدمی کے پاس اس وقت ہدیہ آئے جب کہ اس کے پاس دوسرے لوگ موجود ہوں تو اس ہدیہ میں سب لوگ شریک ہیں) اس باب کے تحت مروی کوئی روایت ثابت نہیں۔

بعض دنوں میں پچھنا لگوانے کی اجازت اور بعض میں ممانعت و کراہت سے متعلق کوئی روایت ثابت نہیں البتہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنی امت سے کہو کہ وہ پچھنا لگوایا کرے۔

صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ شِفَاءٌ فَفِي شَرْطَةِ حِجَامٍ أَوْ فِي شُرْبَةِ عَسَلٍ أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ۔)) ❹

اگر کسی چیز میں شفا ہے تو وہ نشتر حجامت (پچھنا لگانے والا نشتر) یا شہد نوشی، یا آگ سے

---

❶ فتح الباری ج ۱۲ / ص ۲۶۷ حدیث نمبر (۶۹۲۲) (کتاب النتابة المرتدین..) (باب حکم المرتد والمرتدة) ابوداؤد ج ۴ ص ۵۲۰ حدیث نمبر (۴۳۵۱) (اول کتاب الحدود) ترمذی ج ۴ ص ۵۹ حدیث نمبر (۱۴۵۸) (کتاب الحدود، ماجاء فی المرتد)

❷ تنزیه ج ۲ / ص ۲۱۸ ((کتاب الحدود) کشف الخفاء ج ۲ حدیث نمبر (۵۸۶)

❸ الاسرار ص ۳۳۳ حدیث نمبر (۴۷۰) کشف الخفاء ج ۲ / ص ۳۲۰ (۲۳۹۷) تمیز ص ۱۵۶ / أسنى المطالب ص ۲۰۷۔ المنار المنیف ص ۱۳۵ کنز ج ۶ / ص ۱۱۷ حدیث نمبر (۱۵۰۹۹)

❹ مجمع الزوائد ج ۵ / ص ۹۰ تا ۹۱ (باب التداواوی باالعل و..) کنز ج ۱۰ / ص ۲۱ حدیث نمبر (۲۸۱۷۳)

داغنا (سینکنا بھی اسی میں داخل ہے) یعنی کہ یہ تینوں چیزیں بہترین طریق علاج ہیں۔

''احتکار'' (ذخیرہ اندوزی) کے باب میں بہت سی احادیث ہیں، ان میں سے صحیح مسلم میں مذکورہ یہ حدیث منسوخ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من احتکر فھو خاطی))

''جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ خطا کار ہے۔''

بعض اس کو اس حالت پر محمول کرتے ہیں کہ ذخیرہ اندوزی کرنے سے عوام کو اگر ضرر ہو تو ممنوع ہے ورنہ نہیں۔ دعا کے بعد چہرے پر دونوں ہاتھ مل لینے کے سلسلے میں کوئی حدیث صحیح نہں، اچانک موت کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں، یہ حدیث ثابت نہیں کہ ''اچانک موت مومن کے لئے راحت اور کفار کے لئے باعث افسوس ہے''

باب الملاحم والفتن (خوں ریز جنگوں، فسادات اور فتنے) سے متعلق روایات میں جو یہ روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے موقع پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ تم کو میں قسم دلا کر کہتا ہوں کہ کیا تم نے سقیفہ بنی فلاں میں یہ ارشاد نبوی سنا تھا کہ تم علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرو گے اس حال میں کہ تم علی پر ظلم کر رہے ہو گے؟ یہ روایت صحیح نہیں اس کو علما اہل حدیث نے صحیح نہیں کہا۔

مہینوں کی تعیین کے ساتھ علامات قیامت کے ظہور کے باب میں مروی روایات ثابت نہیں ،اس سلسلے میں ایک روایت یہ مروی ہے:

ماہ رمضان میں مکانات و پہاڑ وغیرہ کثرت بکثرت گر پڑیں گے اور شوال میں مختلف قسم کی آوازیں آئیں گی نیز اس طرح کی مختلف مہینوں میں مختلف باتیں ہوں گی۔

یہ روایت صحیح نہیں۔ اس سلسلے کی مجموعی روایات باطل ہیں۔

"الاجماع حجة " (اجماع حجتِ شرعی ہے) والی حدیث صحیح نہیں قیاس کے حجت ہونے سے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں۔

پہلی صدی کے بعد پیدا ہونے والے بچوں کی مذمت میں جو روایات وارد ہیں وہ ثابت نہیں۔ ۱۳۰ھ، ۲۰۰ھ، ۳۰۰ھ یا دوسرے سنین کے اوصاف خصوصی اوزان میں پائے جانے والے لوگوں کی مذمت، اس زمانے میں خلوت نشینی وزاویہ گزینی کی مدح میں وارد

روایات تمام تر باطل ہیں۔

مندرجہ ذیل یہ حدیث باطل ہے:

غرباء (اجنبی ومسافر) تین ہیں۔

ا۔ظالم کے سینے میں قرآن ۔۲۔ایسے گھر میں قرآن جہاں تلاوت نہ ہوتی ہو۔۳۔برے لوگوں کے درمیان صالح آدمی۔

دوسری صدی ہجری کے بعد کچھ علامات وآثار کاظہور ہونے سے متعلق روایات غیر ثابت ہیں۔آخری زمانے کی اولاد کی مذمت کے باب میں کوئی حدیث وارد و ثابت نہیں۔

یہ حدیث باطل ہے کہ ''کتے کے پلے (بچے) کے ساتھ زنا آدمی کے بچے کے ساتھ لواطت سے بہتر ہے۔''

یہ حدیث غیر ثابت ہے کہ ''بارش گرمی آفریں اور بچے غضب ڈھانے کا باعث ہیں۔''

خوش الحانی کے ساتھ قرآن خوانی کی حرمت کے سلسلے میں وارد شدہ حدیث ثابت نہیں، بلکہ اس کے خلاف یہ ثابت ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ فتح ترجیع (خوش الحانی) کے ساتھ پڑھتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔(سفر السعادۃ)

دوسرا خاتمہ

کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ جب صدہا سال سے لے کر آج تک اکثر مسلمان بہت سی ایسی عبادتیں کرتے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان عبادتوں کو لے کر آئے۔نہ آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے یہ عبادتیں کیں اور کوئی شک نہیں کہ اس طرح کی تمام عبادات بدعت ہیں اور بدعت شرک کا قاصد و پیام بر ہے جس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ایک قسم کی بدعت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک وکفر کے درجہ تک پہنچتی ہیں۔ اور دوسری اس سے قدرے ہلکی ہیں جیسا کہ انواع بدعات کے بیان میں اس کتاب کے اندر اس سلسلے میں تفصیل گزر چکی ہے تو پھر ان بدعات کو ختم کرنے اور تہ بہ تہ ان ظلمات اور تاریکیوں سے لوگوں کو نکالنے کی کیا تدبیر ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بات مخفی و پوشیدہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید کی

تلاوت پر ابھارا ہے ❶ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی تبلیغ و توضیح کا حکم دیا ہے۔ اور قرآن مجید کی تلاوت و تعلیم کی فضیلت کے سلسلے میں بہت ساری احادیث نبوی آئی ہیں اور حدیث و سنت قرآن مجید کی ہم پلہ ہے۔ اس اعتبار سے جب لوگوں میں کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کی تعلیم و تبلیغ اور اس کے اوامر و نواہی کی توضیح و تفسیر واجب و ضروری ہے تو سنت کی تبلیغ و اشاعت بھی اپنی طاقت و سعت بھر ضروری و واجب ہوئی ہے۔ چنانچہ حدیث نبوی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔)) ❷

''میری طرف سے تبلیغ کرو، خواہ وہ ایک ہی آیت کی تبلیغ ہو، اور بنی اسرائیل سے تحدیث و روایت کرو، اس میں کوئی حرج نہیں، اور جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔'' (احمد، بخاری، دارمی)

---

❶ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ (فاطر ۲۹) ''بے شک جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے نماز قائم کرتے' اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے خفیہ و علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ناکام اور تباہ نہیں ہو سکتی۔''

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل ۔۴۴) ''اور ہم نے آپ کی طرف اس لئے ذکر نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کی طرف نازل کردہ آیات و احکام کی وضاحت کر دیں۔''

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (المائدہ آیۃ: ۶۷) اے رسولؐ! آپؐ کے رب کی طرف جو باتیں آپ پر نازل کی جارہی ہیں ان کی آپ تبلیغ کرتے رہیں' اگر آپ نے تبلیغ کا یہ فریضہ انجام نہیں دیا تو آپ اللہ کے پیغام و رسالت کو لوگوں تک نہ پہنچانے کے مرتکب قرار دیے جائیں گے۔''

❷ بخاری شریف ص ۵۸۲ (كتاب احاديث الانبياء ۔باب ما ذكر عن بني اسرائيل) حديث نمبر (٤٣٦١) سنن دارمي ج ١ / ص ١٣٦ (باب البلاغ عن رسول)

امام بخاریؒ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔)) ❶

''حاضر موجود آدمی غائب کو ہماری باتیں پہنچادے۔''

اللہ و رسول کی ان باتوں کو ماننے اور ان پر عمل کرنے سے بہت فوائد حاصل ہوں گے اور بدعات کو ختم کرنے کے لئے ہماری نظر میں حسب ذیل تدبیریں مفید ہوں گی۔

۱۔ مسلمانوں میں سنت کی اشاعت اور افہام و تفہیم خصوصاً ان سنتوں کی اشاعت اور افہام و تفہیم جن کا تعلق عقائد و عبادات سے ہے تمام بدعات یا کم از کم اکثر بدعات کا خاتمہ کر دے گی۔

۲۔ بدعات کو ختم کرنے والے معالجات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر آدمی اپنی عبادات، عادات اور اخلاق میں سنت مطہرہ کی موافقت و مطابقت کو اپنے اوپر لازم کر لے یہاں تک کہ معاشرہ پر سنت کے آثار و علامات ظاہر و نمودار ہوں، کیونکہ معاشرہ افراد ہی سے تشکیل پاتا ہے، اس لئے جب ہر فرد سنت کے مطابق زندگی گزارے گا تو پورے معاشرہ پر سنت کے آثار ہویدا ہوں گے۔

خاص طور پر معاشرہ میں علما، واعظین اور مرشدین جو قیادت و سیادت کی زمام کار سنبھالے ہوئے ہیں، انہیں اپنے اعمال و اقوال میں سنت کی پوری نمائندگی کرنی چاہیے تاکہ وہ عوام الناس کے لئے نمونۂ عمل بن سکیں۔ کیونکہ لوگوں میں بدعات کی اشاعت و ترویج کے اسباب میں سے یہ بات بھی ہے کہ جن کی اقتدا اور پیروی کی جاتی ہے وہی خود بدعات کے مرتکب ہوتے ہیں اور لوگوں کے سامنے ان کی تحسین کرتے ہیں یا پھر وہ لوگوں کو بدعات پر کاربند دیکھتے ہیں مگر ان پر نکیر نہیں کرتے اور انہیں روکتے ٹوکتے نہیں۔

۳۔ مقررین، واعظین، تبلیغ و ارشاد کا کام کرنے والے حضرات اور حدیث و فقہ کے مدرسین پر لازم ہے کہ وہ وعظ و ارشاد، تقریروں اور خطبات اور درس میں موضوع اور زیادہ ضعیف احادیث بیان نہ کریں اور اگر ہر طرح کی ضعیف روایات کو وہ مطلقاً ترک کر دیں تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ لوگوں کے درمیان بدعات کے جاری ہونے والے چشمے دراصل یہی موضوع اور ضعیف احادیث ہیں اور یہ روایات خطبات، مواعظ اور حدیث کی ان کتابوں میں بہت ہیں جن میں التزام صحت

❶ صحيح البخاري كتاب الحج باب الخطبه ايام منى ص ۲۸۰ حديث نمبر (۱۷۳۹) السيرة النبوية فى ضوء القرآن والسنة ج ۲ / ص ۵۷۸ حجة الوداع۔

نہیں کیا گیا اور صحیح وغیر صحیح کی تمیز کرنے والے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جیسا کہ پہلے بھی یہ بیان کیا جا چکا ہے۔

۴۔ فقہی مذاہب اور نظریات و آرا میں سے کسی فقہی مذہب یا نظریہ و رائے و اجتہاد کی بے جا حمایت و عصبیت ترک کردی جائے خواہ کسی بھی طریقہ سے ہو حق تک رسائی کا اہتمام کیا جائے، اس کی ایک مثال ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:

چار مقامات و مواقع پر رفع الیدین کا ذکر احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت (۲) رکوع جاتے وقت (۳) رکوع سے سر اٹھاتے وقت (۴) پہلے قعدہ وتشہد سے تیسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت۔

امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اہل الحدیث کا یہی مذہب ہے کہ ان چاروں مواقع پر رفع الیدین کیا جائے، امام مالک [1] وابوحنیفہ نے کہا کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی تینوں مواقع پر رفع الیدین نہ کیا جائے۔

اس صورت میں حنفی اور مالکی حضرات کے لئے تعصب سے کام لینا اور اہل حدیث، شوافع اور حنابلہ کے خلاف جدال کرنا مناسب نہیں بلکہ مناسب یہ ہے کہ دلیل پر نظر رکھی جائے اور اس معاملہ میں دلیل اہل حدیث، شوافع اور حنابلہ کے ساتھ ہے، اس مثال پر بہت سی دوسری باتوں کو قیاس کرو۔ اسی طرح کے دیگر بہت سے مسائل ہیں جن میں مذہبی تعصب کو مدنظر رکھتے ہوئے اور تقلید جامد کے دام میں پھنس کر آدمی شریعت کی حدود سے خارج ہو جاتا ہے اور بدعت کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔

۵۔ دین میں عوام الناس کو دخل اندازی اور فتویٰ بازی سے منع کر دیا جائے اور عوام خواہ کتنے اونچے مناصب پر فائز ہوں دین میں ان کی آرا کا اعتبار نہ کیا جائے۔

---

[1] مترجم کی تحقیق یہ ہے کہ امام شافعی واہل حدیث کی طرح تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی تینوں مواقع پر امام مالک بھی رفع الیدین کرنے کے قائل تھے۔ حافظ ابن عبدالبر اور دوسرے اہل علم نے اس کی صراحت کر رکھی ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک امام مالک کی بابت مصنف کا قول مذکور غیر صحیح ہے۔

۶۔معروف کا حکم دیا جائے اور منکر سے منع کیا جائے ہر وہ چیز معروف ہے جس کو کرنے کا حکم شریعت نے دیا ہے یا جو چیز معنوی طور پر موافق شریعت ہو وہ معروف ہے اور منکر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو شریعت یا سنت کے خلاف ہو۔ اسلام نے معروف کے حکم اور منکر کے روکنے پر بہت سے نصوص میں ابھارا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ [آل عمران آية:١٠٤]

تم لوگوں میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو خیر کی طرف دعوت دے، اور معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے، اس کام کے کرنے والے لوگ ہی کامیاب وبامراد ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. [آل عمران آية: ١١٠]

تم لوگ بہترین امت ہو، تم لوگوں کے فائدہ کے لئے برپا کیے گئے ہو کہ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

نیز فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. [التوبة آية: ٧١]

مومن مرد، اور مومن عورتیں، ایک دوسرے کے ولی اور دوست ہیں، معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہیں۔

مذکورہ آیت میں مومن کے بیان کردہ اوصاف کا تقابل اللہ تعالیٰ کے منافقین کے اوصاف سے کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ۔ [التوبة آية: ٦٧]

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں۔ یہ لوگ منکر (برے کام) کا حکم دیتے اور بھلے کاموں سے روکتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات کے معنی ومفہوم کی بہت ساری احادیث ہیں جن میں معروف کے امر اور منکر سے ممانعت کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں پر بعض احادیث کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ ((مَنْ رَاى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ وَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ وَ اِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ۔)) ❶

''تم میں سے جو آدمی کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹائے اگر اس کی طاقت نہیں تو زبان سے کہہ کر مٹانے کی کوشش کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل میں برا جانے، یہ آخری بات ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

۲۔ ((عَنْ اَبِی سَعِيْدِ الْخدری عن النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ بِالطّرقَاتِ فَقَالُوْا ! يَا رَسُوْلُ اللّٰه مَالَنَا بد مِنْ مَجَالِسِنَا فِيْهَا فَقَالَ فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاعْطُوْا الطَّرِيْقَ حَقَّهٗ فَقَالُوْا مَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَ كَفُّ الاذى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىِ عَنِ الْمُنْكَرِ۔)) ❷

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ راستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو، لوگوں نے کہا! یا رسول اللہ! راستوں میں بیٹھے بغیر ہم کو چارہ کار نہیں، آپ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو راستوں کے حقوق ادا کرو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ راستوں کے حقوق کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پست نگاہی، اذیت رسانی سے پہلوتہی، سلام کا جواب، معروف کا حکم اور منکر سے ممانعت کرنا۔''

---

❶ صحيح المسلم ج ١ / ص ٦٩ باب بيان كون النهى عن المنكر حديث نمبر (٧٨) جامع الترمذى ابواب . الفتن) باب ما جاء فى التفسير المنكر حديث نمبر (٢١٧٢) سنن النسائى ج٨ص ١١١ تا ١١٢ (تفاضل اهل الايمان) مشكوٰة ج ٢ / ص ٦٤٢ (باب الامر بالمعروف)(٥١٣٧)كنز ج٣ /ص ٦٨ حديث نمبر (٥٥٣٤)التمهيد ج ١٠ ص ٢٦٠ سلسلة احاديث ضعيفة ج ١ / ص ٥٠ حديث نمبر (٢٩)

❷ صحيح البخارى ص ٣٩٧ (كتاب المظالم باب افنية الدور والجلوس..) حديث نمبر (٢٤٦٥) صحيح المسلم ج ٤ /ص ١٧٠٤ (كتاب السلام باب من حق الجلوس) حديث نمبر (٢١٢١) سنن أبى داؤد ج ٥ /ص ١٥٩ تا ١٦٠ (كتاب الادب باب فى الجلوس فى الطرقات) حديث نمبر (٤٨١٥) شرح السنة ج ١٢ / ص ٣٠٤ (باب كراهية الجلوس على الطرق) / حديث نمبر (٣٣٣٨). مشكوٰة ج ٢ / ص ٥٣٨ (كتاب الآداب باب السلام) / حديث نمبر (٤٦٤٠)

قارئین کرام! مذکورہ بالا تمہید کے بعد یہ جان لیجئے کہ سب سے بڑا منکر یہ ہے کہ بدعات و ضلالات کی پابندی و پیروی کی جائے جب کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور سنت نبویہ میں ان کا کوئی ذکر نہ ہو اور اس سے بھی زیادہ بڑا منکر اور خوفناک گناہ مشرکانہ عقائد ہیں یا وہ عقائد جو شرک تک لوگوں کو پہنچانے والے ہیں۔ بھلا بدعت کیونکر منکر و گناہ نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ نے بہت ساری آیات میں اپنے نبی ﷺ کی متابعت کا حکم دیا ہے اور ان کی مخالفت نیز ان کے قول و فعل کے بالمقابل کسی رائے و فتوی کو مقدم ماننے سے منع کیا ہے؟ اس سلسلے میں ایسی تفصیل گزر چکی ہے کہ دوبارہ بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ بھلا بدعت منکر کیوں نہ ہو جب کہ وہ معصیت سے کہیں زیادہ ابلیس کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہے۔

بدعت تو کفر و ضلالت کی پیامبر اور قاصد ہے۔ بدعت معصیت سے کہیں زیادہ قبیح ترین چیز ہے کیونکہ معصیت کا مرتکب اپنی غلطی و معصیت کا معترف ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں توبہ بھی کر لیا کرتا ہے مگر بدعتی بدعت کو عبادت سمجھتا ہے اور اس کے ذریعہ اللہ کا تقرب چاہتا ہے بھلا اس حالت میں وہ کیونکر تائب ہوگا؟ اس میں تم اس بات کا اضافہ کرلو کہ بدعتی اپنی زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تقصیر کی تلافی کر رہا ہوں کیونکہ انہوں نے اتنی اچھی اور زیادہ نیکی والی چیز چھوڑ دی تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق دین اسلام کامل و مکمل ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. [المائدہ آیۃ:۳]	میں نے آج تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے واسطے میں نے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

((تَرَکْتُکُمْ عَلَى الْمَحَجَّةِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ۔)) [1]

”میں تم کو ایک روشن راستہ پر چھوڑ کر جا رہا ہوں اس کی رات اس کے دن کی طرح روشن و واضح ہے۔ اس سے صرف گمراہ آدمی ہی منحرف ہو سکتا ہے۔“

---

[1] ابن ماجہ ج ۲ / ص ۱۳ باب اتباع السنة

اس طرح دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا :

((تَرَكْتُ فِيكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا ، كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّتِى۔)) [1]

"میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں تم جب تک ان پر مضبوطی سے کاربند رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ایک کتاب اللہ (قرآن مجید)، دوسری اپنی سنت۔"

دریں صورت دین میں اضافہ اور شریعت واضحہ میں تلافی و تکمیل کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ لہٰذا علما کرام پر لازم ہے کہ وہ اپنے اعمال و افعال میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی پیروی کریں تاکہ عوام ان کی اقتدا کر کے سنت پر گامزن رہیں، اسی طرح علما پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ بدعات اور ایجاد شدہ باتوں پر تنبیہ کریں، کیونکہ وہ منکرات میں سے ہیں۔ لیکن ان امور پر نکیر تینوں درجات کے مطابق یعنی طاقت ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان و دل سے ہونی چاہیے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے اور اس کا ذکر گزشتہ صفحات میں آ چکا ہے۔

اللہ کے فضل سے اس کتاب کی تنقیح و تحریر اور مسودہ کی صفائی ۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کو مکمل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افضل ترین اور پاکیزہ ترین درود و سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس کتاب کو مکمل کرا کے مجھ پر احسان کیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب سے اپنے مسلمان بندوں کو نفع پہنچائے اور مجھے بروز قیامت بدلہ و ثواب عطا فرمائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

تالیف: شیخ احمد بن حجر آل بوطامی بن علی قاضی محکمہ شرعیہ قطر

TRUEMASLAK @ INBOX.COM

[1] مشکوۃ ج ۱/ ص ۶۶ کتاب الایمان۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنة حدیث نمبر (۱۸۶) سلسلہ احادیث صحیحہ ج ٤/ ص ۳۵۵ حدیث نمبر (۱۷٦۱)۔ مؤطا امام مالک ج ۲/ ص ۸۹۸ (کتاب القدر) (۳)۔ التوسل أنواعه و احکامه ص ۱۳ تا ۱٤۔

اکمل البیان

فی تائید

تقویۃ الایمان

تالیف
مولانا عزیز الدین صاحب مراد آبادیؒ

دیباچہ
مناظرِ اسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

مقدمہ
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سلفیؒ

تحقیق وافتتاحیہ
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ

◎ شرک وبدعت کی تردید میں یہ کتاب بلاشبہ ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔

◎ اہلِ بدعت کی طرف سے ”تقویۃ الایمان“ اور حضرت مولانا شہید علیہ الرحمۃ پر جتنے اعتراضات کیے گئے ہیں، وہمی ہوں یا واقعی، اس بلند پایہ کتاب میں ۲۰۰ عنوانات کے تحت ان سب کا عقلی ونقلی جواب دیا گیا ہے۔

◎ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی کا تاریخی حقائق سے لبریز افتتاحیہ بریلویت کی تاریخ، پس منظر، تخلیقی عوامل اور اس کے ”آباؤ اجداد“ کے مختصر کارناموں پر تاریخ کی روشنی میں ایک جامع تبصرہ ہے۔

◎ اصل مخطوطے پر تحقیق ونظر ثانی کی گئی اور جابجا علمی حواشی سے مزین کیا گیا ہے۔ اب پہلے سے مزید بہتر کتابت طباعت کے ساتھ طبع دوم ۳۰×۲۶/۸ سائز کے ۹۰۰ سے زائد صفحات، قیمت ۳۰/-

المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ، لاہور
فون: ۷۲۳۷۱۸۴